یا مفتاح

اسلامی لغت

جلد اوّل

مرتبۂ

سیّد حامد حسین رضوی (علیگ)

محلہ نالہ جھالرا پاٹن (راجپوتانہ)

مطبوعہ نگار مشین پریس لکھنؤ

سنہ ۱۳۴۶ھ
۱۹۲۸ء

اول ۵۰۰

قیمت فی مجلد عہ

تصحیح اغلاط جلد اوّل

مجھے سخت افسوس ہے کہ بوجوہ چند کتابت کی بہت سی غلطیان رہ گئی ہین۔ ذیل مین ان اہم غلطیون کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی جاتی ہے جن کی صحت نہایت ضروری ہے اس لئے التماس ہے کہ مطالعہ سے قبل اس صحت نامہ کے بموجب تصحیح فرمالین۔

صفحہ	نمبر مطالب	کالم	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	نمبر مطالب	کالم	سطر	غلط	صحیح
ب	۰	۰	۱	بسنہ ۱۵۴ / ۷۷۰ھ	بسنہ ۱۷۰ / ۷۸۶ھ	۱۵	۵۰	۱	۱۱	برعکس کے	برعکس ان کے
″	۰	۰	۲۱	وسعت کو	وسعت کا	۱۷	۵۲	۱	۱۳	بعد علماء	بعض علماء
ج	۰	۰	۸	ہوالہ	حوالہ	″	۵۴	۲	۸	کسی دین پر	کسی دینی امر پر
″	۰	۰	۸	اس کا	کتاب کا	۱۸	″	۱	۶	درجہ محبت	درجہ صحت
۱	۰	۱	۱	ائمئہ	(۱) ائمئہ	″	″	۱	۱۰	مراد نہین ہے	مراد لیتی ہے
″	۰	۱	۸	ائمۃ الاسماء	(۲) ائمۃ الاسماءُ	″	″	۲	۶	سمجھا دیا ہے	سمجھایا ہے
″	۰	۱	۱۰	اب	(۳) اب	۱۹	۵۷	۲	۱۰	مزدور	لغوی معنی مزدور
″	۰	۲	۷	پارہ لم	پارہ ۴	۲۰	۵۹	۱	۷	اور اس	اور جو اس
۴	۱۳	۲	۱۸	جامع الجہری	جامع الجعفری	″	″	″	۲۱	راویون کی نام	راویون کی نام کے
۵	۱۵	۲	۱۴	نمر	نحر	″	″	۲	۱۰	سفینون مین	سینون مین
۹	۲۹	۱	۱۸	اثیر جرہ	اثیر جزری	″	″	″	۱۳	واضعان	واضعین
۱۰	۳۱	۱	۱۰	غزوۂ احد	غزوۂ بدر	۲۱	″	۱	۲	اور کیا	اور مشرکین نے کیا
″	۳۲	۱	۱۶	موسس ہوئے	موسس ہوئے فقہ حنفیہ کے	″	″	۲	۱۷	مندیا مرجوع	مسندیا مرفوع
۱۲	۴۱	۱	۱۳	خاندان مدان	خاندان ہمدان	۲۳	″	۱	۱۲	مجموعہ	مجموع
″	۴۳	۲	۹	کے عہد مین	کی جانب سے	۲۶	″		۸	حذما،	صغار
۱۳	۴۸	۲	۳	کہتے ہین	لکھتے ہین	۲۷	″	۲	۱۲	تابع نہین	تابع ہین
۱۴	۵۰	۰	۵	محرم الحرام	محرم الحرام سنہ ۹۵ھ	″ ۳۰	″ ۷۴	۲	۱۳ ۲۳	جامع الجوی پادشعبا حن	جامع الجعفری بادشاہ چین

صفحہ	نمبر اصطلاح	کالم	سطر	غلط	صحیح
۳۱	۷۴	۱	۲	کیا جائے	کیا جا سکے
״	״	״	۹	سن	سنہ
״	״	״	۱۳	عن مدینہ	عن خذیفہ
״	۷۷	۲	۱۶	لواح	الواح
۳۴	۷۹	۱	۲	یہ بھی بشارت	یہ بشارت
״	״	״	۸	تو	کو
״	״	۲	۶	پیرکلیطاس	پیرکلوطاس
״	״	״	״	ٹھیک	جو ٹھیک
۳۵	۸۲	۱	۱۶	اصلی ہے	اصل ہے
۳۶	۸۳	۱	۲۲	دو سلسلہ	دو سلسلے
۴۱	۹۵	۲	۵	عقیدہ کا	عقیدہ
۴۲	۹۷	۱	۲۳	واقفیت	واقعیت
״	״	۲	۱۷	یہان تک	یہان تک کہ
۴۳	״	۲	۵	کے جا سکتے	کے کہا بھی جا سکتے
۴۴	۱۰۰	۲	۹	ام الولا	ام الولد
״	״	״	۱۸	جامع الجوی	جامع الجعفری
۴۶	۱۰۱	۱	۱	بن	ابن
۴۷	״	۱	۲۱	بھوپے	بھوپی
״	״	۲	۹	دفع ضرور	دفع ضرر
۴۹	۱۰۴	۱	۶	مبیعہ	مُبتغ
״	۱۰۵	۲	۳	جامع الجوی	جامع الجعفری
۵۱	۱۰۸	۲	۹	״	״
״	۱۰۹	۲	۷	رین	مزین
۵۳	۱۱۵	۲	۱۵	مع	جامع
״	״	״	۱۶	اقطار سے	اقطار کے
				طلبہ رہے ہین	طلبہ تعلیم پاتے ہین

صفحہ	نمبر اصطلاح	کالم	سطر	غلط	صحیح
۵۵	۱۲۱	۱	۲۳	استجلاء	اِستجلاء
۵۶	۱۲۴	۲	۹	وظائف الکبریٰ	وظائفِ اکبری
״	״	״	۱۲	اخبرلی	اخبرنی
				فی خیرۃ	خیرۃ
״	״	״	۱۴	خوف	خوب
۵۸	۱۳۳	۲	۱۸	تابعی یعنی	تابعی نے
۶۲	۱۴۵	۱	۲۰	تعریف	تعلیم
۶۳	۱۴۷	۲	۲۲	ارفت	رافت
۶۴	۱۵۰	۲	۲	کتابون مین	ان کتابون مین
۶۹	۱۵۵	۱	۱۵	زندگی سے	زندگی کے
״	״	۱	۱۷	دو نمونہ	دو نمونے
״	۱۵۶	۲	۱۱	مسلمان	مسلمانون
״	״	״	۱۲	مسلمان	مسلمانون
״	۱۵۶	۲	۱۹	لیے	لے کر
۸۰	۱۸۱	۱	۱۱	بہر حال	ہر سال
۸۴	۱۸۶	۲	۲۰	تاریخ ہے	تاریخ شاہد ہے
۸۷	۱۸۸	۲	۱۷	نمونہ	معمونہ
״	״	۲	۱۹	ستدراج	استدراج
۸۹	۱۹۷	۱	۱۸	استفادہ	استعاذہ
۹۲	۲۰۲	۱	۱۰	سذوری	سڑ دزی
۱۰۱	۲۲۴	۲	۲۲	مجسم	مجسمہ
۱۰۳	״	״	۵	تمنائے	تمغائے
۱۱۱	۲۴۴	۲	۳		"اس کی" کے بعد اضافہ کرو "ملکوت پر یعنی عالم بالا کی طرف ہوتی ہے اور دوسرا بائین طرف اور نظر اس کی"

صفحہ	نمبر اصطلاح	کالم	سطر	غلط	صحیح
۱۱۹	۲۶۲	۲	۱	سلام کرو	سلام کرو نہ بات
۱۲۲	۲۶۸	۱	۱۳	محفوظ رہے	محفوظ رہیں (غیاث اللغات)
۱۳۳	۳۹۵	۲	۳	تصدیق کرتا	تصدیق کرنا
				ہے	لیتے ہین
〃	〃	〃	〃	ہے	....
۱۳۶	۲۹۶	۲	۱۹	پہنا	پہنانا
۱۳۷	۲۹۶	۲	۱۰	بازر کہین	بازر کہیو
۱۴۱	۳۰۵	۱	۳	سن	سنہ
۱۴۳	۳۰۹	۱	۱۱	قربان	قربانی
۱۴۴	۳۱۳	۱	۶	جمع مونث	ضمیر جمع مونث
۱۴۵	۳۱۵	۱	۱۵	دفیہ	دفعیہ
۱۴۶	۳۱۹	۲	۱۰	موافات	مواخات
۱۴۹	۳۲۵	۱	۱۰	مین	مین ایمان
۱۵۴	۴	۱	۵	جن کے	جن کے نام
۱۵۵	۵	۱	۵	جلوس	جلوس مین
〃	〃	〃	۸	سلطنت	سلطنت نے
۱۵۶	۱۱	۲	۱۵	شکاری	شکاری کُتے
۱۵۹	۲۷	۲	۹	سیرۃ النبی	سیرۃ النبی بھی
۱۶۲	۳۵	۱	۲۰		"نہین کیا" کے بعد اضافہ کرو (۲) احداث وبدعت اس امر کا نام ہے کہ جو امر داخل داخل دین نبی صلعم نے نہین کیا۔

صفحہ	نمبر اصطلاح	کالم	سطر	غلط	صحیح
۱۶۳	۴۱	۱	۱۶	اَوس خدام	اَوس بن خدام
〃	۴۲	۱	۱۷	پربایہ	چوپایہ
۱۶۹	۵۴	۲	۳	کللی	کلکلی
۱۷۲	۶۶	۱	۱۹	حجام	حمام
۱۷۳	۷۵	۲	۲۰	عربستان)	عربستان وجزیرۃ العرب)
۱۷۷	۸۸	۲	۳	نہ ثابت ہوا	ثابت نہ ہوا
۱۸۳	۹۸	۲	۱۳	فن	مدفن
۱۸۵	۱۰۵	۱	۱۵	طریقے	طریقے کا
۱۸۹	۱۱۰	۲	۱	حقیر	حقیر چیزون
۱۹۹	۱۱۷	۱	۱۱	علالت	علامت
۲۰۹	۱۳۹	۱	۱۹	ذلیہ	رذلیہ
۲۲۲	۱۶۴	۱	۲۰	چھڑادیا	چُھڑادیا
〃	〃	۲	۲۱	کین	ہوئین
۲۲۴	۱۶۹	۲	۲۲	ہوتی ہین	ہوئی ہین
۲۲۶	۱۷۲	۱	۳	تبسیح	تسمیح
۲۲۷	۱۸۰	۱	۴	جنازہ کو	مسافر کو
۲۲۹	۱۸۲	۱	۴	معروف	معرف کرخی
〃	〃	〃	۵		"جاتے ہین" کے بعد اضافہ کرو "مثلاً (۱) اولیاء اللہ مین تین علامتین ہین -
〃	〃	۲	۲۴	اس سے	...
۲۳۱	〃	۱	۱۰	حسن القشرۃ	حسن العشرۃ
۲۳۲	۱۸۳	۱	۳	بعرض محال	بفرض محال

صفحہ	نمبر اصطلاح	کالم	سطر	غلط	صحیح
۲۳۲	۱۸۳	۲	۲۳	علات	عُضلات
۲۳۳	"	۱			(۳) کے بعد اضافہ کرو "میکنکس جس کو عربی میں علم الحرکات اور علم الحیل کہتے ہیں
"	"	۱	۱	والعمل بنا	والعمل بہا
۲۳۴	۱۸۸	۱	۱۴	کے	کہ
۲۳۷	۱۹۲	۲	۲۳		ہوتے تھے" کے بعد اضافہ کرو ادا کئے جاتے تھے"

صفحہ	نمبر اصطلاح	کالم	سطر	غلط	صحیح
۲۳۸	"	۲	۱۵	معاویہ تہا	معاویہ (المتوفی ۸۵ھ ۷۰۴ء) تھا۔
"	"	"	۱۸	بکہ	بلکہ
۲۴۹	۲۱۵	۱	۱۷	ناپاک	یا پاک
۲۵۱	۲۲۴	۱	۱۵	اعمال وخیر	اعمالِ خیر
"	"	۲	۲۴	انب تن	زیب تن
۲۵۲	۲۲۷	۲	۲۳	اصل	اصل توحید ہے
۲۵۵	۲۳۲	۲	۱۴	اول الذکر	ایک
"	"	"	۱۹	موخرالذکر	دوسرا

ترمیمات

فصل الف

(۱۷) ابن کی تشریح کے بعد اضافہ کرو۔

(۱۷-الف) ابن اثیر۔ مشہور مورخ (دیکھو عز الدین علی بن ابی الکرام)

(۱۷-ب) ابن باجہ۔ مشہور فلسفی (دیکھو محمد بن یحییٰ)

(۱۷-ج) ابن بطوطہ۔ مشہور فلسفی (دیکھو طنجی)

(۱۷-د) ابن بیطار۔ مشہور نباتاتی (دیکھو محمد ضیاء الدین)

(۱۷-س) ابن تیمیہ۔ مشہور مفسر (دیکھو حرانی)

(۱۷-ص) ابن جرار۔ مشہور طبیب (دیکھو قیروانی)

(۱۷-ط) ابن حجر عسقلانی۔ مشہور محدث (دیکھو شہاب الدین احمد)

---

(۱۸) ابن حنبل کے حالات کے بعد اضافہ کرو

(۱۸-الف) ابن حوقل۔ مشہور سیاح (دیکھو حوقل)

(۱۸-ب) ابن خردادبہ۔ مشہور مورخ وجغرافی (دیکھو عبدالرحمن ابن احمد)

(۱۸-ج) ابن خلدون۔ مشہور مورخ (دیکھو عبدالرحمن)

---

(۱۹) ابن خلکان کے حالات کے بعد اضافہ کرو

(۱۹-الف) ابن رشد۔ مشہور فلسفی (دیکھو محمد)

---

(۲۰) ابن صیاد کے حالات کے بعد اضافہ کرو۔

(۲۰-الف) ابن طفیل۔ مشہور فلسفی (دیکھو محمد بن عبد الملک

(۲۰-ب) ابن عربی۔ مشہور صوفی۔ (دیکھو محمد)

(۲۶) ابن مسعود کے حالات کے بعد اضافہ کرو

(۲۶-الف) ابن مسکویہ - مشہور فلسفی (دیکھو علی ابن مسکویہ)

(۳۲) ابوحنیفہ کے حالات کے بعد اضافہ کرو

(۳۲-الف) ابوالفدا - مشہور مورخ (دیکھو نور الدین علی)

(۳۹) ابوعبیدہ کے حالات کے بعد اضافہ کرو

(۳۹-الف) ابوعبیدہ بغوی - نحو اور لغت کے مشہور امام (دیکھو معمر بن قتنی)

(۳۹-ب) ابوالفرج ابن جوزی - (دیکھو شمس الدین)

(۱۷۲) اصطباغ کی تشریح کے بعد اضافہ کرو۔

(۱۷۲-الف) اصطرلاب - ایک مشہور رصدی آلہ (دیکھو سُطرلاب)

فصل ب بائے عربی

(۸۰) بلوغ کی تشریح کے بعد اضافہ کرو۔

(۸۰-الف) بنت بیٹی۔ جمع بنات (دیکھو دختر)

(۹۲) بولس کی تشریح کے بعد اضافہ کرو۔

(۹۲ الف) بہاء الدین عاملی - مشہور شیعی مجتہد (دیکھو عاملی)

(۱۰۹) بیت المقدس کے حالات کے بعد اضافہ کرو۔

(۱۰۹-الف) بیرونی - آپ کی کنیت ابوریحان ہے - (دیکھو محمد بن احمد)

فصل ت تائے فوقانی

(۱۳۱) تاج کی تشریح کے بعد اضافہ کرو

(۱۳۱-الف) تاج الدین سبکی - مصر کے ائمہ مجتہدین میں سے ہے (دیکھو سبکی)

دیباچہ

انسان نے جب دورِ وحشت و بربریت سے گذر کر تہذیب اور تمدن کے میدان میں پہلا قدم رکھا تو اس نے بجائے اعضائی اشاروں کے اپنے مافی الضمیر کو آوازی اشاروں سے ظاہر کرنا شروع کیا۔ انھیں آوازی اشاروں کے مجموعے کا نام زبان ہے۔ جو انسان کی تمدنی ترقی کے ساتھ ساتھ ترقی کرتی چلی جاتی ہے۔ جب آوازی اشاروں سے حافظہ پر بار پڑا اور خیالات کے مجموعوں کو بول چال میں بار بار دہرانے سے سخت وقت پیش آنے لگی تو انسان کو لفظوں کے بنانے کی ضرورت محسوس ہوئی اور جب اس نے علمی تحقیقات کو اپنا مشغلہ بنایا تو اصطلاحوں کے وضع کرنے کی نوبت آئی تاکہ علمی مطالب ایجاز و اختصار کے ساتھ ادا ہو سکیں۔ یہی وہ فطری قانون ہے جو عربوں کی بھی لسانی اور تمدنی ترقی میں کارفرما رہا ہے یعنی پہلے عربی زبان پیدا ہوئی اور بعد میں لغت مرتب ہوئی۔ اول علوم مدون ہوئے۔ بعدہٗ اصطلاحیں وضع ہوئیں۔

پیدائشِ السنہ کے بارے میں علماء اسلام مختلف الرائے ہیں۔ اشاعرہ کا خیال ہے کہ لفظ و معنی کا ربط انسان کو ابتداءً وحی اور توفیق کے ذریعہ معلوم ہوا۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ آوازیں پیدا کرنا تو انسان کو فطرۃً آیا۔ اسی طرح ادراک معانی کے قوے ہم میں فطری طور پر موجود ہیں معانی اور اصوات میں ربط انسان نے فرض و تسلیم اور وضع و اصطلاح کے طور پر قائم کیا۔ عباد بن سلیمان اور شریک معتزلی کے نزدیک معانی و الفاظ میں ایک فطری مناسبت ہوتی ہے یہی مناسبت لفظ اور معنی میں ربط قائم ہونے کی علت ہے۔ ابن جنی کی رائے ہے کہ دنیا بھر کی زبانوں کے اصلی کلمات سُنی ہوئی آوازوں سے منقول ہیں۔ دیلمی نے مسند فردوس میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ اُمتِ محمدیؐ کو آدم کیطرح اسماء کی تعلیم دیگئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے الہام طبعی کے ذریعہ انسان کو بولنا سکھایا۔ ان اختلافات کے باوجود یہ امر متفق علیہ ہے کہ تمدنی وسعت زبان کی ترقی کا باعث ہوا کرتی ہے۔

ظہورِ اسلام سے قبل عربوں کا تمدن حالتِ جمود میں تھا اور انکی دماغی حالت ساکن تھی لہٰذا ان کی زبان میں بھی وسعت کا فقدان نظر آتا ہے لیکن جب اسلام کی برکات نے عربوں کے تمدن کو وسیع بنا دیا اور عربی قدیم کی جگہ عربی مبین نے جس میں قرآن مجید نازل ہوا ہے

لی تو ابو عمرو ابن العلاء کوفی (المتوفی ۱۵۴ھ/۷۷۰ء) نے علم اللغت کی ابتدا کی اور خلیل احمد بصری (المتوفی ۸۸ھ/۷۴۴ء) نے حروف معجم پر لغت تدوین کی جو کتاب العین کے نام سے موسوم ہے۔ اِس کتاب کی ابتدا حرف عین سے کی گئی ہے اور اس کی ترتیب باعتبار مخارج رکھی گئی ہے یعنی پہلے حروف حلقی۔ پھر لسانی۔ پھر اسنانی اور پھر شفوی درج کئے گئے ہیں۔ اسی طرح ابوعمرو شیبانی کی کتاب الجیم ہے۔ علیٰ ہذا القیاس کتاب الغین کتاب المیم وغیرہ بھی ہیں۔ غرضیکہ عربوں کی مسلسل سعی اور خلفاء عباسیہ (۱۳۲ھ/۷۴۹ء تا ۶۵۷ھ/۱۲۵۹ء) کی سرپرستی کی بدولت عربی علم ادب درجۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔

نفس واقعہ یہ ہے کہ علوم کی نشر و اشاعت میں دورِ عباسیہ ایک خاص اہمیت رکھتا ہے اور بہت سے علوم و فنون جو یونانی فارسی سُریانی اور سنسکرت سے عربی زبان میں منتقل ہوئے انھیں خلفاء کی سرپرستی کے رہین منت ہیں ہم ان علوم کو جنکی ترتیب و تنظیم اور پرورش و تعلیم میں عربوں کا دماغ مدتوں مشغول رہا تین قسموں میں منقسم کرتے ہیں (اول) وہ علوم جو اسلام سے متعلق ہیں مثلاً قرآن۔ حدیث۔ فقہ۔ لغت اور تاریخ (دوم) وہ علوم جو جاہلیت میں تھے لیکن اسلام نے انکو مجلی کرکے ترقی دی مثلاً شاعری و خطابت (سوم) وہ علوم جو دوسری زبانوں سے عربی میں منتقل ہوئے مثلاً طب۔ نجوم۔ ہندسہ۔ فلسفہ۔ منطق۔ ہیئت اور طبیعیات وغیرہ۔ ان ہر سہ اقسام متذکرۂ بالا میں سے ہماری تالیف کا مقصود بالذات تو علوم اسلامیہ کی تشریح و توضیح ہے لیکن ضمنی طور پر علوم جاہلیت اور دخیلہ سے بھی ہم اس میں بحث کریں گے۔

علوم کی تدوین جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے داعی ہوئی اصطلاحات کے وضع کئے جانے کی اور چونکہ عربی علم الاشتقاق نے الفاظ و معنی میں فطری ربط پیدا کر دیا ہے اسلئے وضع اصطلاحات میں بہت سی سہولتیں پیدا ہوگئیں۔ زبان کی اس فطری ساخت سے عربوں نے معتدبہ فائدہ اُٹھایا اور ہر قسم کے علوم کی اصطلاحات نہایت جدت۔ ندرت اور صحت کے ساتھ مقرر کیں حتیٰ کہ موجودہ علمی تحقیقات کے دور میں بھی صدہا علوم کی اصطلاحات جو زبان زد ہیں انھیں کے دماغوں کی ممنون احسان ہیں۔ ان وضع کردہ اصطلات میں سے "اسلامی لغت" کا موضوع علوم اسلامیہ کی مصطلحات کی تشریح کرنا۔ ان مشاہیر عرب و عجم کے جنھوں نے ان علوم کی نشر و اشاعت اور ترتیب و تہذیب میں گراں بہا خدمات انجام دیں مختصر حالات لکھنا اور اسلامی رسم و رواج کا خاکہ پیش کرنا ہے۔ چونکہ مسلمانوں کے علمی مرکز کا دائرہ قرآن مجید ہے اس لئے کوشش کی گئی ہے کہ مصطلحات شرعیہ کی تشریح میں پہلی سند آیات قرآنی سے پیش کی جائے اور دوسری و تیسری سندیں کتب احادیث اور اقوال بزرگان دین سے علی الترتیب نقل کی جاویں۔

اُس مؤلف کو جو خالی الذہن ہوکر اسلام پر تالیف کرنا چاہتا ہے سب سے سخت مرحلہ جس سے اس کو گذرنا پڑتا ہے اسلامی فرقوں کی تفریق ہے۔ یہ تفرق غیر فطری نہیں۔ اُس تمدنی وسعت کو جو عربوں میں ظہور اسلام کے بعد پیدا ہوئی اقتضا ہی یہ تھا کہ نئے نئے فرقے پیدا ہوں۔ عربوں کی روز افزوں دماغی ترقی اور ان کی وسعت معلومات فطری طور پر مقتضی تھیں کہ اسلام کے اجمالی اور سادہ عقائد روز بروز مشرح ہوتے جائیں لیکن افسوس یہ ہے کہ اسلام میں فرقہ بندی بجائے تمدن کے سیاست کے ہاتھوں عمل میں آئی اور سیاسی تلوار نے

نہایت بیدردی سے اسلام کی رُوح حریت اور اظہار حق وامر بالمعروف کی قوت کو غارت کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حقیقت پر نقاب پڑ گیا اس لئے یہ تفریق پریشان کُن بن گئی - چونکہ مجکو بھی ان دشوار گذار راہوں سے گذرے بغیر چارہ نہ تھا اس لئے میں نے اسلام کے فرقوں میں سے جن کی تعداد ایک فرضی پیشین گوئی کو پورا کرنے کے لئے تہتر تک پہونچا دی گئی صرف ان دو فرقوں کو اہمیت دی جو مذہبی جنگ میں بقائے اصلح کی رو سے کامیاب ثابت ہوئے ہیں یعنی سنی و شیعہ، چونکہ مسلمانوں کی آبادی کا غالب عنصر اہل تسنن کا ہے اس سے حتی الامکان مصطلحات شرعیہ کی تشریح کی ابتدا انُ ہی اعتقادات و مسائل سے کی گئی ہے جو اہل تسنن کا معمول بہا ہیں بعض بعض مقامات پر اسلام کے دوسرے فرقوں کے معتقدات بھی حوالۂ قلم کر دیے گئے ہیں -

اسلامی لغت کی غرض و غایت اُردو داں اصحاب کے مطالعہ میں سہولتیں فراہم کرنا ہیں اس لئے مصطلحات کی توضیح و تشریح میں عربی کی اصل عبارت کو نقل کرنے کے بجائے صرف اس کا حوالہ درج کر کے ترجمہ لکھدیا گیا ہے تاکہ اس کا حجم بھی نہ بڑھے اور اصلی غرض بھی فوت نہ ہو - حوالجات حتی الامکان اُردو تراجم سے نقل کئے گئے ہیں تاکہ اُردو داں ناظرین کو رجوع کا موقع حاصل رہے - یہ ظاہر ہے کہ تراجم سے امداد لینے میں بعض خاص عیوب پیدا ہو جایا کرتے ہیں لیکن میں نے اس تالیف کو ان عیوب سے محفوظ رکھنے کے لئے نہایت عرق ریزی سے کام لیا ہے میری تمام تر توجہ اس بات پر مبذول رہی ہے کہ "اسلامی لغت" کو اُردو داں پبلک کے لئے نہایت دلچسپ اور مفید بنا سکوں لیکن مجھے اس امر کا اعتراف ہے کہ مجھ ایک ہیچمداں شخص کی کمزور اور واحد کوشش اس تالیف کو بہمہ وجوہ مکمل نہ بنا سکی اور جو کچھ ہو سکا وہ صرف ایک نمونہ ہے جس کو قابل مصنفین کے سامنے اس غرض سے پیش کیا گیا ہے کہ ان کی زبردست قوت اس کو درجہ تکمیل پر پہونچا دے حقیقت امر تو یہ ہے کہ میں ہیچمیرز اس قابل ہی نہ تھا کہ "اسلامی لغت" کی تدوین کا بار تن تنہا اپنے ذمہ لیتا - تالیف کی علو شان تو اس امر کی مقتضی تھی کہ علماء متین کے روشن دماغوں سے ترتیب پاتی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ باوجود اس بے بضاعتی کے (قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند) مجھی کو اس تالیف کے لئے آمادہ ہونا پڑا جو نہایت مہتم بالشان ہے اور جس کا کوئی نمونہ اُردو زبان میں موجود نہیں ہے اور جس کی نسبت نہیں کہا جا سکتا کہ پبلک میں کس نظر سے دیکھی جاوے گی چونکہ کتاب کی مقبولیت کا تمام تر دار و مدار خدا کے فضل و کرم اور قوم کے ذوق صحیح پر ہے - اس لئے توکلت علی اللہ کہکر میں اس دشوار گذار اور سنگلاخ زمین پر چلنے کے لئے آمادہ ہو گیا اور ۱۴ - محرم سنہ ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۶ - اگست سنہ ۱۹۲۴ء سے لغت کی ترتیب شروع کر دی اور دامن استقلال کو ہاتھ سے نہ دیا - السعی منی والاتمام من اللہ -

اسلامی لغت کا موضوع اپنی وسعت کے اعتبار سے ایک بحر بے کراں ہے - اسلئے اس دریا کو کوزے میں بند کرنے کے لئے بھی کئی جلدیں درکار ہیں - اس وقت جلد اول ناظرین کے سامنے پیش کی جاتی ہے - دوسری جلدوں کی ترتیب دینے میں میری شبانہ روز کی مسلسل سعی جاری ہے اور امید ہے کہ جلد شائع ہو جائیں - انشاء اللہ تعالیٰ - میں اس مقام پر ان کتب کی فہرست بھی درج کر دیتا جس کا مطالعہ مجکو اس تالیف کے سلسلہ میں کرنا پڑا لیکن فہرست کی تطویل مانع آرہی ہے اور موجودہ اصول تالیف کے خلاف میں صرف

ان کتب کے تذکرہ ہی پر اکتفا کرتا ہوں جن سے اس تالیف میں مدد لی گئی ہے اور جنکے نام مصطلحات کی تشریح کے ذیل میں حوالۂ قلم کردیے گئے ہیں اس تالیف کے شوق میں جب کہ میں کیمبال لائبریری۔ جھالراپاٹن (راجپوتانہ) کی کتب کا مطالعہ کررہا تھا، میری نگاہ ڈکشنری آف اسلام مولفہ مسٹر ٹی۔ پی ہگس پرپڑی۔ چونکہ اس تالیف کا موضوع بھی وہی ہے جو میری اسلامی لغت کا ہو اسلئے قدرتہً مجھے اس کتاب سے خاص دلچسپی ہوگئی ہے۔ گو مؤلف نے حسب ادعا اس تالیف کو خالی الذہن ہوکر ترتیب نہیں دیا ہے اور ایک پادری سے اس قسم کی توقع رکھنا بھی عبث ہے لیکن بعض قابل غور نکات احاطۂ تحریر میں آگئے ہیں۔ میں مولف صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے ایک حد تک ٹھنڈے دل سے اسلام کا مطالعہ کیا ہے۔ میں صدق دل سے جناب مہاراج رانا سر بھوانی سنگھ جی صاحب بہادر والیٔ ریاست جھالاواڑ کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جن کا علمی انہماک اور علمی سرپرستی راجپوتانہ جیسے تاریک خطۂ ملک میں تشنہ کامان ارباب ذوق کے لئے آب حیات کا جام ثابت ہورہی ہے، اور جس کی صرف تلچھٹ سے مجکو بھی مسرور ہونے کا موقع ملا ہے۔

محسن کا شکریہ ادا کرنا انسان کا فرض اولین ہے اس لئے میں صمیم قلب سے جناب مولوی حاجی سید سلیمان صاحب ندوی کے ان مشورات کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو انہوں نے "اسلامی لغت" کے ایک حصہ کو مطالعہ کرنے کے بعد دیے ہیں جناب مولانا نیاز محمد خاں صاحب نیاز فتحپوری کی اُن گراں بہا خدمات کا شکریہ ادا کرنا میرے لئے واجب ہے جو انھوں نے "لغت اسلامی" کی تدوین اور طباعت میں انجام دی ہیں اس لئے نہایت ادب کے ساتھ اور خلوص دل سے جناب مولانا کی خدمت میں ہدیۂ شکر پیش کرتا ہوں سچ تو یہ ہے کہ۔ ع۔

داماں نگہ تنگ و گلِ حسن تو بسیار

میں اُن قابل احباب کی امداد کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے مجکو تالیف و تدوین لغت میں معتدبہ امداد پہونچائی۔

خاکسار

سید حامد حسین رضوی (رسلپگ)

۲۹ شوال سنہ ۱۳۴۵ھ

۲ مئی سنہ ۱۹۲۷ع

فصلِ الِف

اَئِمہ (ع) جمع امام کی ہو یعنی پیشوایان مذہب۔ جب لفظ ائمہ مطلقاً بلاقید بولتے ہین تو ائمہ معصومین یعنی دوازدہ امام مُراد لیتے ہیں۔ ان ائمہ کے اسمارِ مبارک یہ ہین۔ حضرت علی مرتضیٰ۔ حضرت حسن مجتبیٰ۔ حضرت حسین شہید کربلا۔ حضرت زین العابدین۔ حضرت محمد باقر۔ حضرت جعفر صادق۔ حضرت موسیٰ کاظم۔ حضرت علی رضا۔ حضرت محمد تقی۔ حضرت علی نقی۔ حضرت حسن عسکری۔ حضرت محمد مہدی علیہم السلام۔ ان اماموں کے متبعین اثنا عشری یا امامیہ کہلاتے ہیں (امام)

اَئمّۃ الاسماء۔ اللہ تعالےٰ کے سات ناموں کو ائمّۃ الاسماء کہتے ہیں وہ اسمارِ حسنہ یہ ہین۔ حی۔ عالم۔ مرید۔ قادر۔ سمیع۔ بصیر اور متکلم۔

اَب (ع) باپ جمع آباء۔ اسلامی شریعت نے چند خاص حقوق باپ کو عطا کئے ہیں۔ وہ مختلف عنوانون کے تحت مین حوالۂ قلم کئے جاتے ہین۔

(۱) **اِرث**۔ باپ اصحاب، فروض و عصبات دونوں میں داخل ہو محض صاحب فرض ہونے کی حالت میں اور جبکہ میت کے ولد ہو باپ کا چھٹا حصہ ہو لیکن جبکہ میت کے اولاد نہو بلکہ میت کے بیٹے کے اولاد ہو اگرچہ نیچے درجہ تک تو باپ نزاعصبہ ہے۔

شریعت موسوی میں والدین کو اِرث دلانے کا کوئی حکم نہیں ہے انگریزی قانون وراثت مین گو والدین کا واجبی خیال رکھا گیا ہو لیکن پھر بھی حقیقی جائداد کے پانے سے محروم کردیے گئے ہیں۔

ہندو شاستر مین والدین کے میراث پانے کا حکم ہو لیکن وہ بیٹون وغیرہ کے نہ ہونے کی حالت میں۔ برعکس ان مذاہب کے اسلام والدین کو حقیقی جائداد سے اِرث دلاتا ہے اور دوسرے وارثوں کی موجودگی میں (دیکھو آیت المواریث یعنی سورۂ نساء، پارہ ۴، رکوع ۲۔ آیت ۱۲۔

(۲) **قصاص**۔ حدیث میں ہو کہ اصل فروع کے معاوضہ مین قتل نہیں کیے جائیں گے۔ پس باپ بیٹے کو مار ڈالے تو باپ قصاص مین قتل نہ ہوگا۔ (نورالہدایہ) بلکہ کفارہ جمع یا دیت یا تعزیر اس پر لازم ہوگی (جامع الجعفری)

(۳) **شہادت**۔ باپ کی شہادت بیٹے کی موافقت یا مخالفت میں قبول نہیں کی جائے گی (نورالہدایہ) لیکن فقہاء امامیہ کے نزدیک نسبی علاقہ مانع شہادت نہین پس باپ کی شہادت بیٹے کے حق میں قبول کی جائے گی البتہ بیٹے کی شہادت باپ کے ضرر پر قبول نہوگی (جامع الجعفری)

(۴) **اباحیہ**۔ مسلمانوں کے گروہ خوارج کی ایک شاخ ہے۔ اباحیہ شرائع اسلامیہ کی تاویل کرتے ہیں۔ آیاتِ قرآنی کو ماول بتاتے ہین۔

تمام چیزوں کو مباح جانتے ہیں اور محرمات سے مباشرت کو جائز سمجھتے ہیں
اِس گروہ کو قرامطہ بھی کہتے ہیں (مذہب الاسلام)

(۵) **اباضیہ**- خوارج مین سے ایک گروہ ہے جس کا موسس عبداللہ بن اباض ہو- اباضیہ کا عقیدہ ہے کہ مرتکب گناہ کبیرہ کافر ہو-

(۶) **ابجد**- حرفوں کی عبرانی ترتیب کو ترتیب ابجدی کہتے ہین- ان حروف کے اعداد بحساب جمل نکالتے ہیں- ابجد میں عربی کے تمام حروف آگئے ہیں- اور ان میں سے ہر حرف ایک خاص عدد اور چند خواص کا مظہر تسلیم کیا گیا ہے- ابجد آٹھ کلموں پر مشتمل ہے جن کے حروف ایک سے لیکر ہزار تک اعداد بتاتے ہیں وہ کلمے یہ ہین- ابجد، ہوز، حطی، کلمن، سعفص، قرشت، ثخذ، ضظغ-

کہا جاتا ہو کہ ابجد کے ابتدائی چھ کلمے جن کے اعداد کا سلسلہ شمار چارسو تک پہونچتا ہے وہی ہین جو یہودیون نے قائم کئے تھے- باقی دو کلمے اہل عرب کی ایزاد ہین- صاحب فرنگ قاموس لکھتے ہین کہ پہلے چھ کلمے شاہان مدین کے نام ہین اور اخیر کے دو کلمے اہل عرب نے اضافہ کئے بعض محققین کا خیال ہے کہ یہ آٹھ کلمے میر احیرابن مرامو جد حروف عربی کے آٹھ بیٹون کے نام ہین (غیاث اللغات)

صاحب فرہنگ آصفیہ تحریر کرتے ہین کہ ابجد دو ہین- ایک حضرت آدم کی ترتیب دی ہوئی اور دوسری حضرت ادریس کی- آج کل ادریس ہی کی ابجد جاری ہے- اُنھون نے حضرت آدم والی ابجد کو ترتیب دیکر متذکرۂ بالا آٹھ کلمے (بامعنی) بنائے اور ابجد ادریس نام رکھا- اِن کلمون کی یادداشت عربی، فارسی اور اُردو کی تاریخون اور معمون مین مدد دیتی ہے- بعض لوگ بچون کے نام بھی اس قاعدے سے ایسے رکھتے ہین جن سے ان کی پیدائش کا برس یاد رہتا ہے-

ان کلمات کے معنون مین علما مختلف الرائے ہین- صاحب غیاث اللغات نے کئی قول نقل کئے ہین- ہم یہان پر ان کلمات کے وہ معنی لکھتے ہین جو انھون نے بحوالہ رسالہ ضوابط عظیم درج کئے ہین یعنی ابجد بمعنی آغاز کرد ہوز بمعنی درپیوست، حطی بمعنی واقف شد- کلمن بمعنی سخن گو شد- سعفص بمعنی از دو آموخت قرشت بمعنی ترتیب کرد- ثخذ بمعنی نگاہ داشت- ضظغ بمعنے تمام کرد-

کلمات ابجد کے اعداد یہ ہین

ا، ب، ج، د	ھ، و، ز	ح، ط، ی	ک، ل، م، ن
۱، ۲، ۳، ۴	۵، ۶، ۷	۸، ۹، ۱۰	۲۰، ۳۰، ۴۰، ۵۰
س، ع، ف، ص	ق، ر، ش، ت	ث، خ، ذ	ض - ظ - غ
۶۰، ۷۰، ۸۰، ۹۰	۱۰۰، ۲۰۰، ۳۰۰، ۴۰۰	۵۰۰، ۶۰۰، ۷۰۰	۸۰۰، ۹۰۰، ۱۰۰۰

(۷) اَبَدْ (ع) ہمیشگی بغیر انتہا کے جس طرح ازل ہمیشگی بغیر ابتدا کے جمع آباد اور ابود آتی ہے۔

(۸) اَبْدال (ع) اولیاء اللہ کی جماعت ابدال کی وجہ تسمیہ مین کئی قول مروی ہین۔ ایک یہ کہ جب کوئی ان مین سے مرجاتا ہے تو خدا تعالےٰ اس کا بدل پیدا کر دیتا ہے ان معنی کے لحاظ سے ابدال جمع ہے بدیل کی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ابدال جمع ہے بدل کی جس کے معنی شریف اور کریم کے ہین۔ چونکہ اولیاء اللہ نے اخلاق حلیہ کو اخلاق حمیدہ سے بدل ڈالا ہے اس لئے ان کو ابدال کہتے ہین۔

محدثین کہتے ہین کہ ابدال ستر تن ہین چالیس ۴۰ ملک شام مین اور تیس دیگر مقامات مین موجود ہین۔ ابدال ولایت شام سے آکر حضرت مہدی کی بیعت کرین گے (المشکوٰۃ کتاب الفتن، باب الشرائط والساعت فصل ثانی) حدیث مین ہے کہ ابدال نے اس درجہ کو بسبب پابندی صوم وصلوٰۃ اور ادائگی صدقہ نہین پایا ہے بلکہ بسبب سخاوت نفس سلامتی دل اور خیر خواہی مومنین حاصل کیا ہے۔ ابدال کی تین صفتین حدیث مین بتائی گئی ہین (۱) راضی بقضاء الٰہی رہنا (۲) مخلوق کی ایذا پر صبر کرنا (۳) خدا کے لئے غصہ ہونا۔ اور یہی وہ اوصاف ہین جو ایک مرد مومن صاحب کمال مین ہونا چاہئیں۔

یحیٰی بن معاذ الرازی (۲۵۸ھ/۸۷۱ء) کا قول ہے کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ آیات اللہ کی طرف اشارہ کرتا ہے تو جان لو کہ اس کا مقام مقامِ اَبدال ہے۔ علامہ ابن خلدون اپنے مقدمہ مین لکھتے ہین کہ اَبدال کا درجہ صوفیون مین وہی ہے جو نقبہ کا فرقہ اسمٰعیلیہ (شیعہ) مین ہے۔

(۹) ابراہیم (ع) عبرانی مین ابراہیم کے معنی قومون کے باپ ہین۔ آپکا نام شروع مین ابرام تہا۔ خدائے تعالیٰ نے ابراہیم رکھا (توراۃ کتاب پیدایش

باب ۱۷۔ درس ۵) حضرت ابراہیم ان چھ پیغمبران مرسل مین سے ہین جو سادات انبیاء کہلاتے ہین اور جنکے اسماء گرامی یہ ہین۔

حضرات، آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسےٰ اور محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین۔ حضرت ابراہیم کا لقب خلیل اللہ ہے (سورہ نساء، پ۵ رکوع ۱۸، آیت ۱۲۴) آپ پر دس صحیفے نازل ہوے (تفسیر عمدۃ البیان) حضرت ابراہیم کا ذکر قرآن شریف مین بار بار آیا ہے کبھی تنہا اور کبھی دوسرے نبیون کے ساتھ چنانچہ ۲۶ سورتون مین آپ کا تذکرہ ہے اور تیرھوین پارہ کی ایک سورۃ کا نام بھی "ابراہیم" ہے آپ کی ولادت سنہ ۲۰۰۰ ق م اور وفات سنہ ۱۸۲۳ ق م مین ہوئی۔

یون تو قرآن مجید مین بہت سے انبیاء سابقین کے حالات اور اعمال بیان کئے گئے ہین لیکن کسی نبی کی تمام تر زندگی بطور نمونہ مسلمانون کے سامنے پیش نہین کی گئی الا حضرت ابراہیم کی۔ چونکہ آپ اسلام کے پہلے داعی تھے اس لئے آپ کا وجود یکسر پیکر اسلام تہا۔ اور آپ کا ہر عمل حیات اسلام کی حقیقت کا ایک عملی نمونہ رکھتا تھا۔ اس لئے مسلمانون کو آپ کے اتباع کی ہدایت کی گئی چنانچہ سورہ ممتحنہ (پ ۲۸۔ رکوع اول آیت ۴) مین ہے بیشک تمہارے لئے ایک بہترین نمونہ عمل ابراہیم اور اُسکے ساتھیون کے اعمال زندگی مین ہے (ماخوذ از رسالہ جہاد اور اسلام)

ابراہیم۔ اسم شریف ہے آنحضرت صلعم کے صاحبزادے کا جو ۱۰ھ/۶۳۱ء مین حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے تولد ہوے اور صغر سنی مین رحلت کر گئے بعض کتب سیر مین آپ کی پیدایش کا سال سنہ ۸ھ اور بعض مین سنہ ۹ھ تحریر ہے۔

(۱۰) آبرو (ف) بمعنی عزت اصطلاح تصوف مین الہام غیبی کو کہتے ہین

(۱۱) اَبْرَہَۃ الاَشْرَم۔ ابرہہ لفظ ابراہیم کا حبشی تلفظ ہے اور چونکہ وہ

نک کٹا تھا اس لئے اشرم کہلاتا تھا۔

ابرہتہ ابتدا اً یمن کا گورنر تھا لیکن ۵۴۳ء مین خود مختار بادشاہ بن بیٹھا۔ ابرہتہ کو حبش کے شاہی خاندان سے جو نجاشی کہلاتا تھا کوئی نسلی تعلق نہ تھا بلکہ ایک حبشی سردار تہا جو اپنے تدبر سے تخت یمن پر قابض ہوگیا۔ ابرہتہ نے بادشاہ ہوتے ہی انتظام ملک مین نئی نئی تبدیلیان کین۔ کئی عامل مقرر کئے اور عیسائیت کی اشاعت کے لئے بڑے بڑے شہرون مین گرجے تعمیر کرائے جن مین سب سے بڑا کنیسہ صنعاء کا تھا جس کو عرب القلیس کہتے تھے۔ اس گرجا کی رونق و شہرت کی غرض سے عرب کے قدیم ترین معبد یعنی خانہ کعبہ کو منہدم کرنا چاہا۔ چنانچہ اس نے ۵۷۰ء مین مکہ معظمہ پر فوج کشی کی۔ یہ حملہ ناکام رہا اور اس ناکامیابی کا مختصر تذکرہ سورۃ الفیل (پ ۳۰) مین موجود ہے (دیکھو اصحاب فیل) اس مہم سے واپسی مین وہ مر گیا۔

آثار قدیمہ کے اکتشافات مین سے ایک کتبہ بھی ہے جو سد عرم کی بقیہ دیوار پر پایا گیا۔ اور جو ابرہتہ کے زمانہ کی تعمیر ثابت ہوتا ہے۔ اس کی اکتشاف سے چار اہم واقعات پر روشنی پڑتی ہے یعنی (۱) ۵۴۳ء ۶۵۷ یمنی مین ابرہتہ کے خلاف اہل یمن نے بغاوت کی (۲) اس سنہ مین سد عرم اخیر بار منہدم ہوا (۳) ابرہتہ نے مارب مین ایک گرجا تعمیر کیا (۴) اسی سنہ مین نجاشی حبش، قیصر روم، منذر شاہ حمیر۔ اور حارث بن جبلہ شاہ غسان کے سفیر اس کے دربار مین آئے (ماخوذ از ارض القرآن)

(۱۲) آبق (ع) بھاگنے والا۔ اصطلاح فقہ مین اس بالغ غلام یا کنیز کو جو مفرور ہو جائے آبق کہتے ہین۔ اگر مفرور نابالغ یا صغیر سن ہے تو اس کو ضال کہتے ہین۔ مفرور غلام کا گرفتار کرنا مستحب ہے بشرطیکہ گرفتاری پر قادر ہو۔ جو شخص مفرور غلام کو یا مدبر کو یا ام الولد کو مدت سفر (تین دن اور تین رات) کے فاصلے سے پکڑ لائے تو چالیس درم (۱۰؍ سکہ کلدار) کی اجرت کا مستحق ہوگا۔ اگرچہ مفرور کی قیمت ۴۰ درم سے کم ہی کیون نہو اور کسی قسم کی شرط بھی نہ کی ہو لیکن گرفتاری کے وقت ایسے گواہون کی موجودگی ضروری ہے جو یہ شہادت دین کہ مفرور اس کے مالک کو واپس کرنے کی نیت سے پکڑا گیا ہے۔ اگر گرفتار کنندہ کے قبضہ سے غلام بھاگ جائے تو اس پر تاوان نہ ہوگا (نور الہدایہ۔ کتاب الابق)

(۱۳) اَبْکَم (ع) جمع بُکم کی ہے بمعنی گونگے آدمی۔ گونگے شخص کے صاف اور سمجھ مین آنے والے اشارون کی رو سے اس کی وصیت صحیح تسلیم کی جائے گی ان اشارون کے ذریعہ وہ عقد نکاح کر سکتا ہے۔ اور طلاق بھی دے سکتا ہے۔ دیگر عقود بھی وہ ان اشارون کی بدولت خود مختارانہ حیثیت سے انجام دے سکتا ہے لیکن مقدمات قصاص مین جو قتل کے متعلق ہین اس کا دعویٰ صحیح نہین سمجھا جائے گا۔ مندرجہ بالا احکامات صرف اس شخص کے لئے ہین جو مادر زاد گونگا ہو لیکن وہ شخص جو بعد مین کسی سبب سے قوت گویائی سے محروم ہو گیا ہو ان احکامات سے مستفید نہین ہو سکتا ہے۔ (ہدایہ جلد چہارم) گونگے کی شہادت صحیح تسلیم کی جائے گی جبکہ اس کے اشارے حاکم کی سمجھ مین آجاوین یا دو عادل ترجمون کے ذریعہ سے دریافت ہو سکین لیکن گونگے کی فرعی شہادت مستند نہ ہوگی۔ (جامع الجہری کتاب شہادت)

(۱۴) اَبکار (ع) جمع بکر کی ہے۔ کنواری عورتین بسبب بکارت کے باکرہ (بکر) کے لئے چھ حکم خاص ہین (۱) اس کے نکاح کا اختیار اس کے ولی اقرب یعنی باپ دادا وغیرہ کو ہے (۲) مستحب ہے کہ عقد نکاح کے واسطے بکر کو پسند کرے (۳) اگر وصیت باکرہ کنیز کے دینے کی کہی گئی ہے تو باکرہ دین ورنہ بری الذمہ نہوں گے (۴) جس شخص کو اختیار دیا گیا ہو کہ وہ

باکرہ کنیز خرید لے تو اس کو باکرہ ہی خریدنا چاہیئے (۵) باکرہ کے سکوت پر عقد نکاح مین اکتفا کر سکتے ہین اور غیر باکرہ ہو تو منہ سے کہلائینگے (۶) زفاف کے بعد سات شب بکرہ سے مخصوص ہون گے بخلاف غیر باکرہ کے کہ اس سے فقط تین راتین مخصوص ہون گی (جامع عباسی)

باکرہ حرہ کو بجرم زنا سو دُرّے لگائے جائینگے بعض فقہا شہر بدر کرنے کا حکم بھی اس حد پر اضافہ کرتے ہین- باکرہ لونڈی پر نصف حد پچاس دُرّے جاری ہوگی (زنا)

(۱۵) **اِبِل** (ع) شتر- اونٹ جمع آبال- خدا تعالی نے خلقت شتر کو اپنی بے نظیر قدرت کا نمونہ بتایا ہو اور ان گوناگون نعمتون مین اس کا شمار کیا ہو جو بادیہ نشینون کے لئے مخصوص ہین- ارشاد خداوندی ہے کہ کیا وہ کفار اونٹ کی طرف نہین دیکھتے کہ کیونکر پیدا کیا گیا ہے (سورۂ غاشیہ پ ۳۰ رکوع اول آیت ۱۷)

عرب مین عمان کا علاقہ سب سے زیادہ شتر خیز ہے چنانچہ اہل عرب عمان کو "ام الابل" کہتے ہین- یہان کا ایک کوہان والا اونٹ جو باصطلاح عرب "ہجین" کے نام سے مشہور ہو سبک روی، تیز رفتاری اور دم کے اعتبار سے اپنا جواب نہین رکھتا- یون تو اونٹ ہر مقام پر مفید ثابت ہوا ہے لیکن عرب مین اس کی سودمندی ہر جگہ سے بڑھی ہوئی ہو بلکہ عرب کی کل کائنات ہی اونٹ ہو اور جو کچھ انکے پاس نظر آتا ہے انہین اونٹون کی بدولت ہے جب اونٹ زندہ رہتا ہے تو اس کا دودھ انکی غذا اور اس کی مینگنی ان کے ایندھن کا کام دیتی ہے اور اس کی اُون سے خیمے، رسی، شالین اور معمولی کپڑے تیار ہوتے ہین اور جب وہ مر جاتا ہو تو اس کا گوشت اس کا چمڑہ اور اس کی ہڈیان انکے کام آتی ہین-

عرب مین اونٹ کی مقبولیت عام کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ لغات قاموس کے قریب قریب ہر صفحہ پر اونٹ کا ذکر موجود ہے- عرب مین اونٹ کے پانچ ہزار سات سو چوالیس نام ہین-

اونٹ ایک پالو جانور ضرور ہے مگر اس مین احسان مندی اور وفا کا نام نہین بلکہ اس کا کینہ ضرب المثل ہے- باین ہمہ اس کا اُنس بھی کم حیرت انگیز نہین- اور ایک بچہ سو اونٹون کی قطار کو مُہار پکڑے ہوے لئے جا سکتا ہے غرضکہ اونٹ سرزمین عرب کی لوازم زندگی کا جزو اعظم ہو اور جب تک اونٹ اور اُسکے متعلقات سے قدرے واقفیت نہو تمدن عرب کی حقیقت سے آشنا ہونا مشکل ہو-

عرب مین اونٹ کی قربانی ایک عرصۂ دراز سے جاری ہے- شامی قومون مین بھی اونٹ قربانی کے لئے بہتر جانور سمجھا جاتا تھا خصوصاً بعل (قوم الیاس کا بت) کا ذبیح تو ابل ہی کے لئے مخصوص تھا (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام) اونٹ کی قربانی کو اسلام نے بھی جائز قرار دیا- گو اونٹ ذبح ہو سکتا ہو لیکن اسلامی شریعت نے قربانی کے لئے اونٹ کو نحر کرنے کا حکم دیا ہے یعنی کوئی تیز حربہ مانند چھرے یا نیزے کے گردن کے نیچے دھکدھکی مین داخل کیا جائے (نحر)

اونٹون پر زکوۃ واجب ہو بشرطیکہ انکی تعداد حد نصاب تک پہونچ جائے (نصاب) اس نقصان کا ضامن جو اونٹ سے ہو وہ شخص قرار دیا گیا ہو جو اس کی مُہار پکڑے ہوے لے جا رہا ہو (ہدایہ جلد چہارم)

(۱۶) **اِبلیس** (ع) نا امید جمع ابالیس- ابلیسہ- ابلیس مشتق ہے بلس سے جس کے معنی بدکار یا نا اُمید کے ہین- قرآن مجید مین ابلیس اُنیس مقامات پر آیا ہے اور اس کا دوسرا نام شیطان باون مقامات پر اور شیطان و ابلیس (مرادف معنون مین) کئی مقامات پر-

ہم ان روایات مین سے جو ابلیس کے متعلق مروی ہین صرف دو روایتین اس مقام پر نقل کرتے ہین تاکہ ناظرین خود اندازہ لگالین کہ ابلیس کا

عروج وزوال کس طرح ہوا۔

(اول) قزوینی نے ابلیس کو جس کا نام عزرائیل تھا قوم جنات سے جو ناری مخلوق ہے شمار کیا ہے اور روایت کی ہے کہ تخلیق آدم سے پیشتر جو قوم جنات کرۂ ارض پر آباد تھی اس کا ایک فرد عزرائیل بھی تھا۔ جب اس قوم کی سرکشی اور نافرمانی انتہا کو پہونچ گئی تو ملائکہ سے جنگ کی نوبت آئی۔ اس لڑائی مین جنات کو شکست فاش ہوئی اور ملائکہ نے ہزارہا جنات کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور صدہا کو قید کر لیا۔ ان اسیران جنگ مین سے عزرائیل بھی تہا، چونکہ عزرائیل کم سن تہا اس لئے جان بخشی ہوئی اور فرشتون مین پرورش پاتا رہا۔ رفتہ رفتہ علم الٰہیات مین تبحر حاصل کر کے معلم الملکوت ہو گیا۔ جب تخلیق آدم ہوئی اور ملائکہ کو فرمان الٰہی پہونچا کہ آدم کو سجدہ کرین تو عزرائیل نے انکار کر دیا (سورۂ بقر پ اول رکوع ۴ آیت ۳۵) اور اس نافرمانی کے باعث مردود و مطرود ہو گیا۔

دوسری روایت جس کے راوی ابن عباس ہین یہ ہے کہ ابلیس فرشتون کی اس جماعت مین سے تہا جو جن کہلاتی ہے اور بسبب فضیلت و بزرگی دوسرے فرشتون سے حجاب مین رہتی ہے ابلیس فلک اول اور زمین کا حاکم تہا اور طاؤس ملائک اس کا خطاب تہا جب اس کو حکم ہوا کہ آدم کو سجدہ کرے تو بسبب رعونت انکار کیا اور مردود ہو گیا۔

ان مرویات کا خلاصہ جو ابلیس کے متعلق کتب دینیات مین روایت کی گئی ہین یہ ہے کہ ابلیس بندۂ ناری ہے آگ کے شعلے سے پیدا ہوا ہے مخلوقات نور تک پہونچا معلم الملکوت کہلایا مگر ایک پیکر خاکی کی بدولت افلاک سے خاک پر پھینکا گیا اس کا کام خدا کی عبادت تہا۔ ساری عمر غیر خدا کے آگے سر نہ جھکایا۔ جب خدا نے حکم دیا کہ آدم کے خاکی پتلے کو سجدہ کر تو اس نے انکار کیا پس خدا نے اس کو ملعون کر دیا۔

کتب لغت و تفاسیر مین ابلیس کے کئی نام لکھے ہین۔ ان مین سے چند یہ ہین۔

(۱) عزرائیل (۲) اہرمن یعنی فاعل شر (۳) اہرم یعنی کفچہ مار (۴) خناس یعنی فرار کنندہ (۵) شیطان یعنی فریب دہندہ (۶) شیخ نجدی (یہ لقب تلمیح طلب ہے) (۷) غوی یعنی گمراہ (۸) معلم الملکوت (۹) مرتد یعنی برگشتہ ہونے والا (۱۰) مرید یعنی سرکش (۱۱) مارد یعنی روگردان۔

صاحب تفسیر القرآن نے سورۂ بقر کی تفسیر مین حقیقت ملائکہ و شیطان پر فلسفیانہ بحث کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ شیطان (ابلیس) کوئی علیحدہ اور مستقل بالذات ہستی نہین ہے بلکہ اس کا وجود فی نفس الانسان ہے اسلئے کہ ان قوائے بہیمیہ کا نام جو بدی کے محرک ہوتے ہین شیطان رکھا گیا ہے۔

(۱۷) **ابن** (ع) بیٹا جمع ابناء و بنون۔ فقہاء اہل تسنن کے نزدیک بیٹے کی شہادت باپ کے حق مین قبول نہین کی جاوے گی لیکن فقہاء امامیہ شیعہ نسبی علاقہ کو مانع شہادت نہین گردانتے۔ البتہ بیٹے کی شہادت باپ کے ضرر پر قبول نہین کرتے۔

اگر باپ بیٹے کو قتل کر دے تو باپ پر قصاص نہین ہے بلکہ کفارہ جمع یا دیت یا تعزیر لازم ہوگی (اب) اگر میت کے کئی بیٹے ہون تو وہ ترکہ مین مساوی حصہ پاوینگے۔ فقہاء امامیہ خلف اکبر کو مرحوم باپ کی تلوار قرآن مجید انگشتری اور دستار فضیلت کا مستحق اولیٰ گردانتے ہین۔

(۲) نصاریٰ ابن سے مراد ابن اللہ لیتے ہین اور ان کا مقصود حضرت عیسےٰ ہین۔ علیٰ ہذا القیاس یہودی حضرت عزیر کو ابن اللہ کہتے ہین۔

(۱۸) **ابن حنبل**۔ کنیت آپ کی ابو عبداللہ اور نام احمد بن محمد بن حنبل ہے

آپ نسب مین ربیعہ بن معاد بن عدنان کے آتے ہین آپ ۱۶۴ھ/۷۸۰ء مین بمقام بغداد تولد ہوے اور وہین تحصیل علوم سے فراغت پائی حتی کہ علم حدیث کے ایک بحر ناپیدا کنار ہوگئے۔ فقہ مین اجتہاد کا درجہ حاصل کیا اور بانی ہوے اس اجتہادی طریق کے جو حنبلیہ کہلاتا ہے۔ آپ نہایت کریم الخلق اور متواضع تھے پانچ بار حج بیت اللہ سے مشرف ہوے۔

آپ کے زمانہ مین خلق قرآن کے مسئلہ نے مذہبی دنیا مین ہلچل مچا رکھی تھی آپ کا عقیدہ قدامت قرآن پر تھا لیکن خلیفہ المستعصم حدوث قرآن کا قایل تھا اس اختلاف کے باعث خلیفہ نے امام صاحب کے دُرّے لگوائے اور قید کیا جب خلیفہ المتوکل کا زمانہ آیا تو اس نے آپ کو قید سے رہا کیا اور ایک ہزار دینار انعام بھی دینا چاہا لیکن انعام کو امام صاحب نے قبول نہین کیا۔ آپ نہایت قناعت پسند اور زاہد تھے آپ کا انتقال ۲۴۱ھ/۸۵۵ء مین ہوا۔

امام صاحب کی تصانیف بہت ہین انمین سے ایک تفسیر ہے جو نہایت بسط سے لکھی ہے ایک ضخیم مسند بھی آپ کی تالیف سے یادگار ہے جسمین ۳۰ ہزار حدیثین ساڑھے سات لاکھ احادیث مین سے منتخب کر کے آپنے قلم بند کی ہین۔ بہت سے ائمہ حدیث مثل بخاری مسلم اور ابو داؤد آپ سے سند لیتے ہین۔

(۱۹) ابن خلکان۔ آپکا نام شمس الدین ابو العباس احمد بن محمد بن ابو بکر ابن خلکان ہے۔ آپ کی پیدایش ۱۱۔ ربیع الثانی ۶۰۸ھ مطابق ۲۲ ستمبر ۱۲۱۱ء شہر اربل مین ہوئی۔ آپ جعفر بن یحییٰ ابن خالد برمکی کی نسل سے اور بلخ کے مشہور شافعی خاندان کے ایک ممبر تھے آپنے تحصیل علم کے بعد دمشق مین سکونت اختیار کی جہان ایک عرصہ تک آپ عہدہ قضا پر مامور رہے آپ کی وفات ۶۸۱ھ/۱۲۸۱ء مین ہوئی۔ آپ ایک جید عالم تھے اور مختلف علوم مین کافی دست گاہ رکھتے تھے آپ کی مشہور تالیف وفیات الاعیان ہے جو مشاہیر اسلام کی سوانح عمریون کا مجموعہ ہے۔ اس مایہ ناز تالیف کا ترجمہ ۱۲۵۸ھ/۱۸۴۲ء مین بیرن ڈی سلین نے بمقام پیرس کیا۔ یہ ترجمہ آجکل اُن انگریزی دان سوانح نگارون کے لئے جو اسلام پر تالیف کر رہے ہین چراغ ہدایت ثابت ہوا ہے۔

(۲۰) ابن صیاد۔ یہ عجیب و غریب شخص بعہد رسالت مدینہ منورہ مین رہتا تھا اس کا حال مبہم ہے بعض صحابہ اس کو دجال معہود سمجھتے تھے اور بعض ساحر و کاہن جانتے تھے لیکن بعد مین اُسکے ایمان لے آنے کے قایل تھے بعض محققین مثل عبد الحق دہلوی کا خیال ہے کہ ابن صیاد یہودی تھا اور مدینہ منورہ کا باشندہ اس کا اصلی نام عبد اللہ تھا المختصر ابن صیاد ایک فتنہ تھا جسکے ساتھ مسلمانون کا امتحان کیا گیا۔ ابن صیاد کے حالات مین جو احادیث المشکوٰۃ (کتاب الفتن قصہ ابن صیاد) مین درج ہین وہ باہم دگر متناقض ہین اور اُن سے جب تک تاویل نہ کیجائے ایک صحیح نتیجہ اخذ نہین کیا جاسکتا۔

(۲۱) ابن عباس۔ آپکا نام عبد اللہ ہے آپ حضرت عباس کے فرزند اکبر اور جناب رسول مقبول صلعم کے چچازاد برادر ہین آپ صحابہ مین امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ حدیث و فقہ مین آپکا پایہ بہت بلند ہے۔ آپکو لوگ ترجمان القرآن باین سبب کہا کرتے تھے کہ آپ معنی قرآن کو نہایت فصاحت سے بیان کرتے اور اُسکے نکات کو بخوبی واضح فرماتے آپ کو حضرت علی مرتضیٰ سے شرف تلمذ حاصل تھا شفیق استاد نے اس ہونہار شاگرد کو اپنے زمانۂ خلافت مین بصرہ کا عامل مقرر کیا تھا لیکن دنیا کی ضرورتون نے آپ کو مجبور کر دیا کہ حضرت امام حسن کے عہد خلافت مین اُن سے علیحدہ ہو کر امیر معاویہ کے وظیفہ خوار بن جائین

انقلاب زمانہ دیکھو کہ حضرت عبد اللہ ابن زبیر کے زمانۂ خلافت مین آپکو مکہ کو بھی خیرباد کہنا پڑا اور بحالت جلاوطنی ۶۸ھ/۶۸۷ء مین بعمر ۷۰ سال آپکا انتقال ہوا۔ خلفاء عباسیہ (۱۳۲ھ/۷۴۹ء لغایت ۶۵۶ھ/۱۲۵۹ء) آپ ہی کی نسل مین سے ہین

(۲۲) **ابن عمر** - آپ کا نام عبد اللہ اور کنیت ابو عبد الرحمٰن ہے آپ حضرت عمر خلیفۂ ثانی کے خلف الرشید ہین اور اپنے والد ماجد کے ساتھ آٹھ سال کی عمر مین مشرف باسلام ہوئے۔ علم حدیث مین آپ کو کامل دستگاہ تھی ساٹھ سال تک مسلمان آپ سے استفادۂ حدیث کرتے رہے امام بخاری اُن احادیث کو جو آپ سے مروی ہین نہایت مستند خیال کرتے ہین آپنے حضرت علی مرتضیٰ سے جب آنجناب خلیفہ ہوے بیعت نہین کی لیکن ۶۰ھ/۶۷۹ء مین یزید کی بیعت قبول کرلی آپنے حضرت امام حسینؑ کو بھی بیعت یزید کی ترغیب دی لیکن امام عالی مقام نے آپکے قول کی طرف التفات نہین کیا اور بالآخر کربلا کا خونی واقعہ پیش آیا۔ آپکا انتقال مکہ معظمہ مین بعمر چوراسی سال ۷۳ھ/۶۹۲ء مین ہوا۔

(۲۳) **ابن السبیل** (ع) راستہ کا بیٹا یعنی مسافر۔ چونکہ مسافر کسی کو نہین پہچانتا اس لئے اس کو راہ سے نسبت دے کر ابن السبیل کہتے ہین۔ (سورۂ توبہ پ ۱۰ رکوع ۸ آیت ۶۱) مین جو مستحقین زکوٰۃ بتلائے گئے ہین اُن مین ابن السبیل بھی ہین لہذا اُن مسافرون کی جو اپنے وطن سے دور ہون اور زادراہ نہ رکھتے ہون امداد فرض ہے۔ اس فرضیت امداد مین اُن کے وطن کا تمول کوئی اثر پیدا نہین کرتا۔

(۲۴) **ابن سیرین** - نام ہے ایک بزرگ کا جو خواب کی تعبیر کا علم خوب جانتے تھے آپ کا انتقال ۱۱۰ھ/۷۲۸ء مین ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے خواب کی تعبیر جو آنحضرت صلعم کی قبر مبارک کے کھودنے کے متعلق تھا آپنے یہ بتائی تھی کہ امام صاحب کی ذات سے ایک مردہ علم زندہ ہوگا۔ لیکن صاحب سیرۃ النعمان لکھتے ہین کہ گو اصل واقعہ صحیح ہو لیکن ابن سیرین کی تعبیر گوئی غلط ہے۔

(۲۵) **ابن ماجہ** - کنیت ابی عبد اللہ - نام محمد بن یزید بن ماجہ ہے آپ قزوین کے باشندے اور قوم ربیعہ سے ہین آپ حافظ قرآن تھے اور حافظ حدیث بھی یعنی آپ کو ایک لاکھ حدیث مع متن واسناد حفظ تھین آپ کی تالیف "سنن" صحاح ستہ مین داخل ہے آپ ۲۰۹ھ/۸۲۴ء مین پیدا ہوے اور ۲۷۳ھ/۸۸۶ء مین انتقال کرگئے۔

(۲۶) **ابن مسعود** آپ کا اصل نام عبد اللہ ہے آپ صاحب مرتبت صحابی اور عشرۂ مبشرہ سے ہین یعنی ان صحابہ مین سے جنکی نسبت (بقول محدثین اہل السنن) آنحضرت صلعم نے جنت کی بشارت دی ہے آپ صحابۂ بدرئین سے ہین اور آپ کو آنحضرت صلعم کے خادم خاص ہونے کا بھی فخر حاصل رہا ہے۔ آپنے ۳۲ھ/۶۵۲ء مین بعمر ۶۰ سال رحلت کی اور مدینۂ منورہ مین مدفون ہوے۔ فقہ حنفیہ کے بانی اول یہی بزرگوار ہین۔ اس لئے کہ امام ابو حنیفہ کے فقہ کا سلسلہ ان ہی کی روایات اور استنباط پر منتہی ہوتا ہے اور وہ اسطرح پر کہ امام صاحب شاگرد ہین حماد کے اور حماد شاگرد ہین ابراہیم نخعی کے اور ابراہیم نخعی علقمہ کے اور علقمہ عبد اللہ ابن مسعود کے۔

(۲۷) **ابن ملجم** - جناب علی مرتضیٰ کا قاتل جس نے آپ کے فرق مبارک پر ۱۹ - رمضان المبارک ۴۰ھ/۶۶۰ء کو زہر آلود تلوار کی ایک ضرب ماری عین اسوقت جبکہ آپ فریضۂ صبح ادا فرمارہے تھے اور سر سجدہ مین تھا۔ ابن ملجم کا اصلی نام عبد الرحمٰن تھا۔ جناب امیر کی شہادت (۲۱ - رمضان المبارک ۴۰ھ/۶۶۰ء) کے بعد جناب امام حسنؑ نے ابن ملجم کو قصاص پدر مین قتل کر ڈالا۔

(۲۸) ابوالقاسم- آنحضرت صلعم کی کنیت وضعی معنی کے اعتبار سے
ہے لیکن صاحب غیاث اللغات اس کنیت کو حقیقی تحریر کرتے ہین صاحب
تذکرۃ الکرام لکھتے ہین کہ آنحضرت کے ایک فرزند قبل نبوت پیدا ہوے
جن کا نام قاسم تھا اور دو سال کے ہوکر وفات پاگئے۔

بخاری و مسلم مین انس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا
کہ میرے نام پر نام رکھو لیکن میری کنیت پر کنیت نہ رکھو (مشارق الانوار) بعض
علمار کا خیال ہے کہ آنحضرت صلعم کے وصال سے سبب کراہیت دور
ہوگیا اس لئے جس کا نام محمدؐ ہو اس کی کنیت ابوالقاسم رکھنے مین کچھ
مضائقہ نہین حضرت علی مرتضےٰ نے اپنے فرزند ارجمند محمد حنفیہ کی کنیت
ابوالقاسم رکھی تھی (دُرِ مختار)

(۲۹) ابوبکر- حضرت ابوبکرؓ کی کنیت ایک عقدۂ لاینحل ہے اس کی توضیح
مین علماء اسلام کے مختلف اقوال پائے جاتے ہین- کنواری کا باپ ایک
حد تک صحیح توجیہ قبول کی جاسکتی ہے- اس لئے کہ آپ حضرت عائشہؓ
کے والد ماجد ہین جو بحالت بکر آنحضرت صلعم کے عقد نکاح مین آئین
آپ کا اصلی نام عبدالکعبہ تھا لیکن آنحضرت صلعم نے عبداللہ رکھا-
آپ آنحضرت صلعم کے پہلے خلیفہ ہین اور ۱۱ھ/۶۳۲ء مین مسند آرائے
خلافت ہوئے آپکا انتخاب جیسا کہ تاریخ احمدی مین بحوالہ نہایہ ابن
اثیر جزری و مجمع البحار ملا طاہر فتنی اور ملل و نحل شہرستانی مین درج ہے
ایک فتنہ انگیز واقعہ تھا جو حالت اضطراب مین عمل مین آیا-

حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت کے مشہور واقعات یہ ہین

۱۱ھ/۶۳۲ء (۱) دعویٰ باغ فدک حضرت فاطمۃ الزہرا بنت رسول خدا صلعم
نے باغ فدک کو جو جناب سیدہ کو آنحضرت صلعم نے عطا کیا تھا حضرت
ابوبکرؓ سے طلب کیا لیکن حضرت ابوبکرؓ نے نحن معاشر الانبیا والی حدیث
روایت کرکے اس جائداد مین سے کچھ بھی نہ دیا حضرت فاطمۃ الزہرا
اس حدیث کو موضوع کہتی تھین اور اس فیصلہ سے اسقدر رنجیدہ
ہوئین کہ مرتے دم تک حضرت ابوبکرؓ سے کلام نہین کیا بلکہ معیت جنازہ
تک کو منع کردیا-

(۲) مالک بن نویرا نے زکوٰۃ کے دینے سے باین سبب انکار کردیا
کہ وہ حضرت ابوبکرؓ کو جائز خلیفہ نہین سمجھتا تھا حضرت ابوبکرؓ نے خالد
کے زیر کمان فوج بھیجی خالد نے مالک پر قبضہ پاکر اسکو قتل کردیا اور
اُسکی بیوی کو اُسی شب اپنے تصرف مین لایا

(۳) مسیلمہ کذاب جس نے ۱۱ھ/۶۳۲ء مین نبوت کا دعویٰ کیا تھا قتل ہوا

۱۲-۱۱ھ/۶۳۳-۶۳۲ء (۱) یرموک کا واقعہ پیش آیا جسکے سبب بعدہ
ملک شام فتح ہوا-

(۲) بیت المال قائم ہوا-

تاریخ ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ/۶۳۴ء کو حضرت ابوبکرؓ نے وفات
پائی اہل اسلام (اہل تشیع کو مستثنیٰ کرکے) آپکے اتقا اور خدا ترسی
کے معترف ہین اور آپکو صدیق اکبر کے لقب سے یاد کرتے ہین صاحب
تاریخ حریت اسلام لکھتے ہین کہ آپکا وظیفہ جو بیت المال سے مقرر ہوا
وہ اولاً ۲ ہزار درہم سالانہ تھا جو بڑھتے بڑھتے ۶ ہزار درہم سالانہ یعنی
پندرہ سو روپیہ کلدار تک پہونچا-

(۳۰) ابوجعفر طوسی- فرقہ امامیہ کے نہایت جلیل القدر اور عظیم المرتبت
فقیہ اور محدث ہین- آپ ابوجعفر ثالث کے نام سے مشہور ہین- کیونکہ
کلینی اور شیخ صدوق کی بھی یہی کنیت ہے اور نام بھی ہر سہ
بزرگون کا محمدؐ ہے علامہ ممدوح حسین بن علی طوسی کے نامور فرزند
ہین ماہ رمضان ۳۸۵ھ/۹۹۵ء مین بمقام طوس متولد ہوئے اور محرم

۴۶۰ھ / ۱۰۶۷ء مین بمقام نجف اشرف انتقال کیا۔ تصانیف مین استبصار تہذیب۔ نہایہ۔ مبسوط اور تفسیر القرآن (۱۰ جلدین) مشہور ہین۔

(۳۱) ابو جہل۔ آنحضرت صلعم کا سخت ترین دشمن تہا۔ اس کا اصلی نام امیر ابن ہاشم اور کنیت ابو الحکم۔ لیکن سلمانون نے اُس کا نام بسبب اِس کے جہل مرکب کے ابو جہل رکھدیا۔ سورۂ الحج (پ ۱۷) کی آٹھوین آیت کا شان نزول ابو جہل کی ذات ہے۔ اس آیت کے یعنی ہین کہ "اِتراتا ہی منہ پھیرائے ہوے لوگون کو راستہ سے گمراہ کرتا ہے۔ وہ دُنیا مین ذلیل ہے اور قیامت کے روز عذاب آتش کا مزہ چکھے گا" ابو جہل نہایت بدکار بدباطن اور خبیث شخص تہا۔ غزوۂ احد مین جو ماہ رمضان ۲ھ / ۶۲۳ء مین واقع ہوا تہا مارا گیا۔

(۳۲) ابو حنیفہ۔ آپ کا اسم شریف نعمان بن ثابت بن زوطی ہے آپکے دادا زوطی شہر کابل کے باشندہ تھے یہ بات متنازعہ فیہ ہے کہ زوطی مرد آزاد تھے یا غلام۔ لیکن آپکے والد ثابت خز کی تجارت شہر کوفہ مین کرتے تھے۔ امام ابو حنیفہ کی پیدایش ۸۰ھ / ۶۹۹ء مین بمقام کوفہ ہوئی اور وہین تحصیل علم سے فراغت حاصل کی حتی کہ فقہ مین اجتہاد کا درجہ حاصل کیا اور مؤسس ہوے۔ فقہ حنفیہ کو فروغ دینے مین آپکے تلامذہ مین سے قاضی ابو یوسف۔ امام محمد اور امام زفر کی کوششین قابل ذکر ہین بعض مسائل مین ان بزرگون نے امام صاحب سے اختلاف بھی کیا ہے۔ لیکن یہ اختلاف زیادہ تر تقلیدی ہے امام ابو حنیفہ کی ذہانت اور طریقہ استنباط مسائل نے سلمانون مین اُن کی نسبت دو متضاد رائین پیدا کردین ایک طرف تو امام مالک کا قول ہے کہ اگر امام ابو حنیفہ اپنے منطقی دلائل سے ستون چوبی کو ستون طلائی ثابت کرنا چاہین تو بحسن وجوہ کرسکتے ہین۔

لیکن دوسری طرف حضرت عبد القادر جیلانی اپنی تصنیف غنیۃ الطالبین مین فرقۂ حنفیہ یعنی امام صاحب اور انکے تابعین اکو مرجیہ کی ایک شاخ اور غیر ناجی قرار دیتے ہین۔

امام صاحب کی کنیت جو نام سے زیادہ مشہور ہے حقیقی کنیت نہین ہے بلکہ وضعی معنی کے اعتبار سے ہے (ابو الملۃ الحنفیہ) قرآن مجید مین خدا تعالی نے مسلمانون سے خطاب کرکے کہا ہے "واتبعوا ملۃ ابراہیم حنیفا" امام صاحب نے اسی نسبت سے اپنی کنیت ابو حنیفہ اختیار کی (سیرۃ النعمان حصۂ اول) امام صاحب کا انتقال ۱۵۰ھ / ۷۶۷ء مین ہوا۔

(۳۳) ابو داؤد۔ آپ کا اسم شریف سلیمان بن اشعث بن اسحاق ہے آپ بمقام سیستان ۲۰۰ھ / ۸۱۵ء مین تولد ہوئے اور ۲۷۵ھ / ۸۸۸ء راہی ملک بقا ہوے آپ اپنے وقت کے صاحب فضیلت و صاحب تالیف بزرگ ہین۔ آپ کی تالیف سے فن حدیث مین "سنن داؤد" مستند کتاب ہے اور صحاح ستہ مین داخل سنن داؤد مین ۴ ہزار آٹھ سو حدیثین پانچ لاکھ احادیث سے انتخاب کرکے درج کی گئی ہین۔

(۳۴) ابو طالب۔ جناب علی مرتضی کے والد محترم اور رسول مقبول صلعم کے عم نامدار ہین آنحضرت صلعم نے آپ کے دامن عاطفت مین پرورش پائی اور آپ ہمیشہ آنحضرت صلعم کو قریش کی آزار دہی سے بچاتے رہے یہ اُسی حمایت کا نتیجہ تہا کہ آنحضرت صلعم نے بہ طمانینت خاطر توحید کا اعلان کیا حضرت ابو طالب نے خود تکلیفین اٹھائین اور خاندان کو قریش کے مظالم کا آماج گاہ بنانا منظور کرلیا لیکن آنحضرت صلعم کی کفالت سے دست بردار نہوے۔

امامیہ اور معتزلہ کا مذہب ہے کہ آپ مسلمان مومن کامل اور اکابر

صحابہ مین سے تھے حضرت ابوطالب کے اشعار بھی جو تاریخ احمدی مین بحوالہ تاریخ ابوالفدا درج ہین آنحضرت صلعم کی نبوت کی تصدیق کا اعلان کر رہے ہین آپ کا انتقال ہجرت سے ۳ سال پیشتر یعنی ۶۱۹ء مین ہوا آپ کے انتقال کے ۳ روز بعد آنحضرت صلعم کی غمگسار بیوی حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے وفات پائی۔ ان دونون موتون کا آنحضرت صلعم کو سخت صدمہ ہوا چنانچہ یہ سال جو بعثت نبوی کا دسوان سال تھا اسلامی تاریخ مین عام الحزن کے نام سے موسوم ہے۔

مورخین عرب نے آپ کے نام مین اختلاف کیا ہے بعض کنیت ہی کو اصلی نام بتاتے ہین اور بعض عبد مناف (عبدالعال) اور بعض عمران اکثر مورخین اور محققین کی رائے مین قرآن مجید مین آل عمران کا اشارہ اسی پر محمول ہے اور آل عمران سے مُراد کبھی آل محمدؐ بھی ہوتے ہین۔

(۳۵) **ابوعبداللہ**۔ کنیت ہے اور احمد بن اسماعیل بن مغیرہ نام ہے اور امام بخاری لقب آپ ۱۹۴ھ/۸۰۹ء مین پیدا ہوئے اور ۲۵۶ھ/۸۶۹ء مین سمرقند مین انتقال کر گئے۔ آپ صاحب تصانیف بزرگ ہین۔ علم تاریخ مین بھی آپ کی ایک تالیف یادگار ہے لیکن آپکے نام کو بقائے دوام صحیح بخاری کے باعث حاصل ہوا ہے صحیح بخاری فن حدیث کی مستند کتاب ہے اور مقبول عام ہونے کا شرف رکھتی ہے۔ صحیح بخاری مین اگر مکررات کو حذف کر دیا جائے تو چار ہزار حدیثین درج ہین ورنہ مجموعی تعداد سات ہزار دو سو پچھتر آتی ہے۔

(۳۶) **ابوعبداللہ احمد بن حنبل** (ابن حنبل)

(۳۷) **ابوعبداللہ مالک بن انس** (مالک)

(۳۸) **ابوعبداللہ محمد بن حسین الشیبانی**۔ آپ امام محمدؒ کے نام سے مشہور ہین اور امام ابوحنیفہ کے ذی مرتبت صحابی اور فقہ حنفیہ کے بائین ہاتھ ہین۔ آپ جامع العلوم اور کثیر التصانیف ہین۔ آپکو امام مالک سے بھی تین سال تلمذ رہا ہے۔ امام محمدؒ کی شہرت زیادہ تر فقہ مین ہے اور آپ کی تصانیف کا بیشتر حصہ اس فن پر ہے لیکن آپ تفسیر حدیث اور ادب مین بھی اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے۔ آپ ۱۳۵ھ/۷۵۳ء مین موضع واسطہ (عراق عرب) مین پیدا ہوئے اور ۱۸۹ھ/۸۰۴ء مین موضع رے (دار الخلافت خراسان) مین فوت ہوئے۔ آپ نے چھ مشہور تصانیف چھوڑی ہین جس کے مجموعہ کو ظاہر الروایات کہتے ہین۔

(۳۹) **ابوعبیدہ**۔ حضرت ابوعبیدہ ابن جراح اول المومنین مین سے تھے آپنے متعدد غزوات مین شرکت کی ہے۔ آپ عشرۂ مبشرہ سے ہین یعنی اُن اصحاب مین سے جن کی نسبت آنحضرت صلعم نے جنت کی بشارت دی ہے (المشکوٰۃ کتاب الفتن باب مناقب العشرہ) آپکا انتقال ۱۸ھ/۶۳۹ء مین ہوا۔ آپ کی عمر ۵۸ سال کی ہوئی۔

(۴۰) **ابولہب**۔ ابولہب کنیت تھی۔ ابولہب کے معنی آگ والے کے ہین اور عربی مین آگ والے سے مُراد صاحب حسن و جمال کے ہین چونکہ یہ حسین تھا اس لیئے قریش اس کو ابولہب کہتے تھے (ارض القرآن) یہ عجیب بات ہے کہ جو خطاب اس کو ایام جاہلیت مین مل چکا تھا وہ گویا اُس کے لئے نوشتۂ تقدیر نکلا اور آخر ش آگ ہی مین جلنا پڑا اسکا اصلی نام عبدالعزیٰ تھا اور آنحضرت صلعم کا چچا تھا لیکن آپکے خون کا پیاسا اور نہایت زبردست دشمن تھا۔ اُس نے اشاعت اسلام مین بہت روڑے اٹکائے لیکن اُس نور الٰہی کو نہ بجھا سکا جسکے روشن رکھنے کا وعدہ خود خدا فرما چکا تھا (سورۂ حجر پ ۱۴ رکوع ۱ آیت ۱۰) ابولہب کی اُس للہی عداوت نے جو اس کو اسلام کے ساتھ پیدا ہو گئی تھی درگاہ احدیت سے عذاب ابدی اور فی النار و السقر ہونے کی بشارت

حاصل کی (سورۃ اللھب پ ۳۰)

جب اہل مکہ نے غزوۂ بدر (ماہ رمضان ۲ھ/۶۲۳ء) مین شکست کھائی اور ابولہب کو حال معلوم ہوا تو رنج کے صدمہ سے سات دن مین مرگیا۔

(۴۱) **ابونصر فارابی**۔ ابونصر کنیت۔ محمد نام اور فارابی نسبت ہے شہر فاراب کی طرف جو ترکستان مین کاشغر کے قریب واقع تہا۔ فارابی کا سن پیدایش تو کسی تذکرہ مین دیکھا نہین گیا لیکن تاریخ وفات ۳۳۹ھ/۹۵۰ء بعمر اسی سال لکھی پائی جاتی ہے۔ اس حساب سے سن پیدایش ۲۵۹ھ/۸۷۲ء ہوتا ہے فارابی نے علم منطق و فلسفہ بغداد پہونچکر حکیم ابوبشر متی بن یونس سے حاصل کیا۔ ارسطو کی تمام تصانیف پڑھلین اور اُن پر مجتہدانہ عبور حاصل کیا۔ فارابی نے اپنی بے مثل قابلیت اور خداداد ذہانت اور استعداد کا سکہ سیف الدولہ (جو خاندان ہمدان سے تہا اور دمشق پر حکومت کرتا تہا) کے دل مین ایسا بٹھایا کہ اس نے اخیر عمر تک فارابی کو اپنے پاس سے جدا ہونے دیا۔ یہان تک کہ فارابی نے دمشق ہی مین پیام اجل کو لبیک کہا۔ اور نواح دمشق مین بیرون باب الصغیر دفن ہوا۔ فارابی اسلام کے اُن نامور حکماء مین سے ہے جنھون نے یونانی فلسفہ کو عربون سے روشناس کرایا۔ فارابی کی تصانیف قریبًا ہر شعبۂ علم پر موجود ہین اور اس کی کئی کتابون کے ترجمے یورپ کی متعدد زبانون مین ہوچکے ہین۔

(۴۲) **ابوالہذیل زفر بن الہذیل**۔ امام زفر کے نام سے مشہور ہین آپ ۱۱۰ھ/۷۲۸ء مین پیدا ہوئے آپ بڑے پایہ کے فقیہ اور محدث گذرے ہین اور اصحاب ابوحنیفہ مین خاص درجہ رکھتے تھے امام صاحب آپ کی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ "اقیس اصحاب" آپ قضا کے عہدے پر مامور رہے آپنے ۱۵۸ھ/۷۷۴ء مین بمقام بصرہ وفات پائی۔

(۴۳) **ابوہریرہ**۔ آپ کا اصل نام عبدالرحمان ہے لیکن آپکی کنیت ابوہریرہ جو بلیون سے محبت کرنے کے باعث ہوئی۔ نام سے زیادہ مشہور ہے آپنے ۷ھ/۶۲۸ء مین غزوۂ خیبر کے زمانہ مین اسلام قبول کیا آپ اصحاب صفہ مین سے ہین اور بہایت کثیر الروایت صحابی آپکی مرویات کی تعداد ۵۳۷۴ ہے اور آپ کے بعد دوسرے نمبر پر حضرت عبداللہ بن عباس کی مرویات آتی ہین جن کی تعداد ۲۶۶۰ ہے (طبقات الصحابہ) آپ نے ۵۷ھ/۶۷۶ء (بقول بعض ۵۹ھ/۶۷۸ء) مین وفات پائی آپ امیر معاویہ کے عہد مین مدینہ منورہ کے عامل بھی رہ چکے ہین (سرو چمن) اہل تشیع آپ کی مرویات سے سند نہین لیتے۔ امام ابوحنیفہ بھی آپکی روایات سے احتراز کرتے تھے۔ علامہ ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغۃ (ج ۴ صفحہ ۱۹۵) مین لکھا ہے کہ امیر معاویہ نے ابوہریرہ۔ عمرو عاص۔ مغیرہ اور عروہ بن زبیر کو جھوٹی حدیثین وضع کرنے پر مامور کیا تہا

(۴۴) **ابویوسف**۔ امام ابویوسف کا دوسرا نام یعقوب ابن ابراہیم بھی ہے آپ ۱۱۳ھ/۷۳۱ء (بقول بعضے ۱۱۷ھ/۷۳۵ء) مین بمقام کوفہ پیدا ہوئے علم فقہ پہلے ابن ابی لیلی سے بعدہٗ امام ابوحنیفہ سے تحصیل کیا اور فقہ حنفیہ کے دست راست بن گئے۔ آپ کی قابلیت سے واقف ہوکر (بقول صاحب تاریخ الخلفاء) آپ کی زمانہ سازی اور بیجا خوش آمد سے خوش ہوکر ہارون الرشید نے آپ کو قاضی القضاۃ کے عہدہ پر مامور کیا۔ آپ پہلے بزرگ ہین جنھون نے فقہ حنفی مین تصنیفین کین بعض بعض مسائل مین آپ نے اپنے واجب التعظیم اُستاد سے اختلاف بھی کیا ہے۔ آپ متعدد علوم مین کمال رکھتے تھے۔ آپ نے ۱۸۲ھ/۷۹۹ء مین وفات پائی۔

(۴۵) **اتحاد درع** (لغوی معنی دو ذاتون کا ایک ہونا کشف اللغات مین

لکھا ہے کہ اتحاد سالکون کی اصطلاح مین واحد مطلق کے وجود کو اس حیثیت سے دیکھتا ہے کہ ساری اشیا، حق تعالےٰ کے ساتھ موجود ہین اور بذات خود معدوم (تذکرۃ السلوک مصطلحات صوفیہ) بعض کہتے ہین کہ اتحاد عبارت ہے سالک کی حق سبحانہ تعالیٰ کی ہستی مین مستغرق ہونے سے۔

(۴۵) **اِتصال** (ع) ملنا۔ لگاتار ہونا کسی کام کا۔ اصطلاح تصوف مین اتصال سے مراد ہے کہ عبد اپنی ذات کو وجود حق تعالیٰ کے متصل ملاحظہ کرے (کنوز الاسرار القدم)

(۴۶) **اِتہام** (ع) تہمت لگانا محصن مرد یا محصنہ عورت کو زنا کی تہمت لگانا یا حالت غضب مین یہ کہنا کہ تو فلانے کا بیٹا نہین ہے۔ یا پکارنا کسیکو چھنال کے جنے کہکر۔ درانحالیکہ اُس کی مان نے بحالت عفت وفات پائی ہو موجب اجرا، حد قذف ہوتا ہے یعنی اسّی دُرّے آزاد کو اور چالیس غلام کو لگائے جاتے ہین قذف کی حد اُس شخص کے مرنے سے باطل ہو جاتی ہے جس کو تہمت لگائی ہو یعنی قاذف کے چند دُرّے مارے تھے کہ مقذوف مرگیا تو قاذف کو چھوڑ دین گے۔ اس لئے کہ حد کی میراث نہین ہوتی (نور الہدایہ کتاب الحد باب تہمت الزنا)

(۴۷) **آثار** (ع) نشانات جمع اثر کی (۱) آنحضرت صلعم کے پائے مبارک کے نشانات کو کہتے ہین (۲) وہ حدیث جو صحابہ یا تابعین تک پہونچتی ہے اثر کہلاتی ہے۔ اس قسم کی حدیث کا دوسرا نام موقوف و مقطوع بھی ہے۔

(۴۸) **اثر الشریف** (ع) مبارک نشانی۔ آنحضرت صلعم کی ریش مقدس کے بال یا کسی دوسری نشانی کو اثر الشریف کہتے ہین۔

درگاہ حضرت محبوب الٰہی دہلی کے توشہ خانہ مین ایک صندوق ہے جس مین آنحضرت صلعم کی ریش مقدس کے بال ہین جنکی زیارت ہر سال ربیع الاول کے مہینہ مین کرائی جاتی ہے۔ ان تبرکات سے متعلق جناب حسن نظامی کہتے ہین کہ حضرت بہادر شاہ (حکومت مغلیہ کے آخری تاجدار) نے غدر کے زمانہ ۱۸۵۷ء مین دہلی سے رخصت ہوتے وقت یہ صندوقچہ درگاہ شریف مین لاکر دیا اور فرمایا کہ امیر تیمور نے جب قسطنطنیہ کو فتح کیا تھا (۸۰۲ھ ۱۴۰۰ء) تو سلطان بایزید یلدرم کے خزانہ سے غنیمت ملی تھی۔ اس مین حضور سرور کائنات کی ریش مبارک کے ۵ بال ہین۔

(۴۹) **اِثم** (ع) گناہ اس کی جمع آثام ہے۔ اصطلاح مین ہر وہ گناہ جس کے ارتکاب کی شریعت نے ممانعت کی ہے اثم کہلاتا ہے ہر مومن کو چاہئے کہ ان گناہون سے بچتا رہے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے (۱) سورۂ نسار (پ ۵ رکوع ۱۶۔ آیت ۱۰۸) اللہ دوست نہین رکھتا اس شخص کو کہ ہے خیانت کرنے والا گنہگار (اثیما) (۲) سورۂ انعام (پ ۸ رکوع ۱۴۔ آیت ۱۲۰) اور چھوڑ دو ظاہر گناہ (اثم) اور باطن اس کا (۳) سورۂ اعراف (پ ۸ رکوع ۴ آیت ۳۲) کہدو اے محمد صلعم سوائے اس کے نہین کہ حرام کی ہین میرے پروردگار نے بے حیائیان جو ظاہر ہین اُن مین سے اور جو چھپی ہین اور گناہ (اثم) اور سرکشی ساتھ ناحق کے اور یہ کہ شریک کرو اللہ کا جس کی اس نے سند نہین اُتاری اور یہ کہ جھوٹ بولو اللہ پر جو تم کو نہین معلوم۔

(۵۰) **اثنا عشری** (ع) متبعین دوازدہ امام۔ فرقہ شیعہ کی وہ جماعت جو ائمہ معصومین کی مطیع ہو اثنا عشری یا امامیہ کہلاتی ہے۔ انکا عقیدہ ہے کہ ائمہ بھی مثل انبیاء علیہم السلام کے منصوص من اللہ اور معصوم ہین ان ائمہ اثنا عشر کے اسماء مبارک مع مختصر حالات کے تحفۃ العوام سے نقل کئے جاتے ہین۔

نمبر شمار	اسمائے مبارک	ولدیت امہات	تاریخ ولادت	تاریخ شہادت	عمر شریف	مدفن	صورت شہادت	نام قاتل	کیفیت
۱	حضرت علی	ابو طالب و فاطمہ بنت اسد	۱۳۔ رجب ۳۰ سال بعد ولادت رسولخدا	۲۱۔ رمضان شب ادینہ سنہ ۴۰ھ	۶۳	نجف اشرف	زخم شمشیر زہر آلودہ	عبدالرحمن بن ملجم	
۲	حضرت حسن	حضرت علی و حضرت فاطمہ بنت رسولخدا	۱۵۔ رمضان شب شنبہ سنہ ۲ھ	۲۸ صفر پنجشنبہ سنہ ۴۹ یا ۵۰ھ	۴۷ یا ۵۵	بقیع مدینہ	زہر	جعدہ بنت اشعث	
۳	حضرت حسین	″	۵ شعبان پنجشنبہ سنہ ۳ یا ۴ھ	۱۰۔ محرم روز دوشنبہ یا جمعہ سنہ ۶۱ھ	۵۷	کربلا	زخم شمشیر	شمر ذی الجوشن و سنان بن انس	
۴	حضرت زین العابدین	حضرت امام حسین ع شہر بانو بنت یزدجرد	۱۵۔ جمادی الاول جمعہ یا پنجشنبہ سنہ ۳۸ یا ۳۶ھ	۱۲ یا ۲۵ محرم الحرام	۵۷ یا ۵۶	بقیع	زہر	ابراہیم بن ولید	
۵	حضرت محمد باقر	حضرت زین العابدین و ام عبداللہ بنت حسن	دوشنبہ ۳۔ صفر یا غرہ رجب جمعہ سنہ ۵۷ھ	دوشنبہ ۷۔ ذوالحجہ سنہ ۱۱۴ھ	۵۷	بقیع	زہر	ابراہیم بن ولید	
۶	حضرت جعفر صادق	حضرت محمد باقر ام فروہ	روز ادینہ ۱۷ ربیع الاول سنہ ۸۳ھ	دوشنبہ ۱۵۔ رجب سنہ ۱۴۸ھ	۶۵	″	″	منصور دوانقی	
۷	حضرت موسیٰ کاظم	حضرت جعفر صادق و ام ولد حمیدہ بربریہ	یکشنبہ ۷ صفر سنہ ۱۲۸ھ	جمعہ ۲۵ یا ۲۱ رجب سنہ ۱۸۳ھ	۵۳	کاظمین	″	ہارون رشید	
۸	حضرت علی رضا ع	حضرت موسیٰ کاظم و ام ولد نجمہ	۱۱ یا ۲۱۔ ذیقعدہ پنجشنبہ سنہ ۱۴۸ھ	۱۳ ذیقعدہ یا ۵ صفر روز جمعہ یا شنبہ سنہ ۲۰۲ھ	۵۵	طوس	″	مامون رشید	
۹	حضرت محمد تقی	حضرت علی رضا سکینہ	جمعہ ۱۵۔ رمضان یا ۱۰ رجب سنہ ۱۹۵ھ	آخر ذیقعد سنہ ۲۲۰ھ روز سہ شنبہ	۲۵	کاظمین	″	معتصم	
۱۰	حضرت علی نقی ع	حضرت محمد تقی ع و ام ولد سمانہ	شنبہ ۱۵۔ ذالحجہ یا رجب روز جمعہ سنہ ۲۱۲ھ	شنبہ یا دوشنبہ ۳ رجب سنہ ۲۵۴ھ	۴۱	سر من رائے	″	متوکل	

نمبر	اسماء مبارک	ولدیت و امہات	تاریخ ولادت	تاریخ شہادت	عمر شریف	مدفن	صورت شہادت	نام قاتل	کیفیت
۱۱	حضرت حسن عسکریؑ	حضرت علی نقی و ام ولد سوسن	۷ ربیع الآخر ۲۳۲ھ	۵ یا ۱۰ یا ۱۵ ربیع الاول ۲۶۰ھ	۲۸	سامرہ عسکر	زہر	معتمد	
۱۲	حضرت مہدیؑ	حضرت حسن عسکری و نرجس خاتون	جمعہ ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ	۰	۰	۰	۰	۰	[illegible]

اہلبیت سے اثنا عشری مثل دیگر شیعون کے آنحضرت صلعم کے وہی اہلبیت مراد لیتے ہین جو روز مباہلہ عبا نبوی مین پوشیدہ تھے اور جن کی شان مین آیہ تطہیر نازل ہوئی ہے یعنی حضرت علی مرتضیٰ حضرت فاطمۃ الزہرا حضرت حسن مجتبیٰ۔ حضرت حسین الشہید اور آنحضرت صلعم معہ ان اہلبیت کے پنجتن پاک کے لقب سے ملقب ہین۔ چہاردہ معصومین مین پنجتن پاک اور باقی نو ائمۂ طاہرین داخل ہین۔ ان کے نزدیک رجعت کا اعتقاد رکھنا واجب ہے اُن کے نزدیک متعہ کی حلت کا اعتقاد لازم ہے اثنا عشری تراویح رمضان اور موزون پر مسح کرنے کے منکر ہین۔

اثنا عشری باعتبار اعتقادات دو گروہون مین منقسم ہین ایک اخباری دوسرا اصولی۔ اخباری ہر ایک معاملہ مین مجتہدین کی رائے اور حکم واجب التعمیل سمجھتے ہین برعکس کے اصولی قوت انفصال و استدلال سے زیادہ کام لیتے ہین۔ اصولی فرقہ کے بانی محمد بن ابراہیم المعروف بہ ملا صدرا مین شیرازی ہین۔ خاندان صفوی (۹۰۶ھ تا ۱۱۳۶ھ) کے عہد حکومت مین ایران مین اصولی تعلیم کی بڑی رونق تھی۔ مذہب اصولی کا دوسرا اہم رتبہ اور مشابہ فرقہ اعتزال ہے۔

(۵۱) اجارہ (ع) لغت مین اجارہ کے معنی اُجرت یا مزدوری کے ہین۔ جو نیک کام پر ہو لہذا بلفظ اجر دعا کی جاتی ہے یعنی خدا آپکو اجر عظیم دے لیکن قاموس مین اجارہ کے معنی جزا مطلق کے ہین خواہ نیک کام پر ہو خواہ بدکام پر۔

عرف شرع مین نفس یا مال کی تملیک یعنی منفعت کا مالک کرنا اجارہ کہلاتا ہے واضح رہے کہ اجارہ مین تملیک منفعت کی ہوتی ہے عین مال کی نہین ہوتی اجارہ دینے والا موجر اور جس کو اجارہ دین و مستاجر کہلاتا ہے۔ عقد اجارہ ایجاب و قبول کا محتاج ہے ایجاب کی عبارت واضح ہو مبہم نہ ہو۔

اجارہ صحیحہ کی چھ شرطین ہین (۱) دونون متعاقدین بالغ اور عاقل ہون اور تصرف اُن کا جائز ہو یعنی محجور علیہ نہون (۲) اجرت کا واضح طور پر معلوم ہونا ضروری ہے (۳) منفعت اجارہ دینے والے کی ملک محض ہو۔ یا عین چیز کی ملک کے سبب ہو (۴) منفعت معلوم ہو اسطرح پر کہ

کام معین ہو (۵) منفعت مباح ہو (۶) اجارہ کی چیز کے حوالہ کرنے پر کرایہ دینے والا قادر ہو۔ پس مفرور غلام کا اجارہ صحیح نہین (جامع جعفری)

اجارہ کے مسائل کتب فقہ سے معلوم کرنا چاہیئے۔ اس مختصر مین گنجایش نہین۔ اگرچہ اجارہ ظاہرا درست نہین معلوم ہوتا۔ اس لئے کہ اس مین بیع معدوم ہے لیکن شارع نے اس کو جایز رکھا ہے یعنی (۱) فرمایا حضرت رسول صلعم نے کہ مزدور کو مزدوری اُس کا پسینہ سوکھنے سے پیشتر دیدو (ابن ماجہ) (۲) مزدور کو مزدوری بتادینا چاہیئے (نور الہدایہ۔ کتاب اجارہ)

(۵۲) اِجتہاد۔ (ع) لغوی معنی کوشش کرنا۔ لیکن اصطلاح فقہ مین اجتہاد سے مراد استنباط اور حقیقت حکم الٰہی حاصل کرنا۔ اس طرح پر کہ جو احکام الٰہی منصوص و ظاہر ہین اُن ہی سے مخفی حکم اخذ کیا جاے تاکہ افعال ہمیشہ عبودیت کے پابند رہین۔ جو بزرگوار اجتہاد مسایل کرتے ہین مجتہد کہلاتے ہین۔ مجتہدین نے احکام شریعت کو استنباط کرنے کے لئے پہلا ماخذ قرآن مجید قرار دیا ہے اور بعد اس کے احادیث نبویؐ جنکی صحت پر اُن مجتہدین کو یقین تہا۔ اور تیسرا درجہ متدین اور صاحب علم و فضل صحابہ کے آثار کو دیا ہے۔ غرضکہ اس طریقہ تخراج و استنباط سے ایک نئی شاخ علم دین کی علوم دینیہ مین قائم ہوگئی جس کا نام اصول فقہ رکھا گیا (فقہ)

متاخرین اہل تسنن نے چار مجتہدین پر اجماع کرلیا ہے۔

ان مین اول امام ابو حنیفہ کوفی ہین جو ۸۰ھ/۶۹۹ء مین پیدا ہوے اور ۱۵۰ھ/۷۶۷ء مین انتقال کرگئے (دوم) امام مالک جو ۹۵ھ/۷۱۳ء مین تولد ہوے اور ۱۷۹ھ/۷۹۵ء مین رحلت کرگئے (سوم) امام شافعی ہین جن کی تاریخ ولادت ۱۵۰ھ/۷۶۷ء اور تاریخ وفات ۲۰۴ھ/۸۱۹ء ہی کی (چہارم) امام احمد حنبل ہین جو ۱۶۴ھ/۷۸۰ء مین پیدا ہوے اور ۲۴۱ھ/۸۵۵ء مین فوت ہوئے۔ علاوہ ان فقہار کے امام سفیان ثوری ۱۶۱ھ/۷۷۷ء اور داؤد ظاہری ۲۷۰ھ/۸۸۴ء بھی مجتہدین مین داخل ہین لیکن ان دونون اماموں کا مذہب آٹھوین صدی ہجری تک مروج رہا۔

فقہار اہل تسنن نے اجتہاد کے تین درجے قائم کئے ہین (۱) اجتہاد فی الشرع (۲) اجتہاد فی المذہب (۳) اجتہاد فی المسایل۔ ان تینون درجون کی مختصر تشریح یہ ہے۔

(۱) اجتہاد فی الشرع ایک وہبی ودیعت ہے جو کسب کی دسترس سے بالا ہی۔ پس جو صاحبان نصیب اس خداداد عطیہ سے بہرہ ور ہین انکو کسی دوسرے کی تقلید کی ضرورت نہین۔ اس درجہ مین وہ مجتہد داخل ہین جو بقول علمار حدیث (مثلاً الغومی ورافعی وغیرہ) قرآن۔ حدیث۔ مذہب سلف۔ لغت اور قیاس ان پانچون چیزون مین دستگاہ تام رکھتے ہون یعنی مسایل شرعیہ کے متعلق جس قدر آیتین قرآن مجید مین ہین اور جس قدر حدیثین رسول صلعم سے ثابت ہین جانتے ہون۔ علم لغت سلف کے اقوال اور طریق قیاس سے واقف ہون (عقد الجید مین تصنیف شاہ ولی اللہ)

پس ان صحابہ کی تعداد جو مجتہد کہلائے انگلیون پر گنی جاسکتی ہی یعنی حضرت علی مرتضیٰ حضرت عمر بن خطاب۔ حضرت عبداللہ بن مسعود۔ اور حضرت عبداللہ ابن عباس انکے بعد تابعین کا دور ہی اور وہ ملکی تقسیم کی بنار پر اپنے اپنے مقامات مین مجتہد تسلیم کئے گئے۔ ان کے بعد ان مجتہدین کے زمانہ آتا ہے جنکا ذکر سطور مندرجہ بالا مین کیا جاچکا ہی

(۲) اجتہاد فی المذہب۔ ائمہ مجتہدین کے اصحاب مجتہد فی المذہب کے درجہ مین شمار کیے جاتے ہین یعنی انکو اجتہاد کا درجہ تو حاصل ہی لیکن اپنے

مجتہد کے اصول کو تسلیم کرکے فروع مین اجتہاد کرتے ہین۔ گو کہ اپنے اپنے امام کے اجتہادات کی نشر و اشاعت انکا فرض اولین ہی لیکن بعض بعض مقامات پر یہ لوگ اپنے امام سے مخالفت بھی کرتے ہین جیسا کہ امام یوسف اور امام محمد کو امام ابو حنیفہ سے اختلاف ہے۔ اور ابن قاسم کو امام مالک سے لیکن یہ اختلاف تقلیدی ہوتا ہے۔

(۳) اجتہاد فی المسائل۔ اس درجہ مین مفتی داخل ہین جو ائمہ اربعہ کے اصول فقہ سے کما حقہٗ واقف ہون۔ اور ان کا اجتہاد انھین ائمہ کے قول سے ماخوذ ہوتا ہے۔ اس تیسرے درجہ کے آخری مجتہد جن پر اہل تسنن کا اتفاق رہا ہے امام قاضی خان تھے جنکی وفات ۵۹۲ھ / ۱۱۹۵ء مین ہوئی۔

ان مجتہدین کے بعد مقلدین کا درجہ آتا ہے۔ مقلد اس بزرگ کو کہتے ہین جو مجتہد کے پیچیدہ اقوال کو وضاحت کے ساتھ بیان کرسکے بعد علما مقلدین کو تیسرے درجہ کے مجتہدین مین شمار کرتے ہین مصنف ہدایہ جو ۶۰۰ھ / ۱۲۰۳ء مین گذرے مقلد کہلاتے ہین۔

متاخرین اہل سنت والجماعت کے نزدیک اجتہاد ختم ہوگیا۔ اور اب کوئی مجتہد نہین ہوسکتا۔ لیکن علما اہل تشیع مجتہدین کو مثل علما اہل تسنن کسی خاص زمانہ اور ایک خاص تعداد کے ساتھ مخصوص نہین کرتے۔ ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ مات المفتی مات الفتویٰ۔ زمانہ سلف مین جو مجتہدین فقہ امامیہ کے درخشندہ آفتاب رہے ہین اور جن کی تصانیف قابل تقلید تسلیم کی جاتی ہین یہ ہین۔

(۱) آقا ابو الحسن علی (۳۲۶ھ / ۹۳۷ء) مصنف کتاب الشرایع۔

(۲) آقا ابو جعفر طوسی (۴۶۰ھ / ۱۰۶۷ء) " مقنعہ

(۳) آقا شیخ نجم الدین (۶۷۹ھ / ۱۲۸۰ء) " شرایع الاسلام

(۴) آقا بہاء الدین عاملی (۱۰۳۱ھ / ۱۶۲۱ء) مصنف کتاب جامع عباسی

(۵۳) **اَجَل** (ع) وقت مقررہ۔ جمع آجال۔ موت کا وقت جس کو خدائے تعالیٰ نے مقرر کردیا ہے۔ سورۂ فاطر (پ ۲۲- رکوع ۵ آیت ۴۴) مین ہی کہ وہ (خدائے تعالیٰ) اُن کو مہلت دیتا ہی۔ وقت مقررہ (اجل) تک جب ان کا مقررہ وقت آجاتا ہے تو اللہ اپنے بندون کو دیکھنے والا ہے۔

(۵۴) **اجماع** (ع) اکٹھا ہونا۔ مجموعہ آرا کا نام اجماع ہے۔ امام غزالی نے اجماع سے مراد یہ لی ہے کہ تمام اہل حل وعقد کسی دین پر متفق ہوجائین اور ایک حد تک اس اتفاق پر قائم رہین (التفرقہ بین الاسلام و الزندقہ) بعضون کے نزدیک یہ اتفاق عصر اول کے گذر جانے تک قائم رہنا چاہیے۔

اجماع کے تحت مین اُن مسائل پر بحث ہوتی ہے جو صحابہ کے زمانہ مین وقتاً فوقتاً پیش آتے رہے ہین۔ جن کی تصریح نہ تو کلام مجید مین آئی ہے اور نہ حدیث نبوی مین مگر صحابہ نے ان پر عملدرآمد کیا۔ اور اُن کے اتفاق و اجماع سے اس قسم کے مسائل کی ترویج و اشاعت ہوئی۔

علما اسلام مین اختلاف ہی کہ اجماع حجت قطعی ہی یا ظنی اصولیین کے نزدیک اجماع حجت قطعی ہے اور وہ اجماع کو ادلیات دین سے تسلیم کرتے ہین جو چار ہین یعنی قرآن۔ حدیث۔ اجماع اور قیاس اصولیین کی مستدل یہ مندرجہ ذیل آیت ہے "جو کوئی مخالفت کرے رسولؐ کی بعد اس کے کہ اُسے ہدایت واضح ہوگئی اور مومنون کی راہ سوا کسی اور راہ کے پیروی کرے تو ہم اس طرف پھیر دین گے۔ جس کی طرف وہ پھرا اور اُسے جہنم مین لے جاکر داخل کرین گے اور

وہ بہت بڑی بازگشت ہے (سورۂ نساء پ ۵ در کوع ۱۷- آیت ۱۱۵)-
علاوہ ازین یہ حدیث بھی کہ خدائے تعالی میری امت کو ضلالت پر
جمع نہین کرے گا (المشکوٰۃ کتاب الفتن باب ثواب ہذہ الامۃ فصل
الثانی) اجماع کی حجیت قطعی ہونے کے ثبوت مین پیش کی جاتی ہے۔
لیکن منکرین حجیت اجماع کے نزدیک حدیث کا مطلب (بشرطیکہ حدیث
درجہ حجیت کو پہونچ جائے) یہ ہے کہ کفر و بدعت امور غیر شرعیہ پر جمع نہین
کریگا (کشف الاسرار صفحہ ۳، جلد سوم) علی ہذا القیاس۔ آیت مندرجہ
بالا کو بھی حجت ہونے کی دلیل کا اس جماعت کو اقرار نہین ہے کیونکہ
وہ غیر سبیل المومنین (مومن کی راہ کے سوا) سے مراد دین اسلام سے
نکلکر کسی دوسرے دین مین چلا جانا مراد لیتے ہین (تفسیر جامع
البیان بحوالہ تفسیر فتح اللسان و تفسیر سراج المنیر و تفسیر جلالین)
علاوہ ان مفسرین کے بعض اصولی بھی قائل ہین کہ آیت اجماع کی
تابعداری کے واجب ہونے کی قطعی دلیل نہین ہے (کشف الاسرار
شرح اصول بزدوی)

منکرین حجیت اجماع کا قول ہے کہ جب تک اجماع کے لئے کوئی سند
کتاب و سنت سے نہو وہ حجت نہین بن سکتا اس لئے کہ خداوند تعالی نے
کسی غیر نبی کی بابت عصمت کا وعدہ نہین کیا ہے اور جس حالت مین
کہ "اے رسول اگر تم زیادہ ان لوگون کی پیروی کروگے جو زمین مین ہین
تو تم کو گمراہ کر دین گے۔ کیونکہ یہ لوگ تو صرف گمان کی پیروی کرتے ہین۔
اور نرے اٹکل پچو خیال دوڑاتے ہین (سورۂ انعام پ ۸ رکوع ۱۴
آیت ۱۱۶) رسول معصوم کو اس کی اجازت نہین کہ وہ غلبہ رائے پر
عمل کرین جس کا نام اجماع رکھا گیا ہے۔ تو عام مومنین کو کیونکر اجازت
ہو سکتی ہے منکرین حجیت اجماع یہ بھی کہتے ہین کہ جس حالت مین
اجماع مجموعہ آراء کا نام ہے اور جبکہ اس کے افراد مین غلطی ہونے کا احتمال
ہو تو اس کا مجموعہ غلطی سے خالی نہین ہو سکتا اور اجماع کا حجت ہونا
قائم نہین رہ سکتا۔

حضرت شاہ صاحب دہلوی نے بھی کتاب حجۃ اللہ البالغہ (جلد
اول) مین اجماع با دلیل (قابل قبول) اور اجماع بے دلیل مین فرق
بتاکر سمجھا دیا ہے کہ مجرد اجماع بنفسہ دلیل شرعی نہین ہے جب تک کہ
وحی ربانی (کتاب و سنت) مین سے کوئی سند نہ ہو۔ علامہ عبدالعزیز
بخاری اپنی شرح مین لکھتے ہین کہ منکرین حجیت اجماع یہ بھی کہتے ہین
کہ اصول دین اجماع سے ثابت نہین ہوے۔ بلکہ ان کا ثبوت نقل
متواتر سے ہے پس نقل متواتر اور اجماع مین جو فرق ہے وہ مشہور معروف
یعنی نقل تو ہم تک وہ امور پہونچاتی ہے جو ثابت ہون اور اجماع اس
امر کو ثابت کرتا ہے جو ثابت ہو (جلد سوم صفحہ ۹۸۶)

تاریخی لحاظ سے اجماع کی ایجاد آنحضرت صلعم کی وفات حسرت
آیات کے چند گھنٹون کے بعد یعنی ۱۱ھ / ۶۳۲ء مین ہوئی جس کی رو سے
حضرت ابوبکر پہلے خلیفہ مقرر ہوے۔ گویا سیاست نے اجماع کو پیدا
کیا اور نفس الامر یہ ہے کہ سیاست ہی کی حمایت مین اجماع پھولا پھلا
صاحب تاریخ اسلام (امیر علی صاحب) لکھتے ہین کہ خلیفہ منصور
عباسی نے اجماع کو سیاست کا جزو لاینفک قرار دیا۔ ہارون الرشید
کے زمانہ مین اسی بنیاد پر عمارت کھڑی ہونا شروع ہوئی اور چوتھی
صدی ہجری کے اخیر مین جب قادر خلیفہ ہوا تو اس عمارت کی
تکمیل ہوگئی۔ یعنی قرار پایا گیا کہ خلیفہ یا امام کے انتخاب مین اجماع حکم ربانی
کا درجہ رکھتا ہے اور اس طرح انتخاب کیا ہوا شخص جائز روحانی سردار
یا جائز امام بن سکتا ہے۔ اہل تشیع حجیت اجماع کے منکر ہین اور ان کا

قول ہے کہ اجماع سے ایسا امام یا خلیفہ منتخب نہین ہو سکتا۔ جو ان حضرات کے دعوائے خلافت کو باطل کر دے۔ جنکو خود آنحضرت صلعم اپنا خلیفہ نامزد کر چکے تھے۔

علماء اسلام کا اس مسئلہ مین کہ کن بزرگوارون کا اجماع حجت ہونا چاہئے اختلاف ہے بعض کا خیال ہے کہ یہ حق صرف اُن ہی مجتہدین کو حاصل ہے جو اصحاب ہین بعض کا خیال ہے کہ آنحضرت صلعم کی مصاحبت کافی نہین بلکہ آل مین ہونا ہی ضروری ہے۔ بعض اُن مہاجرین و انصار کو جو مدینہ منورہ مین ہمیشہ آنحضرت صلعم کا فیض صحبت اُٹھاتے رہے تھے۔ یہ حق دینا چاہتے ہین۔ لیکن لیکن زیادہ تر علماء کا اتفاق اس اَمر پر ہے کہ اجماع ہر زمانہ مین ممکن ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کرتے ہین کہ تبع تابعین کے بعد جو تفرقے مسلمانون مین پیدا ہو گئی ہین وہ مانع اجماع ہین۔

اجماع کی نسبتی قدر وقیمت یہ ہے کہ اصحاب کا اجماع حدیث متواتر کا حکم رکھتا ہے وہ اجماع جو اصحاب کے بعد لیکن اُن کے اقوال کی تقلید مین قائم ہوا۔ حدیث مشہور کے ہم پلہ ہے اور وہ اجماع جو زمانہ ما بعد مین اس امر پر قائم ہوا۔ جو عہد صحابہ مین فیصل نہین ہوا تھا۔ حدیث خبر واحد کا مماثل ہے۔

(۵۵) اجنبی (ع) پردیسی آدمی۔ جمع اجانب۔ عرف مین وہ شخص جو ملک عرب کا باشندہ نہ ہو۔ بلکہ غیر ملک یعنی عجم وغیرہ کا رہنے والا ہو۔ اجنبی کہلاتا ہے۔

(۵۶) اجنّہ (ع) یہ جمع ہے جنین کی یعنی وہ بچہ جو ماں کی شکم مین ہو۔ عوام اس لفظ کو جن کی جمع مین استعمال کرتے ہین۔ یہ غلط ہے اس لئے کہ جن کی جمع جنّہ بغیر الف کے ہے (لغات کشوری)

اگر کسی شخص نے عورت کے شکم مین ضرب لگائی اور بچہ (خواہ مذکر ہو خواہ مونث) مردہ نکل پڑے تو ضارب کے عاقلہ پر بیسوان حصہ دیت کا یعنی پانچسو درم (ایک سو پچیس روپیہ کلدار) لازم آوین گے۔ (از نور الہدایہ) دیکھو اسقاط وجنین۔

(۵۷) اجیر (ع) اصطلاح فقہ مین وہ شخص جو مزدوری پر کام کرے اجیر کہلاتا ہے۔ اجیر دو قسم کے ہوتے ہین۔ اجیر مشترک اور اجیر خاص۔ اجیر مشترک وہ ہے جو سب کا کام کرے مثلاً درزی لیکن اجیر خاص کے لئے غیر کی عدم خدمت مشروط ہوتی ہے۔ اجیر مشترک واجیر خاص کی وہ مختلف صورتین جو تاوان وضمان وغیرہ کی موجب ہوتی ہین کتب فقہ مین بالتصریح مذکور ہین۔ مزدور جمع اجراء۔

(۵۸) احاد (ع) واحد احد یعنی ایک (۱) اعداد کے چہارگانہ مقرر کردہ مراتب مین سے ایک ہے یعنی ایک عدد سے لیکر نو تک احاد کہلاتے ہین (۲) وہ حدیث جس کی روایت درجہ تواتر کو نہ پہونچی ہو احاد کی تین قسمین ہین [1] مشہور۔ [2] عزیز اور [3] غریب۔

(۵۹) احادیث (ع) واحد حدیث جس کے لغوی معنی بات یا خبر کے ہین لیکن محدثین کی اصطلاح مین آنحضرت صلعم کے قول وفعل اور تقریر کو یعنی (اس قول وفعل کو جو آپ کے روبرو ہوا اور آپ نے پسند فرمایا) حدیث کہتے ہین۔ پس حدیث کی تین قسمین ہوئین یعنی حدیث قولی۔ حدیث فعلی اور حدیث تقریری اور باعتبار سند بھی انکا یہی درجہ ہے۔

کتب احادیث مین خبر۔ اثر اور سنت بھی حدیث کے مترادف الفاظ استعمال کئے گئے ہین لیکن ائمہ محدثین کے تمام اقوال جمع کرنے پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ (اول) جو کچھ آنحضرت صلعم کی طرف منسوب ہو حدیث

کہلاتا ہے (دوم) صحابی و تابعی کے قول کو اور فعل کو اثر کہتے ہین۔
(سوم) علم تاریخ کے متعلق جو واقعات آنحضرت صلعم کے علاوہ دوسرون
کی طرف منسوب ہون انھین خبر کہتے ہین (چہارم) سنت کا اطلاق
آنحضرت صلعم اور صحابہ کے قول و فعل اور تقریر پر ہوتا ہے گویا سنت مین
عمومیت ہے اور حدیث مین خصوصیت۔

حدیث کی ابتدا مسلمانون کا وہ عشق صادق ہے جو ان کو
اپنے نبی برحق سے تہا اور اس امر کا داعی ہوا کہ وہ ہر بات مین خواہ
دین سے متعلق ہو یا دنیا سے ارشادات نبی صلعم کو اپنا دستور العمل بنائین
اس لئے انہون نے وحی متلو (قرآن مجید) کے بعد وحی غیر متلو یعنی احادیث
کو اپنے مسائل کے استنباط کا ماخذ بنایا۔ اور سخت جانفشانی کی کہ احادیث
صحیحہ کا مجموعہ مرتب ہو جائے لیکن معترضین نے اس محنت کو بھی قدر
کی نگاہ سے نہ دیکھا چنانچہ سر ولیم میور نے اپنی تالیف لائف آف
محمد (صلعم) مین احادیث پر ایک بسیط تبصرہ کیا ہے اور یہ رائے قائم کی
ہے کہ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد مسلمانون کا سب سے بڑا مشغلہ
جنگ تہا اور جنگ کی ثقالت دور کرنے کے لئے احادیث بطور کہانیون
کے ایجاد ہوئین تاکہ بے شغلی کا وقت قصہ گوئیون مین گذر جائے۔ سر
ولیم میور کی رنگ آمیزی تو اس واقعہ ہی سے دور ہو جاتی ہے کہ احادیث
کی روایات مین اُن لوگون کا حصہ عشر عشیر سے بھی کم ہے جن کا تعلق
میدان کارزار سے تہا۔ بلکہ بیشتر حصہ احادیث کا اُن صحابہ سے مروی
ہے جن کا کام علوم دینی کی اشاعت اور درس و تدریس تہا ہم مرویات
کی تعداد معہ انکے راویون کے نام اس مضمون کے آیندہ صفحات مین قلمبند
کرینگے تاکہ ناظرین خود صحیح واقعہ کا پتہ لگا لیین۔

روایت حدیث کا رواج تو آنحضرت صلعم ہی کی حیات مین
ہو گیا تہا۔ اس رواج کا قدرتی سبب تو اسلام کا جزیرۃ العرب مین پھیل
جانا۔ اور ایسے لاکھون آدمیون کا حلقۂ اسلام مین داخل ہو جانا تہا۔
جو آنحضرت صلعم کا فیض صحبت حاصل نہین کر سکتے تھے۔ آنحضرت صلعم
نے بھی روایت حدیث کو پسند فرمایا۔ لیکن تاکید اکید کی کہ حدیث من عن
(بلا تصرف) اسی طرح بیان کی جاوے جس طرح (آنحضرت صلعم سے) مسموع
ہوئی ہے لیکن افسوس ہے کہ خود غرض مسلمانون نے اس ارشاد کی تعمیل
نہ کی اور خود کو اسی وعید کا مستحق ٹھہرایا جو وضعی حدیث بیان کرنے والے
کے لئے آنحضرت صلعم نے بیان کی ہے۔

واضعان حدیث کو اس امر پر دلیری اس سبب سے ہوئی کہ ہجری
کی پہلی صدی تک احادیث نبوی کے گنجینے سفینون مین مدفون رہے
اور حافظہ ہی ان کا بہترین مخزن بنا ہوا تہا۔ ظاہر ہے کہ جب احادیث
زبانی روایت کی جائین اور ان کی اسناد و تحقیق کا بھی کوئی اصول نہ ہو
تو واضعان جو کچھ بھی کر گزرین کم تہا۔ جو قوت کہ ان واضعان حدیث کو
کیفر کردار کو پہونچا سکتی تھی وہ اسلامی حکومت تھی۔ لیکن افسوس کہ
خلفائے بنی امیہ نے اپنے سیاسی اغراض کو حاصل کرنے کے لئے ان
لوگون کی ہمت افزائی کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ موضوعات اور اغالیط کا ایک
ذخیرہ بے پایان تیار ہو گیا۔ واضعان حدیث کی جماعت مختلف الاغراض
شخصون سے مرکب تھی بعض کسی نیک نیتی سے کسی اچھی رسم کے خواہان
تھے بعض ذاتی وجاہت کے آرزو مند بعض دنیوی مال و دولت کے
بھوکے تھے۔ ان خود غرض مسلمانون کے علاوہ مخالفین اسلام نے بھی
شریعت مین رخنہ ڈالنے کے لئے حدیثین وضع کین۔

جس وقت ابن ابی العوجا کو وضع حدیث کے جرم مین قتل
کرنے لگے تو اس نے یہ اقرار کیا کہ اُس نے چار ہزار حدیثین وضع کی ہین

تاکہ حرام حلال اور حلال حرام ٹھہرایا جائے۔ اندازہ لگا لیجیے کہ یہود نے اور کیا کچھ غضب ڈھایا ہوگا۔

تدوین کتب احادیث

دوسری صدی ہجری میں جب احادیث کے قلم بند کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو یہ کام نہایت اہم نظر آیا۔ کہ احادیث صحیحہ اور موضوعہ میں کس طرح تمیز کیجائے اس تمیز کے لئے محدثین نے اصول قائم کئے۔ منجملہ انکے چند یہ ہیں۔

اول۔ راویوں کی ثقاہت کے اعتبار سے حدیثوں کے درجے قائم گئے یعنی۔

۱۔ صحیح۔ یہ اس حدیث کا نام ہے جس کے تمام راوی اول سے اخیر تک دیندار اور متقی اشخاص ہوں اور جن کی شہرت ان کے تدین اور صدق مقال کی باعث ہو۔

۲۔ حسن۔ اس نام سے وہ حدیث موسوم ہوتی ہے جس کے تمام راوی پرہیزگار اور عام ثقاہت کے ساتھ متصف ہوں۔

۳ ضعیف۔ یہ نام ان تمام حدیثوں کو دیا جاتا ہو جن کی رواۃ میں سے ایک شخص بھی اول یا دوم قسم کے رواۃ کا پابند نہو۔

۴۔ غریب۔ یہ لقب اُن حدیثوں کا ہو جن کے راویوں میں سے کسی نے بجز ایک آدھ حدیث کے اور کوئی حدیث نقل نہ کی ہو جس سے یقین ہوتا ہو کہ وہ روایت حدیث میں کچھ تبحر نہیں رکھتا۔

دوم۔ چند کلمات بطور اصطلاح مقرر کئے۔

۱۔ حدثنا یعنی اُس نے مجھ سے کہا (۲) سمعتہ یقول یعنی میں نے اس کو کہتے سنا (۳) قال لنا یعنی اُسنے مجھ سے کہا (۴) ذکرنا یعنی اسنے مجھ سے ذکر کیا (۵) اخبرنا یعنی اُس نے مجکو خبر دی (۶) انبانا یعنی اُس نے مجکو آگاہ کیا (۷) عن فلان یعنی اُس سے۔

اول کے چار کلمہ اس صورت میں استعمال کئے جاتے ہیں کہ جب کوئی راوی دوسرے شخص کی حدیث کے الفاظ بجنسہ بیان کر دیتا تھا۔ پانچویں اور چھٹے کلمے کے استعمال کا وہ موقع ہوتا ہے کہ جہاں راوی اپنے سے اوپر کے راوی سے کسی امر یا واقعہ کی صحت یا عدم صحت کی نسبت دریافت کرتا تھا۔ اخیر کلمہ ایک مبہم کلمہ ہے۔ اور اس سے دونوں احتمال ہیں کہ پچھلے راوی نے اوپر کے راوی سے یہ حدیث سُنی ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اُس نے نہ سُنی ہو بلکہ جس سے سُنی ہو اُس کا نام چھوڑ کر اوپر کے راوی کا نام لے دیا ہو۔ اس شبہ کے دور کرنے کے لئے خارجی امر کی تحقیقات ضروری ہوتی ہے۔ ان احادیث کے متعلق جو "عن" سے مروی ہیں محدثین میں اختلاف ہے۔ امام بخاری کا مذہب یہ ہو کہ ایسی حدیث کے معتبر ہونے کے لئے اُن دونوں شخصوں کی ملاقات ضروری ہے اور روایت کرنے والے کو اس شخص سے جس سے روایت کی گئی ہے حدیث سیکھنے کا موقعہ ثابت ہونا چاہئے۔ مگر امام مسلم ان شرائط کو ضروری نہیں سمجھتے۔

سوم۔ سلسلۂ روایت کی جانچ کرنے کے لئے چند اصطلاحیں وضع کی ہیں اُن میں سے بعض یہ ہیں۔

۱۔ مسند یا مرفوع۔ وہ حدیث ہی جس میں بالتصریح یہ بات کہی گئی ہو کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے یا خود کیا ہے یا آپ کے سامنے ہوا ہو۔

۲۔ مرسل یا موقوف۔ وہ حدیث ہی جس کو اصحاب نے بیان کیا ہو مگر آنحضرت صلعم سے منسوب نہ کیا ہو۔

۳ مقطوع وہ حدیث ہی جو تابعین تک پہونچکر رہ جائے اور اُس سے اوپر نہ بڑھے۔ احادیث مندرجۂ بالا میں سے وہ حدیث متصل ہو جس کے راویوں کا سلسلہ بلا فصل اخیر تک پہونچ جائے

اور منقطع وہ حدیث ہے جسکے راویون کا سلسلہ درمیان مین منقطع ہو جائے۔

چہارم۔ استنباط احکام اور تفریع مسایل کے اعتبار سے حدیث کی تین قسمین ہین۔

۱۔ متواتر۔ وہ حدیثین کہلاتی ہین جنکو آنحضرت صلعم کے زمانہ سے لیکر جملہ صحابہ کبار اور علمائے دین نے ہر ایک زمانہ مین پے درپے بالاتفاق صحیح اور مستند تسلیم کر لیا ہو۔

۲۔ مشہور وہ حدیثین کہلاتی ہین جن کے رواہ پہلے طبقہ روایت مین تو بہت نہ ہون لیکن دوسرے طبقے سے اخیر تک اس کثرت سے ہون جو متواتر کے لئے مشروط ہے۔

۳۔ آحاد وہ حدیثین جو متواتر اور مشہور کے اوصاف تک نہ پہونچین

فقہاء اسلام اس بات مین کہ احاد پر کوئی عقیدہ معین ہو سکتا ہے مختلف الرائے ہین۔

ابتدائے زمانہ اسلام مین حدیثین حتی الامکان انہی الفاظ مین بیان کی جاتی تھین جو آنحضرت صلعم کے زبان مبارک سے نکلتے تھے۔ لیکن انقضائے زمانہ کے ساتھ ساتھ روایت بالمعنی کا رواج ہوا جس مین روایت کا اصلی حالت پر قائم رکھنا نا ممکن ہوتا ہے اور ادائے مطلب مین افراط و تفریط کا ہو جانا ایک بدیہی امر ہے۔

بہت سی حدیثین ایک ہی امر مین ایک دوسرے سے مختلف روایت ہو گئی ہین اسی اختلاف کا اگر سبب واحد نہین تو بڑا سبب روایت بالمعنی ہے۔

جن بزرگون نے اولاً احادیث کو جمع کیا وہ جامعین کہلائے۔ احادیث کی تدوین بصورت کتاب کی ابتدا خلیفہ عمر بن عبدالعزیز اموی کے حکم سے ہوئی اور سب سے پہلی مدون حدیث قاضی ابوبکر بن حزم المتوفی (۱۲۰ھ/۷۳۸ع) کی ہے جو خلیفہ ممدوح کی طرف سے مدینہ کے گورنر تھے (سیرۃ عمر بن عبدالعزیز) جامعین نے صرف یہ کام کیا کہ جسقدر حدیثین ان کو ملین وہ معمولی تحقیق کے بعد درج کر لین اور ان کے بعد ایک جماعت محدثین کی ایسی پیدا ہوئی جس نے تحقیق اور تدقیق کے دائرے کو وسیع کر کے انتخاب احادیث کا کام انجام دیا۔ یہ لوگ ائمہ حدیث کہلاتے ہین۔ ان ائمہ حدیث کی عظمت لوگون کے دلون مین ایسی جم گئی تھی کہ وہ صدا جو تحقیق اور نقد روایت کے اصول پر بلند کی گئی ابتداءً ایک ناکام صدا ثابت ہوئی۔ لیکن بالآخر ان علماء کی سعی مشکور ہوئی جو صحت احادیث کے معیار مین درایت کو بھی داخل کرنا چاہتے تھے (دیکھو درایت)

وضعی حدیث کی شناخت

امام سخاوی نے فتح المغیث مین ابن جوزی سے حدیث کے موضوع ہونے کی جو نشانیان لکھی ہین انکا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ وہ حدیث جو عقل کے مخالف اور اصول کے متناقض ہو۔

۲۔ ایسی حدیث کہ حس اور مشاہدہ اس کو غلط قرار دیتا ہو۔

۳۔ وہ حدیث جو کہ مخالف ہو قرآن یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی کے

۴۔ جس مین تھوڑے پر وعید شدید یا اجر عظیم کا وعدہ ہو۔

۵۔ رکاکت معنی روایت بیان کردہ کے۔

۶۔ رکاکت یعنی سخافت راوی کی۔

۷۔ منفرد ہونا راوی کا۔

۸۔ منفرد ہونا ایسی روایت مین جو عام مکلفین سے متعلق ہو۔

۹۔ یا ایسی بات ہو جس کے نقل کرنے کی بہت سی ضرورتین ہون

...جسکے جھوٹ بولنے پر ایک گروہ کثیر متفق ہو۔

محدثین اہل تسنن نے کتب احادیث مین سے چھ کتابین نہایت مستند تسلیم کی ہین جن کو صحاح ستہ کہتے ہین (۱) صحیح بخاری (از امام محمد اسماعیل المتوفی ۲۵۶ھ / ۸۶۹ء)

(۲) مسلم (از امام مسلم المتوفی ۲۶۱ھ / ۸۷۴ء)

(۳) ترمذی (از ابو عیسیٰ المتوفی ۲۷۹ھ / ۸۹۲ء)

(۴) سنن داؤد (از ابوداؤد المتوفی ۲۷۵ھ / ۸۸۸ء)

(۵) سنن نسائی (از ابو عبدالرحمن احمد المتوفی ۳۰۲ھ / ۹۱۵ء)

(۶) موطا (از امام مالک المتوفی ۱۷۹ھ / ۷۹۵ء) بعض نے موطا کو صحاح سے خارج رکھا ہے اور ابن ماجہ (از ابو عبداللہ محمد المتوفی ۲۷۳ھ / ۸۸۶ء) کو داخل کیا ہے۔

فقہائے اہل تسنن نے اعتقادات کو مسلم اور مجموعہ احادیث پر مبنی کیا ہے اور جن مسائل مین خلفاء راشدین نے اتفاق آرا کیا ہے یا اجماع امت قائم ہو گیا ہو اُن کو احکام قرآنی اور امر و نواہی ربانی کے درجہ کا معتبر سمجھتے ہین۔ برعکس اس کے اہل تشیع صرف اُن احادیث ہی کو مستند جانتے ہین جو احکام قرآنی کے تابع ہین اور وہ اجماع کی حجت کے بھی منکر ہین۔

طبقات الصحابہ

قلت و کثرت روایت کے لحاظ سے محدثین اہل تسنن نے صحابہ کے چند طبقے قرار دیے ہین اور ان صحابہ کی تعداد جن سے صحاح ستہ مین حدیثین مروی ہین ایک سو پانچ سے لیکر ڈہائی سو تک بتائی ہے۔ ہم رسالہ الندوہ سے صحابہ کے نام معہ مرویات کے نقل کرتے ہین۔

طبقہ اول یعنی وہ صحابہ جنکی روایتین ہزار یا ہزار سے زیادہ ہین اس طبقہ مین سات صحابہ ہین۔

نمبرشمار	نام	تعداد	نمبرشمار	نام	تعداد
۱	حضرت ابوہریرہ	۵۳۷۴	۵	حضرت جابر بن عبداللہ انصاری	۱۵۴۰
۲	حضرت ابن عباس	۲۶۶۰	۶	حضرت انس بن مالک انصاری	۱۲۸۶
۳	حضرت عائشہ رض	۲۲۱۰	۷	حضرت ابوسعید خدری	۱۱۷۰
۴	حضرت عبداللہ ابن عمر	۱۶۳۰			
طبقہ دوم۔ وہ صحابہ جنکی روایتین پانچسو یا پانچسو سے زائد ہین۔ اس طبقہ مین چار صحابہ ہین۔					
۸	حضرت عبداللہ ابن مسعود	۸۴۸	۱۰	حضرت علی مرتضیٰ	۵۸۶
۹	حضرت عبداللہ بن عمر العاص	۷۰۰	۱۱	حضرت عمر بن الخطاب	۵۳۹
طبقہ سوم۔ وہ صحابہ جن کی روایتین سو سے زیادہ ہین مگر پانچ سو سے کم ہین اس طبقہ مین چھبیس صحابہ ہین۔					
۱۲	حضرت ام سلمہ	۳۷۸	۱۳	حضرت ابوموسیٰ اشعری	۳۶۰

نمبر شمار	نام	تعداد	نمبر شمار	نام	تعداد
۱۴	حضرت برا بن عازب	۳۰۵	۱۵	حضرت ابوذر غفاری	۲۸۱
۱۶	حضرت سعد بن ابی وقاص	۲۱۵	۱۷	حضرت سہل بن سعد انصاری	۱۸۸
۱۸	حضرت عبادہ بن صامت	۱۸۱	۱۹	حضرت ابوالدرداء	۱۷۹
۲۰	حضرت ابوقتادہ انصاری	۱۷۰	۲۱	حضرت ابی بن کعب	۱۶۴
۲۲	حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی	۱۶۴	۲۳	حضرت معاذ بن جبل	۱۵۷
۲۴	حضرت ابوایوب انصاری	۱۵۰	۲۵	حضرت عثمان بن عفان	۱۴۶
۲۶	حضرت جابر بن سمرہ	۱۴۶	۲۷	حضرت ابوبکر بن ابی قحافہ	۱۴۲
۲۸	حضرت مغیرہ بن شعبہ	۱۳۶	۲۹	حضرت ابوبکرہ	۱۳۰
۳۰	حضرت عمران بن حصین	۱۳۰	۳۱	حضرت معاویہ بن ابی سفیان	۱۳۰
۳۲	حضرت ثوبان مولی النبی	۱۲۷	۳۳	حضرت اسامہ بن زید	۱۲۸
۳۴	حضرت سمرہ بن جندب فزاری	۱۲۴	۳۵	حضرت ابومسعود عقبہ بن عمر	۱۰۲
۳۶	حضرت نعمان بن بشیر	۱۲۴	۳۷	حضرت جریر بن عبداللہ البجلی	۱۰۰

طبقۂ چہارم۔ وہ صحابہ جن کی مرویات چالیس سے سو تک ہیں۔ اس طبقہ میں تیئس صحابہ ہیں۔

نمبر شمار	نام	تعداد	نمبر شمار	نام	تعداد
۳۸	حضرت عبداللہ بن ابی اوفی	۹۵	۳۹	حضرت زید بن ثابت	۹۲
۴۰	حضرت ابوطلحہ زید بن سہل	۹۲	۴۱	حضرت زید بن ارقم	۹۰
۴۲	حضرت بن خالد الجہنی	۸۱	۴۳	حضرت کعب بن مالک سلمی۔	۸۰
۴۴	حضرت رافع بن خدیج	۷۸	۴۵	حضرت سلمہ بن اکوع	۷۷
۴۶	حضرت ابورافع قبطی	۶۸	۴۷	حضرت عوف بن مالک اشجعی	۶۷
۴۸	حضرت عدی بن حاتم الطائی	۶۶	۴۹	حضرت عبدالرحمن بن ابی اوفی	۶۵
۵۰	ام المومنین حضرت ام حبیبہ	۶۵	۵۱	حضرت عمار بن یاسر	۶۲
۵۲	حضرت سلمان فارسی	۶۲	۵۳	حضرت حفصہ	۶۰
۵۴	حضرت جبیر بن مطعم قرشی	۶۰	۵۵	حضرت اسماء بنت ابی بکر	۵۶

نمبر شمار	نام	تعداد	نمبر شمار	نام	تعداد
۵۶	حضرت واثلہ بن الاشفع کنانی	۵۶	۵۷	حضرت عقبہ بن عامر جہنی	۵۵
۵۸	حضرت فضالہ بن عبید انصاری	۵۰	۵۹	حضرت عمر بن عقبہ	۴۸
۶۰	حضرت کعب بن عمرو انصاری	۴۷	۶۱	حضرت فضلہ بن عبید اسلمی	۴۶
۶۲	ام المومنین حضرت میمونہ	۴۶	۶۳	حضرت ام ہانی	۴۶
۶۴	حضرت ابو جحیفہ بن وہب سوائی	۴۵	۶۵	حضرت بلال بن رباح	۴۴
۶۶	حضرت عبداللہ بن مغفل	۴۳	۶۷	حضرت مقداد بن اسود کونی	۴۲
۶۸	حضرت ام عطیہ انصاریہ	۴۱	۶۹	حضرت حکم بن خرام اسدی	۴۰
۷۰	حضرت سلمہ بن حنیف انصاری۔	۴۰			

طبقہ پنجم۔ یعنی وہ صحابہ جن کی روایتیں چالیس سے کم ہیں۔ اس طبقہ میں پچپن صحابہ ہیں۔

نمبر شمار	نام	تعداد	نمبر شمار	نام	تعداد
۷۱	حضرت زبیر عوام	۳۸	۷۲	حضرت فاطمہ بنت قیس	۳۴
۷۳	حضرت خباب بن الارث	۳۲	۷۴	حضرت عیاض بن معاذ تیمی	۳۰
۷۵	حضرت مالک بن ربیعہ ساعدی	۲۸	۷۶	حضرت عبداللہ بن سلام	۲۵
۷۷	حضرت فضل بن عباس	۲۵	۷۸	حضرت ام قیس بنت محصن	۲۴
۷۹	حضرت عامر بن ربیعہ	۲۲	۸۰	حضرت ربیع بنت مسعود	۲۱
۸۱	حضرت رسید بن حضیر الاشہلی	۱۸	۸۲	حضرت خالد بن ولید	۱۸
۸۳	حضرت عمر بن حریث	۱۸	۸۴	حضرت خولہ بنت حکیم	۱۵
۸۵	حضرت ثابت بنت ضحاک	۱۴	۸۶	حضرت معاویہ بن حکیم سلمی	۱۳
۸۷	حضرت عروہ بن ابی الاسدی	۱۳	۸۸	حضرت بسرہ بنت صفوان	۱۱
۸۹	حضرت عروہ بن خفرمی	۱۰	۹۰	حضرت مجمع بن یزید	۱۰
۹۱	حضرت سلمہ بن قیس	۷	۹۲	حضرت قتادہ بن نعمان	۷
۹۳	حضرت قبیصہ بن مخارق عامری	۶	۹۴	حضرت عاصم بن عدی قنصاعی	۶
۹۵	حضرت سلمہ بن نعیم اشجعی	۵	۹۶	حضرت مالک بن صعصعہ	۵

نمبر شمار	نام	تعداد	نمبر شمار	نام	تعداد
۹۷	حضرت معجن بن ادرع	۵	۹۸	حضرت صائب بن قلاح	۵
۹۹	حضرت خفاف غفاری	۵	۱۰۰	حضرت ذوحو حبشی	۵
۱۰۱	حضرت مالک بن ہبیر کندی	۴	۱۰۲	حضرت زید بن حارثہ	۴
۱۰۳	حضرت ثابت بن ودیعہ	۲	۱۰۴	حضرت کعب بن عناص اشعری	۲
۱۰۵	حضرت کلثوم بن عصمن غفاری	۲	۱۰۶	حضرت دحیہ کلبی	۲
۱۰۷	حضرت جدانہ بنت وہب	۲	۱۰۸	حضرت مالک بن یسار	۱
۱۰۹	حضرت عبداللہ بن زمعہ۔	۱	۱۱۰	حضرت کلثوم علقہ	۱

نوٹ:۔ ان کے علاوہ جو صحابہ باقی رہ گئے ہین چونکہ وہ خدام صحابہ ہین اور ان کی روایت بھی شمار مین نہین آئی اس لئے اُن کے نام نہین لکھے گئے

محدث اور اس کے مترادفات

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ لفظ محدث اور اسکے مترادفات کی بھی مجملاً تشریح کردیجائے۔

۱۔ محدث۔ اُس شخص کو کہتے ہین جو اپنا شغل ان احادیث کے ساتھ رکھے جو مرفوع موقوف اور مقطوع ہین۔

۲۔ شیخ الحدیث۔ وہ شخص ہو جو فنون حدیث مین کامل ہو۔ اگرچہ وہ شخص جوان ہی کیون نہو۔

۳۔ حافظ جس محدث کو ایک لاکھ حدیث مع متن و اسناد حفظ ہون

۴۔ حجۃ جس محدث کو تین لاکھ حدیث پورے طور سے یاد ہون۔

۵۔ حاکم جس محدث کو تمام کی تمام مروی احادیث مع اُن کی اسناد و متن جرح و تعدیل اور تاریخ وغیرہ کے یاد ہون۔

علم حدیث کی شاخین اور ان کا ذکر

چونکہ علم حدیث کے بہت سے فنون ہین اور بعض مقامات پر اشارۃً یا صراحۃً ان فنون کا ذکر آتا ہے اس لئے مختصراً درج ہین۔

۱۔ علم تدوین الحدیث۔ اس علم مین حدیث کے جمع ہونے کی بحث ہوتی ہے۔

۲۔ علم الناسخ والمنسوخ۔ اس علم مین واقعات حدیث کے علل و اسباب و تاریخ سے بحث ہوتی ہے۔

۳۔ علم النظر فی الاسناد۔

۴۔ علم الکیفیۃ والروایۃ۔ یعنی راویون نے حدیث کیونکر روایت کین اور اُن کے درجات کیا ہین۔

۵۔ علم الفاظ حدیث۔ یعنی روایت باللفظ ہے یا بالمعنی۔

۶۔ علم طبقات الحدیث۔

۷۔ علم اسماء الرجال۔

۸۔ علم غریب الحدیث یعنی الفاظ عربی کے جو روزمرہ مین نظر آتے

ہین اُن کا اصل مطلب کیا ہے۔

۹۔علم الجرح والتعدیل۔

۱۰۔علم طرق الحدیث۔

۱۱۔علم الموضوعات وغیرہ وغیرہ

بعض مصنفین یورپ کا خیال ہے کہ اہل تشیع احادیث کے قایل نہین ہین اور اسلام کا ایک ہی فرقہ یعنی سُنی (ماخوذ از سنت) پابند حدیث ہے۔ یہ اُن کی صریح غلطی ہے۔ البتہ اہل تشیع صحاح ستہ کو جو اہل تسنن مین احادیث کی مستند کتابین ہین۔ قابل سند تسلیم نہین کرتے اور اپنے مسایل کا ماخذ قرار دیتے ہین۔ بلکہ ائمہ اہل بیت کی مرویات مین سے اُن احادیث کو جو تقیہ کے طریق پر وارد ہوئی ہین۔ چھوڑ کر باقی ماندہ احادیث سے استنباط مسایل کرتے ہین۔ اہل تشیع کا اعتقاد ہو کہ احادیث فی نفسہ احکام قرآنی کی تابع نہین اور احادیث کی پابندی اُسقدر فرض ہے جس قدر احکام ربانی کے موافق ہین۔ لہذا جو روایات نصوص قرآنی کے خلاف ہین وہ مصنوعی سمجھی جاتی ہین۔ شیعہ صرف اُن احادیث کو قبول کرتے ہین جو حضرت علی اور اُن کی اولاد امجاد سے منقول ہین جنھون نے آنحضرت صلعم کو دیکھا تھا اور اُن کے ساتھ معاشرت کی تھی۔

احادیث شیعہ امامیہ شیعہ امامیہ کے نزدیک احادیث کی دو قسمین ہین اور قسم دوم کی پھر چھ قسمین ہین۔ اس طرح اُن کی کل احادیث سات قسمون پر منقسم ہین۔

۱۔متواتر اور وہ ایک ایسی حدیث ہے کہ جس کے راویون کی تعداد اس درجہ پر ہو کہ عقل توافق کو جھوٹ اور افترا پر محمول نہ کر سکے۔

۲۔باقی احادیث کو اخبار آحاد کہتے ہین۔ اخبار آحاد کی چھ قسمین ہین۔

۱۔صحیح اور وہ امامیہ کے نزدیک ایسی حدیث ہو کہ جس کے راوی معصوم تک سب مومن (شیعہ اثنا عشریہ) اور عادل ہون۔

۲۔حسن اور وہ ایسی حدیث ہو کہ جس کے رواۃ ممدوح مومن تو ہون لیکن وہ مدح ان کے عادل ہونے کی حد کو نہ پہونچتی ہو اور کسی نے اُنکی مذمت بھی نہ کی ہو۔

۳۔موثق اور وہ ایسی حدیث ہے کہ جس کے راوی مخالف مذہب تو ہون مگر عادل ہون۔

۴۔ضعیف اور وہ ایسی حدیث ہو کہ جس کے رواۃ مخالف مذہب غیر عادل اور مذموم ہون۔

۵۔حدیث مسند اور وہ ایسی حدیث ہے کہ جس کے راوی معصوم تک مذکور ہون۔

۶۔مرسل اور وہ ایسی حدیث ہے کہ جس کے راوی مذکور نہ ہون۔

(جامع النجومی) مذہب امامیہ کی احادیث کی مستند کتابین یہ ہین۔

۱۔کافی۔ ابو جعفر محمد ابن یعقوب المتوفی ۳۲۹ھ / ۹۴۰ء

۲۔من لایحضرہ الفقیہ۔ شیخ علی ۳۸۱ھ / ۹۹۱ء

۳۔تہذیب۔ اقا ابو جعفر طوسی ۴۶۶ھ / ۱۰۷۳ء

۴۔استیصار۔ ابو جعفر محمد بن علی ابن حسین ۴۶۶ھ / ۱۰۷۳ء

۵۔نہج البلاغت۔ سید رضی المتوفی ۴۰۶ھ / ۱۰۱۵ء

نوٹ:۔ شیعی احادیث مین معصوم سے مراد ائمہ معصومین یعنی دوازدہ امام ہین (ائمہ)

(۶۰) **احتضار** (ع) حاضر ہونا میت کا یعنی ظاہر ہونا علامات موت کی۔ علماء نے علامات موت یہ بتائی ہین کہ مرنے والے کے پاؤن ایسے سست ہو جاتے ہین کہ کھڑا کرین تو کھڑے نہ ہو سکین۔ ناک کا بانس

ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔ کنپٹیاں بیٹھ جاتی ہین اور بعضون کا پوست لٹک
جاتا ہے۔ جب یہ علامتین ظاہر ہو جائین اُسی وقت اقربا میت
کو چاہئے کہ اول اُس کے منہ کو قبلہ کی طرف پھیر دین کہ سُنت ہے
اور دوسرے یہ کہ غرغرہ سے پہلے اس کو پاس پکار کر شہادتین تلقین
کرین یا صرف لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑہین۔ اُس سے یہ نہ کہین
کہ تو پڑھ مبادا وہ جھڑک دے۔ اور جب شہادتین ایک بار کہہ لے تو پھر
تلقین نہ کرین۔ یہ تلقین تو بالاجماع مستحب ہے۔ اور سورہ یٰسین یا سورۂ
رعد کی قرأت بھی مستحب ہے۔ اور اُس کے روبرو پڑھنا چاہئے خوشبو
بھی اُسکے پاس رکھین۔ (درمختار)

(۶۱) **احتکار** (ع) عرف شرع مین کھانے کی چیزون کا باعتبار گرانی بند
رکھنا احتکار کہلاتا ہے۔ یا یون کہین کہ گرانی کے وقت جبکہ لوگ غلہ
وغیرہ کی احتیاج رکھتے ہون۔ غلہ خریدا جائے اور اس نیت سے
اُس کی فروخت روک دی جائے کہ زیادہ گرانی کی حالت مین بیچا جائے
احتکار کہلاتا ہے اور یہ احتکار حرام ہے۔ لیکن اگر غلہ صاحب غلہ کی
اپنی زمین کا کاشت شدہ ہو یا ارزانی کے وقت مین خریدا ہو تو
اُس کا گران قیمت مین فروخت کرنا حرام نہین ہو۔ ان چیزون کا بھی
بند رکھنا جو غذا مین داخل ہین حرام نہین ہے (مظاہر حق) احتکار کرنے
والے کی مذمت احادیث مین آئی ہے مثلاً (۱) جو شخص احتکار کرے
وہ گنہگار ہے (۲) سوداگر رزق دیا گیا ہے اور احتکار کرنے والا ملعون
ہو (مشکوٰۃ کتاب البیوع باب الاحتکار فصل اول)

(۶۲) **احتلام** (ع) خواب مین کسی سے جماع کرنا اگر انزال
منی ہو جائے احتلام کہلاتا ہے محتلم پر غسل واجب ہے۔ اُس حالت
مین تری دیکھے گو احتلام یاد نہ ہو۔ اگر احتلام یاد ہے لیکن تری نہ پاوے
تو غسل لازم نہین۔ فقہا نے احتلام کو علامت بلوغ شمار کیا ہے
اور محتلم کو مکلف شرع گردانا ہے۔

(۶۳) **احد** (ع) ایک نام ہے خدا تعالیٰ کا۔ احد کا لفظ اعیان
مین سے خدا واحد کے سوا اور کسی چیز پر نہین بولا جاتا۔ اگر بولا
جائے تو وہ نفی کا مقام ہوتا ہے۔ اہل لغت کہتے ہین "لا احد فی الدار"
(گھر مین کوئی نہین ہے) قرآن مجید مین بھی اس لفظ کا استعمال صرف
نفی کے موقعہ پر ہوا ہے مثلاً (۱) فما منکم من احد عنہ حاجزین پس تم
مین سے کوئی بھی ہم کو اس سے روک نہین سکتا (سورۂ الحاقہ پ ۲۹)
(۲) فابعثوا احدکم اپنون مین سے کسی ایک کو بھیجو (کہف پارہ ۱۸)
مثال دوم مین لفظ احد کا استعمال اضافت کے موقعہ پر آیا ہے۔
تذکرۃ السلوک (مصطلحات صوفیہ) مین لکھا ہو کہ احد اسم ذات
ہے جسکے ساتھ صفات و اسماء و نسبت و تعینات کا تعدد نہین۔

(۶۴) **احدیت** (ع) ایک ہونا اصطلاح تصوف مین ایسی
حالت مراقبہ کو کہتے ہین کہ جس مین غیر اللہ کا خطرہ قلب پر نہ آوے
اور دل تمام تعلقات سے سوائے خدا کے رہائی پائے ہوئے ہو۔

(۶۵) **احدیت الکثرت**۔ تصوف مین احدیت الکثرت سے
مراد یہ ہے کہ وہ واحد ہے اور اس مین نسبتون کی کثرت پائی
جاتی ہے۔ احدیت الکثرت کو مقام جمع و احدیت الجمع بھی کہتے
ہین (تذکرۃ السلوک مصطلحات صوفیہ)

(۶۶) **اُحُد** (ع) پہاڑ ہے جو مدینۂ منورہ سے ایک میل شمال کی
جانب ہو۔ اس مقام پر ۳ھ ۶۲۴ء مین مابین اہل اسلام اور کفار
قریش جنگ ہوئی جس کو غزوۂ احد کہتے ہین۔ اس جنگ مین
مسلمانون نے خصوصاً حضرت امیر حمزہ و حضرت علی مرتضی نے

ایسی بے جگری سے حملے کیے کہ کفار میدان سے بھاگ نکلے اور مسلمان مال غنیمت کے لوٹنے مین مشغول ہو گئے حتیٰ کہ وہ تیر انداز بھی جن کو پہاڑ کی پشت پر متعین کیا تھا عبداللہ بن جبیر اور چند آدمیون کو چھوڑ کر خلاف حکم رسول خدا صلعم اس غنیمت مین شریک ہو گئے۔ خالد نے جو لشکر کفار مین تھے عقب کوہ سے فوراً اپنے دو سو سوارون کے ساتھ حملہ کر دیا۔ خالد کو حملہ آور دیکھ کر بھاگے ہوے قریش بھی پلٹ پڑے اور عبداللہ بن جبیر معہ اپنے باقی ماندہ رفقا کے شہید کر ڈالے گئے۔ اب مسلمان دونون طرف سے گھر گئے اور سخت خونریز لڑائی ہوئی اس موقعہ پر مسلمانون کے پیر اُکھڑ گئے اور صحابہ ذوی کرام مثل حضرات ابوبکر و عمر و عثمان وغیرہم نے میدان چھوڑ دیا۔ حضرت عثمان تو تین دن کے بعد واپس ہوے۔ باوجود ان حوصلہ شکن واقعات کے آنحضرت صلعم صبر و استقلال کا مجسمہ بنے ہوے میدان جنگ مین جمے رہے اور کفار کے تیرون و پتھرون کی بوچھار کی پروا نہ کی حتیٰ کہ آپ کے دندان مبارک مین دراز آگئی (بعض مورخین لکھتے ہین کہ دندان مبارک شہید ہو گئے) بالآخر حضرت علی مرتضیٰ کے شجاعانہ حملون نے قریش مکہ کی بڑھتی ہوتی طاقت کو روکا۔ اور وہ حواس باختہ ہو گئے اور اپنے مردون کو چھوڑ کر مکہ کی طرف پلٹ گئے حضرت امیر حمزہ اسی جنگ مین شہید ہوے۔ علامہ بلاذری لکھتے ہین کہ جو مسلمان اُحد کے دن بھاگ گئے تھے انکو خدا نے معاف فرما دیا چنانچہ سورۂ آل عمران پ ۴ رکوع ۱۱- آیت ۱۴۸ مین ہے "البتہ معاف کیا تم کو اور خدا فضل کرنے والا ہے مسلمانون پر"

غزوۂ احد کا سبب وہ ہزیمت ہے جو اہل قریش کو غزوۂ بدر واقع ۲ھ مین ہوئی تھی اُس بدنامی کو دور کرنے کے لئے قریش مکہ نے مدینۃ النبی پر چڑھائی کی تھی۔

(۶۷) **احداد** (ع) عدۂ وفات شوہر جس کا زمانہ چار ماہ دس یوم ہے۔ احداد کہلاتا ہے۔

(۶۸) **احراق میت** (ع) مردون کا جلانا۔ مردون کے جلانے کا امتناعی حکم قرآن مجید یا احادیث نبوی مین بالتصریح نہین پایا جاتا البتہ فقہا اہل سنن نے زندون کے جلانے کی ممانعت اس حدیث سے استخراج کی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے نہ عذاب کرو ساتھ عذاب خدا کے کہ وہ جلاتا ہے (المشکوٰۃ کتاب قصاص باب القتل اہل الردۃ والسعایۃ بالفساد فصل اول) لیکن فقہا امامیہ زندون کے جلانے کی حد کے قایل ہین۔ اور حدیث متذکرۂ بالا کو وہ مستند تسلیم نہین کرتے۔ بلکہ حضرت علی مرتضیٰ کے فعل سے استنباط کرتے ہین۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ میت مثل زندون کے ایذا و لذت پاتا ہے۔ چنانچہ (المشکوٰۃ کتاب الجنایز باب دفن المیت فصل الثانی) مین ایک حدیث اسی قسم کی حضرت عائشہ سے مروی ہے لیکن یہ حکم کہ احراق میت مانع خلود جنت ہے بالتصریح بیان نہین ہوا ہے۔

(۶۹) **احرام** (ع) لغوی معنی منع کرنا یعنی ایسے مقدس کام کو شروع کرنا جس کا ادب نہ توڑا جا سکے۔ عرف شرع مین مکہ معظمہ کے قریب پہونچکر یعنی میقات سے ایک خاص لباس پہنا اس اظہار کے لئے کہ اس وقت سے وہ مقدس کام شروع ہو گیا ہے جس کا اوب چند چیزون کو حرام کر دیتا ہے احرام کہلاتا ہے۔ احرام دو سفید پارچون کا ہوتا ہے جس کا طول ۶ فٹ اور عرض ساڑھے تین فٹ ہوتا ہے ان مین سے ایک پارچہ ردا کہلاتا ہے جس کو کندھے پر ڈالتے ہین یا توشح کرتے ہین یعنی ایک کندھے کو ڈھانکتے ہین اور دوسرے کو

کھلار کہتے ہیں۔ دوسرا پارچہ ازار کا کام دیتا ہے اور بطورتہ بند باندھا جاتا ہے۔

حالت احرام میں کئی چیزیں ممنوع ہیں اور محرم کو چاہیئے کہ اُن سے پرہیز کرے۔ ممنوعات کی فہرست میں (۱) عورتوں سے متمتع ہونا (۲) خوشبو کا استعمال کرنا (۳) ناخن کٹوانا (۴) لباس دوختہ پہنا (۵) سر منڈوانا (۶) جدال یعنی قسم کھانا (۷) حرم (خانہ کعبہ) کے کسی بڑے درخت کو اکھاڑنا (۸) حرم میں صحرائی جانوروں کا شکار کرنا داخل ہیں اور ہر ایک ممنوع فعل کے ارتکاب پر کفارہ عاید ہوتا ہے۔

(۷۰) احزاب (ع) جمع حزب کی یعنی گروہ کے ہیں۔ کلام مجید کی تیئیسویں سورہ (پ ۲۲-۲۱) ہے جو مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ اس سورہ میں غزوۂ خندق کا جو ۵ھ / ۶۲۶ء میں واقع ہوا اجمالاً تذکرہ ہے قبائل قریش و یہود کی یہ آخری کوشش اسلام کو تباہ کرنے کی تھی جو ناکام رہی۔

(۷۱) احسان۔ کسی کے ساتھ نیکی کرنا یعنی اُس امر کو بجالانا جس کا کرنا ضروری ہے۔ احسان کرنے والے کو محسن کہتے ہیں جس کی جمع محسنین ہے محسنین کی مدحت قرآن مجید میں آئی ہے۔ چنانچہ سورۂ بقر (پ اول رکوع ۶ آیت ۵۷) اور البتہ زیادہ دیں گے ہم محسنین کو (۲) آل عمران (پ ۴ رکوع ۴ آیت ۱۲۹) اللہ دوست رکھتا ہے محسنین کو (۳) سورہ بقر (پ ۲ رکوع ۲۴ آیت ۱۹۱) نیکی کرو اللہ دوست رکھتا ہے محسنین کو۔

شریعت میں احسان کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرنا گویا تم اسی کو دیکھتے ہو اور اگر اس طرح نہیں ہو سکتا تو کم از کم استغراق تو ہو کہ گویا وہ تمھیں دیکھ رہا ہے (المشکوٰۃ کتاب الایمان فصل اول) اس حدیث میں جو جواب وسوال کی شکل میں ہے علوم ثلثہ کا بیان ہے۔ ان میں سے اول علوم ایمان ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات و ملائکہ و رسالت و قدر وغیرہ کی بحثیں ہیں۔ دوسرا اسلام ہے جس میں صوم و صلوٰۃ و حج کے مباحث ہیں تیسرا احسان ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور خشوع و خضوع مذکور ہے۔

علم ایمان کا نام کلام عقائد اور مسایل عبادات کا نام فقہ اور مسایل احسان کا نام تصوف مشہور ہے (۲) اصطلاح تصوف میں احسان کے معنی ہیں عبودیت کا تحقق اور حضرت ربوبیت کو نور بصیرت کے ساتھ مشاہدہ کرنا (تذکرۃ السلوک مصطلحات الصوفیہ)

(۷۲) احصان (ع) مشتق ہے حصن سے جس کے معنی عورت کا پردہ میں بیٹھنا ہے اور پارسا و پرہیزگار ہونے کے ہیں۔ اصطلاح فقہ میں صاحب زوجہ مرد کو احصان یا محصَن کہتے ہیں۔

(۷۳) احصار (ع) روکا جانا۔ احصار وہ ہے کہ مرض کے سبب سے حج کے کاموں پر قدرت نہ رہے حالانکہ احرام سے متلبس ہو چکا ہو اگر احرام کے بعد کوئی دشمن بجا آوری مناسک حج میں مانع آوے تو وہ مجبوری صید کہلاتی ہے۔ ان دونوں حالتوں میں حکم ہے کہ جو کچھ ہدی کی قسم سے میسر آسکے اُس کو مکہ یا منا میں قربانی کے لیے بھیجدیا جائے۔ سورۂ بقر (پ ۲ رکوع ۲۴ آیت ۱۹۲) اگر احرام عمرہ کا ہے تو قربانی بھیجنے کی جگہ مکہ اور اگر حج کا ہے تو منا۔ ہدی کا کفارہ دس روزے رکھنا ہے۔

(۷۴) احصا (ع) شمار کرنا۔ اصطلاح میں شہروں کی پیمایش باشندوں کا شمار۔ مکان کی تعداد وغیرہ کو احصا کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے مردم شماری بادشاہ چین نے

دو ہزار دو سو اڑتیس سال قبل میلاد مسیح کرائی۔ اس مردم شماری کی غرض یہی تھی کہ ہر قسم کی ملکیت کا شمار ہو جائے تاکہ محصول قائم کیا جائے بعدہٗ حضرت موسیٰ نے سترہ صدی قبل مسیح مین بنی اسرائیل کی مردم شماری کرائی جس کا مقصد بنی اسرائیل کی جنگی قوت کا اندازہ لگانا تہا (دیکھو توریت سفر اعداد) سلطنت رومانے مردم شماری کو ایک باقاعدہ شکل مین جاری کیا۔ اسلام کے عہد نبوت مین بھی آنحضرت صلعم کے حکم کی تعمیل مین مسلمانون کی مردم شماری کی گئی جس کی غرض جنگی قوت کا اندازہ لگانا تہا کتب حدیث مین اس مردم شماری کا سن تحریر نہین ہے۔

اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوت مین تین مرتبہ مردم شماری ہوئی پہلی مرتبہ کے شمار مین مسلمانون کی تعداد پانچ سو دوسری دفعہ کے شمار مین چھ سو اور سات سو کے درمیان اور تیسری دفعہ کے شمار مین ڈیڑھ ہزار تعداد نکلی (عن مدینہ۔ صحیح بخاری کتاب الاِنام الناس و کتاب الشہادۃ)

یورپ مین ۱۶۳۵ء مین فرانس کی مردم شماری ہوئی سترہوین صدی کے درمیانی یا اخیر حصہ مین سلطنت سوئڈن نے حکم جاری کر دیا تہا کہ ہر گرجا مین ایک یادداشت رکھی جائے جس مین آدمیون کے پیدا ہونے کی ان کے وفات پانے کی اور اُن کی شادیون کی تعداد درج ہو۔ اور یہی وہ بنیاد ہے جسپر دور جدید کی مردم شماری قائم ہوئی۔ بعدہٗ فرانس مین سنہ ۱۶۷۰ء مین مردم شماری ہوئی۔ سنہ ۱۸۰۱ء مین نپولین اعظم نے بھی پھر فرانس کی مردم شماری کرائی۔ اس وقت سے عام طور پر یہ طریقہ رائج ہو گیا۔ پہلی مرتبہ تحصیلون کا شمار سنہ ۱۸۲۵ء مین اور صنعتی و تجارتی کارخانون کا شمار سنہ ۱۸۲۳ء مین اور ریلوے لائنون کا شمار سنہ ۱۸۴۱ء مین ہوا۔

(۷۵) احضار۔ حاضر کرنا۔ اصطلاح مین قاضی یا حاکم شرع کی عدالت مین حاضر ہونے کا اطلاعنامہ۔

(۷۶) **احقاف** (ع) جمع حقف کی ہے اور حقف ریگستان دراز اور بلند کو کہتے ہین۔ بدین وجہ احقاف نام ہوا۔ اس موضع کا جو ریگستان مین حضر موت کے قریب اور مغربی یمن کے وسط مین واقع تہا اس موضع کے باشندے خیمون مین رہتے تھے اور انکی ہدایت کے لئے حضرت ہود پیغمبر مبعوث ہوئے تھے۔

قرآن مجید کی چالیسوین صورت کا نام احقاف ہے جو مکہ مین نازل ہوئی۔ اس سورہ مین اہل احقاف کا ذکر ہے فضایل قرات مین حضرت جعفر صادق سے مروی ہے کہ جو کوئی روز جمعہ و ہر شب کو سورہٗ احقاف کی تلاوت کرلے تو اللہ اُس کو خوف دنیا اور آخرت سے محفوظ رکھے۔

(۷۷) احکام عشرہ۔ مذہب موسوی مین جو احکام منزل من اللہ ہین وہ تعداد مین دس ہونے کے باعث احکام عشرہ کہلاتے ہین۔ یہ احکام لواح پر مکتوب تھے۔ اور اب سفر خروج (باب ۲۰ باب ۱۷-۱۲) مین تحریر ہین وہ احکام یہ ہین۔

۱۔ کسی جاندار کی صورت نہ بناؤ اور اُس کو سجدہ نہ کرو۔

۲۔ خدا کی تعظیم کرو اور اس کا بے فائدہ نام نہ لو۔

۳۔ سبت کے دن کی تعظیم کرو چھ دن کام کرو اور ساتوین دن آرام کرو۔

۴۔ ماں باپ کی تعظیم کرو۔

۵۔ خون ناحق نہ کرو۔

آنحضرت صلعم کی بشارت اسی نام سے دی ہے جیسا کہ سورۂ
صف پ ۲۸ رکوع اول آیت (۶) مین مذکور ہے یہ بھی
بشارت انجیل یوحنا مین بھی درج ہے - اناجیل مروجہ کا محرف
ہونا پایۂ ثبوت کو پہونچ چکا ہے (تحریف) اور ان بشارات مین
جن کا تعلق آنحضرت صلعم کی ذات بابرکات سے تہا - بہت کتر بیونت
کی گئی ہے - تاہم ان بشارات کا سیاق عبارت اپنے حقیقی
معنی ظاہر کر رہا ہے - ہم ذیل مین ان بشارات مین سے ایک بشارت
کو تفصیل کے ساتھ لکھتے ہین - اور خطبات احمدیہ کو اپنا ماخذ قرار
دیتے ہین -

عید فصح سے تہوڑی مدت پہلے جب حضرت عیسے کو یقین ہو گیا
کہ اب ان کا وقت بہت قریب آگیا ہے اور وہ عنقریب گرفتار
ہونے والے ہین تو انہون نے اپنے حواریون کو بہت سی نصیحتین
کین اور یہ بھی فرمایا کہ یہ باتین مین نے تم سے کہین جبکہ مین تمہارے
ساتھ ہون لیکن پیریکلیطاس پاک روح جس کو باپ بھیجے گا -
میرے نام سے ہر وہ بات تم کو سکھائے گا - اور یاد دلائے گا - جو کہ
مین نے تم سے کہین (انجیل یوحنا باب ۱۴ - ۲۵ - ۲۶) تاہم مین
تم سے سچ کہتا ہون یہ تمہارے لئے بہتر ہے کہ مین یہان سے چلا جاؤن
کیونکہ اگر مین نہین جاؤن گا تو پیریکلیطاس تمہارے پاس
نہ آئے گا (انجیل یوحنا باب ۱۶ - آیت ۷)

بالفعل جو انجیل کے نسخے موجود ہین اُن مین پیریکلیطاس
اسی املا سے لکھا ہے جس طرح کہ ہم نے لکھا ہے لیکن یہ بات قرین
قیاس نہین معلوم ہوتی کہ حضرت عیسے نے یہ یونانی لفظ بولا
تہا کیونکہ اُن کی زبان عبرانی تھی پس مسلمانون کا یہ یقین کہ حضرت
عیسے نے اس مقام پر فارقلیط کا لفظ فرمایا تہا صحیح معلوم ہوتا ہے
اور ان مسلمانون کی تائید بعض غیر متعصب عیسائی عالم مثلاً اشپ
مارلس و گاڈفری ہینگس بھی کرتے ہین لیکن جب انجیلین یونانی
زبان مین لکھی گئین تب فارقلیط کی جگہ یونانی لفظ لکھا گیا بایں ہمہ
ابتدا مین اس لفظ کا ترجمہ پیریکلیطاس نہین کیا گیا جس کے
معنی تسلی دینے والے کے ہین بلکہ پیریکلیطاس کیا گیا جو ٹھیک
فارقلیط لفظ کا ترجمہ ہے اور جس کا ترجمہ عربی زبان مین احمد ہے
(فارقلیط)

(۸۰) احیاء الموات (ع) مردہ (زمین) کا زندہ کرنا اصطلاح
فقہ مین احیاء الموات افتادہ زمین کے آباد کرنے کو کہتے ہین زمینون
کی دو قسمین ہین عامر و موات - عامر سے مراد وہ زمین ہے جو
آباد ہو یعنی جس مین کھیتی یا عمارت ہو - اور موات سے مراد وہ
زمین ہے جو کھیتی یا عمارت سے خالی ہو - اور جس سے انتفاع
حاصل نہو سکے - بہ سبب پانی کی کمی یا زیادتی کے یا مانند اسکے
اور اسباب کے مثلاً زمین کے نمدار یا شور ہونے کے باعث اس
قسم کی زمین امام کا مال ہے پس اگر کوئی مسلمان ان افتادہ زمینون
کو مزروعہ بنائے تو وہ شخص سات شرطون سے زمین کا مالک ہو گا
(اول) اذن امام (دوم) وہ زمین کسی مسلمان یا ایسے شخص کا جس سے
امام نے صلح کی ہے مال نہو (سوم) افتادہ زمین کا اٹھانے والا
اور جوتنے والا مسلمان ہو - اگر ذمی امام کی اجازت سے اٹھا لیوے
تو اس مین اختلاف ہے (چہارم) جو شخص افتادہ زمین کے
اٹھانے کا ارادہ رکھتا ہے اُس کو چاہئے کہ کوئی ایسا کام کرے
کہ جس سے عرف یا دستور کے موافق کہنے مین آئے کہ فلان نے

فلان کو احیا کیا یعنی اٹھا لیا (پنجم) اُفتادہ زمین جائے عبادت نہو جیسے عرفات مشعر اور منیٰ کی زمین (ششم) جس زمین کو آنحضرت صلعم نے کسی خاص مصلحت کے باعث بنجر رکھ چھوڑا ہو۔ وہ احیا نہین کی جا سکتی جیسے نقیع (بوزن بقیع ایک مقام مدینہ کے قریب) کی زمین کہ مہاجرین کا نخلستان تہا (ہفتم) وہ زمین کسی عمارت کے حریم یعنی متعلقات سے نہو (دیکھو حریم) ماخوذ از جامع عباسی

اُفتادہ زمین کی حدبندی کی اور تین برس تک اُس کو آباد نہین کیا تو امام اُس شخص سے زمین لیکر دوسرے شخص کے حوالہ کردے گا۔

(۸۱) اَخرس (ع) جمع خرس کی بمعنی گونگا (ابکم)

(۸۲) اخلاص (ع) مشتق ہے خالص سے اور لغت مین خالص سے ہر وہ شے مراد ہے جو صاف ہو۔ اور اُس مین کسی چیز کا شائبہ نہو۔ مگر عرف مین خالص سے وہ عمل صالح مُراد ہے جس مین رضائے خدا کا قصد شائبہ غیر سے خالی کر کے کیا جائے عام طور پر اخلاص اور صدق مرادف الفاظ سمجھے جاتے ہین لیکن ان مین نہایت باریک فرق ہی یعنی صدق اصلی ہے۔ اور وہ اول ہوتا ہے اور اخلاص فرع ہے۔ اور وہ تابع ہوتا ہے یعنی اخلاص عمل مین داخل ہونے کے بعد ہوتا ہے۔ اور صدق اُس سے پہلے۔

اخلاص نام ہے سورۂ قرآنی کا جو پارۂ تیس مین درج ہے چونکہ اس سورہ مین توحید کا بیان ہے یعنی یہود اور مشرکین کو بتایا گیا ہے کہ عبادت خالص خدا کے لئے ہو اور شائبۂ غیر سے خالی اس لئے اس سورہ کا نام اخلاص ہوا۔ اس سورہ کو سورۂ توحید کہتے ہین۔ سورۃ الصمد اور نسبت الرب بھی کہتے ہین۔ امام محمد علیہ السلام نے فرمایا کہ قل ہو اللہ احد تہائی قرآن ہے اس سورہ کے فضایل قرات بیشمار ہین (تفسیر عمدۃ البیان)

(۸۳) اخلاق (ع) جمع ہے خلق کی ہے۔ خلق کے لغوی معنی عادت اور خصلت کے ہین۔ صاحب کنز العمال نے اخلاق کی تعریف ان سادہ الفاظ مین کی ہو کہ اخلاق سے مراد اعمال دل ہین اور صاحب اخلاق جلالی لکھتے ہین کہ ایسی صفت انسانیہ کا پیدا ہونا خلق کہلاتا ہے جس سے کل افعال انسان کے لئے بسہولت حاصل ہوا کرین۔ خواہ وہ افعال اچھے ہون یا بُرے امام غزالی نے جو خلق کی تعریف کی ہے اس کا بھی مطلب یہی ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہین کہ رُوح مین ایسے ملکہ راسخہ کا پایا جانا جس کی وجہ سے انسان سے اچھے یا بُرے افعال بلا تکلف آپ سے آپ سرزد ہون خلق کہلاتا ہے۔ اچھے افعال کو حسن الخلق اور بُرے افعال کو سوء الخلق کہتے ہین۔

خلق کا تعلق جذبات سے ہے اس لئے کہ وہ فعل بلا ارادہ ہے اسی لئے علمار نے خلق کے اصلی ارکان حکمت شجاعت اور عفت قرار دیے ہین اور اُن اوصاف کو درجۂ اعتدال پر قائم رکھنا ہی حقیقی اخلاق بتایا ہے۔ باقی اور اوصاف انہین ارکان کے خوشہ چین ہین یہی ارکان اخلاق اگر ان مین افراط و تفریط کا دخل پایا جائے تو بڑے سے بڑے عیوب مین تبدیل ہو جاتے ہین اس لئے تہذیب اخلاق کا نصب العین خیر الامور اوسطہا قرار دیا گیا ہے۔

چونکہ نزول قرآن کا مقصد ہی تہذیب اخلاق ہے۔ اسی لئے یہ مقدس صحیفہ محاسن اخلاق سے پُر ہے۔ چونکہ انسان بلکہ قوم کی تہذیب اور طاقت اور ثروت کی بنیاد ان کے اخلاقی

ادصاف ہوتے ہین اس لئے قرآن مجید پُر زور الفاظ مین ہدایت کرتا ہے کہ نیک نیتی۔ فیاضی شجاعت۔ آزادی۔ حیا۔ تحمل۔ صبر۔ بُردباری۔ کفایت شعاری۔ سچائی۔ ادب۔ راستبازی۔ سچی محبت اور سب سے پہلے، خدا پر ایمان لانا۔ اور اُس کی مرضی پر توکل کرنا مسلمانون کا طرۂ امتیاز ہونا چاہئے۔ ان محاسن اخلاق کے پہلو بہ پہلو خصایل رذیلہ یعنی کذب۔ غرور انتقام۔ استہزا۔ طمع۔ ریا۔ اسراف۔ عیاشی۔ بخل اور بے اعتدالی کی بھی تشریح کردی ہے تاکہ انسان اُن سے پرہیز کرتا رہے۔

احادیث مین حسن اخلاق کو چہرۂ انسانیت کا غازہ اور دارین کی خوبیون کا خلاصہ بتایا گیا ہے اور ہدایت کی گئی ہے کہ مسلمان محاسن اخلاق کا زندہ نمونہ بنین چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

۱۔ اہل دین کی صفات مین سے ہے کہ اُن کے اخلاق اچھے ہون۔

۲۔ قیامت کے دن میزان کے پلہ مین حسن خلق کا وزن سب نیکیون سے زیادہ بھاری ہوگا (المشکوٰۃ کتاب الادب باب حسن الخلق)

آنحضرت کی مقدس زندگی ہمہ تن اخلاق تھی اور آپ کا خلق قرآن تھا یعنی قرآن کریم کی تعلیم عملی رنگ مین آپ کی روزمرہ کی زندگی مین نظر آتی تھی۔ آپ کی حیات اقدس کا یہ وہ حصہ ہے جہان آکر آپ کی زندگی تمام انبیاء کرام اور مصلحین عالم سے علانیہ ممتاز نظر آتی ہے اسی بنا پر بارگاہ احدیت سے خطاب عطا ہوتا ہے۔ کہ اے محمد صلعم اتم اخلاق کے بڑے درجہ پر فائز ہو (سورۂ قلم پ ۲۹ رکوع ۱ و الآیۃ)

علماء اسلام نے اخلاق کے دو سلسلے علمی اور عملی حیثیت سے قائم کئے ہین علمی سلسلہ تو زیادہ تر یونانی فلسفۂ اخلاق سے تعلق رکھتا ہے، لیکن عملی سلسلہ کی زندہ اور متحرک تصویر خود بزرگان دین تھے۔ صوفیۂ کرام نے اخلاق کے سلبی پہلو کی فضیلت کو نمایان طور پر دکھایا ہے اور زہد۔ توکل۔ خوف۔ عجز و انکساری اور گوشہ نشینی پر دل کھول کر زور قلم صرف کیا ہے لیکن اخلاق کے ایجابی مسائل مثلاً شجاعت۔ عزم۔ استقلال و آزادی وغیرہ بھی اسلام کی خصوصیات سے ہین بلکہ اسلام کی قوت انہین ایجابی مسایل کی ممنون احسان ہے کہا گیا ہے اور بالکل بجا کہا گیا ہے کہ ذہن دماغی طاقت کا نتیجہ ہے اور اخلاق دل کی طاقت کا اور انجام کار دل کی طاقت زندگی پر حکومت کرتی ہے۔

علم اخلاق پر جو مستند کتابین قرون سابقہ مین لکھی گئیں انہین احیاء العلوم۔ اخلاق جلالی۔ اخلاق ناصری اور اخلاق محسنی اہل اسلام کے لئے مایۂ ناز ہین۔

(۸۴) اخوندات معلم و استاد خصوصاً معلم دینیات۔

(۸۵) اَخیار (ع) نیک لوگ۔ صوفیہ کا قول ہے کہ دنیا ولی اللہ سے کبھی خالی نہین رہتی۔ بلکہ مردان خدا کے تقدم میمنت لزوم سے برکت باقی رہتی ہے ان کے خیال کے مطابق ۳۵۶ اولیاء اللہ دنیا کی برکت اور اُس کی آبادی کے باعث ہین جو چھ طبقون مین منقسم ہین۔ اخیار اسی سلسلہ کی تیسری کڑی ہے اور یہ تعداد مین ستا ہین۔

(۸۶) اخیر چہار شنبہ۔ ماہ صفر کے آخری بدھ کو آخری چہار شنبہ کہتے ہین۔ آنحضرت صلعم نے اسی روز مرض صعب سے صحتیاب ہو کر غسل صحت فرمایا تھا۔ اس لئے یہ چہار شنبہ اکثر اسلامی ممالک مین عید کا دن قرار پایا۔ اہل تشیع اور اہل حدیث اس روز کو

کوئی خاص اہمیت نہین دیتے۔

اوراد خواجہ معین الدین چشتی مین ہے کہ تمام سال مین دو لاکھ بیس ہزار بلائین آسمان سے زمین پر نازل ہوتی ہین اور ان کے نزول کا دن ماہ صفر کا اخیر چہار شنبہ ہے اس لئے اس دن سات آیہ سلام پانی مین دھو کر پیئے تو ہر بلا سے محفوظ رہے (ماخوذ از جواہر خمسہ دیکھو آیہ سبع سلام)

(۸۷) اَدا (ف) پورا کرنا (۲) قرض کی ادائگی (۳) اطمینان قلب (۴) نماز کا وقت معینہ پر پڑھنا یعنی ضد قضا کی۔

(۸۸) آداب (ع) جمع ادب کی۔ تہذیب نفس واطوار پسندیدہ کو ادب کہتے ہین۔ ادب کا مفہوم نہایت وسیع ہے جس مین افعال و اقوال شایستہ کی پابندی حسنات پر قیام اور سیئات سے اعراض داخل ہین۔ اسلامی آداب معاشرت کا دستور العمل خود آنحضرت صلعم نے مرتب فرما دیا ہے اور وہ احادیث جو المشکوٰۃ کی کتاب الادب مین مختلف عنوانون کے تحت مین درج ہین ہر ایک مسلمان کے لئے مکمل ہدایت نامہ ہین۔

۲۔ ادب کا اطلاق کئی چیزون پر ہوتا ہے اور جس چیز کے ساتھ وہ استعمال کیا جاتا ہے اُسی چیز کا ادب اُس سے مراد ہوتا ہے مثلاً ادب شریعت یعنی شریعت کے رسوم پر خاموش رہنا اور چون و چرا نہ کرنا یا ادب خدمت یعنی بہت سی خدمت کرنے پر بھی دینی خدمت کو حقیر جاننا یا ادب حق یعنی اللہ کا اور بندہ کا رتبہ پہچان لینا۔

۳۔ عربی علم ادب کی بارہ قسمین قرار دی گئی ہین تا کہ کلام خلل سے مصئون رہے ان مین سے آٹھ اصول ہین اور چار فروع۔ اصول یہ ہین۔ علم لغت۔ علم صرف۔ علم اشتقاق۔ علم نحو۔ علم معانی۔ علم بیان علم عروض۔ علم قافیہ۔

فروع یہ ہین۔ علم رسم الخط۔ علم العرض الشعر۔ علم انشا۔ علم محاضرات یعنی علم تاریخ۔

(۸۹) آداب فاضلہ (ع) خصائل پسندیدہ۔ کنایتہً حکمت شجاعت۔ عفت اور عدالت مراد ہین۔

(۹۰) اِدراک (ع) عقل۔ صاحب اخلاق جلالی تحریر کرتے ہین کہ نفس انسانی مین دو قوتین ہین ایک قوت ادراک جس کے سبب سے ہر ایک شے جانی جاتی ہے اور دوسری قوت تحریکی جس کے سبب سے ہر ایک کاروبار کیا جاتا ہے۔ قوت ادراک کے دو شعبے عقل فطری و عقل عملی ہین (دیکھو عقل)

صوفیہ کے نزدیک اِدراک کی دو قسمین ہین ایک ادراک بسیط اور دوسری ادراک مرکب۔ ادراک بسیط سے مراد حق کے وجود کو غفلت مین پانا (جاننا) یعنی اِس بات سے غفلت ہو کر جو کچھ ادراک کیا گیا ہے وہ حق تعالیٰ کا وجود ہے۔ لیکن ادراک مرکب اُس کو کہتے ہین کہ حق تعالیٰ کے وجود کو جانے اور اس ادراک کا شعور بھی رہے۔ ادراک مرکب ہی خطا اور ثواب کا محل ہے اور اسکی بنیاد پر کفر اور ایمان کا حکم کیا جاتا ہے۔ (تذکرۃ السلوک مصطلحات صوفیہ)

(۹۱) اِدریس۔ حضرت ادریس کا ذکر قرآن مجید مین دو مقامات پر آیا ہے اول سورۂ مریم (پ ۱۶ رکوع ۴۔ آیت ۵۷) مین ہے کہ پڑھ (اے محمد صلعم) قصہ ادریس کا کہ وہ سچا نبی تھا۔ دوم سورۂ انبیاء (پ ۱۷ رکوع ۶۔ آیت ۸۵) مین ہے کہ اسماعیل ادریس اور

ذوالکفل ہر ایک اِن مین سے صابر تھے۔

حضرت ادریس کا نام توریت مین اخنوح ہے اور آپ حضرت نوح کے باپ کے دادا تھے۔ حضرت آدم سے نبیوں کا جو سلسلہ آتا ہے اُس کی آپ ساتوین کڑی ہین (نسب نامۂ کلان) چونکہ آپ درس کثرت سے دیتے تھے اس لئے آپ کا لقب ادریس ہوا۔ سب سے پہلے خط آپ نے ایجاد کیا۔ علم نجوم۔ حساب اور ہیئت آپ کی ایجاد ہین ترازو اور پیمانہ آپنے بنایا اور کئی ہتھیارون کے موجد بھی آپ ہین۔ حضرت آدم والی ابجد کو (بقول صاحب فرہنگ آصفیہ) آپنے ترتیب دیکر آٹھ بامعنی کلمے بنائے جو ابجد ادریسی کے نام سے موسوم ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ پر تیس صحیفے نازل ہوے اسلئے آپکا شمار پیغمبران مرسل مین کیا جاتا ہے آپ کی ولادت سنہ ۶۲۲ آفرینش اور وفات سنہ ۹۸۷ آفرینش مین ہوئی

(۹۲) اَدعیۃ الماثورہ - وہ دعائین جو آنحضرت صلعم سے مروی ہین ادعیۃ الماثورہ کہلاتی ہین۔ علاوہ فرایض کے جو نمازین آنحضرت صلعم نے پڑہین وہ بھی ادعیۃ الماثورہ مین داخل ہین۔

(۹۳) آدم (ع) کنیت ابوالبشر۔ جمع اوادم۔ آدم کی وجہ تسمیہ مین دو قول مروی ہین۔ ایک تو یہ کہ آدم ماخوذ ہے ادیم یعنی ادیم الارض سے جس سے مُراد ہے خاک (مٹی) زمین سے مخلوق شدہ دوم یہ کہ اُدمیت سے ماخوذ ہے اور ادمیت کے معنی گندم گون ہین بعض محققین ان اشتقاق کو صحیح قرار نہین دیتے اس لئے کہ آدم لفظ عجمی ہے اور ادیم اور اُدمیت عربی بس عجمی لفظ کا اشتقاق عربی لفظ سے متصور نہین ہو سکتا (غیاث اللغات)

حضرت آدم پہلے پیغمبر ہین جن پر صحیفے نازل ہوے اور جن سے نسل انسان جاری ہوئی۔ آپ کا لقب صفی اللہ ہے آپ کی دلبستگی کے لئے اُس مٹی سے جو آپ کا پتلا بنانے کے بعد باقی رہی تھی خداوند تعالےٰ نے حضرت حوا کو پیدا کیا (تفسیر عمدۃ البیان سورۂ نساء جلد اول) اور ان دونون میان اور بیوی کو جنت مین رکہا۔ حضرت آدم نے تو ۹۳۰ برس کی عمر پائی۔

صاحب تفسیر القرآن لکھتے ہین کہ قرآن مجید مین حضرت آدم کا قصہ آٹھ جگہ آتا ہے یعنی سورۂ بقر۔ سورۂ آل عمران۔ سورۂ اعراف۔ سورۂ فجر۔ سورۂ بنی اسرائیل۔ سورۂ کہف۔ سورۂ طٰہٰ۔ سورۂ جن۔ ہم ان آٹھوین جگہ کی آیتون کا ترجمہ اس طرح جمع کرتے ہین جس مین تمام مضمون ایک جگہ سلسلہ وار جمع ہو جائے۔

اور جب تیرے پروردگار نے فرشتون سے کہا کہ مین زمین مین ایک خلیفہ پیدا کرنے والا ہون۔ بولے۔ کیا تو اُس مین ایسے کو خلیفہ کرے گا جو اس مین فساد کرے اور خون بہائے۔ اور ہم تو تیری تعریف جپتے ہین اور تجھ پاک کو یاد کرتے ہین۔ کہا۔ مین جانتا ہون وہ جو تم نہین جانتے (سورۂ بقر) مین پیدا کرنے والون ہون ایک آدمی مٹی۔ رتیلے گارے اور بدبودار کیچڑ سے (سورۂ ص) اللہ نے آدم کو سب نام سکھا دیے پھر اُن کو فرشتون کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ مجکو ان کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو۔ بولے تو ہی برگزیدہ ہے اور تو نے جو کچھ ہم کو سکھایا ہے اُس کے سوا ہم کچھ نہین جانتے۔ بیشک تو ہی جاننے والا حکمت والا ہے۔ کہا اے آدم ان کے نام ان کو بتا دے پھر جب ادم نے ان کے نام بتا دیے تو خدا نے کہا کہ مین نہ کہتا تھا کہ مین آسمانون کی اور زمین کی چھپی ہوئی باتون کو جانتا ہون اور

جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو اس کو بھی جانتا ہون (سورۂ بقر)
بے شک ہم نے تم کو پیدا کیا اور تمھاری صورت بنائی - پھر ہم نے
فرشتون سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو (سورۂ اعراف) جب مین اسکو
ٹھیک کر چکون اور اس مین اپنی روح پھونک دون تو تم اسکو
سجدہ کرتے ہوے جھک پڑو (سورۃ الحجر) سب فرشتون نے سجدہ
کیا (سورۃ الحجر) مگر شیطان نے نہین کیا - وہ سجدہ کرنے والون
مین نہ تھا (سورۂ اعراف) وہ جن مین سے تھا - بس نافرمانی کی اپنے
پروردگار کی (سورۂ کہف) سجدہ کرنے والون کے ساتھ ہونے سے
انکار کیا (سورۃ الحجر) اور تکبر کیا اور وہ کافرون مین سے تھا (سورۂ بقر)
خدا نے کہا اے ابلیس کیون تو سجدہ کرنے والون کے ساتھ نہوا (الحجر)
کس چیز نے تجکو منع کیا کہ سجدہ نہ کرے - اس کو جسے مین نے اپنے ہاتھ
سے بنایا - تکبر کیا تو نے یا تو بڑون مین ہے (سورۂ ص) کس بات نے
تجکو روکا کہ میرے حکم کرنے پر بھی تو سجدہ نہ کرے (اعراف) ابلیس نے
کہا کہ کیا مین ایسے کو سجدہ کرون جسے تو نے گارے سے پیدا کیا ہی
(بنی اسرائیل) مین ایسا نہین ہون کہ اُس آدمی کو سجدہ کرون
جسے تو نے سڑی مٹی سے بنایا (الحجر) مین اس سے بہتر ہون مجکو تو نے
آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو تو نے رتیلے گارے اور بدبودار کیچڑ
سے پیدا کیا ہے (اعراف) خدا نے کہا دور ہو یہان سے تجکو نہین
چاہیے تہا کہ یہان تکبر کرتا - یہان سے ذلیل و خوار ہو کر نکل (اعراف)
بیشک تجھپر قیامت تک لعنت رہے گی (الحجر) بے شک تو ذلیلون
مین ہے - ابلیس نے کہا قیامت تک مواخذہ نہونے کی مہلت دے
خدا نے کہا تجکو مہلت دی گئی (اعراف) وقت معین تک - ابلیس نے
کہا اے پروردگار مجکو تیرے بہکانے ہی کی قسم کہ مین دنیا مین بُری

باتون کو اچھی کر دکہاؤن گا (الحجر) اور قسم تیری عزت کی ان سب کو
بہکاؤن گا (ص) اور اُن کے لئے تیرے سیدھے راستہ کی راہ ماری
کرنے کو گھات مین بیٹھون گا - پھر اُن کے آگے سے اور اُن کے پیچھے
سے اُن کے داہنے اور اُن کے بائین سے اُن پر آن پڑون گا اور
تو اُن مین سے بہتون کو شکر کرنے والا نہ پائے گا (اعراف) ابلیس نے
کہا - مجکو بتا کہ کیون اُس شخص کو مجھپر بزرگی دی ہے - اگر تو مجھے
قیامت تک مہلت دی تو اس شخص کی اولاد کو بجز چند کے جڑ پیڑ سے
اکھاڑ دون گا (بنی اسرائیل) بجز تیرے خالص بندون کے جو
ان مین ہون - خدا نے کہا خالص بندے ہونا ہی میرے تک پہونچنے
کا سیدھا راستہ ہے (الحجر) خدا نے کہا سچ بات یہ ہے اور مین سچ کہتا
ہون (سورۂ ص) کہ جو لوگ ان مین سے تیری پیروی کرین گے -
بیشک بھر دون گا جہنم کو (اعراف) تجھ سے اور ان سب سے جنھون
نے تیری پیروی کی (ص) جا - پھر جو کوئی ان مین سے تیری پیروی
کریگا تو بیشک جہنم تمھاری سزا ہوگی - پوری سزا - بہکا ان مین سے
جس کو بہکا سکے اپنی آواز سے اور چڑھ جا اُن پر اپنے سوار و پیدل
لیکر اور حصہ بانٹ لے اُن کے مال مین اور اولاد مین اور اُن سے
وعدہ کرلے اور کوئی وعدہ تو اُن سے نہ کر سکے گا - بجز دھوکے کے
(بنی اسرائیل) بیشک میرے بندون پر تجکو غلبہ نہین بجز اُن گمراہون
کے جنھون نے تیری پیروی کی (الحجر) خدا نے کہا (بقر) اے آدم تو اور
تیرا جوڑا جنت مین رہ اور کھاؤ (اعراف) اس مین سے پیٹ بھر کر
(بقر) جہان سے تم چاہو اور اس درخت کے پاس مت جاؤ - اگر
جاؤ گے تو ظالمون مین سے ہوگے (اعراف) خدا نے کہا اے آدم
یہ ابلیس تیرا اور تیرے جوڑے کا دشمن ہے یہ تم کو جنت سے نہ نکالدے

کرتم بدبخت ہو جاؤ۔ یہان تو تم نہ بھوکے ہوگے نہ ننگے۔ نہ پیاسے
ہوگے اور نہ دھوپ مین جلوگے (طہ) پھر وسوسے مین ڈال دیا انکو
شیطان نے تاکہ جو پوشیدہ برائیان اُن مین تھین اُن کو ظاہر
کرے (اعراف) شیطان نے کہا اے آدم کیا بتلاؤن مین تجکو
ہمیشہ رہنے کا درخت اور پرانی نہ ہونے والی سلطنت (طہ) اور
کہا کہ خدانے تجکو بجز اس کے اور کسی لئے اس درخت سے منع نہین
کیا کہ تم فرشتے ہو جاؤگے یا ہمیشہ رہوگے۔ اور اُن سے قسم کھا کر
کہا کہ بے شبہ مین تمھارا خیر خواہ ہون۔ پھر اُن کو دھوکے مین ڈال دیا
پھر جب انھون نے اُس درخت کو چکھا تو اُن دونون کی شرمگاہین
ظاہر ہوگئیں اور انھون نے بہشت کے درخت کے پتون سے اُن کو
چھپانا شروع کیا (اعراف) خدانے ان دونون کو للکارا کہ کیا مین نے
تم کو اس درخت کے کھانے سے منع نہین کیا تھا۔ اور تم سے نہین
کہدیا تھا کہ شیطان تمھارا علانیہ دشمن ہے (اعراف) پس اُن کو
شیطان نے ڈگمگا دیا اور جس مین تھے اُس مین سے نکال دیا۔ خدانے
کہا دور ہو تم اس مین سے تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمھارے
لئے ایک مدت تک زمین پر رہنا اور اُس سے منفعت اُٹھانا مقدر
ہو چکا (بقر) اس مین تم جیوگے اور اس مین مروگے۔ اس مین سے
اُٹھوگے (اعراف) نافرمانی کی آدم نے اپنے پروردگار کی اور بہک
گیا (طہ) پھر آدم کے دل مین اُس کے پروردگار نے چند باتین
ڈالین۔ پھر اُس کو خدانے معاف کیا۔ وہ بیشک بڑا معاف
کرنے والا مہربان ہو (بقر) آدم اور اُس کی بیوی نے کہا اے
پروردگار ہمارے ہم نے اپنی جانون پر ظلم کیا اور اگر تو ہم کو نہ بخشیگا
اور نہ مہربانی کرے گا تو بیشک ہم نقصان والون مین ہونگے
(اعراف) پھر اُن کے پروردگار نے اُس کو پسند کیا اور اُن کو معاف
کیا اور سیدھی راہ بتائی (طہ) خدانے کہا تم سب یہان سے دور ہو
پھر میرے پاس سے تمھارے پاس ہدایت پہونچے گی۔ پھر جو کوئی
میری ہدایت کی پیروی کرے گا تو اُس پر کچھ خوف نہ ہوگا اور نہ
وہ غمگین ہوگا (بقر) اور نہ بہکے گا اور نہ بدبخت ہوگا (طہ)

صاحب تفسیر القرآن نے حضرت آدم کے قصہ کو بیان کرکے
ایک دلچسپ بحث کی ہے اس کا ملخص یہ ہو کہ ان آیتون مین
خدائے تعالی نے انسان کی فطرت اور اُس کے جذبات کو بیان
کرکے قوائے بہیمیہ کی (جو انسان مین ہین) برائی یا دشمنی سے
انسان کو آگاہ کیا ہو۔ پس انسان کا جنت مین رہنا اُس کی
فطرت کی ایک حالت کا بیان ہے یعنی اُس حالت کا جبکہ وہ
مکلف کسی امر و نہی کا نہ تھا اور اُس شجرہ ممنوعہ کے پاس جانا اور
اُس کا پھل کھانا اُس کی فطرت کی اُس حالت کا بیان ہو جبکہ
وہ مکلف اوامر و نواہی ہوا۔ اور ہبوط سے اُس کی فطرت کی
اُس حالت کا تبدیل ہونا مراد ہو جبکہ وہ غیر مکلف سے مکلف
ہوا۔ ملائکہ سے مراد قوائے ملکوتی اور ابلیس سے مراد قوائے بہیمی ہین
پس یہ ایک نہایت عمدہ اور دلچسپ بیان فطرتِ انسانی کا ہے
اور اس غرض سے کہ ہر شخص اس کو سمجھ سکے اور فائدہ اٹھا سکے
اس راز فطرت کو ایک دلچسپ قصہ کے پیرایہ مین خدائے تعالی
نے بیان فرمایا ہو۔

(۹۴) آدم ثانی (ع) حضرت نوح علیہ السلام کو آدم ثانی کہتے
ہین اس لئے کہ طوفان کے بعد دوبارہ جو نسل انسان دنیا مین قائم
ہوئی وہ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹون کی اولاد تھی اور موجودہ

اہل عالم حضرت نوح کی نسل سے ہین اس لئے کہ دیگر اہل کشتی نے اپنے بعد کوئی اولاد نہین چھوڑی۔

(۹۵) اَدّوَیت (سنسکرت) ہندو فلسفہ کی اصطلاح ہے۔ ادویت کو فارسی مین ہمہ اوست اور عربی زبان کی عجمی اصطلاح مین وحدت الوجود کہتے ہین۔ اور خاص عربی مین اس کیفیت کے اظہار کے لئے کوئی مفرد لفظ نہین ہے۔

یہ واقعہ ہو کہ بت پرستی کی روک تھام کے لئے اور خدا وحدہٗ لاشریک کی پرستش قائم کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً انبیاء کرام مختص القوم مختص المقام یا مختص الامر تعلیمین لیکر آئے۔ ان کی بعثت کے ساتھ ساتھ مختلف قومون اور مختلف ملکون مین حکمار اور فلاسفر بھی پیدا ہوئے جنھون نے اپنے اپنے امیال وعواطف کے مطابق شرک کو دلایل فلسفیانہ سے ہٹانا چاہا۔ چنانچہ ادویت اُن ہی فلاسفرون کی سعی اور جانکاہی کا نتیجہ ہے۔ مسئلہ ادویت نے ہندوؤن کے فلسفۂ ویدک کو ایکو برہم دوتیو ناستی کے رنگ مین رنگ دیا۔ اس مقولہ کا مطلب یہ ہو کہ کائنات مین ایک ہی خدا سائر و دائر ہے۔ دوسرا کوئی نہین۔ ہمارا وجود اور نیز دیگر اشیاء کا وجود محض "مایا" ہی حقیقت مین ہر ایک جگہ اور ہر ایک چیز مین خدا ہو۔ بلکہ ہر ایک چیز خدا ہے۔

مسئلۂ ادویت نے ہندوستان مین جنم لیا اور رفتہ رفتہ ہندوؤن کا مستقل مذہب بن گیا۔ جو ویدانت کے نام سے موسوم ہے ساتوین صدی عیسوی کے آغاز مین اس عقیدہ کے چند ہندو لوگ مشرقی فارس کے صوبجات مین سکونت پذیر ہوئے جن کا اثر کم و بیش عراق عجم تک پھیل گیا اس مذہب نے ایران مین "ہمہ اوست" کا نام پایا۔

اور اپنے معتقدین کی خاص تعداد پیدا کر لی۔ یہان تک کہ دور ساسانی کے آخری زمانہ مین یہ مذہب ایران مین رائج ہو گیا تھا۔

یہ امر متنازعہ فیہ ہے کہ اسلامی تصوف اس مسئلہ (ادویت یا ہمہ اوست) سے کب آشنا ہوا۔ بعضے علماء اسلام کا قول ہو کہ "ہمہ اوست" جو تصوف کا اہم ترین مسئلہ بن گیا ہو فرقۂ اسمٰعیلیہ کے عقیدہ کا "حلول" سے ماخوذ ہو اس لئے اسلامی الاصل ہے۔ دوسری جماعت کہتی ہو کہ تیسری صدی ہجری مین یہ مسئلہ اول اول بایزید بسطامی کی وجہ سے تصوف مین داخل ہوا۔ اور چونکہ بایزید بسطامی ایرانی نژاد تھے اور اپنے ہموطنون کے مذہبی رجحانات سے واقف اسلئے یہ مسئلہ ایرانیون کے عقیدہ سے ماخوذ ہو۔ ایران مین یہ عقیدہ ہندوستان سے پہونچا اس لئے یہ لکھا کہ مسئلہ ہمہ اوست ہندی خیال کلاً یا زیادہ سے زیادہ ہندوستان و ایران کے متفقہ خیال کا نتیجہ ہے بالکل حق بجانب ہے۔

اَدّوَیت یعنی خدا کی غیر محدودیت نے عبد اور معبود۔ خالق اور مخلوق مین کوئی تمیز باقی نہین رکھی۔ اس غیر محدودیت کا اثر تمدن اور سیاست پر یہ پڑا ضبط اور پابندی جاتی رہی۔ عملی قوت کو سخت نقصان پہونچا اور اشتراک فی العمل معدوم ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سیاست کی چول ڈھیلی ہو گئی۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہندوستان نے جب سے اُس نے اُدّوَیت کو اپنا معمول بنایا ایک قالب بے جان ہو گیا اور کوئی قومی مرکز قائم نہ کر سکا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیرونی حملہ آورون نے اپنی عملی قوت سے کام لیکر اُس پر قبضہ کر لیا۔ ایران کے ہمہ اوستیون کا بھی یونانیون کے مقابلہ مین یہی حال ہوا۔ اور یونانیون کو بھی جو "پان تھی ایزم" مین مستغرق تھے رومانیون کے مقابلہ مین

ذلیل ہونا پڑا۔

(۹۶) آدینہ (ف) جمعہ کا روز (جمعہ)

(۹۷) **اَذان** (ع) لغوی معنی خبر کرنے کے ہین۔ عرف شرع مین مخصوص اوقات مین مخصوص الفاظ کے ساتھ نماز کے وقت کے آنے کی خبر کرنے کو کہتے ہین۔ جو شخص اذان دیتا ہو موذن کہلاتا ہے اور وہ وقت مخصوص پر قبلہ رُخ کھڑے ہو کر کلمات اذان باواز بلند قرات کرتا ہے۔ چھوٹی مسجدون مین موذن دروازے کے قریب کھڑا ہوتا ہو لیکن بڑی مسجدون مین اُس کے قیام کے لئے مینارے تعمیر کئے جاتے ہین۔

یہ امر متنازعہ فیہ ہے کہ اذان (جو فی زماننا مروج ہے) کس سال سے شروع ہوئی۔ لیکن جمہور کا خیال ہو کہ فرضیت زکوٰۃ کے ساتھ ساتھ ۱ یا ۲ھ مین اذان بھی متعین ہوئی تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جس وقت آنحضرت صلعم کو مدینہ منورہ مین جمعیت و اطمینان حاصل ہو گیا اور فرض نماز بھی جو اسلام کے وجود کے ساتھ آیا تھا بتدریج تکمیل کو پہونچ گیا تو آنحضرت صلعم کو خیال ہوا کہ کوئی علامت ایسی مقرر کی جائے کہ جس سے مسلمان بغیر بلائے ہوئے نماز کو مسجدون مین آجایا کرین۔ آنحضرت صلعم کے زمانے مین ندائے عبادت کے لئے جو علامات یہود و نصاریٰ مین مقرر تہین یعنی بوق و ناقوس کا بجانا وہ مرغوب طبع اقدس نہوئین اس لئے آنحضرت صلعم نے اپنی مخصوص قوت فکری و ملکوتی سے طریقہ اذان بذریعہ ندائے انسانی مقرر فرمایا یہی مضمون اُن احادیث کا بھی ہو جو درمیان اہل تسنن و اہل تشیع متفق علیہ ہین انکے علاوہ جو کچھ مرویات اس سلسلہ مین ہین وہ بمقابلہ تحقیق اور صحت کے زیادہ تر کسی خاص عقیدت کے اظہار کا پہلو لئے ہوئے ہین۔

مابین اہل تسنن و اہل تشیع کلمات اذان مین تھوڑا فرق ہو اور وہ یہ کہ اہل تسنن نماز صبح کی اذان مین الصلوٰۃ خیر من النوم "الصلوٰۃ خیر من النوم" کہتے ہین اور اہل تشیع ان کلمات کے بجائے ہر پنجوقتہ اذان مین "حی علیٰ خیر العمل" کہتے ہین۔

آداب اذان یہ ہین کہ

۱۔ تکبیر الاحرام سُنتے ہی جل جلالہٗ و جل شانہٗ کہین یا اُنھین الفاظ کا اعادہ کرین جو موذن کہہ رہا ہو۔

۲۔ اگر اذان راہ چلتے ہوئے سُنائی دے تو ٹھہر جانا چاہیے اگر لیٹے ہون تو بیٹھ جانا چاہیئے۔

۳۔ اذان وہ شخص نہین دے سکتا جو حالت جنب مین ہو اور وہ شخص جو شراب پئے ہوئے ہو اور نہ دیوانہ اور نہ عورت۔

اذان کی نسبت مسٹر جیمس ایک فاضل اور نامور عیسائی انسائکلوپیڈیا جلد ۷ مین اسلام کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہین کہ موذن کی آواز جو سادہ اور دلکش ہوتی ہے اگرچہ دن مین بھی شہر کے شور و غل کے باعث سُہانی معلوم ہوتی ہے لیکن رات کے سناٹے مین اس کا اثر اور بھی عجیب طور سے شاعرانہ معلوم ہوتا ہے۔ یہان تک بہت سے اہل یورپ بھی پیغمبر (صلعم) کو اس امر پر مبارکباد دیے بغیر نہین رہ سکتے کہ انھون نے صوت انسانی کو یہودیون کے ناقوس اور عیسائیون کے گرجا گھر کے گھنٹہ پر ترجیح دی ہے۔

(۹۸) **اِذن** (ع) اجازت۔ پروانگی۔ اذن کے متعلق جو کلمات قرآن مجید مین موجود ہین وہ دو صورتون پر مشتمل ہین۔

اوّل۔ اذن سرائے داخلہ مکان۔

دوم - اذن شفاعت گناہ گاران -

چنانچہ ہم پہلی صورت کے احکامات کو بالتشریح یہان نقل کرتے ہین اور صورت دوم کے احکامات مجملاً جنکی مزید تشریح شفاعت کے تحت مین ہو گی - انشاء اللہ تعالیٰ -

اول - اذن سرائے داخلہ مکان شرق مین یہ فعل عموماً بد تہذیبی مین داخل ہو کر بغیر اذن کے کسی دوسرے شخص کے مکان مین داخل ہو جائے لیکن مسلمانون کے لیے اذن کا طلب کرنا فرضیت مین داخل ہے -

چنانچہ سورۂ نور (پ ۱۸ رکوع ۴ آیت ۲۹-۲۷) مین ہو کہ اے مومنین کسی غیر کے گھر مین داخل نہ ہو - یہان تک کہ تم اُن سے اذن طلب کرو - اور گھر والون کو سلام کرو یہ اذن لینا تمھارے واسطے بہتر ہے تاکہ تم فلاح پاؤ ۱۲ -

- اگر تم اُن (آباد) گھرون مین جن مین تم جانا چاہتے ہو کسیکو نہ پاؤ کہ اُس سے اذن طلب کرو - تو تم اُن گھرون مین داخل نہ ہو - جب تک کہ تم کو اذن نہ ملے - اور اگر تم سے واپس لوٹ جانے کو کہا جائے تو بے تامل لوٹ جاؤ - تمھارا لوٹ جانا پاکیزہ تر ہے اور اللہ تمھارے افعال سے خوب واقف ہے -

پھر تمپر گناہ نہین اگر تم اُن گھرون مین جن مین کوئی نہین رہتا داخل ہو - اور اُن گھرون مین جن مین داخل ہونے سے تمھارا فائدہ ہو یعنی (جنمین تمھارا مال تجارت محفوظ ہے) خدا تمھارے ظاہر و باطن سے خوب واقف ہے -

قواعد اذن - یعنی کن لوگون کو مکان مین داخل ہوتے وقت اذن لینا چاہیے اسی سورۂ نور (پ ۱۸ رکوع ۸ آیت ۵۷-۶۰) مین مندرج ہین جن کا خلاصہ یہ ہے کہ غلام اور نابالغ لڑکے رات دن تین مرتبہ اذن لیکر داخل ہون یعنی نماز صبح سے پہلے - دوپہر کیوقت جب کپڑے اُتار کر رکھ دیے جائین اور نماز عشاء کے بعد - بالغ لڑکون کو سب وقتون مین اذن لینا چاہیے - اُن گھرون مین سے جو مان باپ بھائی بہن - مامون اور خالہ کے گھر مین یا اُس گھر مین سے جسکی کنجی ملکیت مین ہے بغیر اذن کے جا سکتے ہین -

حدیث مین آیا ہے -

۱ - اُس شخص کو گھر مین آنے کا اذن نہ دو جو سلام کے ساتھ ابتدا نہ کرے (راوی جابر)

۲ - آنحضرت صلعم جب کسی شخص کے گھر جاتے تو دروازے کے سامنے اپنا مُنہ نہ کرتے بلکہ گھر کے دائین یا بائین طرف سے تشریف لاتے اور پھر فرماتے سلام ہو تمپر سلام ہو تمپر (راوی عبداللہ بن بشیر)

۳ - رسول مقبول صلعم نے بجواب سوال فرمایا کہ مان کے گھر مین بھی اذن لیکر داخل ہو (راوی عطا بن یسار)

مندرجہ بالا احادیث کے علاوہ اور بھی حدیث المشکوٰۃ (کتاب الادب باب استیذان) مین درج ہین -

دوم - اذن برائے شفاعت - بغیر خدا کے حکم کے کوئی کسیکی سفارش نہین کر سکتا - چنانچہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے (۱) سورۂ بقر (پ ۳ رکوع ۳۴ - آیت ۲۵۶) کون شخص ایسا ہے جو اُس کے نزدیک سفارش کرے مگر جس کو وہ اذن دے (۲) سورۂ مریم (پ ۱۶ رکوع ۶ آیت ۹۰) کوئی شفاعت نہین کر سکتا (یوم قیامت مین) مگر وہ کہ جس نے رحمان سے اذن حاصل کر لیا ہے (دیکھو شفاعت)

۳ - اصطلاح فقہ مین اذن ازالہ حجر و اسقاط حق کو کہتے ہین (ماذون)

(۹۹) **اِرَادَہ** (ع) قصد-خواہش اور نیت-ارادہ اُس انجذابِ قلبی یا ہربِ طبعی کا نام ہے جو کسی نافع یا مضر شے کے تخیل یا وقوع خارجی کی وجہ سے حیات کے اندر پیدا ہوتا ہے-

اصطلاحِ تصوف مین ارادہ سے مُراد آتشِ محبت کی وہ چنگاری ہے جو خدا کی طرف بُلاکر اُس ذات واحد مین فنا ہونے کی خواہش پیدا کرتی ہے (تذکرۃ السلوک مصطلحات صوفیہ) بعض مشائخ طریقت ارادہ سے ترک عادت مراد لیتے ہین بایں معنی کہ عادت انسانی ہے کہ شہوت اور خواہش کی طرف مائل ہو لیکن مشائخ اپنے مُرید سے اِن عادات کو ترک کراتے ہین تاکہ شہوت و خواہش نہو-

(۱۰۰) **اِرتداد** (ع) مذہب سے پھر جانا-اصطلاح مین دین سے برگشتہ ہونا-وہ شخص جو دین اسلام قبول کرکے ترک کردے-مُرتد کہلاتا ہی-ارتداد کے لئے بلوغ عقل اور اختیار شرط ہین-اِس لیے کہ نابالغ دیوانہ اور مجبور غیر مکلف ہین-مُرتد کی دو قسمین ہین (۱) فطری مرتد (۲) ملی مُرتد-فطری مُرتد وہ ہے جس کی پیدایش اسلام پر ہوئی ہو یعنی (قرار نطفہ کے وقت مان اور باپ دونون مسلمان ہون یا انہین سے ایک) اور بعدہٗ دین اسلام سے منحرف ہوا ہو-فطری مرتد اگر مرد ہو تو اس کو باوجود توبہ کے رجوع کا اختیار نہین دیا گیا ہے بلکہ وہ قتل کیا جائے گا-اُس کی زوجہ اُس سے علیحدہ ہوجائے گی اور شوہر کی وفات والی عدۃ مین بیٹھے گی اُس کا مال ورثہ آپس مین تقسیم کرینگے اگر فطری مرتد عورت ہے تو قتل نہ کی جائے گی بلکہ توبہ کا اختیار دیا جائے گا-

دوم-ملی مُرتد وہ شخص ہی جو کفر سے اسلام لائے اور پھر برگشتہ ہوجائے ایسے شخص سے توبہ کرائینگے یلقین توبہ کی میعاد تین دن تک ہے اگر اس میعاد مین تائب نہوا تو قتل کیا جائے گا-ملی مرتد کی املاک بھی ارتداد کے ساتھ ہی اُس کی مِلک سے نکلجائے گی اگر دوبارہ مسلمان ہوگیا تو مِلک اُس کے قبضہ مین دیدیجائے گی-ملی مُرتد کا عقد نکاح فسخ ہوجائے گا-اُس کی بیوی بعد عدۃ کے جو طلاق کا حکم رکھتی ہے نکاح ثانی کی مجاز ہوگئی اس کا مال بشرطیکہ تائب نہونے کے باعث قتل کردیا گیا ہو بعد ادائے قرضہ مسلمان ورثہ کو ملے گا (جامع الحجومی کتاب حدود)

مُرتد کا نکاح اور ذبیحہ باتفاق ائمہ اربعہ باطل ہے-طلاق اور ام الولد بنانا صحیح اور عقد معاوضہ موقوف ہے اور باقی عقود مثلاً ہبہ کرنا اور اجارہ کرنا-اور وصیت کرنا-تدبیر کرنا-مکاتب کرنا-امام ابوحنیفہ کے نزدیک موقوف لیکن صحاب امام ابوحنیفہ کے نزدیک نافذ ہین (نور الہدایہ کتاب الجہاد باب ارتداد)

اگر مرتد نابالغ لڑکا ہے تو اُس سے تعرض نہ کیا جائے گا حتی کہ بلوغ کو پہونچے-بعد بلوغ اُس سے توبہ کرائی جائے گی-اگر تائب ہوگا تو حقوق مسلم کا مستحق ورنہ مستوجب قتل ہوگا-پاگل اور مدہوش جن کی قوت تمیز سلب ہوچکی غیر مکلف ہین-

وہ ذمی جو جبراً مسلمان بنایا گیا ہے اگر مرتد ہوجائے تو قتل نہین کیا جائے گا (ہدایہ جلد سوم جامع الجومی) مرتد کی وصیت اگر مرد ہے تو موقوف اور اگر عورت ہے تو نافذ سمجھی جائے گی (ہدایہ جلد چہارم)

(۱۰۱) **ارتقار** (ع) لغوی معنی بلند ہونا-مسئلہ ارتقار اُنیسوین صدی کے نصف اخیر مین (سائنٹفک طور سے علمی طور پر ثابت ہوکر علمی دنیا مین انقلاب عظیم کا باعث ہوا ہے-حکمائے یورپ نے اس انکشاف کی اولیت کا فخر ڈارون کو دیا ہے لیکن حقیقت مین فیصلہ

ایک طرفہ ہے کیونکہ ارتقاء انواع کا خیال ڈارون کا بالکل مجتہدانہ
خیال نہین کہا جاسکتا۔ اس لئے کہ ڈارون سے صدیون پیشتر
متعدد حکمائے اسلام اسی خیال کو ظاہر کر چکے تھے۔ حکماء اسلام
مین سے علامہ ابن مسکویہ (المتوفی ۴۲۱ھ / ۱۰۳۰ء) نے اپنے کتاب
(فوز الاصغر) مین جو فلسفہ و شریعت کی تطبیق پر لکھی ہے آجکل کے
ماہرین علم الحیات کی طرح نباتات سے ذی حیات کی ابتدا شروع
کی ہو۔ خواجہ نصیر الدین طوسی (المتوفی ۶۷۲ھ / ۱۲۷۳ء) نے اپنی کتاب
اخلاق ناصری مین (مقالہ اول فصل چہارم) مین انسان کی
اشرف موجودات ہونے پر جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ حرف
بحرف وہی ہین جو انیسوین صدی عیسوی کے اخیر مین ڈارون اسپنسر
ہکسلے اور ہیکل کی زبان سے ادا ہوئے ہین۔

مصنفین اخوان الصفاء نے رسالہ نباتات کی تمہید مین یہ
دعویٰ کیا ہو کہ جمادات۔ نباتات۔ حیوانات اور انسان کے عالم
ایک دوسرے سے سلسلہ بسلسلہ وابستہ ہین۔ اس لئے بلا خوف
تردید کہا جاسکتا ہو کہ مسئلہ ارتقاء کے مسلمات حکماء اسلام کے
اقوال مین موجود ہین۔ اگر فرق ہو تو اسقدر کہ ڈارون نے ان
مسلمات کی تشریح مشاہدہ اور تجربہ کی وساطت سے کی ہے اور
حکماء اسلام نے تزکیۂ نفس اور اصلاح باطن کی مدد سے۔

ارتقاء کے یہ خیالات کچھ حکمائے اسلام تک محدود نہ تھے بلکہ
اُس زمانہ مین عام طور پر تعلیم یافتہ طبقہ مین شائع ہو گئے تھے مثال
کے طور پر نظامی عروضی سمرقندی (جس کا اصلی نام احمد بن عمر بن علی
سمرقندی تھا) کا چہار مقالہ (۵۵۱ھ / ۱۱۵۶ء) دیکھئے تو معلوم ہو جائے گا کہ
مصنف نے اس کتاب کی تمہید مین مخلوقات ارضی کی تخلیق کو
اس ارتقائی ترتیب سے بیان کیا ہے کہ گویا مسلمہ مسئلہ ہو۔ مثنوی
معنوی (تصنیف مولانا محمد جلال الدین المتوفی ۶۷۲ھ / ۱۲۷۳ء) کا
مطالعہ کیجیے تو معلوم ہو جائے گا کہ مولانا روم نے نباتیت۔ حیوانیت
وانسانیت کے ساتھ ساتھ مراتب ملکوتیت ولاہوتیت کو اپنے
خاص ملہمانہ انداز مین کس طرح بیان کیا ہو۔

مسئلہ ارتقاء کو حکماء یورپ نے مادیات تک محدود رکھا ہے اور
ارتقاء کی آخری منزل انسان پر ختم کر دی ہے لیکن حکماء اسلام مثل
خواجہ نصیر الدین طوسی نے افق انسانیت سے اوپر انسان کی
رسائی عالم اشرف وملائکہ وعقول تک بیان کی۔ یہان تک کہ
وہ مقام وحدت تک ترقی کر جاتا ہے (اخلاق ناصری) حقیقت
مین یہ امر سخت حیرت انگیز ہے کہ حکماء یورپ ارتقاء گذشتہ کو
تسلیم کرکے ارتقاء آیندہ یعنی معاد سے انکار کر دین۔ کہا جائے گا کہ
حیات بعد الممات کے واقعات کو مشاہدہ و تجربہ سے ثابت کیا جائے
تاکہ اہل سائنس ایمان لاوین لیکن جس طرح سائنس دان ماہر الحیات
کی تحقیق مین عاجز ہو کر بجائے یقین کے مظنہ کو اپنا رہبر بنائے
ہوئے ہین اگر واقعات معاد کو بھی بطور مظنہ ہی تسلیم کر لیجیے تو واقعات
عالم کے صدہا سربستہ راز اُن پر کھل جاتے اور ان مین بھی صاحبان
کشف ومراقبہ اور ارباب جذب وسلوک نظر آنے لگتے۔ موجودہ
یورپ پر تو تجربہ اور مشاہدہ کا نشہ چڑھا ہوا ہے جس کو دنیوی حکومت
نے دوآتشہ بنا دیا ہے اس لئے اُن کا قلب سلیم غلیظ ہو گیا ہے سچ ہو
قَد افلح مَن زکّٰہا وَقد خاب مَن دسّٰہا۔ یقیناً وہ مراد کو پہونچا جسنے
اُس کو یعنی قلب کو پاک کیا اور نامراد ہوا جسنے اُسکو بدیون مین
گاڑ دیا (سورۂ والشمس پ ۳۰ رکوع اول آیت ۹-۱۰)

کتاب فوزالاصغر من تصنیف علامہ ابو علی احمد المعروف بہ ابن مسکویہ کا مطالعہ اس نظریہ کو بخوبی ثابت کر رہا ہو کہ جو نظریہ علامہ ابن مسکویہ نے گیارہوین صدی عیسوی مین پیش کی تھی وہ انیسوین صدی عیسوی مین ڈراون کے ہاتھ سے وسکی دشراب) بن گئی اس ثبوت مین ہم علامہ ابن مسکویہ ہی کی کتاب سے اقتباس پیش کرتے لیکن اس خیال سے کہ علامہ کی تصنیف عام لوگون کے فہم سے بالاتر ہو ہم محقق طوسی کی تحریر کا ترجمہ "رسالہ معارف" سے نقل کر کے ہدیہ ناظرین کرتے ہین ۔ چونکہ محقق طوسی کو ابن مسکویہ کی تصانیف کے ترجمہ کرنے کا بھی فخر حاصل ہو اس لئے محقق طوسی کی یہ تحریر دو آتشہ کا اثر رکھتی ہے ۔

قبل اس کے کہ ترجمہ شروع کرین ہم مسئلہ ارتقاء کے مسلمات کو جو سائنس نے قائم کئے ہین اختصار کے ساتھ رسالہ معارف سے نقل کرتے ہین ۔

۱۔ موجودات عالم کی ترتیب جن ذرات مادی سے ہوئی وہ اپنی آخری بسیط اور مفرد حالت مین یکسان اور مساوی ہین ۔

۲۔ جون جون ان مین ترکیب و تالیف پیدا ہوتی جاتی ہو یعنی اجسام مرکب وجود مین آنے لگتے ہین تو اُن مین باہم فرق مدارج و امتیاز مراتب پیدا ہوتا جاتا ہو ۔

۳۔ مرکبات مادہ مین پست ترین مرتبہ جمادات کا ہو۔ جمادات کی انتہائی ترقی یہ ہو کہ امین صفات نباتی پیدا ہونے لگین بعدہٗ نباتات کا درجہ ہے اور حیات نباتی کا کمال یہ ہو کہ حیات حیوانی سے ملجائے۔ بعدہٗ حیوانیت کا رتبہ ہو اور حیوانیت کی ترقی کی آخری منزل یہ ہو کہ اس مین خواص انسانی پیدا ہو جائین پس ظاہر ہے کہ انواع موجودات سب ایک دوسرے سے مربوط ہین۔ ایک کی نہایہ دوسرے کی ابتدا ہے ۔

اجسام مادی و طبعی

اجسام طبعی از روئے جسم رتبہ مین مساوی ہین ایک دوسرے پر کوئی شرف اور فضلیت نہین رکھتے اس لئے کہ سب کی تعریف ایک ہے اور ہیولیٰ اولی سب کی قوام ماہیت مین داخل ہو اختلاف اول کا ظہور جن سے وہ انواع عناصر تقسیم ہوتے ہین کبھی ایسے تباین کا مقتضی نہین جو ایک دوسرے پر موجب شرف ہو بلکہ اُسی وقت تک وہ رتبہ اور قوت مین برابر ہوتے ہین ۔

اختلاف مراتب

جس وقت عناصر مین باہم امتزاج اور اختلاط کا ظہور ہوتا ہو اور جسم مرکب بقدر قرب اعتدال حقیقی و وحدت معنی و مبداء فیاض سے متاثر ہو کر صور شریفہ قبول کرتا ہو اُس وقت اس مین ترتیب و اختلاف مدارج پیدا ہونے لگتا ہے۔ انواع جمادات مین سے جن کے مادہ مین قبول صورت کی استعداد زیادہ ہوتی ہے - وہ دوسرون سے باعتبار اعتدال مزاج شریف تر ہوتے ہین ۔ اور اس شرف کے مراتب بے شمار ہین یہان تک کہ اجسام مرکب (یعنی بعض جمادات) مین نفس نباتی کے قبول کرنے کی قوت حاصل ہو جاتی ہو ۔

ارتقاء جمادی

اب جسم جماد اس نفس نباتی سے مشرف ہو جاتا ہو اور اُس مین چند برتر خصوصیات پیدا ہو جاتی ہین۔ مثلاً غذا حاصل کرنا۔ نمو۔ جذب موافق و ترک مخالف۔ یہ قوتین بھی حسب تفاوت استعداد متفاوت ہوتی ہین۔ مرجان۔ افق جمادات سے نزدیک تر ہو اور معادن سے ترقی کر کے اُن نباتات کی حد تک

پہونچگیا ہے جو خودبخود امتزاج عناصر اور آفتاب و ہوا کی مدد سے
اُگتے ہین اور جن مین نہ تو عرصۂ دراز تک خود باقی رہنے کی قوت ہے
اور نہ اپنے نوع کے باقی رکھنے کی۔ یہان تک کہ اُن کا مرتبہ تخم دار
گھانس اور میوہ دار درخت تک پہونچ جاتا ہے اور ان مین خود
باقی رہنے اور اپنے نوع کے باقی رکھنے کی پوری قوت پیدا ہو جاتی
ہے اور اُن مین بعض ایسے ہونے لگتے ہین جن مین نر اور مادہ کا بھی
امتیاز ہوتا ہے۔ یہان تک کہ درخت خرما تک ترقی کر جاتے ہین۔
جس مین چند خواص حیوانات پائے جانے لگتے ہین مثلاً اس مین
ایک جز ایسا ہوتا ہے جس مین حرارتِ غریزی زیادہ ہوتی ہے۔ وہ
بمنزلہ دل کے ہوتی ہے۔ اور اس سے شاخین اسی طرح نکلتی ہین
جس طرح دل سے شرایئن۔ اُس کی مادہ نر سے بار آور ہوتی ہے اور
جس مادہ سے بار آور ہوتی ہے اُس کی بو حیوانات کے نطفہ کی سی
ہوتی ہے۔ جب اُس کا سر کاٹ ڈالتے ہین یا اس کے دل پر کوئی
صدمہ پہونچتا ہے یا پانی مین غرق ہو جاتا ہے تو خشک ہو جاتا ہے
بعض ماہرین فن فلاحت نے تو اُس کی عجیب خاصیت یہ بھی بیان
کی ہے کہ اس کے بعض مادہ درختون کا میل کسی خاص نر کی جانب
ہوتا ہے کہ سوا اُس کے کسی دوسرے سے بار آور نہین ہوتے یہ
خاصیت بمنزلہ عشق کے ہے۔ غرضکہ اس درخت مین اس طرح کی
بہت سی خاصیتین ہین جن سے اس مین حیوانات کے مرتبہ تک
صرف تلاش غذا مین حرکت کرنا باقی رہ جاتا ہے۔ حدیث نبوی
ہے کہ اپنی پھوپی درخت خرما کی تعظیم کرو کہ اس کی خلقت آدم
کی بقیہ مٹی سے ہوئی ہے۔ اُس جانب اشارہ کرتی ہے یہ انتہاد
کمال نباتات اور ابتدا کمال حیوانات ہے۔

ارتقاءِ نباتی

نباتات کی اس ترقی کے بعد مرتبہ حیوانیت
شروع ہوتا ہے جس کی پہلی منزلون کے
ڈانڈے حیات نباتی سے ملے ہوئے ہوتے ہین مثلاً بعض کیڑے
کوڑے جو گھاس کی طرح خودبخود پیدا ہوتے رہتے ہین اور جن مین
افزائش نسل کی قوت نہین ہوتی۔ بعض کی پیدائش کسی خاص فصل مین
ہوتی ہے اور جہان دوسری فصل ہوئی وہ نیست و نابود ہو جاتے
ہین۔ ان کو صرف حرکت ارادی و احساس و تلاش غذا کی بنا پر
نباتات پر فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ اس سے آگے بڑھ کر اُن حیوانات
کا مرتبہ ہے جن مین قوت غضبی موجود ہوتی ہے جسسے یہ دفع ضرر
کر سکتے ہین یہ قوت بھی مختلف ہوتی ہے۔ باندازۂ قوت ہر ایک کو
آلات بھی ملتے ہین۔ مثلاً سینگ۔ دانت۔ پنجے۔ سم۔ شہ پر جو بمنزلہ
نیزہ۔ چھری۔ خنجر۔ گرز اور تیر کے ہین جن مین یہ قوت ناقص ہے
اُن کے لئے دوسرے اسباب دفع مہیا ہین مثلاً آہو کے لئے رم
روباہ کے لئے حیلہ۔ مشاہدہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جانورون
اور چڑیون کے لئے وہ آلات و اسباب فراغت جن کی اُن کو حاجت
ہے فراہم کر دیے گئے ہین جو آلات قوت سے محروم ہین اُنہین الہام
خداوندی نے ان مصالح پر مطلع کر دیا ہے جن سے وہ بہ آسانی
حصول کمال شخصی و نوعی کر سکین یعنی ازدواج۔ طلب نسل اولاد کی
حفاظت و تربیت آشیانہ بنانا۔ غذا کا ذخیرہ فراہم کرنا۔ اپنے
ابنائے جنس کو اُس مین سے دینا۔ موافقت و مخالفت کے برتاؤ کرنا
غرض اس درجہ احتیاط و فہم و فراست و صوابدید اُن کو عطا ہوئی
ہے کہ عقل متحیر ہو کر قدرت صانع کی معترف ہوتی ہے سبحان الذی
اعطی کل شیٔ خلقہ ثم ہدی۔ بہ نسبت نباتات کے اصناف حیوانات کے

مدارج مین زیادہ تفاوت پایا جاتا ہے اس کا سبب یہ ہی کہ حیوانات
بساط سے بعید تر ہین اور نباتات سے قریب۔ بلند ترین حیوانات
وہ ہوتے ہین جو تعلیم کو قبول کرکے اپنا کمال حاصل کرسکتے ہین
مثلاً گھوڑا اور باز۔ یہ قوت جس قدر زیادہ ہوگی اتنا ہی اُن کا مرتبہ
بلند ہوگا چنانچہ بعض حیوانات کے لئے بجائے تعلیم کے صرف مشاہدہ
افعال کافی ہوتا ہی اور جو کچھ دیکھ لیتے ہین بے ریاضت و مشقت
اُس کی نقل کرنے لگتے ہین اور یہ مراتب حیوانات کی انتہا ہی۔

ارتقاء حیوانی یہان سے مرتبہ انسان کی ابتدا ہوتی ہی
اس ابتدائی درجہ کے انسان (یعنی وحشی
دیوان نما انسان) اطراف عالم مین سکونت پذیر ہین مثلاً سوڈان
مغرب مین۔ ان کے افعال و حرکات حیوانات سے مشابہ ہوتے ہین
یہان تک کہ باہمی تفاوت کے مدارج اقتضائے طبیعت کی بنا پر
طے پاتے رہتے ہین مگر اس کے بعد مراتب کمال و نقصان ارادہ اور
فکر پر مبنی ہو جاتے ہین چنانچہ جس شخص مین یہ قوتین کامل ہوتی ہین
وہ ان کے صحیح استعمال سے درجہ کمال تک پہونچ جاتا ہے اور ان
اشخاص سے کہین آگے بڑھ جاتا ہے جن مین یہ قوتین نسبتاً کم ہوتی ہین
ان مین ابتدائی درجہ اُن لوگون کا ہے جو قوت عقلیہ سے طرح طرح
کی صنعت و حرفت و آلات کے موجد ہین۔ اس کے بعد وہ گروہ
ہے جو بوسیلہ عقل علوم اور معارف اکتساب فضایل مین سرگرم
رہتا ہی ان سے بالاتر وہ نفوس قدسیہ ہین جو بذریعہ وحی و الہام
معرفت حقایق حاصل کرتے ہین اور بلا توسط اجسام مقربان رب
العزت سے اخذ احکام فرماتے ہین اور خلقت کی تکمیل اور اُن کے
معاش و معاد کا انتظام ان کے ہاتھون مین ہی اور یہ کمال نوع
انسان کی حد ہے۔ نوع انسانی مین بمقابلہ نوع حیوانی اسقدر تفاوت ہے
جتنا کہ حیوانات و نباتات مین بیان کیا گیا ہی۔ اس مرتبہ پر پہونچکر
انسان کی رسائی عالم اشرف و ملائکہ و عقول تک ہو جاتی ہی یہان
تک کہ وہ مقام وحدت تک ترقی کر جاتا ہے جہان دائرۂ وجود کا
اختتام اس طرح ہوتا ہے جیسے ایک خط مستدیر کسی نقطہ سے شروع
ہوکر اپنا دورہ ختم کر دیتا ہے۔

(۱۰۲) **ارث**۔ لغت اور شرع مین اُس کو کہتے ہین جو نقل کی
جاتی ہے مورث سے وارث کو یعنی مرنے والے سے اُس کے وارثون
کو جو چیز پہونچتی ہے خواہ وہ نقد ہو یا جنس (یا از قسم مال) ہو ارث
اعراض مین مجازاً ہوتا ہے کیونکہ اعراض یعنی علم۔ حلم۔ شجاعت وغیرہ
مین قابلیت ہی نہین ہے کہ قسمت یا ارث ان مین جاری ہو سکے
(فرایض)

(۱۰۳) **اُردن**۔ نام ہے ایک نہر کا۔ سورۂ (آل عمران پ ۳ رکوع
۵ آیت ۳۹) مین ہی "اور نہ تھا تو (اے محمد صلعم) ان کے نزدیک جب
وہ ڈالتے تھے (واسطہ قرعہ کے نہر مین) اپنے قلمون کو (تاکہ جانین وہ)
کہ کون اُن مین ضامن ہو مریم کا اور نہ تھا تو (اے محمد صلعم) اُن کے
نزدیک جب جھگڑتے تھے وہ (یعنی عابد مریم کی پرورش کے مقدمہ
مین)" اس آیت مین جس نہر کی طرف اشارہ ہے اس کا نام اُردن
ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب حضرت مریم پیدا ہوئین تو
اُن کی مان (حنہ) اُن کو کپڑے مین لپیٹ کر مسجد مین لے گئین اور
عابدون سے اس نذر کو لے لینے کی استدعا کی۔ عابدون مین جھگڑا
ہوا کہ کون حضرت مریم کی پرورش کرے آخرش قرعہ ڈالنے کی رائے
قرار پائی لہٰذا ہر ایک عابد نے اپنا قلم جس سے توریت لکھتے تھے نہر

اور ان مین ڈالا پس بموجب شرط کے قرعہ حضرت ذکریا کے نام آیا اور وہی حضرت مریم کے کفیل ہوئے۔

(۱۰۴) **ارش** - کئی معنون مین مستعمل ہے (۱) رقم معاوضہ (۲) رقم جرمانہ خصوصاً دیت جراحت (۳) وہ تحفہ جو قاضی کی خدمت مین بحصول نظر عنایت بھیجا جائے یعنی رشوت (۴) وہ رقم جو مشتری کو بائع سے حاصل ہو جبکہ مبیعہ مین نقص نکل آوے۔

(۱۰۵) **ارض** (ع) زمین جمع اراضی - قرآن مجید مین جو آیات تخلیق ارض پر دلالت کرتی ہین انکا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے زمین کو پانی پر مثل بستر کے بچھایا اور اُس کو آرام دہ فرش بنایا ہے سورۂ بقر پ۱ رکوع ۳ آیت ۲۰ و سورۂ رعد پ۱۳ رکوع اول آیت ۳ - اور سورۂ البناء پ۳۰ رکوع اول آیت ۶) جو خدا کے قبضۂ قدرت مین ہے سورۂ زمر پ۲۴ رکوع ۷ - آیت ۶۷) اور جس کو بروز قیامت دوسری زمین سے بدل دے گا۔ سورۂ ابراہیم پ۱۳ رکوع ۷ آیت ۴۹)

زمین اور اُس کی پیداوار کے متعلق جو احکامات شریعت مین ہین ہم اُن کو مختلف عنوانون کے تحت مین لکھتے ہین -

اول - زکوٰۃ (الف) جس کھیت کی آبپاشی بہتے ہوئے پانی سے یا تالابون سے یا نہر سے یا بارش سے ہو اُس مین زکوٰۃ عشر یعنی دسوان حصہ ہے لیکن جس مین آبپاشی رہٹ سے ہو یا آدمی اور اونٹ وغیرہ کرین اُس مین نصف عشر یعنی بیسوان حصہ زکوٰۃ کا ہے غلہ مین جو زمین سے پیدا ہوا ہو نصاب زکوٰۃ پانچ وسق ہے - (ایک وسق برابر ہے انگریزی تین پاؤ یعنی ۶۰ تولہ کے) اور زمین کی ہر پیداوار مین زکوٰۃ واجب نہین ہے - غلہ کی جنسون مین سے گیہون جو - چھوہارے اور منقی پر زکوٰۃ واجب ہے لیکن ان کے سوائے دوسرے غلون پر جو تُلتے اور نپتے ہین یعنی (وزن ہوتے ہین) حکم سنت ہو (جامع ترمذی کتاب زکوٰۃ)

(ب) خراجی زمین کی پیداوار مین عشر نہین - خراجی زمین اُس زمین کو کہتے ہین جو فوج کشی کر کے فتح کی ہو اور وہان کے باشندون کو اُس زمین پر قائم رکھا ہو یا امام نے صلح کر کے زمین حاصل کی ہو (نور الہدایہ)

(دوم) زمین کا وقف - زمین کا وقف جایز ہے اگر کوئی شخص ایک زمین وقف کرے اور بعد مین معلوم ہو کہ اس زمین کا بڑا حصہ ایک دوسرے شخص کی ملکیت ہے تو وقف اس بقیہ حصہ کا بھی جایز ہوگا - بشرطیکہ وقف دوامی ہو نہ کہ عارضی (ہدایہ جلد دوم)

(سوم) زمین کا بیع - زمین کا بیع جایز ہے - اور اُس کے بیع مین اشجار بھی جو اُس زمین پر ہین داخل ہون گے - لیکن کھیت داخل نہین ہوگا جب تک تصریح مرافق اور منافع کی نہین کی جاوے گی (نور الہدایہ کتاب بیع)

(چہارم) دعویٰ زمین عقار (یعنی شے غیر منقول مثل زمین کے) عقار کے دعوی مین شرط یہ ہے کہ مدعی اُس کے حدود بیان کرے یعنی چارون حدین یا کم از کم تین حدین اور اُن حدون کے مالکون کے نام اور اُن کے باپ داداؤن کے نام بھی بیان کرے (نور الہدایہ کتاب دعویٰ)

(پنجم) اجارہ - زمین کو اجارہ پر دینا جایز ہے اور جب مدت اجارہ تمام ہو جائے تو مستاجر کو لازم ہے کہ عمارت اور درخت اکھیڑ کر خالی زمین مالک کے حوالہ کرے اگر مدت اجارہ ختم ہو جائے

اور کھیتی کے جو اُس زمین پر بوئی ہے کٹنے کا وقت نہین آیا تو مستاجر پر جبر نہین کیا جائے گا بلکہ فصل کٹنے تک مہلت دیجاوے گی (نور الہدایہ کتاب اجارہ)

(ششم) رجوع از ہبہ - خالی زمین ایک شخص نے ہبہ کی بعد اُس کے موہوب لہٗ نے اُس مین عمارت بنالی اور درخت جمائے جس سے زمین کی قیمت بڑھ گئی تو واہب کو رجوع جایز نہ ہوگا اگر موہوب لہٗ نے نصف زمین موہوب کو فروخت کر ڈالا تو نصف باقی مین واہب رجوع کر سکتا ہے (نور الہدایہ کتاب ہبہ)

(ہفتم) عاریت - زمین کا مکان بنانے یا درخت بونے کے لئے عاریت دینا صحیح ہے - اور مُعیر جس وقت چاہے عاریت سے رجوع کر سکتا ہے اور مستعیر کو حکم دے سکتا ہے مکان یا درخت کے کھودنے کا اور ایسی حالت مین جو نقصان ہوگا تو معیر اس کا ضامن نہ ہوگا اگر زمین کھیتی بونے کے لئے عاریت دی ہے تو مُعیر قبل کٹنے کھیت کے زمین واپس نہین لے سکتا - جب ایک زمین کاشت کرنے کے لئے عاریتًا دی جائے تو اُس کا شرعًا جواز دستاویز کی عبارت پر منحصر ہے اور وہ اُن الفاظ مین ہو کہ زمین کھانے کو دی ہے (نور الہدایہ کتاب عاریت)

(ہشتم) زمین موات آباد کی جاسکتی ہے اور جو شخص امام کے اِذن سے زمین کو آباد کریگا تو وہ اس کی ملک ہو جائے گی خواہ وہ ذمی ہی ہو - اگر زمین موات تین برس تک آباد نہین کی گئی تو امام اُس سے لیکر دوسرے کو حوالہ کر دے گا - (نور الہدایہ کتاب احیاء الموات)

(۱۰۷) ارملۃ (ع) بیوہ وہ عورت جس کا شوہر وفات پاگیا ہو جمع ارامل - صاحبان خیابان کی تحقیق کے موافق ارملہ کے دو معنی ہین -

۱ - عورت بیوہ -

۲ - مرد بے زن یعنی رنڈوا -

بیوہ حُرہ کی عدۃ وفات چار ماہ دس یوم ہے جو دوسرے الفاظ مین سوگ کا زمانہ کہا جاتا ہے - اِس زمانۂ عدۃ مین بیوہ پر مانگ پٹی مسی - سُرمہ - مہندی - چوڑی - بلاق - نتھ غرضکہ ان سب چیزون کا استعمال جو عرف مین سنگار کہلاتی ہین - حرام ہے - اِس سوگ کرنے مین مدخولہ و غیر مدخولہ اور بالغہ و نابالغہ - جوان بوڑھی سب برابر ہین خواہ حیض کی عادت ان کی مقرر ہو (یعنی مستقیم الحیض ہون) خواہ نہو اور یہی حکم ان مدخولہ لونڈیون کا ہے جن کا آقا مر جائے کہ وہ بھی چار ماہ دس یوم تک سوگ کرین لیکن وہ کنیزین جن کے شوہر مر جائین تو وہ بعد وفات اپنے شوہر کے بیوہ حرہ کی میعاد سے نصف میعاد یعنی پینسٹھ دن کی عدۃ رکھین گی اور ترک زینت کرین گی (جامع عباسی) بعد انقضائے عدۃ بیوہ بشرطیکہ حاملہ نہو عقد ثانی کرنے کی مجاز ہے اگر میت صاحب اولاد ہے (خواہ وہ اولاد کتنی بھی نیچے کے طبقہ کی ہو) تو ترکہ مین سے بیوہ کا آٹھوان حصہ اگر لاولد ہے تو چوتھا حصہ ہے -

اسلام کا سب سے بڑا احسان جو جنس لطیف پر ہے وہ حق وراثت سے ہے حالانکہ دنیا کی اکثر قومون نے عورتون کو حق وراثت سے محروم کر دیا ہے - لیکن اسلام نے ورثہ مین تقریبًا تمام عورتون کو ذوی الفروض مین شمار کیا ہے یعنی اُن اصحاب وراثت مین جنکے حصے شریعت نے لازمی اور ضروری قرار دیے ہین -

اِس لئے بسا اوقات دیگر مذاہب کی عورتین (مثلاً نصرانیہ) جو
مسلمانون کے عقد مین آچکی ہون اور مطلقہ نہین ہوئین۔ بعد
وفات شوہر ادعائے قبول اسلام کر دیا کرتی ہین۔ تاکہ میراث سے
بوجہ اختلاف دین محروم نہ رہ جاوین اس لئے فقہاء اہل سنن
نے اس مقدمہ مین حسب ذیل اصول قرار دیے ہین۔

۱۔ کوئی مسلمان فوت ہوا اور اُس کی زوجہ (اہل کتاب)
کہا کہ وہ اپنے خاوند کی حین حیات مین مسلمان ہوگئی تھی۔ اور
باقی ورثہ نے کہا کہ بعد وفات اس کے مسلمان ہوئی۔ تو قول ورثہ
کا مستند ہوگا۔

۲۔ کوئی نصرانی مرگیا اور اُس کی بیوہ نے کہا کہ وہ اُس کے
فوت ہو جانے کے بعد مسلمان ہوئی اور باقی ورثہ نے کہا کہ وہ اُسکی
موت کے قبل مسلمان ہوئی تھی تو قول ورثہ کا مقبول ہوگا لیکن
امام زفر کے نزدیک قول عورت کا مستند ہوگا (نور الہدایہ کتاب
القضاء)

واضع ہو کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اہل کتاب (نصرانیہ
اور یہودیہ) سے نکاح جایز ہے۔ لیکن فقہاء امامیہ کے نزدیک
نکاح دوامی (جب تک وہ مسلمان نہ ہون) حرام ہے۔ لیکن
بعض علمائے امامیہ شیعہ کے نزدیک دیار اسلام مین کتابیہ عورت
سے متعہ جایز ہے مگر یہ شرط ہے کہ عورت کو شراب پینے اور سور کا گوشت
کھانے سے منع کرتا رہے۔ نکاح کتابیہ کے بارہ مین فقہاء
کے اقوال بحث نکاح مین درج کئے جائینگے انشاء اللہ تعالے۔

(۱۰۸) **ارنب** (ع) خرگوش۔ ارنبہ اس کی تانیث ہے بعض
کہتے ہین کہ مادہ خرگوش کو بھی ارنب ہی کہین گے۔ ائمہ اربعہ اہل سنن
بالاتفاق خرگوش کو حلال جانتے ہین (ہدایہ جلد چہارم) ان کی
مستدل بہ مندرجۂ ذیل حدیث ہے۔ روایت ہے حضرت انس سے
کہ ہم خرگوش کو پکڑ لائے ذبح کیا اور رسولخدا صلعم کی خدمت مین
اس کا کولا اور رانین بھیجین پس آنحضرت صلعم نے اس کو قبول
فرمایا (المشکوٰۃ کتاب الصید والذبایح باب ما یحل اکلہ و ما یحرم
فصل اول)

فقہائے امامیہ کے نزدیک خرگوش حرام ہے اس لئے کہ وہ
اُن حشرات الارض مین سے ہے جو زمین کے سوراخون مین
رہتے ہین (جامع الجومی)

(۱۰۹) **ارم** (ع) باغ اور نام ہے عاد کے مورث اعلیٰ کا یہ
لفظ سورۂ فجر (پ ۳۰ رکوع اول آیت ۶) مین آیا ہے۔ جمہور
مفسرین نے اس آیت مین ارم سے مراد ایک باغ لیا ہے جس کو
شداد بادشاہ قوم عاد کا لگایا ہوا لکھتے ہین۔ اس باغ مین ایک
محل تھا اس محل اور باغ کی زمین مین لعل یاقوت بچھے ہوئے
تھے باغ کی دیوارین سونے اور چاندی کی تھین درخت زمرد و
یاقوت اور نیلم کے اور محل بھی ہر قسم کے بیش بہا جواہرات سے
زین کیا گیا تھا۔ زعفران بجائے گھانس اور عنبر بجائے مٹی کے
تھے۔ لیکن بعض محققین زمانہ حال کا قول ہے کہ عاد اولی نے
جس مین شداد بادشاہ گذرا ہے کوئی عمارت قابل شہرت
نہین بنائی اس لئے ان کے نزدیک مفسرین کی شداد والی ارم
ایک خیالی شے سے زیادہ رتبہ نہین رکھتی آیۂ شریفہ مذکورۂ بالا
کے معنی اُن کی تحقیق مین یہ ہین کہ کیا نہ دیکھا تو نے کہ کیونکر کیا
تیرے پروردگار نے عاد کے ساتھ جو ارم کی اولاد تھے اور ایسے

قدآور تھے کہ اُن کے مانند شہروں میں پیدا نہیں کیے گئے
بالفاظ دیگر محققین حال ارم سے مراد باغ نہیں لیتے بلکہ قوم عاد
کا مورث اعلیٰ جس کا نام ارم تہا (خطبات احمدیہ)

(۱۱۰) **ارمیا ر** (یا یرمیا) غیاث اللغات میں بالضم اور میم مکسور
لکھ کر نام خضر یا الیاس کا لکھا اگر زاد المعاد مجلسی میں جو دعائے
استفتاح امام جعفر صادق سے ہے اس میں خضر و الیاس کا نام
الگ اور ارمیا کا نام الگ ہے جس سے پایا جاتا ہے کہ آپ ایک جدا
نبی تھے آپ کا صریح ذکر تو قرآن پاک میں نہیں ہے لیکن مورخین
عرب کا قول ہے کہ آپ معد پسر عدنان (قریش کے مورث اعلےٰ)
کے روحانی معلم تھے اور بخت نصر کے ہنگامہ میں آپ نے معد کی
امداد کی تھی۔ آپ کے کاتب وحی برخیا نے حضرت اسمٰعیل کی اولاد
کا شجرہ لکھا ہے اور معد کو اُن کی اولاد میں بتایا ہے (ماخوذ از
خطبات احمدیہ)

(۱۱۱) **ارہاص** (ع) جمع ارہاصات۔ وہ خوارق عادات
افعال جو کسی نبی سے عہدۂ نبوت پر فائز ہونے سے پیشتر ظاہر ہوں
ارہاص کہلاتے ہیں۔

(۱۱۲) **ارین** (ع) اشیاء میں جو اعتدال کا محل ہو اُس کو
ارین کہتے ہیں (تذکرۃ السلوک مصطلحات صوفیہ)

(۱۱۳) **ازارقہ**۔ خوارج کا گروہ جو اپنے بانی نافع ابن ازرق
کے نام سے موسوم ہوا۔ ابن ازرق کا عقیدہ تہا کہ حضرت علی مرتضیٰ
(نعوذ باللہ) کافر تھے اور اُن کا قاتل حق پر تہا۔ ازارقہ کے عقائد
مخصوصہ یہ ہیں۔

۱۔ ہمارے مخالفین مسلمانوں کے شہر دار الکفر ہیں اور جو اُن میں
سکونت اختیار کرے کافر ہے۔
۲۔ اطفال ہمارے مخالفین مسلمانوں کے دوزخ میں جائینگے
۳۔ مخالفین مسلمانوں کی اولاد اور ان کی عورات کا قتل جایز ہے
اور اُن کی امانتوں کو صرف کر ڈالنا مباح۔
۴۔ تقیہ قول اور فعل دونوں میں حرام ہے۔
۵۔ زانی محصن کا رجم کرنا درست نہیں۔
۶۔ مرتکب گناہ کبیرہ کافر ہے۔
۷۔ نبی سے صدور گناہ ممکن ہے اور ہر گناہ کفر ہے (مذاہب
اسلام)

(۱۱۴) **آزر** (ع) بمعنی عیب کجی۔ بزبان عجمی پیر فرتوت حضرت
ابراہیم کے سلسلہ میں آزر کا ذکر سورۂ انعام (پ ۷، رکوع ۹ آیت ۷۴)
میں آیا ہے کہ وہ بتوں کی پوجا کرتا تہا بعض مفسرین کا خیال ہے
کہ آزر حضرت ابراہیم کے والد کا نام تہا لیکن فی الحقیقت آزر
حضرت ابراہیم کا چچا تہا۔ آپ کے والد کا نام تارخ (ترخ) تہا
لیکن آزر نے حضرت ابراہیم کی پرورش کی تھی اس لئے مجازی
معنوں میں اہل عرب آزر کو حضرت ابراہیم کا باپ کہتے تھے اور
اسی معنی کی رعایت سے آزر کو حضرت ابراہیم کا باپ خدائے تعالےٰ
نے بھی فرمایا ہے۔

آزر پہلا شخص ہے جس نے بتوں کی کاغذی تصاویر کے
بجائے پتھر کی مورتیں عبادت کے لئے تراشیں اور اُن کو مروج کیا
آزر کا پیشہ بت فروشی تہا۔ جو اُس زمانہ کے معزز ترین پیشوں میں
شمار ہوتا تہا۔ بت فروشی کا احترام یہاں تک کیا جاتا تہا کہ بادشاہ
وقت بت فروش سے سلسلہ مناکحت پیدا کرنا عزت سمجھتا تہا چنانچہ

نزدو بادشاہ وقت) نے اپنی لڑکی کی شادی آذر سے کردی تھی۔

(۱۱۴) **ازل** (ع) وہ ہمیشگی جس کا شروع نہ ہووے جیسے کہ ابد اُس ہمیشگی کو کہتے ہیں کہ جس کی انتہا نہ ہو۔

(۱۱۵) **ازہر** (جامع) ع - بہت روشن - جامع ازہر نام ہے دار العلوم کا جو مصر میں ہے اور اُن شاندار یادگاروں میں سے ہے جو خلفاء فاطمیہ نے وادی نیل میں قائم کی تھیں - جامع ازہر کو ایک عبادت گاہ کی حیثیت سے ابو الحسن جوہری نے جو خلفاء فاطمیہ کا سپہ سالار تھا بعد فتح مصر ۶ جمادی الاول ۳۵۹ھ / ۲۱ - فروری ۹۷۰ء میں تعمیر کرایا اور ماہ رمضان ۳۶۱ھ / ۹۷۲ء میں اول جمعہ اس جامع میں پڑھا گیا - تعمیر کا سلسلہ ختم ہی ہوا تھا کہ جامع ازہر میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری ہو گیا لیکن باضابطہ طور سے جامع ازہر میں تعلیم کا آغاز ۳۷۸ھ / ۹۸۸ء میں خلیفہ العزیز باللہ کے عہد حکومت میں ہوا - اس علم دوست خلیفہ نے ایک اور دوسری شاندار درس گاہ ۳۶۹ھ / ۹۷۹ء میں تعمیر کرائی اور اس کا نام "ایوان الکبیر" رکھا - اس ایوان کے ایک حصہ میں فقہاء تعلیم دیتے تھے اس حلقہ درس کا نام "مجلس الحکمت" تھا جس میں اسمٰعیلیہ طریقہ پر مردوں کو مذہبی تعلیم دیجاتی تھی - علاوہ مجلس الحکمت کے جامع ازہر بھی تشنہ کامان علوم کی پیاس بجھاتا رہا - خلیفۃ الحاکم بامر اللہ نے جامع ازہر کی ہر دلعزیزی دیکھ کر اُس کے ضروری مصارف کے لئے وقف کا فرمان جاری کیا - اس وقف کی مالیت ایک ہزار اسٹھ دینار (یعنی پانچ ہزار تین سو پینتیس روپیہ سکہ حال سالانہ تھی - اس کے علاوہ روشنی کے لئے چالیس قندیلیں آویزاں کیں - ملک الظاہر نے جو خاندان ممالیک سے چوتھا حکمران تھا ۶۶۵ھ / ۱۲۶۶ء میں جامع ازہر میں بعض نئی عمارتیں تعمیر کرائیں اور بعض عمارات میں ترمیم کی - جامع میں کئی فقہاء مقرر کئے جو امام شافعی کے مذہب کی تعلیم دیتے تھے - اُن کی تنخواہیں اس وقف سے دیجاتی تھیں - جو امیر بلبک خازن دار نے کیا تھا - ۷۰۲ھ / ۱۳۰۲ء میں مصر میں زلزلہ آیا اور اُس کے صدمہ سے جامع ازہر کی نئی عمارتیں منہدم ہو گئیں ۷۲۵ھ / ۱۳۲۴ء میں قاضی نجم الدین الشعردی کے زیر اہتمام تعمیر کا کام دوبارہ شروع ہوا اور کئی جدید عمارتیں اضافہ ہوئیں ۷۶۱ھ / ۱۳۵۹ء میں جامع ازہر میں سلطان ناصر حسن نے چند عمارتوں کا اور بھی اضافہ کیا اور ایک حلقہ درس فقہاء حنفیہ کا قائم کیا - اور ان تمام امور کے مصارف کے لئے قیمتی جائدادیں وقف کیں - جامع ازہر میں بہت سی ترمیمیں تبدیلیاں وقتاً فوقتاً ہوتی رہیں اور نئی نئی عمارات کا اضافہ ہوتا رہا - یہاں تک کہ ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۱ء میں ایک نمایاں تبدیلی عمل میں آئی - یعنی طلبہ کی سکونت کے لئے متعدد کمرے بنائے گئے اور ایک عام کتب خانہ کھول دیا گیا۔

جس چیز نے جامع ازہر کو تمام مساجد اسلام میں ممتاز کر دیا ہے وہ یہی مدرسہ ہے جو ۳۷۸ھ / ۹۸۸ء میں فاطمی خلیفہ العزیز باللہ نے قائم کیا تھا - اس زمانہ میں بھی جامع کی شہرت دُور دُور ہے اس میں بلاد اسلامیہ کے کل اقطار سے طلبہ آتے ہیں - فی الواقع یہ مسجد مشرقی علوم عربیہ کی آخیر مسکن و موطن ہے - زمانہ سابقہ میں اس مدرسہ کے طلاب کی تعداد بارہ ہزار تھی - اور اس وقت بھی کچھ کم نہیں ہے - جامع میں متعدد رواق دیگر ممالک کے ناموں پر بنے ہوئے ہیں اور جو طالب العلم جس ملک کا ہوتا ہے اسی ملک والی رواق میں رہتا ہے سب سے اعلیٰ - اس جامع کا شیخ اعظم کہلاتا ہے جامع ازہر کے اندرونی انتظام اور تعلیم کی نگرانی اُسی کے ہاتھ میں رہتی ہے - اُس کی تنخواہ و دیگر شیوخ کی تنخواہوں وغیرہ کا مجموعی خرچ پچیس لاکھ روپیہ سالانہ قریب ہے

یہ بہاری رقم اوقاف کی آمدنی اور رشتۂ تعلیم کی امداد سے ادا کیجاتی ہے۔

ایک زمانہ تہا کہ یہ تعلیمی مرکز سیاست مین خاص اہمیت رکھتا تہا اور اس کے شیوخ حکومت کے ارکین ہو گئے تھے چنانچہ ۹۰۷ھ / ۱۵۰۱ء مین ملک اشرف ابوالنصر قانصوہ کو انھون نے مصر کا سلطان بنایا اور ۱۲۱۳ھ / ۱۷۹۸ء مین جب نپولین اعظم قاہرہ مین داخل ہوا تو سب سے پہلے اسنے جامع ازہر کے شیخ اعظم سے ملاقات کی ۱۲۲۰ھ / ۱۸۰۵ء مین محمد علی مصر کا خلیفہ اسی جماعت کا بنایا ہوا تھا۔ لیکن اب وہ اثر و اقتدار ایک بڑی حد تک معدوم ہو چکا ہو۔

جامع ازہر مین قدیم طریقہ پر تعلیم دیجاتی ہے جب کبھی اس مین اصلاح کی تجویز ہوئی تو شیوخ جامع نے سخت مخالفت کی لیکن خدا خدا کر کے عباس حلمی بادشاہ خدیو مصر کی کوشش طریق تعلیم کے بدلنے مین کسیقدر کامیاب ہوئی علاوہ دینیات کے طبعیات ہندسہ اور تاریخ کا درس بھی شروع ہو گیا ہے اگر اصلاح اور ترقی کی باگ ڈھیلی نہ کی گئی تو بتدریج یہ قدیم یونی ورسٹی علوم و فنون جدیدہ کی بھی قابل تعلیم درس گاہ بن جائے گی۔ انشاء اللہ تعالی۔

(۱۱۶) اسباط (ع) جمع ہے سبط کی لغت مین اسباط اس جماعت کو کہتے ہین جو باپ کی طرف رجوع ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے اسباط کا اولاد کی اولاد پر بھی اطلاق ہوتا ہے لیکن قرآن مجید مین اکثر مقامات پر اسباط سے حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام کی اولاد اور اُنکی اولاد کی اولاد مراد ہے جس طرح حضرت اسمعیل کی اولاد کے مختلف شعبے قبایل کہلاتے ہین اس طرح حضرت اسحاق کی اولاد کے شعبے اسباط کہلائے جاتے ہین یہ اور فرق محض اس لئے کیا گیا ہے کہ اِن دونون بزرگوارون کی اولاد مین امتیاز ہو جائے۔

(۱۱۷) اسبوع (ع) ہفتہ کا روز۔ ساتوان دن۔ جمع اسابیع۔ اہل اسلام کا ہفتہ (مثل یہود و نصاریٰ کے) یکشنبہ یعنی اتوار سے ہو کر شنبہ یعنی سنیچر پر ختم ہوتا ہے۔

اقوام عالم کی زبانون مین دنون کے نام سیارون کے نام پر پائے جاتے ہین جس کی وجہ غالبا یہ کہی جاسکتی ہے کہ جب انسان نے مخلوقات ارضی کی پرستش سے قدم آگے بڑھایا۔ اور اجرام علویہ کی عبادت شروع کی تو اُس نے اجرام فلکی مین سے سات روشن اور چمکدار سیارے انتخاب کئے۔ اس لئے کہ یہ چلتے پھرتے تھے۔ اُن سیارون کو خدا کا مظہر سمجھکر پرستش شروع ہوئی اور ایک ایک دن اُنکی عبادت کے لئے مخصوص کر دیا گیا۔

(۱۱۸) استبرا (ع) لغوی معنی بری ہونے کی خواہش کرنا۔ اصطلاح فقہ مین لونڈی کے رحم کی برارت طلب کرنا۔ اس طرح کہ حیض تک انتظار کیا جائے تاکہ معلوم ہو جائے کہ حاملہ ہے یا نہین۔ استبرا کہلاتا ہے۔ ایک آقا کسی لونڈی کو اگرچہ وہ باکرہ ہو خرید کرتا ہے اور بائع خواہ عورت ہی کیون نہو یا غلام ہو یا اُس لونڈی کا محرم ہو یا وہ لونڈی اُس آقا کے قبضہ مین وصیت یا میراث کے سبب آئی ہو تو اُس مالک پر اُس لونڈی کی وطی یا دواعی وطی (یعنی بوسہ و مساس وغیرہ) حرام ہون گے یہانتک کہ اُس کے رحم کی صفائی حمل سے معلوم ہو جائے۔ مدت استبرا کی اُن عورتون کے لئے جو حائضہ ہین ایک حیض ہے اور اُن عورتون کے لئے جنکو حیض نہین آتا ایک ماہ اور حاملہ کے لئے وضع حمل ہے۔ عقد نکاح مین استبرا واجب نہین اور نہ اُس زوجہ کے لئے واجب ہے جو خریدی گئی ہو۔ (نور الہدایہ کتاب استبرا جلد چہارم)

۲- استبرا پیشاب کی نجاست سے بری ہونے کے لئے بھی کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ پیشاب کرنے کے بعد مبرز سے ذکر تک کی جڑ اور جڑ سے حشفہ کے سرے تک تین تین دفعہ اس طرح کہ کلمہ کی انگلی ذکر کے نیچے اور انگوٹھا اوپر رہے زور سے دباکر سوتین پھر تین دفعہ سر ذکر کو نچوڑ دین - یہ تو حرکتین بہتر ہین - ورنہ تین دفعہ ذکر اور حشفہ کو دباکر نچوڑ دینا بھی کافی ہے اس کے بعد جو قطرہ آوے وہ وضو شکن نہین (تحفۃ العوام)

۳- جانورون کا استبرا بھی کیا جاتا ہے یعنی حلال جانور کا جو آدمی کا فضلہ کھانے کے باعث حرام ہو جاتا ہو استبرا کہا جائے گا- جس کی کیفیت یہ ہے کہ نجاست خور جانورون کو باندھ دین گے اور استبرا کے دنون مین پاک دانہ و چارہ کھلادین گے مدت استبرا مین اختلاف ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ اونٹنی کا استبرا چالیس دن کا گائے بیس دن کا- بھیڑ بکری کا دس دن کا ہونا چاہیے - (جامع الجعفری)

(۱۱۹) استبصار (ع) بینا ہونا- یقین کے ساتھ دیکھنا- فرقہ امامیہ کی احادیث کی مستند کتاب ہے شیخ نصیر الدین ابو جعفر محمد طوسی علیہ الرحمتہ نے $\frac{\text{٦١٧ھ}}{\text{١٢٧٢ء}}$ مین مرتب کی ہے -

(۱۲۰) استثنار (ع) لغوی معنی الگ کرنا- اور نکالنا یعنی کسی چیز کے حکم سے کسی چیز کو باہر کرنا استثنار کہلاتا ہے اور جس چیز سے نکالتے ہین اُس کو مستثنیٰ منہ اور جسے نکالتے ہین اُس کو مستثنیٰ کہتے ہین اقرار مین استثنار صحیح ہے بشرطیکہ اقرار کے متصل ہو- استثنار کی صحت کے لئے ضروری ہے کہ استثنار کے بعد مستثنیٰ منہ مین سے کچھ بچ رہے گو مقدار مین کم ہی کیون نہ ہو-

(۱۲۱) استجلاء (ع) روشن کرنا- کسی چیز کو جلا دینا- اصطلاح تصوف مین استجلا کہتے ہین تجلیات مین ذات باری تعالیٰ کے ظہور کو (کنوز اسرار القدم)

(۱۲۲) استحاضہ (ع) وہ خون جو عورت کی رگ مین سے جس کو عاذل کہتے ہین جاری ہو جائے جس کی تعداد تین دن سے زیادہ اور دس دن سے کم ہو استحاضہ کا حکم رکھتا ہے مستحاضہ عورت کو جائز ہے کہ نماز پڑھے روزے رکھے اور مجامعت کرائے (المشکوٰۃ کتاب الطہارت باب المستحاضہ)

استحاضہ مین خون رحم سے نہین آتا بلکہ کوئی رگ جو متعلق فرج داخلی ہے پھٹ جاتی ہے- گو حالت استحاضہ مین نماز درست ہے لیکن ہر نماز کے لئے مستحاضہ کو تجدید وضو مثل معذور کے کرنا چاہیے (رکن الدین) برعکس اسکے حائضہ کو جماع - روزہ- نماز- دخول مسجد- مس قرآن تلاوت قرآن جائز نہین- استحاضہ اور حیض کے خون کی شناخت یہ ہے کہ حیض کے خون مین بدبو ہوتی ہے اور استحاضہ کے خون مین نہین ہوتی-

(۱۲۳) استحسان (ع) قبول کرنا- اصطلاح فقہ مین استحسان عبارت ہے احسن امر کے طلب کرنے سے اور بعضون نے کہا ہے کہ عبارت ہے قیاس کے ترک کرنے سے اور اُس امر کے اختیار کرنے سے جو لوگون کے لئے آسان تر ہے بعضون نے کہا کہ عبارت ہے احکام مین آسانی کے طلب کرنے سے - خلاصہ یہ کہ استحسان سختی کا چھوڑنا- اور آسانی کا لینا ہے (دُرمختار) مثلاً حکم شریعت ہے کہ ہر چیز جو دھوئی جائے وہ نچوڑی بھی جاے جیسے کہ کپڑا لیکن برتن کا نچوڑنا ممکن نہین اس لئے اُس کا دھونا بغیر نچوڑنے کے جائز ہے (نور الانوار)

(۱۲۴) استخارہ (ع) استخارہ سے مراد ہے خدا سے خیر اور نیکی

طلب کرنا اور کسی بات مین غیب سے آگاہی چاہنا۔ (المشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب التطوع فصل اول) مین ایک حدیث جس کے راوی حضرت جابر ہین درج ہو کہ آنحضرت صلعم ہم لوگون کو دعاء استخارہ بہت اہتمام سے سکھلایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جب تم کسی کام کا قصد کرو تو دو رکعت نماز علاوہ فرض کے پڑھو۔ پھر کہو کہ یا الٰہی تحقیق کہ مین خیر کی طلب تجھ سے کرتا ہون۔ تیرے علم کی مدد کے بھروسے پر اور طلب قدرت کرتا ہون تیری قدرت کے واسطے سے اور تیرے فضل کا متمنی ہون کہ تو قادر ہے اور عالم الغیب یا الٰہی کام کہ جس کا مین قصد رکھتا ہون تیری دانست مین میرے لئے دین و دنیا مین بہتر ہو۔ اور میری زندگی کے لئے اور میرے انجام کے لئے مفید ہے تو اس کو میرے لئے مہیا کر اور مجھپر آسان کر اور اس مین مجھے برکت دے اور اگر یہ کام جس کا قصد رکھتا ہون تیرے علم مین میرے لئے یعنی میرے دین کے لئے اور میری زندگی کے لئے اور میرے انجام کے لئے برا ہے تو مجکو اس سے باز رکھ اور اس کو مجھ سے اور مہیا کر میرے لئے بھلائی جہان کہین بھی ہو اور مجکو اُس کے ساتھ راضی کر اس دعا کے بعد اپنے کام کا نام لیوے۔

مسلمانون مین تفاول اور استخارہ کے کئی طریقہ مروج ہین اولاً ہم اس استخارہ کو لکھتے ہین جو قرآن مجید سے کیا جاتا ہو مجلسی رحمۃ اللہ علیہ نے (مفتاح الغیب) مین کئی طریقے قرآن مجید سے فال دیکھنے کے لکھے ہین مثلاً جب نماز کے لئے اُٹھو تو قرآن مجید کو کھول کر دیکھو جو صفحہ قرآن کا نکلے اُس کی پہلی سطر سے استخارہ کرنا چاہئے۔ اگر آیت خیر ہو تو عمل کرو۔ اور اگر آیت شر ہے تو اُس سے اجتناب کرو۔

ایک اور طریقہ استخارہ قرآنیہ کا متداول ہو یعنی سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص کو تین بار پڑھ کر آیۂ عندہٗ مفاتح الغیب الخ جس کو آیۃ الفتح کہتے ہین (دیکھو آیۃ الفتح) اور جو سورۂ انعام (رکوع ۷ آیت ۵۹) مین ہو پڑھ کر قرآن مجید کھولو۔ اور داہنے صفحہ کی ساتوین سطر سے تفاول کرو بعضے لوگ بجائے ساتوین سطر کے قرارت کے حروف "خا" اور شین کو گنتے ہین جو اُس صفحہ مین آئے ہون۔ اگر "خا" زیادہ ہون تو خیر یعنی موافق اور "شین" زیادہ ہون تو شر یعنی مخالف سمجھتے ہین۔

دوم۔ ایک نہایت آسان طریقہ استخارہ کا ایک قلمی نسخہ موسوم بہ "وظائف الکبریٰ" سے نقل کیا جاتا ہو۔ پہلے گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھو اور تین مرتبہ قل ہو اللہ احد اور ایک مرتبہ سورۂ الحمد۔ بعد ازان دست راست تسبیح پر رکھ کر آنکھون کو بند کرو۔ اور دل کو جناب الٰہی کی طرف متوجہ کرکے پڑھو بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یا خبیر و اخبرنی فی خیرۃ فی العافیۃ۔ تسبیح کے دانے کھینچ کر اُن کا شمار کرو۔ اور دو دو دانے گنو اگر اخیر مین ایک دانہ رہے تو خوف ہے اور اگر دو باقی رہین تو نحس ہے واللہ اعلم بالصواب۔

(۱۲۵) استدراج (ع) درجہ بدرجہ بڑھنا۔ یہ لفظ قرآن مجید مین کفار اور مشرکون کے دوزخ کی طرف آہستہ آہستہ قدم بڑھانے کے معنون مین آیا ہو چنانچہ سورۂ اعراف (پ ۹ رکوع ۲۳۔ آیت ۱۸۱) مین ہو کہ "اور جن لوگون نے ہماری آیتون کو جھٹلایا۔ قریب ہو کہ درجہ بدرجہ بڑھائین ہم (سنستدرجہم) اس جگہ سے کہ نہ جانین وہ یعنی آہستہ آہستہ ہلاک کرین۔

(ب) سورۂ ن (پ ۲۶ رکوع ۲۔ آیت ۴۴) قریب ہے کہ پکڑین ہم (خدائے تعالیٰ) اُن کو درجہ بدرجہ اُس جگہ سے کہ نجانین

وہ اور مُہلت دو دن مین (خدا برتر) ان کو تحقیق کہ عذاب میرا سخت ہو-

۲-مافوق العادۃ باتون کے اظہار کے لئے جو اصطلاحات مقرر ہین اُن مین سے ایک استدراج بھی ہو اگر خرق عادت پیغمبر سے صادر ہو تو معجزہ ہے اور اگر کافر سے ظہور مین آئے تو استدراج ہے یعنی حضرت عیسےٰ نے مُردے زندہ کئے تو اعجاز تھا اور دجال مُردے زندہ کرے گا تو استدراج ہو-

(۱۲۶) **استدلال** (ع) دلیل طلب کرنا کتب تفاسیر مین اُن کلمات کے لئے استدلال آتا ہے جو محتاج ثبوت نہین ہین-

(۱۲۷) **استرجاع** (ع) یعنی دی ہوئی چیز کا واپس لینا-انا للہ وانا الیہ راجعون" کہکر مصیبت کے وقت خدائے تعالیٰ سے استمداد کرنا

(۱۲۸) **استسقاء** (ع) پانی چاہنا-اصطلاح شریعت مین طلب باران کے لئے دعا کرنا اور مخصوص طریقہ پر نماز پڑہنا استسقاء کہلاتا ہے استسقاء ایک بیماری کا نام ہے جس مین پیاس بہت لگتی ہو-

(۱۲۹) **استصواب** (ع) لغوی معنی کسی چیز کو اس کے قدیمی حال پر باقی رکھنا-اصطلاح مین استصواب سے مُراد وہ احکام شریعت سابقہ ہین جنکو ما بعد کی شریعت نے قائم رکھا اور منسوخ نہین کئے (۲) اصطلاح فقہ مین حکم سابق کو دیکھ کر حال پر ویسا ہی حکم رکھنا استصواب کہلاتا ہے

(۱۳۰) **استغفار** (ع) طلب بخشش کرنا-جناب امیر علیہ السلام کا ارشاد ہو کہ استغفار ایک اسم ہو کہ صفات ششگانہ کا مجموعہ ہو یعنی-

۱-گزشتہ پر نادم ہونا-

۲-گناہان گزشتہ کی طرف عود کرنے کا ترک ہمیشہ کے لئے کرنا-

۳-مخلوق کے واجب الادا حقوق کا ادا کرنا-

۴-جو فریضہ واجب ضائع ہو گیا ہو اُس کے حق کو ادا کرنا-

۵-اُس گوشت کا جس نے اکل حرام سے نشوونما پائی ہو حُزن و الم کے ساتھ پگھلانا-

۶-طاعت و عبادات کے مزے نفس کو اس طرح چکھانا جس طرح سیاہ کاریون کے مزے چکھائے ہین (توضیحات جناب امیر)

قرآن مجید مین استغفار انبیاء علیہم السلام کی اُس طلب مغفرت کے لئے بھی آیا ہے جو انھون نے اظہار عبودیت کے لئے خدائے عزوجل سے کی ہے-لیکن بعض عیسائی عالمون نے ان آیات سے انبیاء علیہم السلام کے غیر معصوم ہونے پر استدلال کیا ہے-یہ استدلال محض اس بناپر ہو کہ استغفار کی فلاسفی کا بغور مطالعہ نہین کیا گیا ہے اور نہ اُس کے مادہ پر نظر ڈالی گئی ہے-

استغفار کا مادہ غفر ہے جس کے معنی ڈہانپنا ہے اور اسیواسطے خود کو مغفر کہتے ہین کہ وہ لڑائی مین سر کو ڈہانپے رکھتی ہے اب اگر کوئی شخص خدائے تعالیٰ کی درگاہ مین گناہون سے استغفار کرتا ہے تو اسکے معنی یہ ہی نہین ہوتے کہ وہ پہلے گناہ کر چکا ہے-بلکہ اُس کے معنی یہ بھی ہین کہ اے خدا ہمارے گناہون کے درمیان پردہ حایل کر دے تاکہ ہم سے گناہ سرزد نہونے پائین-اگر استغفار انبیاء سے انبیاء علیہم السلام کا معافی طلب کرنا-اُن گناہون کی بابت جو اُن سے سرزد ہو چکے ہین-مراد لے لیا جائے تو بھی استغفار اُس ترک اولیٰ کے وقوع مین آنے کے سبب سے کیا جاتا ہے جو بہ تقاضائے بشری اُن سے سرزد ہوئے ہین اور چونکہ وہ خدا کے خاص بندے ہین اس لئے وہ ترک اولیٰ کو بھی خدا کے دربار مین ذنوب سے تعبیر کر کے استغفار طلب کرتے ہین-

(۱۳۱) **استقامت**-لغوی معنی سیدہا پن-اصطلاح مین کسی فعل کی

اس شدت سے پابندی کرنا کہ وہ اس کی فطرت ثانیہ بن جائے استقامت
کہلاتا ہے قرآن مجید میں ہے کہ تحقیق جو لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا رب
اللہ ہے پھر مستقیم رہتے ہیں جیسا کہ حکم دیا گیا ہے الخ (سورہ شوریٰ پ ۲۵
رکوع ۲- آیت ۱۵)

حدیث میں آیا ہے دین پر قائم ہو جاؤ اور کیا اچھا ہو اگر تم استقامت
حاصل کرو خدا اس عمل کو پسند کرتا ہے جو ہمیشہ ہو اگر تھوڑا ہو- اگر استقامت
پیدا کرو گے فلاح پاؤ گے (کنز الاعمال جلد دوم)

۲- صوفیوں کے نزدیک استقامت سے مراد ہے سارے عہد و
پیمان کو پورا کرنا صراط مستقیم پر قائم رہنا اور ہر ایک دین و دنیا کے
کام میں اعتدال کی رعایت رکھنا- بعضوں نے کہا ہے کہ استقامت سے
مراد اداے اطاعت و اجتناب معاصی کو جمع کرنا ہے (تذکرۃ السلوک
مصطلحات صوفیہ)

(۱۳۲) **استقبال** (ع) کسی کی پیشوائی کرنا (۱) ممالک شرقیہ میں
رواج ہے کہ کسی بزرگ یا دوست کے تشریف لانے پر چند قدم آگے
جا کر نیاز حاصل کرتے ہیں اس پیشوائی کو استقبال کہتے ہیں-

۲- مکہ معظمہ کی طرف نماز کے لئے منہ کرنا بھی استقبال کہلاتا ہے-

۳- زمانہ آئندہ بھی استقبال کہلاتے ہیں-

(۱۳۳) **استنجا** (ع) پانی سے دھونا تاکہ ناپاکی دور ہو- طہارت
بول کے بارے میں حضرت صلعم نے سخت تاکید فرمائی ہے اور بے احتیاطی
کو موجب وعید شدید فرمایا ہے چنانچہ مروی ہے کہ عذاب قبر زیادہ تر
اسی سبب سے ہوتا ہے کہ لوگ پیشاب سے احتراز نہیں کرتے (مسلم و بخاری)
اہل قبا کی توصیف بایں وجہ کہ وہ لوگ پانی سے استنجا کرتے تھے-
سورہ توبہ پ ۱۱ رکوع ۱۳- آیت ۱۰۹) میں وارد ہوئی ہے (نور الہدایہ
کتاب الطہارت فصل استنجا) پس معلوم ہوا کہ طہارت سے مراد اصطلاح
قرآن میں پانی سے استنجا کرنا ہے- لیکن مکروہ ہے استنجا کرنا زمزم کے
پانی سے البتہ اس سے غسل اور وضو جائز ہے (دُرمختار)

فقہاء امامیہ کے نزدیک پیشاب کی آلائش سے سوا کر پانی کے
سوا اور کسی چیز یعنی ڈھیلے و کپڑے وغیرہ سے پاک نہیں ہوتا لیکن مخرج
براز بشرطیکہ نجاست میں اپنی حد سے سوا نہ ہو تین عدد ڈھیلے یا تین
عدد پارچوں سے تین دفعہ پونچھنے پر پاک ہو جاتا ہے ورنہ ایک دفعہ
اس قدر پانی ڈالا جائے کہ نجاست دُور ہو جائے (تحفۃ العوام) لیکن
فقہاء اہل سنن کے نزدیک استنجا ڈھیلوں سے کرنا واجب ہے امام شافعی
اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک تین ڈھیلے لینے شرط ہیں اگر کم سے
بھی پاکی ہو جائے تو کافی ہے لیکن ستر کو داہنا ہاتھ نہ لگایا جائے-
بلکہ بائیں ہاتھ سے پکڑ کر کھنا بھی مکروہ ہے (نور الہدایہ کتاب الطہارت
فصل استنجا)

محققین کی رائے ہے کہ اسلام میں استنجا بکلوخ بعد پیشاب بدعت
عمری ہے اور فقہاء اہل سنن نے حضرت عمر کے اس فعل پر اجماع کر لیا ہے
ہم اس مقام پر دو قول نقل کرتے ہیں-

۱- حضرت محدث دہلوی اپنی کتاب ازالۃ الخفا میں حضرت عمر کے
اجتہادات کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ ابو بکرۃ تابعی یعنی لیسار ابن نمیر سے
روایت ہے کہ حضرت عمر جس وقت پیشاب کرتے تھے تو اپنے ستر کو
ڈھیلے سے مسح کرتے تھے- اور اس کو پانی سے نہیں دھوتے تھے-
چنانچہ استنجا بکلوخ پر اہل سنت نے اجماع کیا ہے-

۲- مولوی عبدالحی صاحب حاشیہ شرح وقایہ میں لکھتے ہیں کہ
پیشاب کی طہارت پانی سے تو ثابت ہے مگر کلوخ لینا آنحضرت صلعم کا

کسی حدیث صریح سے معلوم نہین ہوتا۔ البتہ حضرت عمر کے فعل سے
بصراحت ثابت ہے کہ جب وہ پیشاب کرتے تھے تو ڈھیلے سے استنجا کرتے
یا خاک سے پونچھ ڈالتے تھے اور پانی سے طہارت نہین کرتے تھے جیسا کہ
مصنف عبد الرزاق حلیۃ الاولیاء ابو نعیم اور اوسط طبرانی مین مذکور ہے۔

(۱۳۴) **استنشاق** (ع) پانی یا ہوا کو ناک کے راستہ سے سُڑکنا
کسی چیز کو سونگھنا اصطلاح شرع مین وضو کے وقت ناک مین پانی
ڈالنے کو استنشاق کہتے ہین۔

(۱۳۵) **استواء** لغت مین اس کا استعمال چند معنون مین آیا ہے
(۱) کامل ہونا جیسے استوت خلقۃ السقط یعنی سقط (جس بچہ کا اسقاط
ہو جاوے) کی خلقت کامل ہو گئی (۲) پختہ ہونا جیسے استوی الطعام یعنی
کھانا پختہ ہو گیا (۳) جم کر بیٹھنا جیسے استوی علی البعیرہ یعنی فلان اپنی
اونٹنی پر جم کر بیٹھا (۴) مالک ہونا جیسے استوی علی سریر الملک یعنی
ملک اور سلطنت کے تخت کا مالک ہوا۔ صاحب قاموس لکھتے ہین کہ
استوی کے معنی (۵) معتدل ہونا (۶) حد بلوغ کو پہونچنا (۷) چڑھنا
(۸) قصد کرنا (۹) متوجہ ہونا (۱۰) غالب ہونا۔

استوی علی العرش کا ذکر قرآن مجید مین آٹھ مقامات پر آیا ہے۔
(۱) سورۂ اعراف پ ۸ رکوع ۷ آیت ۵۲ (۲) سورۂ یونس پ ۱۱۔
رکوع اول آیت ۳ (۳) فرقان پ ۱۹ رکوع ۵ آیت ۶۰ (۴) سورۂ
السجدہ پ ۲۱ رکوع اول آیت ۴۔ ۳۰ (۵) سورۂ حدید پ ۲۷ رکوع
اول آیت ۴ (۶) سورۂ رعد پ ۱۳ رکوع اول آیت ۲ (۷) سورۂ طٰہٰ
پارہ ۱۶ رکوع اول آیت ۴ (۸) سورۂ بقر پ اول رکوع ۳۔ آیت ۲۰
اور (۹) سورۂ حم سجدہ (پ ۲۵ رکوع اول آیت ۱۱) مین استوا الی
السماء آیا ہے۔ مفسرین نے ان آیات مین استوی کے معنی غلبہ و قدرت
رکھنے والا یعنی مالک اور عرش کے معنی بادشاہت و مملکت کیلئے
ہین (تفسیر کبیر) عرش کے اور بھی کئی معنی ہین جو اس لفظ کے تحت مین
بیان کئے جاوینگے انشاء اللہ تعالی۔ اور بتلایا جاوے گا کہ عرش
سے مراد اصطلاح قرآن مین تخت رب العالمین فوق السماوات و
موجود فی الخارج ہے یا مملکت اور بادشاہت یعنی وہی معنی ہین
جو آیات مندرجہ بالا مین مفسرین نے بالاتفاق لئے ہین۔ چونکہ اہل
تسنن اور اہل تشیع خدائے تعالی کو جسم و مکان سے منزہ تسلیم کرتے
ہین اس لئے انھون نے ان آیات کے معنی مین تاویل کی ہے۔
لیکن اسلام کے معدودے چند فرقے مثلاً مشبہ مجسمہ اور کرامیہ خداء تعالی
کی جسمیت کے قایل ہین لہذا ان کا معمول ہے ان آیات کے ظاہری
معنی ہین فرقہ کرامیہ کے بانی ابن کرام سیستانی نے تو خدا کو خوبصورت
انسان بنا کر تخت پر بٹھا دیا ہے۔

(۱۳۶) **استیلاد** (ع) ولادت چاہنا اصطلاح فقہ مین لونڈی
کا مالک سے بچہ جننا اور ام الولد ہونا (ام الولد)

(۱۳۷) **استیلام** (ع) استیلام کے لغوی معنی ہین توجہ کرنا اور فقہا
کی اصطلاح مین کسی چیز کو ہاتھ لگانے یا بوسہ دینے کو کہتے ہین ارکان
حج مین سے استیلام حجر اسود ایک رکن ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ
مسجد حرام مین داخل ہو کر اور دعائین مانگ کر جب حجر اسود کی طرف
جاتے ہین تو دونون ہاتھ حجر اسود پر رکھ کر دونون ہونٹون کو حجر اسود
پر لگاتے ہین اگر کسی کو ایذا نہ ہوتی ہو تو بوسہ دینا بہتر ہے ورنہ تکبیر و
تہلیل کافی ہے (ہدایہ)

چونکہ مسلمان حجر اسود کو ایک متبرک پتھر سمجھتے ہین جس کو حضرت
ابراہیم نے تعمیر خانۂ کعبہ کے بعد بطور مذبح لقب فرمایا تھا اس لئے

اس کو بوسہ دیتے ہین صحیحین مین ہو کہ حضرت عمر ایک مرتبہ حجر اسود کے
پاس آئے اور اُس کو بوسہ دیا پھر فرمایا کہ قسم اللہ کی مین جانتا ہون
کہ یہ ایک پتھر ہو اور یہ نہ تو کسیکو ضرر پہونچا سکتا ہو اور نہ نفع دیسکتا ہو
اگر مین آنحضرت صلعم کو بوسہ دیتے نہ دیکھتا تو مین ہرگز بوسہ نہ دیتا۔

(۱۳۸) **اسحاق**۔ حضرت اسحاق حضرت ابراہیم کے دوسرے
صاحبزادے ہین جو حضرت سارہ کے بطن سے تولد ہوے حضرت
اسحاق کی پیدائش کا ذکر کلام مجید مین دو عنوانون سے ہے۔

اول۔ بطور عطیہ الٰہی مثلاً سورۂ انبیاء (پ۱۷ رکوع ۵ آیت ۲) مین
ہے کہ "اور بخشا ہم نے (خدائے تعالیٰ نے) ابراہیم کے واسطے (بطن سارہ)
اسحاق اور یعقوب کو سوال سے زاید (یعنی حضرت ابراہیم نے بیٹا مانگا
تھا ہم نے پوتہ بھی دیا) اور ہر ایک کو ان مین سے نیک اور صالح بھی
کیا)

دوم۔ بطور بشارت مثلاً سورۂ ہود (پ۱۲ رکوع ۷۔ آیت ۷۷-۲)
مین ہو البتہ ہمارے رسول (جبرائیل میکائیل۔ اسرافیل اور کردئیل) ابراہیم
کے پاس خوشخبری لیکر آئے اور ابراہیم پر سلام کیا تو ابراہیم نے جواب
سلام دیا۔ ابراہیم نے دیر نہ کی بھُنا ہوا بچھڑا ان کے پاس لایا پس جب وقت
ابراہیم نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہین پہونچتے ہین تو
ان کو اجنبی جان کر دل مین خوف کھایا۔ انھون نے کہا ہم سے خوف
نہ کرو ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہین۔ اُن کی بیوی ان ایلچیون کا پیغام
کھڑے ہوئے سنتی تھی پس وہ خوشی سے ہنسی اور ہم نے اسحاق کی
پیدائش کی خوش خبری سارہ کو دی (یعنی یہ کہ اسحاق سارہ کے
بطن سے پیدا ہوگا) اور اسحاق کے پیچھے یعقوب الخ

حضرت اسحاق کا ذکر کلام مجید مین متعدد مقامات پر آیا ہو جو انکی
سوانحعمری کے اہم واقعات پر روشنی ڈال رہا ہے۔

حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے کو بحکم خدا راہ خدا مین قربان کرنے
کا ارادہ کیا۔ یہ ذکر قرآن مجید کی سورۃ الصافات (پ ۲۳ رکوع ۳
آیت ۱۱۲-۹۷) مین مذکور ہے لیکن اس امر کی تصریح نہین ہو کہ حضرت
اسحاق کی قربانی (یعنی خدمت خدا کے لئے مخصوص کرنے) کا حکم تھا یا
حضرت اسمٰعیل کی اور نہ کسی معتبر اور مستند حدیث سے اس کی صراحت
پائی جاتی ہے لیکن عام مسلمانون کا خیال یہ ہے کہ وہ حکم حضرت اسمٰعیل
کے بارہ مین تھا (دیکھو اسمٰعیل)

(۱۳۹) **اسحاقیہ**۔ مذہب اسحاقیہ کو جس شخص نے اختراع کیا اُس کا
نام اسحاق تھا اور عبد اللہ ابن معاویہ کے اصحاب مین سے تھا۔
اُس کا قول تھا کہ تمام اشیاء مباح ہین انسان کو کسی چیز کی تکلیف
نہین دیگئی۔ حضرت علی مرتضیٰ منصب نبوت مین آنحضرت صلعم کے
شریک ہین۔ صاحب صواعق محرقہ لکھتے ہین کہ اسحاقیہ کا عقیدہ یہ
بھی تھا کہ اللہ ہو تعالیٰ ائمہ کے ساتھ متحد ہو گیا۔ لیکن ان مین
یہ امر متنازعہ فیہ ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ کے بعد اللہ تعالیٰ کس
امام کے ساتھ متحد ہوا (مذاہب السلام)

(۱۴۰) **اِسراف** (ع) کسی چیز کو اُس کی ضرورت سے زیادہ
خرچ کرنا اور ہر شئے کا اپنے حد سے تجاوز کر جانا اسراف کہلاتا ہو
پس جو شخص بے اعتدالانہ خرچ کرتا ہے مسرف ہے۔ قرآن مجید مین
خدائے تعالیٰ نے مسرف کی مذمت کی ہو چنانچہ سورۂ اعراف (پ ۸
رکوع ۳۔ آیت ۲۹) مین ہو کہ کھاؤ پیو لیکن اسراف نہ کرو۔ اللہ
مسرف کو دوست نہین رکھتا۔

اسراف کے ہم معنی ایک اور لفظ تبذیر قرآن پاک مین آیا ہو

مثلاً بنی اسرائیل (پ ۱۵ ارکوع ۳- آیت ۲۹-۲۸) مین ہے کہ
نہ بیجا خرچ کرو خرچ کرنا تحقیق کہ بیجا خرچ کرنے والے اخوان الشیاطین
ہین لیکن اسراف اور تبذیر مین ایک باریک فرق ہے اور وہ یہ کہ
تبذیر کسی چیز کو اس کے مصرف کے علاوہ خرچ کرنے کو کہتے ہین اور
اسراف کا خرچ اپنے صحیح مصرف مین ہوتا ہے حضرت امام جعفر صادق
نے فرمایا ہے کہ راہ خدا مین خرچ کرنا میانہ روی ہے اور غیر طاعت
خدا مین اسراف (عمدۃ البیان)

(۱۴۱) **اسراء** (ع) شب کو سیر کرنا- یہ لفظ سورۂ بنی اسرائیل
(پ ۱۵ ارکوع اول) مین آیا ہے اور اس مقام پر اسراء سے جمہور
مفسرین نے وہ رات کا سفر مراد لیا ہے جس مین آنحضرت صلعم نے
آیات خدا کو باطینان دیکھا- بالفاظ دیگر اسراء سے مراد واقعۂ
معراج لیا گیا ہے-

علماء اسلام مین اختلاف ہے کہ اسراء اور معراج دو جداگانہ
واقعات ہین- یا دونون ایک دفعہ اور ایک ساتھ ہی ایک سی ہی رات
مین ہوئے- صاحب تفسیر القرآن لکھتے ہین کہ وہ قول جو مقبول اور
متفق علیہ ہے اور احادیث سے جو امر مشترک پایا جاتا ہے- اور جو
قرآن مجید کی دلالت النص سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ اسراء اور معراج
ایک دفعہ ایک ساتھ اور ایک ہی رات مین ہوے- آیا معراج
جسمانی تھی یا بالروح تحت "معراج" مین ذکر کیا جائے گا- انشاءاللہ
تعالیٰ-

(۱۴۲) **اسرائیل**- لغوی معنی مقبول خدا یا بندۂ خدا کے ہین
حضرت یعقوب کا نام ہے اور آپ کی اولاد اسی مناسبت سے بنی اسرائیل
کہلاتی تھی (بنی اسرائیل)

(۱۴۳) **اسرائیلیات**- محدثین کی اصطلاح مین اُن روایات
کا نام ہے جو تالمود (کتب یہود) سے منقول ہین- اور ان روایات کی
ابتداء اہل اسلام مین عبداللہ بن عمرو بن عاص سے ہوئی اور وہ
اس طرح پر کہ انکو اہل کتاب کی کتابون کا ایک بار شتر ہاتھ لگ گیا اور
انھون نے قصص بنی اسرائیل اور روایات یہود کو کثرت سے بیان کرنا
شروع کر دیا- ان روایات کا سلسلہ آنحضرت صلعم تک منقطع ہے لیکن
غلطی سے لوگون نے انکو احادیث نبوی سمجھ لیا- مفسرین اسلام نے
ان روایات کو کثرت سے نقل کیا- اور اس طور سے یہ فاسد مادہ
اسلامی کتب دینیات مین منتقل ہو گیا لیکن جب ان منقولات کو تحقیق و
تدقیق کی کسوٹی پر کسا تو محض خرافات ثابت ہوئے-

(۱۴۴) **اسقاط** (ع) گرانا- اور ڈال دینا- قرآن مجید مین تو اسقاط
حمل کے متعلق کوئی تفصیلی احکام نہین ہین لیکن کتب فقہ مین استنباطی
احکام درج ہین چنانچہ جنین اور اس کی ہر ممکن وقوع صورت پر مدلل
بحث کی گئی ہے (جنین) چار ماہ بعد اسقاط حمل کرانا زندہ درگور کا حکم
رکھتا ہے (ہدایہ)

(۱۴۵) **اسلام** (ع) خدا کے آگے گردن رکھنا- اسلام مشتق ہے
مُسلم سے جو باختلاف حرکات مختلف اشکال مین اکثر مختلف معانی پیدا
کرتا ہے مسلم (مصبحین) اور اسلام کے معنی کسی چیز کے سونپ دینے اور
گردن جھکا دینے کے ہین پس اسلام کا مفہوم یہ ہے کہ جو کچھ انسان اپنے
پاس رکھتا ہے وہ معبود حقیقی کے حوالہ کر دے یعنی عبودیت مین کمال
حاصل کرکے دوسری قومون کے ساتھ صلح و آشتی و امن وامان کے
ساتھ زندگی بسر کرے-

اسلام کی مندرجہ بالا حقیقت کو ہر نبی اور پیغمبر نے بالتصریح

آشکارا کیا ہے اور یہی وہ مسلک ہے جس پر گامزن ہونے کی ان برگزیدہ اور
مقدس ہستیون نے تلقین فرمائی ہے اور وہی شخص مسلم ہے جو اس راہ
مستقیم پر چلے۔ سورۂ آل عمران (پ۳ رکوع ۹- آیت ۷۹-۸۰) مین ہے
کہ کہو (محمد صلعم) ہم خدا کے ساتھ ایمان لائے اور اس چیز پر جو ہم پر
نازل کی گئی ہے۔ اور اُس چیز پر جو نازل کی گئی ہے ابراہیم اسحاق
یعقوب اور اُس کی اولاد پر۔ اور اُس چیز پر کہ دی گئی ہے موسیٰ کو
عیسےٰ کو اور دوسرے نبیون کو اُن کے پروردگار کی طرف سے اور ہم اُن مین
سے کسی مین تفریق نہین کرتے۔ ہم مسلمان ہین اور جو شخص اسلام کے
سوا دوسرے دین کو طلب کرے نقصان پانے والون مین سے ہوگا۔"

اصطلاح قرآن مین وہ چیز جس پر یقین رکھنے سے مسلم کہلایا
جاتا ہے توحید باری تعالےٰ ہے اور اسی توحید پر تمام فضایل روحانی
و جسمانی متفرع ہوتے ہین۔ توحید کیا ہے۔ خدا کو ایک ماننا اور وحدہٗ
لاشریک جاننا پس اسلام بت پرستی کے رگ و ریشہ کا استیصال کرکے خدا
وحدہٗ لاشریک کی پرستش قائم کرتا ہے۔ اقرار توحید کے بعد ان مقدس
ہستیون کی نبوت کی تصدیق جنہون نے توحید کی تعلیم دی۔ اور جو
باعث ہوئے خدا کے جاننے اور اس کی صفات پہچاننے کے۔ بنی آدم
پر واجب ہے یعنی تصدیق نبوت اسلام کا دوسرا رکن قرار دیا گیا ہے
کہ اللہ کے بعد رسول کی اطاعت کرین تاکہ اُن پر رحمت نازل ہو (سورۂ
آل عمران پ۴ رکوع ۱۴- آیت ۱۲۷)

توحید کی یہی سچی تعریف جس کو رسولان سلف دیتے چلے آئے
تھے اور اہل دنیا فراموش کرتے رہے آج تیرہ سو برس سے زیادہ ہوئے
کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلعم نے پھر تلقین فرمائی اور اس تکمیل کے ساتھ
کہ کسی نبی نے نہین دی تھی۔ اور اس سبب سے آنحضرت صلعم خاتم النبیین
کہلائے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ وحدت فی الذات (یعنی خدا کے
ساتھ دوسرا شخص یا کوئی شے شریک نہین) وحدت فی الصفات
(یعنی جو صفتین خدا کی ہین وہ دوسرے مین نہین ہین اور نہ دوسرے
مین ہو سکتی ہین) اور وحدت فی العبادت (یعنی دل کا تذلل خاص
خدا کے لئے مخصوص ہے) پر ہر مومن کو اعتقاد رکھنا چاہئے۔ اور ظاہر
ہے کہ ان اعتقادات کے ساتھ ایمان وحدت ذات باری پر بہمہ وجوہ
مکمل ہو جاتا ہے۔

یہ امر کہ مسلم کون لوگ ہوتے ہین اور ان کے فرایض کیا ہین مندرجہ
ذیل آیت سے واضح ہو جاتا ہے "یہ وہ لوگ ہین جن کو اگر ہم (خدا
تعالےٰ) زمین مین تمکین دین تو وہ (باقاعدہ) نماز پڑھین گے۔ اور زکوٰۃ
دین گے اور نیک کامون کا حکم کرینگے اور بدی سے مانع ہون گے"
(سورۂ الحج پ۱۷ رکوع ۱۶- آیت ۵۰) اس بنا پر مسلمان واعظ بھی ہوتا
ہے اور محتسب بھی۔ داعی مذہب بھی ہے اور ماہر شریعت بھی۔ غرضکہ
مسلم ڈرتا ہے خدا سے اور ڈراتا ہے ساری دنیا کو۔ جھکتا ہے خدا کے آگے
اور جھکاتا ہے اپنے آگے کل دنیا کو۔ محکوم ہے خدا کا اور حاکم ہے سارے
جہان کا۔ وہ الہٰی الاصل انسان ہے اور ایک خدا کا ہو کر رہتا ہے۔

مندرجۂ بالا بیانات سے واضح ہو جاتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے
کوئی نیا مذہب یا انوکھا دین جاری نہین کیا۔ یہودیت اور بعد ازان
عیسائیت مین جو نقایص پیدا ہو گئے تھے زیادہ تر اُن کی اصلاح کی
جس کا ذکر سورۂ شوریٰ (پ۲۵ رکوع ۲- آیت ۱۱) مین موجود ہے
جس زمانہ مین اسلام کا ظہور ہوا اُس وقت ادیان سابقہ مین سے
کوئی دین اپنی اصلیت پر باقی نہ رہا تھا۔ شرک و بدعات نے توحید اور
سنن راشدہ کو مٹا دیا تھا۔ خود غرضی۔ عالمون کی تحریفات۔ مقلد جاہلون

کی جہالت اور متعصب دیندارون کے غلو سے تمام شریعتون کے موضوع بدل گئے تھے۔ نبی آخر الزمان نے آکر حق کو باطل سے جدا کیا اور جو کھوٹ اور ملاوٹ اگلی شریعتون مین مل گیا تھا اس کو دور کر کے ایک خالص کُندن نکالا - اور اُس کا نام اسلام رکھا - یہ اسلام فطرت الٰہی کے مطابق ہے اور علم حقایق الاشیا اُس کی تعریف اور علت غائی ہے لیکن آج کل اسلام ایک خیالی مذہب ہے جو کہ مجموعہ ہے ہمارے اوہام وسوسواس کا اور بت پرستون کی رسمون اور مشرکون کی عادتون کا اور دل خوش کُن کہانیون کا - جس کے متعلق سر ولیم میور لکھتے ہین کہ " اسلام مین جو قرآن کی سخت بندش مین جکڑا ہوا ہے عیسائی مذہب کی طرح زمانہ اور موقعہ کے مختلف حالتون کے لحاظ سے تغیر ہو ہی نہین سکتا - اور دنیاوی معاملات مین پیشوائی اور راہ نمائی کرنا تو درکنار اس مین یہ قابلیت ہی نہ تھی کہ سوسایٹی کی رفتار اور قوم کے عروج کا ہم قدم رہ سکے " کیسا جھوٹا ہے یہ قول سر ولیم میور کا جہان تک نفس اسلام سے تعلق ہے اور کیسا سچا ہے جہان تک مسلمانون کے غلط خیالات اور خلاف اسلام حالت سے متعلق ہے (تہذیب الاخلاق)

(۱۴۶) اسم اعظم (ع) بڑا نام - خدائے تعالیٰ کے اسمائے حسنہ مین سے وہ اسم جسکے واسطہ سے دعا مستجاب ہوتی ہے اور سوال قبول ہو جاتا ہے اسم اعظم کہلاتا ہے - علما کی ایک جماعت تو اس ترجیح ہی کی منکر ہے جو بعض اسماء اللہ کو بعض پر دیجاتی ہے اُن کے نزدیک اسم اعظم کا تخیل غیر شرعی ہے لیکن جو جماعت ترجیح کو جائز سمجھتی ہے اُس کے اقوال تعین اسم اعظم مین مختلف ہین اور جتنے منہ اُتنی باتون کا مصداق ہین چند اقوال ذیل مین درج کیے جاتے ہین -

پہلا قول - آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ آیات قرآنی یعنی (۱) اللہ لا الہ الا ہو الحی القیوم (سورۂ بقر) (۲) اللہ لا الہ الا ہو الحی القیوم (سورۂ آل عمران) (۳) عنت الوجوہ للحی القیوم (سورۂ طہ) مین اسم اعظم ہے - اور وہ "حی" و "قیوم" اور "اللہ" مین سے ایک ہے -

دوسرا قول - حضرت علی مرتضیٰ سے مروی ہے کہ اللہ اسم اعظم ہے (تفسیر عمدۃ البیان)

تیسرا قول - حضرت جعفر صادق سے منقول ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم اسم اعظم ہے -

چوتھا قول - حضرت امام رضا سے روایت ہے کہ بعد نماز صبح سو مرتبہ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" و "لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کا ورد اسم اعظم کا اثر رکھتا ہے -

پانچوان قول - امام فخر الدین رازی سے منقول ہے کہ "ہو" اسم اعظم ہے -

چھٹا قول - صوفیائے کرام کہتے ہین کہ "ہو اللہ" اسم اعظم ہے -

ان اقوال کے علاوہ اور بھی کئی قول مروی ہین لیکن حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اللہ کو جس اسم کے ساتھ بندہ خشوع و خضوع اور استغراق کے طور پر یاد کرے اِس طرح کہ باطن مین سوائے اللہ کے اور کچھ نہ ہو وہی اسم اعظم ہے اور اُسی کے واسطے سے دعا مستجاب ہوتی ہے - (ماخوذ از رسالہ صوفی)

(۱۴۷) اسم جلالی و جمالی - خدائے تعالیٰ کے وہ اسمار صفات جو اُس کے جلال و کبریائی اور عظمت کو ظاہر کرین جلالی کہلاتے ہین (مثلاً الحکیم - العدل - الکبیر) اور وہ اسمار صفات جو اس کی رحمت و رافت اور شفقت و عنایت کا اظہار کرین جمالی کہلاتے ہین (مثلاً الرحمن - السمیع - الحفیظ)

عملیات کا بڑا حصہ ان ہی دونون اسمون کے خواص پر مرتب ہے، اور عامل ان کا ورد "دشمنی یا دوستی" کے پیدا کرنے کے لئے کیا کرتا ہے اسم جلالی کا وظیفہ عداوت پیدا کرنے یا ضرر پہونچانے کے لئے کیا جاتا ہے اور اسم جمالی محبت اور الفت کا رشتہ قائم کرنے کے لئے پڑھا جاتا ہے۔

(۱۴۸) **اسم ذات و اسم صفت**۔ وہ اسم جو خدائے تعالیٰ کی ذات پر دلالت کرے۔ مثلاً اللہ اسم ذات کہلاتا ہے اور وہ اسم جو خدائے برتر کی صفات کا اظہار کرے مثلاً "الرحمٰن"، اسم صفت سے موسوم ہوتا ہے۔

(۱۴۹) **اسماء الٰہی**۔ خدائے تعالیٰ کے اسمائے مُبارک سہماراللہ علم الاعمال کے موضوع ہین جن کا ورد اس غرض و غایت سے کیا جاتا ہے کہ انسان درجہ انسانیت سے ترقی کر کے کمال روحانیت حاصل کرے۔

(۱۵۰) **اسماء الرجال**۔ آدمیون کی سوانح عمریان۔ عربون نے جب مذہبی تاریخ جسکو "سیر" کہتے ہین لکھنا شروع کی تو انھون نے ایک شاخ موسوم بہ علم رجال قائم کی جس کے سبب سے رواۃ کی ثقاہت سے بحث کی جاتی ہے۔ یہ علم رجال عربون کا حصہ ہے علم رجال کی بدولت کم از کم ایک لاکھ شخصون کے حالات قلم بند ہو گئے اگر ڈاکٹر اسپرنگر کے قول کا اعتبار کیا جائے تو یہ تعداد پانچ لاکھ تک پہونچتی ہے۔

قرن اولیٰ مین اہل عرب افراد رجال مثلاً محدثین، حفاظ، فقہاء، ادباء اور شعراء وغیرہ کے حالات طبقات مین درج کرتے تھے اور ہر ایک فن کے لوگ اپنے اپنے علم اور شہرت کے لحاظ سے اسی خاص طبقہ مین ذکر کئے جاتے تھے لیکن بعدہٗ فرداً فرداً ایک کامل فن کی سوانح عمری کو قلمبند کیا گیا۔ کتابون مین جو "طرز جدید" پر مرتب کی گئین وفیات الاعیان من تالیف ابن خلکان (المتوفی ۶۸۱ھ/۱۲۸۲ء زیادہ مشہور ہے) ابن خلکان نے اس کی ترتیب حروف تہجی پر رکھی ہے۔ وفیات الاعیان کے بعد صدہا کتابین افراد رجال کے حالات مین لکھی گئین ہین مثلاً فوات الوفیات (من تالیف صلاح الدین کتبی المتوفی ۷۶۴ھ/۱۳۶۳ء) کتاب الوافی (من تالیف صلاح الدین صفدی المتوفی ۷۶۴ھ/۱۳۶۲ء) اور مراۃ الزمان (من تالیف سبط جوزی) وغیرہ وغیرہ (علوم المعتبر)

(۱۵۱) **آسمان** (ف) نیلا رنگ والا۔ آکاش (دیکھو سماء)

(۱۵۲) **اسمٰعیل**۔ اسمٰعیل عبرانی مین سماع ایل ہے (سماع کے معنی "سنا ہو" اور ایل کے معنی اللہ) جسکے معنی "خدا کا سنا ہوا" ہین۔ چونکہ خدائے تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی دعا اور حضرت ہاجرہ کی فریاد پر فرزند دیا تھا اس لئے انھون نے اس کا نام اسمٰعیل رکھا حضرت اسمٰعیل ۱۹۱۰ ق۔م/۲۰۳۴ آفرینش مین پیدا ہوے۔ آپ حضرت ابراہیم کے خلف اکبر ہین جو بطن ہاجرہ سے تولد ہوے۔ قرآن مجید کی متعدد آیات آپ کے صابر، نیک اور صاحب ایمان ہونے کی شہادت دے رہی ہین۔ سورہ مریم (پ ۱۶ رکوع ۴۔ آیت ۵۵) مین اسمٰعیل صادق الوعدہ کا ذکر ہے جو رسول بھی تھے اور نبی بھی بعض مفسرین اسمٰعیل صادق الوعدہ کو ایک جداگانہ رسول لکھتے ہین۔ بایں سبب کہ حضرت ابراہیم کی حیات مین حضرت اسمٰعیل رسول نہین ہو سکتے تھے۔ لیکن جمہور مفسرین کا مذہب ہے کہ اسمٰعیل صادق الوعدہ سے مراد اسمٰعیل ابن ابراہیم ہین حضرت اسمٰعیل کی سوانح عمری کے خاص خاص

واقعات یہ ہین۔

۱۔ آپ کی جلاوطنی۔ عیسائی مصنفین نے اس واقعہ کو ایسا گہرا رنگ دیا ہو کہ اصلی صورت مسخ ہوگئی ہے۔ آپ کی عمر جلاوطنی کے وقت کیا تھی اور آپ کس مقام پر جلاوطن کئے گئے۔ اختلافی واقعات بن گئے ہین۔ سرسید احمد نے اپنی تصنیف "خطبات احمدیہ" (خطبہ اول جغرافیہ جزیرۃ العرب) مین ان واقعات کی نہایت چھان بین کی ہے اور علمار نصاریٰ کے اقوال سے اور اناجیل مروجہ کی امداد سے جو کچھ تحریر کیا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نے اپنی پہلی بی بی حضرت سارہ کے کہنے سے اپنی دوسری بی بی حضرت ہاجرہ اور اُن کے بیٹے حضرت اسمٰعیل کو جو ہوشیار اور بڑے ہوگئے تھے۔ گھر سے نکال دیا اور وہ دونوں بیابان "بیر شیبع" مین چلے گئے۔ چلتے چلتے اور منزلین طے کرتے ہوے وہ اُس مقام پر پہونچے جہان اب مکہ معظمہ ہے پیاس کی شدت سے حضرت اسمٰعیل کی حالت خراب ہوگئی اور مرنے کی نوبت پہونچ گئی حضرت ہاجرہ اُن کو درخت کے سایہ مین بٹھا کر پانی کی تلاش کو ادہر اُدہر دوڑتی پھرین اور بمشکل پانی ملا۔ اور جہان پانی ملا تہا اُسی جگہ انھون نے سکونت اختیار کرلی۔ قرآن مجید سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ مقام بیابان جنگل اور غیر مزروعہ تہا (سورۂ ابراہیم پ ۱۳ ارکوع ۶- آیت ۴۰)

۲۔ آپنے تعمیر خانۂ کعبہ مین حضرت ابراہیم کا ہاتھ بٹایا (سورۂ بقر پ اول رکوع ۱۵- آیت ۱۲۱)

۳۔ آپ ذبیح اللہ ہین سورۂ الصافات (پ ۲۳ رکوع ۳- آیت ۱۳۳) مین حضرت ابراہیم کے اس قصد کا ذکر ہے جو انھون نے اپنے بیٹے کی قربانی (خدمت خدا کے لئے مخصوص کرنے) کے بارے مین کیا تھا لیکن اس امر کی تصریح نہین ہے کہ یہ حکم حضرت اسمٰعیل کے متعلق تھا یا حضرت اسحاق کے۔ محدثین مین سے ابن عباس۔ ابن عمر اور عبداللہ بن احمد وغیرہم کا خیال ہے کہ وہ حکم حضرت اسحاق کی نسبت تہا۔ اور ابن مسعود۔ مجاہد۔ عسکریہ۔ قتادہ اور ابن اسحاق حضرت اسمٰعیل کو ذبیح اللہ بتاتے ہین اور عام مسلمانون مین خواہ سُنی ہون یا شیعہ یہی قول مقبول بھی ہے کہ حضرت اسمٰعیل کی نسبت حکم قربانی تہا صاحب سیرۃ النبی نے منجملہ اور دلایل کے جو حضرت اسمٰعیل کے ذبیح اللہ ہونے کے متعلق لکھے ہین یہ بھی تحریر کیا ہے کہ اُس زمانہ کی قومی رسومات کی بنا پر کہ بڑا بیٹا قربان کیا جاتا تہا۔ حضرت اسمٰعیل ہی قربان کئے گئے۔ اور مسلمانون کی عید اضحیٰ اسی قربانی کی یادگار ہے۔

عام مسلمانون کا خیال ہے کہ حضرت ابراہیم نے حضرت اسمٰعیل کے گلو پر خنجر پھیرنا چاہا لیکن اُن کی چھری کے نیچے ایک دُنبہ آگیا۔ لیکن صاحب سیرۃ النبی اس خیال کو غلط بتاتے ہین اور لکھتے ہین کہ قربانی کے معنی اُس زمانہ مین "خدمت خدا کے لئے مخصوص کر دینا" تھے چنانچہ حضرت اسمٰعیل خانۂ کعبہ کی خدمت کے لئے مخصوص کر دیئے گئے تھے۔

۴۔ حضرت اسمٰعیل عرب مستعاربہ کے مورث اعلیٰ ہین۔ آپ کے بارہ بیٹے تھے۔ اُن فرزندون کے نام یہ ہین۔

بناتوت۔ قیدار۔ ردبئل۔ ہیام۔ شماع۔ دوماہ۔ مسا۔ حدر۔ تیما۔ یطور۔ نافش۔ قیدما۔ اور یہ سب حجاز کے اُس خطے مین۔ جہان اب مکہ معظمہ ہے آباد تھے۔ یہ بارہ بیٹے اور اُن کی اولاد اُس ایفائے وعدہ کی ابتدائی کڑیان تہین جو خدائے تعالیٰ نے حضرت ابراہیم سے حضرت اسمٰعیل کو برکت دینے کے متعلق کیا تہا (توریت سفر تکوین باب ورس ۲۰) اور اسی ایفا کی آخری کڑی آنحضرت صلعم کی ذات بابرکات تھی۔

اور دنیا نے دیکھ لیا کہ کس طرح امامت سمعیلیہ امامت عظمیٰ مین تبدیل ہو گئی۔

(۱۵۳) اسمٰعیلیہ۔ فرقہ اسمٰعیلیہ جماعت شیعہ کی ایک شاخ ہے جو حضرت اسمٰعیل بن امام جعفر صادق سے منسوب ہے۔ جماعت شیعہ کی یہ دوسری تفریق تھی جو حضرت جعفر صادق کے وصال کے بعد ہوئی یعنی وہ گروہ جسنے حضرت اسمٰعیل کو جو حضرت امام جعفر صادق کے فرزند اکبر تھے اور آنجناب ہی کی حیات مین قضا کر گئے تھے امام تسلیم کرکے انکے صاحبزادے امام محمد کو اپنا امام تسلیم کیا۔ اسمٰعیلیہ کہلایا۔ چنانچہ امام محمد فرقہ اسمٰعیلیہ کے ساتوین امام ہین۔ اور انہین کی ذات پر امامت ظاہری کا پہلا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے امامت ظاہری کے اختتام پر امامت مستورہ کا جو اسمٰعیلیون مین اختلافی مسئلہ ہے دور شروع ہوتا ہے اور ان مین سے ایک جماعت جو بعد مین مستعلی (یعنی بوہرون کی جماعت) کہلائی ائمہ مستور کی قائل ہوئی جن کے اسماء مبارک امام عبداللہ۔ امام احمد اور امام حسین ہین۔ لیکن دوسری جماعت جو بعد مین اسمٰعیلی نزاریہ (یعنے خوجون کی جماعت) کہلائی ائمہ مستور کی قائل نہین ہے۔ غرضکہ جب ۳۰۰ھ / ۹۱۲ء مین بلاد افریقہ پر حضرت مہدی کا قبضہ ہو گیا تو انھون نے فرقہ اسمٰعیلیہ کے دین کا اظہار کھلم کھلا کر دیا اور اُس کی تبلیغ اپنا فرض اولین سمجھ کر داعیون کو مختلف حصص مین پھیلا دیا۔ خلیفہ مہدی سے جن کا اصلی نام ابو محمد عبداللہ ہے پھر ظاہر امامون کا سلسلہ شروع ہوا ابتداً مہدی کا دارالسلطنت قیروان (مغرب) تھا بعد ازان جب شہر مہدیہ آباد ہو گیا تو اُس کو دارالسلطنت بنایا۔ خلفاے فاطمین مصر کہی حضرت مہدی کی اولاد مین ہین۔ امامت ظاہر کا دور دوم حضرت مہدی سے شروع ہوتا ہے ان کے بعد ابو القاسم ملقب بہ قائم بامر اللہ۔ ان کے بعد ابو طاہر اسمٰعیل ملقب بہ منصور باللہ اور ان کے بعد ابو تمیم ملقب بہ معز الدین اللہ۔

ان کے بعد ابو منصور نزار ملقب بہ عزیز اللہ۔ ان کے بعد ابو علی منصور ملقب حاکم بامر اللہ۔ ان کے بیٹے ابو الحسن علی ملقب بہ ظاہر۔ ان کے بعد مستنصر باللہ امام ہوئے۔ ان آٹھون امام کی وفات کے بعد وہ اختلاف جو امام محمد کی وفات کے بعد پیدا ہو گیا تھا بڑھتے بڑھتے افتراق کی شکل مین ظاہر ہوا اور فرقہ اسمٰعیلیہ اپنی دو شاخون یعنی مستعلی اور اسمٰعیلی نزاریہ مین منقسم ہو گیا۔ (دیکھو فاطمیہ)

خلیفہ العزیز باللہ نے ۳۶۹ھ / ۹۷۹ء مین ایک شاندار عمارت تیار کی جس کا نام ایوان الکبیر رکھا۔ اس ایوان یعنی لاج مین مذہبی تعلیم کے لئے ایک حلقہ درس بنام مجلس الحکمت قائم کیا۔ اس مجلس مین نصاب تعلیم نو دعوتون پر ختم کرایا جاتا تھا۔ ان دعوتون کا اختصار درج ذیل ہے

پہلی دعوت۔ داعی نہایت وقار سے مسند درس پر بیٹھتا اور مدعو کے سامنے مسایل شریعت پر شکوک اور شبہات پیدا کرتا۔ اور اس انداز سے تقریر کرتا کہ مدعو کے دل مین اصلی رموز حل کرنے اور شبہات کے دور کرنے کا شوق پیدا ہو۔ مثلاً خدا نے دنیا کو سات دن مین کیون پیدا کیا۔ کیا وہ ایک دن مین پیدا کرنے سے عاجز تھا۔ حائضہ کے لئے روزے کی قضا کا حکم ہے لیکن قضا نماز کی ممانعت کیون ہے۔ صراط کے کیا معنی ہین۔ کراماً کاتبین کیا ہین۔ علیٰ ہذا القیاس تمام قرآن۔ مجموعہ احادیث اور اقوال فلاسفہ پر اعتراض اور شکوک وارد کئے جاتے۔ جب داعی سمجھ لیتا کہ مدعو کے دل مین یہ تمام سوالات جاگزین ہو گئے ہین اور وہ جواب کا طالب ہے تو اُس وقت داعی کہتا۔ یہ مسایل شریعت ہین عجلت مت کر۔ خدا کا دین اعلیٰ ہے اس سے کہ نا اہل آگاہ ہون۔ بدون عہد کے آگاہ کرنا مناسب نہین۔ خود باری تعالیٰ کا ارشاد ہے "ہم نے نبیون سے عہد لیا اور تجھ سے (اے محمد صلعم) اور نوح سے۔ ابراہیم سے۔ موسیٰ سے

اور عیسےٰ ابن مریم سے پختہ عہد لیا (سورہ احزاب پ ۲۱ رکوع اول آیت ۷) جب مدعو متشکک فی المذہب ہو جاتا ہے اور عہد کر لیتا ہے اُس وقت شبہات مذکورۂ بالا کا جواب اسمٰعیلی مذہب کے مطابق دیا جاتا ہے "جب اس طریقہ پر تعلیم قرآن ختم ہو جاتی ہے" تب مدعو سے دعوت دوم شروع کرنے کے قبل حلف لیا جاتا ہے کہ وہ اپنے داعی کے ہدایات کو بغیر کسی بحث و حجت کے تسلیم کر لیا کرے۔

دعوت دوم۔ جب مدعو سب باتین پہلی دعوت کی قبول کر لیتا ہے تو اس کو سمجھایا جاتا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے اقامت مذہب اور اس کی حفاظت حضرت ائمہ حق کی ذات سے وابستہ رکھی ہے جب یہ اعتقاد راسخ ہو جاتا ہے تو داعی تیسری دعوت ارشاد کرتا ہے۔

دعوت سوم۔ جب تیسری دعوت کی مجلس مین مدعو حاضر ہوتا ہے تو داعی کہتا ہے کہ ائمہ حق سات ہین یعنی حضرت علی حضرت حسن حضرت حسین حضرت زین العابدین حضرت محمد باقر حضرت جعفر صادق۔ اور حضرت محمد بن اسمٰعیل بن جعفر صاحب الزمان۔ امام تاویل قرآن کے ماہر ہین اور دعاۃ ان کے وارث۔

دعوت چہارم۔ اس دعوت مین داعی بیان کرتا ہے شرائع کے مجدد......سات ہین اور ہر ایک کو ناطق کہتے ہین۔ ہر ایک ناطق پیغمبر کے ساتھ ایک ایک وصی تہا جس کو صامت بولتے ہین اُن پیغمبران صامت کا فرض یہ ہے کہ پیغمبر ناطق کی شریعت کو بغیر ترمیم و اضافہ کے مستحکم کرین پیغمبران ناطق و صامت کے اسمائے گرامی یہ ہین۔

پیغمبران ناطق	پیغمبران صامت
(۱) حضرت آدم علیہ السلام	حضرت شیث علیہ السلام
(۲) حضرت نوح علیہ السلام	حضرت سام علیہ السلام
(۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام	حضرت اسمٰعیل علیہ السلام
(۴) حضرت موسیٰ علیہ السلام	حضرت ہارون علیہ السلام
(۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام	حضرت شمعون علیہ السلام
(۶) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم	حضرت علی مرتضےٰ لغایت حضرت اسمٰعیل بن حضرت جعفر صادق

(۷) صاحب زمان محمد بن اسمٰعیل ان پر علوم اولین و آخرین ختم ہو گئے۔ لہذا کسی پیغمبر کی ضرورت نہین۔ انکی اطاعت مین ہدایت و نجات منحصر ہین۔

دعوت پنجم۔ اس دعوت مین داعی کہتا ہے کہ ہر صامت پیغمبر نے اشاعت دین کے لئے بارہ بارہ نقیب یا داعی مطابق عدد مہینون کے مقرر کئے ہین۔ اس تعین اعداد مین خاص حکمت باری تعالیٰ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے نقیب بھی بارہ تھے نقیب آنحضرت صلعم یعنی انصار بھی بارہ تھے۔ اس طرح ہاتھ کی ہر چہار انگلیون مین بارہ جوڑ ہین۔ نر انگشت مین دو ہین جن کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا بدن مثل زمین کے ہے اور انگلیان مثل جزائر اربعہ کے ہین۔ ایسے ہی ریڑھ کے بارہ جوڑ ہین الغرض اس تعلیم کا خلاصہ یہ تہا کہ مدعو فنا فی الشیخ کے درجہ پر پہونچ جائے اور داعی کے حکم کی مخالفت نہ کرے۔

دعوت ششم۔ اس دعوت مین نماز۔ روزہ۔ زکواۃ۔ حج اور جہاد کی فلسفیانہ تعلیم دیجاتی تھی اور ظاہر مسئلہ کے باطنی معنی بتائے جاتے۔ افلاطون۔ ارسطو۔ فیثاغورس کا فلسفہ ختم کرایا جاتا تہا۔

دعوت ہفتم۔ اس دعوت مین مسائل الٰہیات کی تعلیم ہوتی

تھی شلاً یہ کہ مدبر عالم (اصلی ترتیب) اور نظام عالم ایک ہی ہے اور جو کچھ مدبر عالم ہے سب سے پہلے بلا واسطہ و بلا سبب صادر ہوا ہے جس کو عقل کامل کے ساتھ تعبیر کرتے ہین - اور اسی کو مُبدا اول بھی کہتے ہین -

دعوت ہشتم - تعلیمات ماسبق کے بعد مدعو کو یہ باور کرایا جاتا تھا کہ وجود اول اور وجود ثانی مین باعتبار تقدم وہی نسبت ہے جو علت و معلول مین ہوتی ہے اور تمام کائنات کا وجود علت ثانی ہے -

دعوت نہم - یہ دعوت سب دعوات کا نتیجہ ہے - جب داعی عجز کی طرف سے مطمئن ہو جاتا ہے تو اس کو علم الطبیعیات مابعد الطبیعت اور الٰہیات کے تمام رموز کا انکشاف کرایا جاتا ہے - فارغ التحصیل ہونے کے بعد داعی اپنے مدعو سے اخیر حلف لیتا ہے (ماخوذ از فاطمی دعوت اسلام و نظام الملک طوسی)

عقائد اسمٰعیلیہ مین ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر و مختار نہین ہے وہ جب کسی چیز کو پسند کرتا ہے تو وہ اُس کے لئے بے اختیار ہو جاتی ہے جیسے سورج سے شعاع بے اختیار نکلتی ہے اور نہ اللہ تعالیٰ صاحب ارادہ ہے بلکہ جو کچھ اُس سے صادر ہوتا ہے وہ اُس کی ذات کو لازم ہے جیسے آگ کو گرمی (مذاہب اسلام) اسمٰعیلیہ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ خدا کو صفات سے متصف کرنا درست نہین اس لئے کہ وہ ہر ایک چیز کا خالق ہے حتی کہ اسما کا بھی اور صفات کا بھی -

(۱۵۴) اسود عنسی - لغوی معنی اسود کے سیاہ کے ہین -

اسود عنسی اُس کذاب اور مفتری کا نام ہے جس نے زمانۂ حیات آنحضرت صلعم مین نبوت کا دعویٰ کیا تھا - اس کا اصلی نام عبہلہ بن کعب تھا اور چونکہ وہ کہا کرتا تھا کہ گدھے کا مالک میرے پاس آنے والا ہے اس لئے اس کا لقب "ذوالحمار" یعنی گدھے کا مالک ہو گیا - اس کا ادعا تھا کہ دو فرشتے سحالک اور شراک اسکے پاس وحی لاتے ہین - اسود عنسی شیرین کلامی شعبدہ بازی اور کہانت مین اپنا نظیر نہین رکھتا تھا یہی سبب تھا کہ لوگ بہت جلد اس سے مانوس ہو گئے - اور مذحج اور نجران والون نے اس کے ارشادات کو سمعاً و طاعتاً قبول کر لیا - چنانچہ اہل نجران نے مجتمع ہو کر عمرو بن حزم کو جو آنحضرت صلعم کی طرف سے عامل تھے نکال دیا - اس کے بعد اسود عنسی سات سو سوار لیکر صنعا کی طرف بڑھا اور شہر ابن باذان کو قتل کر کے اس کی بیوی سے نکاح کر لیا - اب اس کا قبضہ صنعاء حضرموت اور طائف تک و عدن کی جانب بحرین تک ہو گیا - آنحضرت صلعم کو جب ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اسود کی گوشمالی اور سرکوبی کے لئے ایک جماعت کو روانہ کیا جب اس جماعت کو معلوم ہوا کہ قیس بن عبد یغوث اسود سے کبیدہ خاطر ہے تو انھون نے اس کو اپنا ہمراز بنا لیا اور فیروز بھی جو شہر ابن باذان کی بیوہ (یعنی اسود کی بیوی) کا چچا زاد بھائی تھا اور اسود کے خون کا پیاسا بیٹھا ہوا تھا اس سازش مین شریک ہو گیا - بالآخر ایک شب کو اسود کی بیوی (ہمشیرۂ فیروز) کی شرکت سے فیروز اور قیس اسود کے گھر مین گھس گئے اور فیروز نے اس کو (یعنی اسود کو) ذبح کر ڈالا (۱۱ھ / ۶۳۲ء) اور اُس کی نبوت باطلہ کا خاتمہ ہو گیا - اس نبوت کی میعاد زیادہ سے زیادہ چار ماہ قرار دی جا سکتی ہے -

اسود کے قتل پر ان عمال کو بحال کر کے جن کا تقرر آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا ایک قاصد آنحضرت صلعم کی خدمت مین بغرض اطلاع واقعات

روانہ کیا گیا۔ لیکن وہ قاصد مدینہ منورہ اُس وقت پہونچا ہے جب آپ وصال فرما چکے تھے لیکن وصال سے قبل آپنے اسود کے قتل کا حال صحابہ کے روبرو بیان فرما دیا تہا۔

(۱۵۵) اُسوۂ حسنہ (ع) اسوہ مثل قدوہ کے ہے اور قدوہ اس حالت کو کہتے ہین جس کو کسی دوسرے مین دیکھ کر انسان اُسکی پیروی کرے بغیر اس لحاظ کے کہ وہ حالت اچھی ہے یا بُری پس اسوہ سے مقصود ایسی پیش نظر حالت ہے جس کی پیروی اور متابعت کی جاوے پس "اسوہ حسنہ" سے مراد وہ نیک عملی نمونہ ہے جس کی پیروی انسان کرے۔

قرآن مجید مین "اسوۂ حسنہ" کا لفظ صرف تین مقامات پر آیا ہے اول سورۂ احزاب (پ ۲۲ رکوع ۳ - آیت ۲۱) مین آنحضرت صلعم کی نسبت اور دو مرتبہ سورۂ ممتحنہ (پ ۲۸ رکوع اول آیت ۶ و ۴) مین حضرت ابراہیم کی نسبت - پس تمام قرآن مجید مین (جس کا بڑا حصہ انبیائے سابقین کے قصص و اعمال سے مملو ہے) اگر مسلمانون کے سامنے کوئی کامل زندگی اور کسی زندگی سے از سرتا پا اعمال بطور نمونہ پیش کئے گئے ہین اور اُن کے اتباع کی دعوت دی گئی ہے تو وہ صرف دو نمونہ ہین - ایک خود شریعت اسلامیہ کے داعی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہین اور دوسرا نمونہ ملت حنیفی کے داعی اول حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا السلام ہین (ماخوذ از رسالہ جہاد و اسلام)

(۱۵۶) اسیر (ف) قیدی جمع اُسرا و اُساری - سورۂ محمد (پ ۲۶ رکوع اول آیت ۴) مین ہو کہ جب تمھارا مقابلہ کافرون سے ہو تو ان کو قتل کرو یہان تک کہ اُن مین لڑائی کی طاقت نہ رہے - پھر قید کرلو اور قید کرنے کے بعد یا تو اُن پر احسان رکھ کر چھوڑ دو یا اُن سے فدیہ لیکر - صاحب خطبات احمدیہ اس آیت کی تفسیر مین لکھتے ہین کہ کافرون کے مغلوب ہو جانے پر جو ان کے قید کرنے کا حکم ہو اس سے مقصود ان کی جان بچانا ہے اور قید کرنے کے بعد جو حکم ان کی نسبت ہے وہ دو امر مین منحصر ہے ایک تو احسان رکھ کر چھوڑنے مین دوسرا ان سے فدیہ لیکر چھوڑنے مین پس قیدیون کے ساتھ ان دو حکمون مین سے ایک کا عمل در آمد واجبی ہے - ان احکام دوگانہ سے جو خدا نے سورۂ محمدؐ مین بیان کئے ہین رقیت یعنی قیدیون کا لونڈی و غلام بنانا بالکل نیست و نابود ہو گیا -

علماء اسلام کی رائے مین اس امر کی نسبت اختلاف ہے کہ کن صورتون مین قیدیون کو احسان رکھ کر چھوڑنا چاہئے بعض کی یہ رائے ہے کہ صرف اس حالت مین چھوڑنا چاہئے جبکہ وہ مسلمان کی رعایا ہو کر مسلمان کے ملک مین رہنا قبول کرین اور بعضون کی یہ رائے ہے کہ قیدیون کو بغیر کسی شرط کے چھوڑ دینا چاہئے -

کتب فقہ مین اسیران جنگ کے مقدمہ مین دو حکم درج ہین ایک حکم دوران جنگ سے متعلق ہے اور دوسرا حکم اختتام جنگ سے پہلے مقدمہ مین یعنی اس حالت مین جبکہ لڑائی جاری ہو امام کو اختیار ہے کہ اسیرون کو قتل کرے اور دوسرے مقدمہ مین یعنی اختتام جنگ پر اسرا قتل نہ کئے جاوین گے بلکہ امام کو اختیار ہوگا کہ احسان رکھ کر ان کو چھوڑ دے یا فدیہ لے یا غلام بنائے (نور الہدایہ و جامع الجعفری) اگر قیدی (کافر) مشرف باسلام ہو جائے تو احکامات مذکورہ اس سے ساقط ہین -

(۱۵۷) اشراقی (ع) حکمائے یونان کی ایک جماعت جن کو مکاشفات صوری و معنوی حاصل تھے اشراقی کہلاتے ہیں حکماء

اشراقی بوجہ تزکیہ رُوح وصفائے باطن درک حالات پر بخوبی قادر
ہو جاتے تھے مثلاً اگر دو شخص حکمائے اشراقیین مین سے چاہتے تو
سیکڑون کوس سے بہ باعث تصفیۂ قلب ہم کلام ہو لیتے اور یہ وہ
خصوصیت تھی جو حکمائے مشائین سے انکو تمیز کر دیتی ہے۔ افلاطون
بقراط وغیرہ حکمائے اشراقیین مین سے تھے۔ حکمائے اشراقیین کی تحقیقات
شریف و لطیف ہوا کرتی تھی۔ ان مین سے بعض انبیاء اور بعض اولیاء
ہوئے ہین۔ علوم و حکمت کو انھون نے بتوسط وحی و الہام معلوم کیا۔
محققین کا خیال ہے کہ حکمائے اشراقیہ مشرب و اصطلاح مین صوفیہ
کے مشابہ تھے (کشف الظنون)

(۱۵۸) اَشربہ۔ پینے کی چیزین۔ پانی پینے کے آداب یہ ہین کہ
آبخورے کو داہنے ہاتھ مین لے اور بسم اللہ کہکر آہستہ آہستہ پیئے
کھڑے ہو کر یا لیٹ کر پانی نہ پیئین۔ پانی تین سانسون مین پیئین
بسم اللہ کہکر شروع کرین۔ تب اول سانس لین تو الحمد للہ کہین اور
دوسری سانس کے اختتام پہ الحمد للہ رب العالمین اور تیسری کے
بعد رب العالمین الرحمن الرحیم۔ ان آداب کا مسنون ہونا مندرجہ
ذیل احادیث سے ثابت ہے۔

۱۔ آنحضرت صلعم نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا۔

۲۔ پانی پینے کے درمیان آنحضرت صلعم تین مرتبہ دم لیتے تھے
اور فرماتے تھے کہ اس طرح پانی پینا یعنی کئی دفعہ کرکے پیاس کو بجھاتا ہو
بدن کو صحت بخشتا ہے اور معدہ مین گرانی نہین پیدا کرتا (مشکوٰۃ
کتاب الاطعمہ باب اشربہ فصل اول)

شراب لغت مین عبارت ہے ہر رقیق چیز سے جو پی جائے لیکن
اصطلاح شرع مین شراب وہ ہے جو نشہ کرے یعنی مست اور بیہوش
کر دے۔ اصول اشربہ چار چیزین ہین یعنی

۱۔ ثمار یعنی پھل مثل انگور وغیرہ۔

۲۔ حبوب جیسے گندم۔

۳۔ شیرین چیزین جیسے گڑ۔

۴۔ البان یعنی اونٹ وغیرہ کا دودھ۔

ان مین سے انگور سے پانچ شرابین تیار ہوتی ہین یعنی
(۱) خمر (۲) باذق (۳) منصّف (۴) مثلث (۵) بخج یعنی بختجہ
اور منقے سے دو شرابین بنتی ہین۔
(۱) نقیع (۲) نبیذ۔ اور کھجور سے تین شرابین بنتی ہین (۱) سکر
(بہ فتحتین) (۲) فضیخ (۳) نبیذ

علاوہ ان کے حبوب و فواکہ و شہد وغیرہ سے ایک ہی چیز بنتی
ہے اگرچہ نام اُس کے چند قسم کے ہین۔ ان شرابون پر جو شرعی احکام
مرتب ہوئے ہین وہ کتب فقہ مین درج ہین ہم ان پر بحث ان کی
ابجدی ترتیب کے لحاظ سے کرینگے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

رقیق اور بہتی ہوئی چیزون مین سے پانچ چیزین حرام ہین

۱۔ شراب اور نشہ کی ہر چیز۔

۲۔ خون کہ اُچھلکر ذبح یا زخم سے جانور کے نکلتا ہے۔

۳۔ وہ چیز کہ جس مین کوئی نجاست مثل خون یا پیشاب یا
فضلے کے پڑجائے اور وہ چیز بہتی ہو۔

۴۔ حرام جانور کا پیشاب جو نجس العین ہے۔

۵۔ حرام جانور کا دودھ (جامع الجعفری)

(۱۵۹) اشعریہ (ع) متبعین امام اشعری۔ اشعریہ کہلاتے ہین
امام اشعری کا اصلی نام ابو الحسن علی بن اسمٰعیل ہے ۲۷۰ھ / ۸۸۲ء مین

پیدا ہوئے اور ۳۳۰ھ ۹۴۱ء میں رحلت کی۔

مذہب اشعری اس خلا کو پُر کرنے کے لئے پیدا ہوا جو معتزلہ اور محدثین میں پیدا ہو گیا تھا تفصیل اس اجمال کی یہ ہو کہ جب مسلمانوں میں فلسفہ کا رواج پیدا ہوا تو نئی ضرورتوں کی بنا پر ایک نیا علم کلام ایجاد ہوا جس کے بانی معتزلہ تھے۔ گو علماء سلف مصر تھے کہ حقائق شریعت کی گرہیں نہیں کھل سکتیں لیکن معتزلہ نے عقل اور نقل دونوں سے استدلال کا رواج جاری کیا بلکہ معقولات کو منقولات پر ترجیح دیکر فلاسفہ اور ملاحدہ کی رد میں قدم اٹھایا۔ محدثین جن کا تمام سرمایہ منقولات تھا۔ اس نئے طرز استدلال سے نہایت گرم ہوئے لہذا امام اشعری نے جو اولاً جماعت معتزلہ کے رکن تھے اعتزال کے برخلاف ایک نئے علم کلام کی بنیاد ڈالی اور اس بُعد کو دور کرنا چاہا جو معتزلہ اور محدثین میں پیدا ہو گیا تھا۔ اور منقولات کو معقولات پر ترجیح دی۔

اشاعرہ کے وہ مخصوص عقاید جو اُن کے اور دیگر اہل اسلام کے درمیان حد فاصل ہیں یہ ہیں۔

۱۔ صفات خدائے تعالیٰ نہ زائد بر ذات ہیں اور نہ عین ذات اور ہر اصل ذات واجب الوجود سے الگ بھی نہیں اور علیحدہ سے اُس کی ذات میں قائم ہیں۔

۲۔ خدائے تعالیٰ نیک و بد کا فاعل حقیقی ہے لیکن انسان کے کسب کو اُس میں دخل ہے۔ دوسرے الفاظ میں کسب کی آڑ میں جبر کا مخفی اعتراف ہے۔

۳۔ خدا کو جائز ہے کہ انسان کو اُس کام کی تکلیف دے جو اُس کی طاقت سے باہر ہے۔

۴۔ خدا کو حق ہے کہ وہ مخلوقات کو عذاب دے بغیر اس کے کہ انکا کوئی جرم ہو۔ یا اُن کو ثواب عطا کرے۔

۵۔ خدائے تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ جو چاہے کرے اسکے لئے ضرور نہیں کہ وہی کرے جو بندوں کے لئے مناسب ہے۔

۶۔ کلام خدا قدیم ہے لیکن وہ الفاظ جو قرآن مجید میں ہیں حادث ہیں

ابو بکر باقلانی (المتوفی ۴۰۳ھ ۱۰۱۲ء) نے طریقہ اشعریہ میں داخل ہوتے ہی اشعریت میں عقلی مقدمات کا اضافہ کیا اور چند اصول قائم کئے جو متاخرین اشاعرہ کے متدل بہ ہیں۔ باقلانی کے بعد امام حرمین (جن کا اصلی نام عبد الملک تھا) المتوفی ۴۷۸ھ ۱۰۸۵ء نے جدت کی لیکن امام غزالی طوسی (المتوفی ۵۰۵ھ ۱۱۱۱ء) نے اس طرز کو اس قدر ترقی دی کہ امام اشعری کے وضع کردہ اصول سے اشعریت کو کوئی مناسبت نہیں رہی امام رازی (المتوفی ۶۰۶ھ ۱۲۰۹ء) نے اشاعرہ کے عقاید کا صُور اس بلند آہنگی سے پھونکا کہ مدت تک در و دیوار سے آواز بازگشت آتی رہی۔ کہا جاتا ہو کہ اگر امام اشعری اور امام غزالی سد راہ نہوتے اور اخوان الصفا اور اعتزال کی کوششیں بار آور ہوتیں تو عرب قوم ہزارہا نیوٹن کیپلر اور گلیلو پیدا کرتی (تاریخ اسلام)

(۱۶۰) **اشموئیل**۔ نام ہو ایک پیغمبر کا جو بنی اسرائیل کو کارہائے زشت سے منع فرماتے تھے۔ آپ کا ذکر ضمناً سورۂ بقر پ اول رکوع ۳۲۔ آیت ۲۴۷) میں ہے کہ جس وقت کہا انھوں نے (بنی اسرائیل نے اپنے پیغمبر سے کہ ہمارے لئے بادشاہ مقرر کر۔ پس یہ پیغمبر (بر بنائے روایت مشہور) اشموئیل ہیں بعض مفسرین نے ان پیغمبر کا نام یوشع اور بعض نے ارمیا بھی بتایا ہے

(۱۶۱) **اشیعاء**۔ انبیاء بنی اسرائیل میں سے ہیں قرآن مجید میں حضرت اشیعاء کا اسم مُبارک تو مذکور نہیں ہو لیکن مفسرین کا اتفاق ہو کہ سورۂ بنی اسرائیل (پ ۱۵ رکوع اول آیت ۴) میں جن فسادات

کی نسبت اشارہ ہے انہیں سے ایک مین حضرت اشیعاء شہید ہوئے ہین۔

(۱۶۲) **اِصَابَۃُ العین** (ع) زخم چشم یعنی نظر لگنا۔ نظر خواہ نیک ہو یا بد ایک خاص اثر قلب پر پیدا کرتی ہے اگر وہ نظر بسبب حسد او خبث طبیع کے ہے تو ضرر پہونچاتی ہے اگر بغرض فیض ہے تو قلب کو منور کرتی ہے۔

حفظ ما تقدم کے طور پر منتر پڑھوانا کہ نظر بد اثر نہ کرے سنت ہے چنانچہ اسماء بنت عمیس سے ایک حدیث مروی ہے کہ انھون نے کہا یا رسول اللہ صلعم جعفر طیار کی اولاد پر نظر (بسبب خوبصورت اور خوب سیرت ہونے کے) بہت جلد اثر کرتی ہے۔ آیا ہم اُن کے لئے منتر پڑھوائیں۔ فرمایا۔ ہان۔ اسلئے کہ اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت لیجاتی ہے تو وہ نظر ہے (المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی فصل ثانی)

(۱۶۳) **اصحاب** (ع) جمع صاحب وصحابی کی اصطلاح مین وہ بزرگ جو آنحضرت صلعم کے دیدار سے مشرف ہوئے اصحاب کہلاتے ہین شخص واحد کو صحابی کہتے ہین باتفاق اہل لغت صحابی مشتق ہے صحبت سے اور اس کا اطلاق اُس شخص پر ہو سکتا ہے جس نے کم یا زیادہ ایسکی صحبت اُٹھائی ہو لیکن عرفاً وہی شخص صحابی کہلاتا ہے جو زیادہ مدت تک صحبت مین رہا ہو۔ عہد رسالت کے بزرگ اپنے اپنے تعلقات کی بنا پر مختلف حیثیت رکھتے تھے۔ اس اختلاف حیثیت نے تعین صحابیت مین اختلافات پیدا کردیے ہین وہ (اختلافات) یہ ہین۔

۱۔ وہ بزرگ جنکو آنحضرت صلعم سے خصوصیت تھی اور رسول صلعم کو بھی اُن سے خصوصیت رہی اور آپکا شرف حضوری سفر و حضر مین حاصل رہا اصحاب کہلاتے ہین۔ یہ قول اصولیئن کی ایک جماعت کا ہے۔

۲۔ وہ بزرگ جنھون نے ایک مدت تک آپ کی صحبت کا شرف حاصل کیا اصحاب کہلائے جاتے ہین۔ یہ قول جمہور اصولیئن و محدثین کی ایک جماعت کا ہے۔

۳۔ وہ بزرگ جنکو آنحضرت صلعم کا فیض صحبت ایک مدت تک حاصل رہا یا کم انکم آنحضرت کے ہمرکاب رہے یا ایک آدھ غزوہ مین شرکت کی اصحاب کہلاتے ہین۔ یہ قول حضرت سعید ابن المسیب کا ہے۔

۴۔ وہ بزرگ جنھون نے آنحضرت صلعم سے روایت حدیث کی ہین اصحاب کہلائے جاتے ہین۔

۵۔ علامہ سخاوی فتح المغیث مین لکھتے ہین کہ وہ بزرگ اصحاب کہلائے جاتے ہین جنھون نے آنحضرت صلعم کی صحبت بغرض استفادہ علم حاصل کی ہے۔

۶۔ وہ بزرگ اصحاب کہلائے جانے کے مستحق ہین جنھون نے مسلمان ہونے کے بعد حالت ثبات عقل اور بلوغ مین آنحضرت صلعم سے مُلاقات کی۔

۷۔ امام احمد حنبل اور امام بخاری کا قول ہے کہ وہ بزرگ صحابی ہین جنھون نے حالت اسلام مین آنحضرت صلعم کو صرف دیکھا۔

۸۔ وہ بزرگ جو عہد رسالت مین موجود تھے۔ ضرور نہیں کہ شرف دیدار سے بھی مشرف ہوئے ہون اصحاب کہلاتے ہین (یہ قول قاضی عبد البر وغیرہ کا ہے) ماخوذ از اسوۂ صحابہ۔

ان اقوال مین سے ہر ایک قول ایک خاص خصوصیت رکھتا ہے

معیار صحابیت کی بلندی کے اعتبار سے اقوال نمبر ۱ و ۲ زیادہ مناسب ہین لیکن اس تشدد اور سختی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ احادیث کے دفتر کا بڑا حصہ بیکار ہو جائے گا۔ امام بخاری نے اس لحاظ سے صحابیت کا میدان نہایت وسیع کر دیا ہے جیسا کہ اُن کے قول سے جو نمبر ۷ پر درج ہے واضح ہوتا ہے۔

آنحضرت صلعم کے ہمراہ رکاب سعادت انتساب مین فتح مکہ کے دن ۸ھ/۶۲۹ء مین دس ہزار اصحاب تھے۔ غزوۂ حنین ۸ھ/۶۲۹ء مین بارہ ہزار اور حج الوداع ۱۰ھ/۶۳۱ء مین چالیس ہزار وقت وصال ۱۱ھ/۶۳۲ء مین مسلمانون کی تعداد ایک لاکھ چالیس ہزار تھی۔ یہ اعداد صاف بتا رہے ہین کہ جون ہی قریش اور یہود کی سیاسی قوت کمزور ہوئی اور منکرین کو خلوت اور جلوت مین مسلمانو کی تلقینات کے سننے کا موقعہ ملا تو صداقت کے جلال نے اُن کی گردنین آستانۂ اسلام پر جھکا دین۔

اصحاب کے مراتب کی تفصیل یہ ہے کہ مہاجرین اولین بطریق اجمال افضل ہین انصار سے لیکن جو انصار سابقین اولین ہین وہ افضل ہین مہاجرین متاخرین اور انصار سے۔

مورخ ابو الفدا نے اصحاب کو تیرہ ۱۳ طبقون مین منقسم کیا ہے

۱۔ وہ اصحاب جو سب سے پہلے ایمان لائے یعنی حضرت خدیجۃ الکبریٰ۔ حضرت علی مرتضےٰ۔ حضرت زید۔ حضرت ابو بکر (سنہ ۱ نبوی)

۲۔ وہ اصحاب جو دار الندوہ مین (سنہ ۶ نبوی) مین مسلمان ہوئے اُنمین حضرت عمر بھی ہین۔

۳۔ وہ اصحاب جنھون نے ملک حبش کو ہجرت کی (سنہ ۵ نبوی)

۴۔ وہ اصحاب جو عقبہ کی بیعت الاولیٰ مین (سنہ ۱۱ نبوی) شریک تھے یہ حضرات سابق انصار کہلائے۔

۵۔ وہ اصحاب جو بیعت ثانیہ مین شریک تھے (سنہ ۱۲ نبوی)

۶۔ وہ اصحاب جو عقبہ کی بیعت ثالث مین شریک تھے اور جنکی تعداد ستر تھی (سنہ ۱۳ نبوی)

۷۔ وہ اصحاب جنھون نے آنحضرت صلعم کی ہجرت کے بعد ہجرت کی یعنی اُس زمانہ مین جب آنحضرت صلعم مسجد قبا مین تشریف فرما تھے (سنہ ۱ھ)

۸۔ مجاہدان جنگ بدر (سنہ ۲ھ)

۹۔ وہ اصحاب جنھون نے غزوۂ بدر کے بعد اور صلح حدیبیہ تک اسلام قبول کیا (سنہ ۵ھ)

۱۰۔ وہ اصحاب جنھون نے زیر درخت ثمرہ بیعت کی جو بیعت الرضوان کے نام سے مشہور ہے اور صلح حدیبیہ مین شرکت بھی کی۔ (سنہ ۶ھ)

۱۱۔ وہ اصحاب جو صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی حصہ مین مشرف باسلام ہوئے (سنہ ۷ھ)

۱۲۔ وہ اصحاب جنھون نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا (سنہ ۸ھ)

۱۳۔ وہ اصحاب جو رسول مقبول کے زمانہ مین بچے تھے اور اور شرف دیدار سے مشرف ہوئے۔

المشکوٰۃ (کتاب مناقب صحابہ) مین اصحاب کی مدح و تعریف مین کئی حدیثین درج ہین جو آنحضرت صلعم سے مروی ہین لیکن یہ امر اختلافی ہے کہ وہ مدح و وصف ہر کسی صحابی کی شان مین ہے یا مخاص خاص صحابہ کی بعض علماء کا خیال ہے کہ ہر صحابی کی مدح و

ایک شخص کو کھانا لانے کو بھیجا۔جب بادشاہ کو اُن کے فرار ہوجانے کے حال پر اطلاع ہوئی اور پہاڑ کی کھوہ مین اُن کا پتہ لگا تو اُس نے کھوہ کا منہ بند کردیا اور وہ لوگ وہین مرکر رہ گئے۔

سرسید نے اپنی کتاب "ترقیم فی قصہ اصحاب الکہف والرقیم" مین اصحاب کہف پر نہایت دلچسپ بحث کی ہے اور اپنی تحقیق مین مورخین کی دوسری جماعت کے بیانات کو اصلیت پر مبنی تسلیم کرتے ہین۔

اصحاب کہف کی صحیح تعداد اور اُن کے نامون مین سخت اختلاف ہے اس لئے صحت کے ساتھ ایک رائے قائم کرنا سخت دشوار ہوگیا ہے ہم بحوالہ تفسیر عمدۃ البیان اُن کے نام ذیل مین درج کرتے ہین۔

مکسلمینا۔ تملیخا۔ مرطوس۔ تبرونس۔ دریونس۔ کشطوس (چرواہا کا نام ہے) قطمیر (کتے کا نام ہے)

ابن عباس نے ان نامون کی تاثیر مین روایت کی ہو کہ جو کوئی انکو لکھ کر اپنے پاس رکھے تو خوف وہراس سے امن مین رہے۔اگر بچہ گہوارہ مین روتا ہو تو ان نامون کو لکھ کر اُس کے زیر سر رکھین وہ آرام سے ہوجائے گا۔تپ سہ روزہ کے دفعہ کرنے کے لئے ان نامون کو لکھ کر داہنی ران پر باندھین اور آسانی وضع حمل کے واسطے بائین ران پر باندھین (تفسیر عمدۃ البیان)

(۱۶۹) اصحاب الاُخدود ۔ یعنی گڈھے والے۔ اخدود کی جمع اخادید آئی ہے۔قرآن مجید مین اصحاب اخدود کا ذکر سورۂ بروج (پ۳۰ رکوع اول آیت ۳) مین ہے۔مارے جائین گڈھے والے۔ گڈھے بھڑکتی آگ کے تھے۔جب وہ اُن پر بیٹھے تھے۔اور (سچے) مومنون کے ساتھ جو ظلم کررہے تھے اُس پر خود گواہ تھے۔ان مومنون کا جرم اسکے اور کچھ تصور نہ تھا کہ وہ خدائے محمود پر ایمان لائے تھے۔اس آیت قرآنی مین اشارہ ہو اُس واقعہ کی طرف جو عہد ذونواس مین پیش آیا تفصیل اس اجمال کی یہ ہو کہ شاہان تبابعہ مین سے جو یمن پر حکمران تھے ذونواس (۵۲۵ء بموجب کتبات) نے نجران کے عیسائیون کو اس جرم مین کہ وہ یہودیون کو عیسائی بنانا چاہتے تھے شکست دیکر گڈھون مین جو دھکی ہوئی آگ سے پُر تھے ڈالدیا اور اُن کو خاکستر کردیا۔ان گرفتار شدہ عیسائیون مین سے صرف وہی لوگ اپنی جان بسلامت لیگئے جنھون نے یہودیت کو جو بادشاہ (ذونواس) کا مذہب تھا قبول کرلیا۔

(۱۷۰) اصحاب الایکہ (ع) جنگل والے (دیکھو ایکہ)

(۱۷۱) اِصرار (ع) اہل عرب اُس گھوڑے کو جو کان کھڑے رکھے اور اطاعت لجام نہ کرے اصرار کہتے ہین لیکن اصطلاح فقہ مین ارتکاب گناہ پر ہٹ کرنا اور قصد کرنا کہ آیندہ بھی وہ گناہ کیا جائے گا اصرار کہلاتا ہے۔

(۱۷۲) اِصطباغ (ع) غوطہ دینا۔رنگنا۔سورۂ بقر پ اول رکوع ۱۶۔آیت ۱۳۲ مین خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ اللہ کا صبغہ (رنگ) ہو اور صبغہ کے بارے مین اللہ سے بڑھ کر کون ہوگا۔اس آیۂ شریفہ مین صبغہ کا لفظ آیا ہے جو صبغ سے ماخوذ ہے اور اُس کے معنی رنگ دینا اور اصطلاحاً تطہیر (پاک کرنا) ہے۔

یہ لفظ صبغۃ اشارہ کررہا ہے نصاریٰ کی رسم اصطباغ کی طرف جو عیسائیون مین مدت مدید سے جاری ہے۔علاوہ عیسائیون کے ہندوؤن کے اکثر فرقون مین بھی جو ویدانت کے مدعی ہین یہ رواج ہے یعنی وہ اپنے مُریدون یعنی چیلون اور داسون کو اپنی مُریدی یا غلامی مین لیتے وقت رنگتے ہین اور اُن کو رنگین کپڑے پہناتے ہین جس سے اُن کی مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ اب دُرویشی اور خدارسیدگی مین رنگ گیا۔ علیٰ ہذالقیاس رسم اصطباغ مین عیسائی بھی اپنے نوزائیدہ بچہ کو زرد

رنگ کے پانی مین جس کو "معمودیہ" کہتے ہین غوطہ دیتے ہین باین خیال کہ وہ بچہ نصرانیت مین پکا ہو جائے۔

(۱۷۳) **اصطلاح** (ع) باہم صلح کرنا۔ اصطلاحی معنی یہ ہین کہ اتفاق کرنا ایک قوم کا۔ ایک لفظ کے معنی ٹھہرا لینے کے بارے مین سوا اس لفظ کے اصل معنی کے (لغت کشوری)

(۱۷۴) **اصطلام** (ع) جڑ سے اکھیڑنا۔ اصطلاح تصوف مین اُس حیرانی اور تحیر کو کہتے ہین جو دل پر وارد ہو کر دل کو ساکن بنا دے

(۱۷۵) **آصف** ۔ آصف بن برخیا حضرت سلیمان کے وزیر تھے آپ کا ذکر تلمیحاً سورہ نحل (پ ۱۹ رکوع ۲۔ آیت ۴۰) مین ہے۔

۲ بعض علمار کا خیال ہے کہ آصف بن برخیا علما ابنی اسرائیل مین سے تھے۔

(۱۷۶) **اصفیار** (ع) برگزیدہ لوگ۔ جمع صفی کی ہے۔ اصفیار وہ لوگ ہین جنھون نے اپنے باطن کو لوث دنیا سے پاک وصاف کر کے قلب کو اپنے خالق کی طرف رجوع کیا ہے۔

(۱۷۷) **اصل** (ع) جڑ و بیخ۔ اصل کی جمع اصول ہے عرف مین اُس عقیدہ کو جو مذہب کے لئے نہایت ضروری یعنی بمنزلہ بیخ کے ہوتا ہے اصل کہتے ہین۔

(۱۷۸) **اصنام** (ع) بہت سے بت۔ جمع ہے صنم کی اصطلاح قرآن مین صنم اور وثن سے وہ بت مراد ہین جن کی پرستش عرب زمانۂ جاہلیت مین کرتے تھے۔

ایک مصنف کا قول ہے کہ انسان ازروئے خلقت وجبلت کے مذہب کا جاننے والا پیدا ہوا ہے جبکہ ہنوز وحشیانہ حالت مین تھا اس نے قدرت کی بڑی بڑی اشیار کو اپنی فرحت یا مصیبت کے اسباب کی

نظر سے دیکھا اور اُن کو اپنا مسجود بنالیا۔ اور اُن کے مجسمے پوجنا شروع کئے علاوہ ازین اُن نیک آدمیون کو اُن کی خدمات کا صلہ جن کو شعرار نے اپنے گیتون اور نظمون مین زندہ جاوید بنا دیا تھا یہ ملا کہ زمانہ مابعد مین اُن کے مجسمے بنا کر پرستش کی گئی اس طریقۂ پرستش کے اختیار کرنے مین انسان کا منشا محض مُعلّل بہ دنیا تھا۔ یہ پرستش اس عقیدہ پر کی جاتی تھی کہ پرستش کنندہ کو ہر قسم کی خوشی اور آسایش عطا کرنا اور اُن مصیبتون اور آفتون کو رد کرنا جو اُس پر نازل ہونے والی ہین اُن بتون کے قبضۂ اختیار مین ہے۔ ایک زمانۂ دراز کے بعد جب تہذیب وشایستگی کو ترقی ہوئی تو یہی معبود روحانی آسایش کے عطا کرنے کے قابل تسلیم کر لئے گئے اور انہی وجوہات کے زیر اثر عربون مین بھی بت پرستی کی رسم ایک زمانہ دراز سے جاری تھی۔

لغت اور دیگر کتب کی چھان بین کرنے سے اُن بتون کی تعداد جو عرب مین پوجے جاتے تھے پینتالیس آتی ہے منجملہ ان کے گیارہ وہ بت ہین جن کا نام قرآن مجید مین بھی آیا ہے۔ اُن گیارہ بتون کے علاوہ جن کا ذکر بعد مین آوے گا چونتیس بتون کے نام یہ ہین۔

ذوالکلب[1]۔ ہبل[2]۔ اساف[3] (مجاور الریح) نائلہ[4] (معظم الطیر) سعد[5] کثری[6] ۔ تیم[7] ۔ ذوالشری[8] ۔ باجر[9] ۔ جہاد[10] ۔ ادال[11] ۔ محرق[12] ۔ سعیر[13] ۔ عمیانس[14] فلس[15] ۔ رضا[16] ۔ ذوالکفین[17] ۔ بجہ[18] ۔ جریش[19] ۔ جلد[20] ۔ شارق[21] ۔ عائم[22] ۔ اقیصر[23] کسو[24] ۔ ملان[25] ۔ عوف[26] ۔ مناف[27] ۔ بالیل[28] ۔ جبہ[29] ۔ ابراطاء[30] ۔ خلصہ[31] ۔ شمس[32] ۔ ریام[33] ۔ فراض[34] ۔

جن بتون کے نام قرآن شریف مین آئے ہین وہ یہ ہین۔

جبت ۔ طاغوت ۔ لات ۔ عزی ۔ منات ۔ ود ۔ سواع ۔ یغوث یعوق ۔ نسر ۔ بعل ۔ بعض علمار ہبل کو بعل کا محرف بتاتے ہین۔ اس قول

کے مطابق کل تعداد چوالیس آتی ہے۔ وہ سورہ ہائے قرآنی جن مین
ان بتون کے نام آے ہین ذیل مین درج ہین۔

(الف) سورہ نسار (پ ۵ رکوع ۷ آیت ۲۵) کیا نہین دیکھتے (آپ
محمد صلعم) ان لوگون کی طرف جو کتاب (توریت) مین سے ایک حصہ دیے گئے
ہین (یعنی یہودی) کہ وہ جبت اور طاغوت کے ساتھ ایمان لاے ہین۔
اور کفار سے کہتے ہین کہ تم لوگ بمقابلہ اہل ایمان کے (مسلمانون کے) زیادہ
ہدایت یافتہ ہو۔

(ب) سورہ نجم (پ ۲۷ رکوع اول آیت ۱۹) پس کیا دیکھتے ہو تم لات
اور عزیٰ کو (اے قریش) اور منات تیسرے پچھلے کو۔

(ج) سورہ نوح (پ ۲۹ رکوع ۲۔ آیت ۲۱) اور کہا انھون نے
اپنے معبودون کو نہ چھوڑو ود کو سواع کو یغوث کو یعوق کو اور نسر کو۔

(د) سورہ الصافات (پ ۲۳ رکوع ۴۔ آیت ۱۲۳) بعل کو پکارتے
ہو اور سب سے اچھا پیدا کرنے والے کو چھوڑتے ہو۔

ان بتون کے مختصر حالات یہ ہین جبت اور طاغوت (بقول مفسر
جلال الدین) اہل قریش کے دو بت تھے جن کی پرستش یہودیون کے خوش
کرنے کے لئے اہل قریش نے شروع کی تھی۔ طاغوت کا ذکر سورہ بقر کی (پ ۳
رکوع ۳۴۔ آیت ۲۵۹) مین بھی آیا ہے۔ لات کو ثقیف کے قوم کے آدمی
پوجتے تھے ان کا عقیدہ یہ تھا کہ شان باری تعالیٰ کے کرشمہ نے اس مین
حلول کیا ہے۔

العزی۔ عزہ سے مشتق ہے جس کے معنی غلبہ کے ہین۔ عزی اسم تفضیل
مونث عزی ہے یعنی بہت غالب آنے والی دیبی۔ ابتداءً اس کی پرستش
بنی غلطان کرتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ ان تینون درختون مین (جنکو
وہ عزی کہتے تھے) ذات باری تعالیٰ نے حلول کیا ہے۔ لیکن زمانہ مابعد مین
اہل قریش نے لڑائی کی دیوی سمجھ کر عزی کی پرستش کی۔ ابو سفیان کا جنگ
احد مین عزی کی جے پکارنا اس خیال کی تائید مین پیش کیا جا سکتا ہے۔

منات۔ اس لفظ کا اشتقاق چند ماخذون سے ہو سکتا ہے۔ مثلاً۔
۱۔ منی سے جس کے معنی بہانے کے ہین اس لحاظ سے منات کو قربانی
کا دیوتا کہہ سکتے ہین۔
۲۔ منا سے جس کے معنی تقدیر اور موت کے ہین اور علامت تانیث کی
قرار دیکر کہا جا سکتا ہے کہ منات تقدیر اور موت کی دیوی تھی۔ یاقوت (المتوفی
۶۲۳ھ / ۱۲۲۶ع) نے اس لفظ کے اور بھی اشتقاق بتائے ہین۔

منات قبیلہ بنی ہذیل اور بنی خزاعہ کا بت تھا جس کو سمندر کے کنارہ
پر عمرو بن لحی نے نصب کیا تھا۔ قبایل قریش لات و عزی اور منات کی جے
پکارتے تھے اور طواف کے وقت ان سے استمداد کرتے تھے۔ ود۔ سواع
یغوث۔ یعوق اور نسر کے متعلق مفسرین کا قول ہے کہ یہ نیک شخصون کے
نام ہین اور وہ آدم اور نوح کے درمیانی حصون مین گزرے ہین۔ عوام
ان کے بہت معتقد تھے اور قوم نوح ان ہی بتون کی پرستش کے باعث
عذاب مین مبتلا ہوئی لیکن بعض محققین اس قول سے اختلاف کرتے ہین
اور وہ ان بتون کو بھی اہل عرب ہی کے بت بتاتے ہین اور قوم نوح کو
بت پرست نہین کہتے ان معنون مین کہ اس قوم نے اپنے معبودون کی
پرستش مورتین بنا کر نہین کی۔ حالانکہ وہ کئی اللہ کی عبادت کرتے تھے۔
(نوح)

ود بنی کلب کا بت مرد کی شکل کا دومۃ الجندل مین تھا۔ ود مشتق ہے
ود کا جسکے معنی محبت کے ہین بعض علماء اس کی اصل اُد بتاتے ہین جس کے
معنی زبان بابلی مین آفتاب کے ہین۔

سواع بنی ہمدان کا بت عورت کی شکل کا تھا۔ یغوث نسر کی صورت

ہین تہا جس کو پہلے بنی مراد پوجتے تھے۔ بعدہ بنی غطیف پوجنے لگے یعوق مشتق ہے عوق سے جس کے معنی روکنے کے ہین پس یعوق سے مراد وہ ذات ہے جو مصیبتون کو روکتی ہے نسر گدکی صورت کا بت تہا جس کی پرستش بنی حمیر اور آل ذی الکلاع کرتے تھے۔ نسر کی معنی گد کے ہین۔ اس کی شکل کا ایک مجموعۂ کواکب آسمان پر ہے جس کو نسر کہتے ہین۔

اہل قریش کے معبود اعظم کا نام ہبل ہے۔ بعل کے لغوی معنی قوت کے ہین مجازاً آقا اور بعدہٗ شوہر کے ہوے بعل شام والون کا معبود تہا جسکو عمرو بن لحی شام سے لایا تہا۔ اس لفظ بعل کو محرف کرکے اہل قریش ہبل کہتے ہین۔

روایات مین ہے کہ خلیل بت شکن کی تعمیر کردہ عمارت مین جو خدای وحدہٗ لاشریک کی عبادت کے لئے مخصوص تھی تین سوسات بت خدائی کے دعویدار کھڑے تھے جن کو فتح مکہ (۸ھ / ۶۲۹ء) کے دن آنحضرت صلعم نے توڑ پھوڑ ڈالا اور بت پرستی کے رگ وریشہ کا استیصال کردیا۔ جاء الحق و زہق الباطل ان الباطل کان زہوقا (بنی اسرائیل رکوع ۹)

علاوہ ان بتون کے جو خانہ کعبہ مین تھے حجر اسود کی تعظیم بھی ابتداً زمانہ سے ہوتی چلی آتی ہے۔ یہ وہ پتھر ہے جس کو ابوقبیس (نام پہاڑ کا) سے اٹھا کر حضرت ابراہیم نے بطور مذبح کے نصب کیا تہا۔ زمانہ جاہلیت مین ایک عورت کے ہاتھ سے کعبہ کے پردے مین آگ لگ گئی جس کے بعد کعبہ و حجر اسود دونون جل گئے۔ اور حجر اسود کالا ہوگیا۔ ان احادیث کا خلاصہ جو ترمذی و ابن ماجہ و دارمی مین ہے یہ ہے کہ حجر اسود اول اول دودھ کے مانند سفید تہا لیکن انسان کے گناہون نے اسے سیاہ کردیا۔

توریت (کتاب پیدایش باب چوتہا درس ۲۶) کی تفسیر سے جو بشپ پیٹرک نے کی ہے۔ مترشح ہوتا ہے کہ اولاد شیث (بن آدم) نے اپنے تئین خدا کے خادم اور پوجنے والے امتیازی نام سے پکارا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مقدس اور پاک لوگ خدا کہکر پکارے جانے لگے اور یہی بنیاد پڑی اور دن کو خدا ماننے کی اور بعدہٗ بت پرستی کی (ماخوذ از تفسیر عمدۃ البیان خطبات احمدیہ۔ ارض القرآن۔ تہذیب الاخلاق)

ایام جاہلیت مین عربون مین بتون کی پوجا کرنے کا قاعدہ یہ تہا کہ وہ بتون کو سجدہ کرتے تھے۔ ان کے گرد طواف کرتے تھے اور نہایت ادب و عظمت سے بوسہ دیتے تھے اونٹون کی قربانی ان پر کرتے تھے۔ مویشیون کا پہلا بچہ بطور نذر بتون پر چڑہاتے تھے اپنے کھیتون کی سالانہ پیداوار اور مویشی کے نفع مین سے ایک معین حصہ خدا کے واسطے اور دوسرا حصہ اپنے بتون کے واسطے اٹہا رکھتے۔ اگر بتون کا حصہ کسیطرح ضائع ہوجاتا تو خدا کے حصہ مین سے اس کو پورا کردیتے۔ اگر خدا کا حصہ کسیطرح ضائع ہوتا تو بتون کے حصہ مین سے اس کو پورا نہین کرتے تھے۔ سب سے زیادہ عجیب رسم ان کی یہ تھی کہ وہ بالکل ننگے ہوکر عبادت اور پرستش کرتے تھے۔

(۱۷۹) اصُول (ع) جمع ہے اصل کی بمعنی بنیاد ین۔ اقسام علوم مین سے اصول ایک علم ہے جس مین فقہ کے چار سلسلے یعنی کتاب، سنت اجماع اور قیاس پر بحث کی جاتی ہے۔

(۱۸۰) اصُول دین۔ اصُول دین اہل سنت والجماعت کے نزدیک پانچ ہین۔

(۱) شہادتین (۲) صلوٰۃ (نماز) (۳) صوم (روزے) (۴) زکوٰۃ اور (۵) حج۔

انکو ارکان الایمان بھی کہتے ہین۔ ان ارکان الایمان کے علاوہ چھ صفات الایمان ہین۔

(۱) اللہ (۲) ملائکہ (۳) کتاب (۴) رسول (۵) یوم الآخرت (۶)

اور قضا و قدر پر ایمان لانا۔

اصول دین شیعہ پانچ ہین۔

(۱) توحید (۲) عدل (۳) نبوت (۴) امامت (۵) معاد یعنے
جنت و قیامت اور فروع دین چھ ہین (۱) نماز (۲) روزہ (۳) حج
(۴) زکوٰۃ (۵) خمس (۶) اور جہاد۔

(۱۸۱) اَضحیٰ (ع) ضحی سے مشتق ہے جس کے معنی چاشت کے ہین
چونکہ قربانی کا جانور چاشت کو ذبح کیا جاتا ہے اس لئے اس کو اضحیہ
کہتے ہین۔ قربانی کا دن مسلمانون مین عیدالاضحیٰ کہلاتا ہے۔ عیدالاضحیٰ
کے اور بھی کئی نام ہین مثلاً یوم النحر۔ عید قربان۔ بقرعید۔ عیدالاکبر۔
(بمقابلہ عیدالفطر جو عیدالاصغر کہلاتی ہے)

عیدالاضحیٰ بہرحال دسوین ذی الحجہ کو ان تمام ممالک مین جہان
مسلمان آباد ہین منائی جاتی ہے۔ مناسک حج مین سے صرف قربانی ہی
ایک ایسا رکن ہے جو ہر مقام پر ادا کیا جا سکتا اور کیا جاتا ہو ورنہ دیگر
ارکان حج مخصوص ہین خانہ کعبہ اور اس کے ملحقات سے قربانی کا حکم
قرآن مجید کی سورۂ حج (پ ۱۷ رکوع ۴۔ آیات ۳۹-۳۸) مین ہے
چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "اور جو کوئی تعظیم و بزرگی کرین شعائر اللہ
کی تحقیق اُن کے قلب متقی ہین۔ اس مین (یعنی قربانی کے لئے مویشی رکھنے
مین) تمھارے لئے بہت فائدے ہین۔ جو وقت مقررہ سے پہلے حاصل
کر سکتے ہو۔ پھر جگہ قربانی کرنے کی بیت العتیق (یعنی خانہ کعبہ) ہے اور ہر
اُمت کے واسطے جو تم سے پہلے ہوئی ہین ہم نے ایک جائے عبادت قائم
کی ہے کہ جہان وہ خدا کا نام لیکر زبان بستہ چوپاؤن کو جن کو ہم نے اُنکی
روزی مقرر کی ہے ذبح کرین پس تمھارا معبود ایک خدائے واحد ہے۔
پس اسی کی تم فرمان برداری کرو۔ خوش خبری دیجئے (اے محمد صلعم)
عاجزی کرنے والون کو کیونکہ یہ وہ لوگ ہین کہ جس وقت خدا کا ذکر کیا
جاتا ہے تو ان کے دل لرز جاتے ہین اور خوش خبری دیجئے (اے محمد صلعم)
صبر کرنے والون کو کہ باوجود دُکھ اور مصیبت پہونچنے کے نمازون کو وقت
پر ادا کرتے ہین اور اس چیز مین سے کہ ہم نے روزی دی ہے خرچ کرتے
ہین اور اونٹ خدا کے دین کی نشانیون مین سے ہین اور ان مین تمھارے
لئے فلاح و بہبود ہے پس جس وقت وہ اپنے پاؤن پر کھڑے ہون اور
تم اُن کو نحر کرو تو خدا کا نام لو۔ اور جب مر جائین تو ان کو کھاؤ اور قناعت
کرنے والون اور سوال کرنے والون کو کھلاؤ۔ ہم نے ان کو (اونٹون کو)
تمھارے حکم مین اس لئے کیا کہ تم خدا کی نعمت کا شکر کرو۔ خدا کو ان قربانیون
کے گوشت نہین پہونچتے اور نہ ان کے خون لیکن جو کچھ اس کی جناب
مین قبول ہوتا ہے وہ تقویٰ ہے۔ تمھارے گناہون سے ہم نے ان کو
(اونٹون کو) تمھارے حکم مین اس لئے کیا ہے کہ تم خدا کی بزرگی کو یاد کرو
اس طریقہ پر کہ تم کو ہدایت کی ہے اور خوش خبری دیجئے (اے محمد صلعم)
نیکی کرنے والون کو۔

ان آیات مین صاف طور پر بتایا گیا ہے کہ قربانی خود کوئی مقصود
بالذات چیز نہین ہے بلکہ اصلی چیز جس کو خدا قبول کرتا ہے، تقویٰ
اور پرہیزگاری ہے بایین ہمہ مستطیع شخص کو قربانی ضرور کرنی چاہیے۔

اسلامی روایات عیدالاضحیٰ کو سنت ابراہیمی بتاتی ہین اور
حضرت اسمٰعیل کو ذبیح اللہ۔ توریت مقدس کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہو
کہ خدا کے لئے مذبح تعمیر کرنا اور خدا کے نام سے اُس کو پکارنا اور وہان
خدا کے نام پر قربانی کرنا حضرت ابراہیم کا طریقہ تھا (کتاب پیدائش
باب بارھوان اور تیرھوان) اور چونکہ عیدالاضحیٰ مین بھی ارکان ادا کئے
جاتے ہین اس لئے عیدالاضحیٰ کا سنت ابراہیمی ہونا توریت سے بھی ثابت

ہوتا ہے۔

روحانی فلاسفر کہتے ہین کہ عید الاضحیٰ کے دن مقدس اسلام سالکون کو دو قسم کے سبق پڑھاتا ہے ایک کا تعلق جسم سے ہے اور دوسرے کا روح سے۔ چونکہ جسم اور روح مین بڑا تعلق ہے اور یہی تعلق انسان کی زندگی نیکی بدی اور خیر و شر کا ذمہ دار ہے اس لئے عید الاضحیٰ کے موقعہ سے بڑھ کر اور کوئی ایسا موقعہ نہین کہ جس سے روح کو اپنی جگہ اور جسم کو اپنی جگہ مفید اور نفع رسان تعلیم مل سکے جس طرح قربانی ظاہر مین مادی اور جسمی فائدہ پہونچاتی ہے اسی طرح روحانی تعلیم بھی دیتی ہو کہ مسلمان کو چاہیئے کہ نفس امارہ کو سرکشی اور بد عتو لن سے روکے بلکہ اس کی رگ پر جو بدی کی محرک ہے خدا ے تعالیٰ کی رضامندی کے لئے چھری پھیرے اور آیندہ کے لئے خدا ے تعالیٰ کے زیر فرمان قدم اُٹھانے کا عہد واثق کرے۔

عید الاضحیٰ کے روز مسلمان عیدگاہ مین جو عموماً شہر کے بیرونی حصہ مین تعمیر کی جاتی ہین جمع ہوتے ہین اور دوگانہ ادا کرتے ہین بعد نماز امام ایک طویل خطبہ پڑھتا ہے جس مین حمد و ثنا کے بعد قربانی کی ضروری ہدایات بیان کی جاتی ہین۔ اختتام خطبہ پر مسلمان آپس مین معانقہ کرتے اور بغلگیر ہوتے ہین۔ اور مستطیع حضرات اپنے اپنے مکانون پر آکر قربانی کرتے ہین یعنی قربانی کے جانور کو قبلہ رُخ لٹا کر دعاء قربانی پڑھ کر ذبح کرتے ہین۔

قربانی کا گوشت عموماً تین حصون مین تقسیم کیا جاتا ہو ایک حصہ عزیز و اقارب کا، ایک حصہ غریب فقرا کا اور ایک حصہ خود کا ہوتا ہے۔

احکام قربانی یہ ہین۔

۱۔ قربانی کرنا سنت مؤکدہ ہے۔

۲۔ بہتر ہے کہ قربانی عید کے روز کیجائے۔ گیارہوین اور بارہوین کو بھی جایز ہے۔

۳۔ لازم ہے کہ قربانی کا اونٹ پانچ برس سے کم کا نہو اور گائے ایک برس (فقہائے امامیہ کے نزدیک) یا دو برس (علمائے اہل تسنن کے نزدیک) سے کم نہو اور بکری ایک برس سے کم عمر کی نہ ہو۔ دنبہ ۶ مہینہ کا کافی ہے لیکن چھ سے زیادہ کا ہو تو بہتر ہے۔

۴۔ لازم ہے کہ قربانی کا جانور تمام اعضاء سے صحیح و سالم ہو یعنی اندھا۔ کانا۔ لنگڑا۔ سینگ ٹوٹا۔ کان کٹا۔ بیمار اور بوڑھا نہو۔ فقہائے اہل تسنن کے نزدیک کان و سینگ وغیرہ کا عیب اس وقت مانع قربانی ہے جب تیسرے حصے سے زیادہ ہو۔

۵۔ بہتر ہے کہ قربانی کے لئے اونٹ و گائے از قسم مادہ ہون اور بھیڑ اور بکری از قسم نر ہو۔

۶۔ اگر قربانی کی قدرت علیحدہ علیحدہ نہ رکھتے ہون تو ایک ہی قربانی مین سات آدمی شریک ہو سکتے ہین بشرطیکہ قربانی کا جانور گائے یا بیل یا اونٹ ہو۔

۷۔ اونٹ کو نحر کرین۔ بغرض قربانی اونٹ کا ذبح کرنا حرام ہو۔

(۱۸۲) أَطْرِيَة (ع) میدہ کی سویان جنکو آگ پر بھون کر دودھ اور شکر سے کھاتے ہین۔ ہندوستان مین عید الفطر کے روز (جس کو میٹھی عید یا عید صغر بھی کہتے ہین) عموماً سوئیان کھائی جاتی ہین۔

(۱۸۳) أَطْعِمَة (ع) کھانے۔ جمع ہے طعام کی۔ احکام و آداب طعام مین چند حدیثین مشکوٰۃ (کتاب الاطعمہ فصل اول) سے نقل کیجاتی ہین۔

۱۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ بسم اللہ کہکر داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور

اس جانب جو تم سے متصل ہو (راوی عمر بن ابی سلمہ)

۱۲ جس کھانے پر اللہ کا نام نہ لیا جائے تو شیطان اس کھانے کو حلال جانتا ہے (یعنی کھانے کی برکت جاتی رہتی ہے اور وہ کھانا ایسا ہے گویا اللہ کی غیر مرضی کی جگہ صرف ہوا ہے) (راوی حذیفہ)

۱۳ جس وقت اپنے گھر مین داخل ہو اللہ کو یاد کرو اور اسی طرح کہانے کے وقت ایسا کرنے پر شیطان (اپنے تابعین سے) کہتا ہے کہ نہ تو ہمارے لئے اس گھر مین جگہ ہے اور نہ ہمارے لئے کھانا (راوی جابر)

آداب طعام مین صاحب اخلاق جلالی لکھتے ہین کہ پہلے ہاتھ منہ، ناک دہوئین بسم اللہ سے شروع کرین اور الحمد بعد پر ختم کرین - سب سے پہلے کھانے کے لئے کوئی سبقت نہ کرے الا میزبان - کھانا اس طرح سے کھایا جاوے کہ کپڑے - دستر خوان اور آستین آلودہ نہ ہون - تین انگلیون سے زیادہ سے لقمہ نہ اٹھائین اور بہت منہ نہ پھیلائین اور بڑے لقمے سے پرہیز کرین اور جلدی نہ نگلین اور نہ منہ کے درمیان جمع کرین دوران طعام مین انگلی نہ چاٹین - بعد فراغت طعام انگلی کا چاٹنا مسنون ہے - کھانے کے رنگ و روپ کو نہ دیکھین اور نہ سونگھین اور نہ کوئی چیز دانت سے کاٹین - اگر دستر خوان پر کچھ لذیذ کھانا بچ رہے تو اس کی طمع نہ کرین بلکہ اورون کو دے ڈالین انگلیون سے جو چکنائی چھڑائی جاوے اس سے روٹی اور نمک کو تر نہ کرین اگر دو شخص ایک رکابی مین کھائین تو کوئی کسی کے نوالے پر نظر نہ کرے - اور اپنے آگے سے کھائے - اگر فواکہات ہین تو دوسری جگہ سے بھی کھا سکتا ہے - ہڈی اور وہ چیز جو منہ سے چھوڑی جاوے دستر خوان پر نہ رکھین اور ہڈی جو نوالہ مین ہو اسے پوشیدہ طور منہ سے نکال کر پھینک دین مذموم حرکتون سے احتراز واجب ہے منہ سے کوئی چیز نکال کر رکابی یا پیالہ مین نہ رکھین - غرض کھانا اس طور پر کھایا جاوے کہ اگر کوئی پس خوردہ کھانا چاہے تو نفرت نہ کرے -

اگر مہمان ہے تو میزبان سے پیشتر کھانے سے ہاتھ اٹھائے جب وقت حاضرین طعام ہاتھ کھینچین وہ بھی انکی متابعت کرے حالانکہ سیر نہ ہوا ہو مگر اپنے گھر یا ایسے مقام مین جہان اس کے محرم کار ہون متابعت لازم نہین - اگر میزبان ہے تو اس وقت تک ہاتھ نہ اٹھائے جب تک مہمان نہ اٹھائے بلکہ عذر خواہی کرتا رہے حتی کہ بلا حجاب ہر شخص سیر ہو کر کھائے -

اگر پانی کی احتیاج ہو تو آہستہ پئین تاکہ اس کی آواز کوئی نہ سنے اہل محفل کے سامنے خلال نہ کرین اور جو کچھ دانتون مین سے بذریعہ زبان نکالا جائے اسے نہ کھائین اور جو کچھ خلال کرنے سے نکلے اسے ایسے مقام پر پھینکین کہ لوگون کو نفرت نہ ہوئے -

ہاتھ دہوتے وقت انگلیون اور ناخنون کی جڑ کو اچھی طرح سے صاف کرین اسی طرح ہونٹ، منہ اور دانتون کو - کلی طشت مین کرین منہ دہونے مین اگر پانی گرنے لگے تو ہاتھون سے سنبھالین ہاتھ دھونے مین اورون سے پیش دستی نہ کرین لیکن میزبان کو روا ہے کہ سب سے پہلے ہاتھ دھوئے -

کتب فقہ مین اطعمہ کے تحت مین جانوران حلال و حرام پر بحث کی جاتی ہے - ہم ان جانورون کی فہرست درج ذیل کرتے ہین جو حرام ہین اور جنکا کھانا حلال نہین -

۱- ہر درندہ جو اپنے دانت سے شکار کرتا ہے اور ہر پرندہ جو اپنے پنجہ سے شکار کرتا ہے -

۲ حشرات الارض (۳) بستی کے گدھے (۴) خچر (۵) بجو اور گوہ

(۶) ہاتھی (۷) جنگلی چوہا۔

۸۔ دریائی جانورون مین سے سوائے مچھلی کے اور کچھ بھی درست نہین۔ فقہائے امامیہ کے نزدیک صرف وہی مچھلی درست ہے جسپر چھلکے ہون اگر مچھلی خود بخود پانی پر تر آوے تو وہ حرام ہے اس لئے کہ وہ میتہ ہے۔

۹۔ کوا سیٹا۔ گدھ یا ابلق کوا جو مردار کھاتا ہے حرام ہین لیکن کھیت کا کوا جو صرف دانے کھاتا ہے حلال ہے۔

۱۰۔ خرگوش فقہائے امامیہ کے نزدیک باین سبب کہ وہ بھٹ مین رہتا ہے اور حشرات الارض مین داخل ہے حرام ہے لیکن باتفاق ائمہ اربعہ اہل تسنن کے نزدیک حلال ہے۔

۱۱۔ طوطا۔ ہُدہُد (۱۲) طاؤس۔ فقہائے امامیہ کے نزدیک حرام ہے لیکن اہل تسنن مین باتفاق ائمہ ثلاثہ حلال ہین۔

۱۳۔ باز۔ عقاب۔ چرخ۔ شاہین۔ باشا۔ چمگادڑ۔ فقہائے امامیہ کے نزدیک حرام ہین (نور الہدایہ و جامع الجعفری)

واضح ہو کہ حلال جانورون پر حرمت کئی وجہون سے طاری ہو جاتی ہے۔

۱۔ جلال ہونا یعنی جانورون کا آدمی کے فضلہ کے سوا کچھ نہ کھانا اور جب تک ایسے جانور کا استبرا نہ کرینگے حرام رہے گا (دیکھو استبرا)

۲۔ سور کا دودھ پینا۔ اگر اس دودھ سے گوشت پیدا نہ ہوا ہو اور اس کی ہڈیان بھی سخت نہ ہوئی ہون تو اس کے گوشت کا کھانا مکروہ ہے ورنہ دوسری حالت مین حرام ہے اور اس کی نسل بھی حرام ہو جائے گی

۳۔ وطی کرنا۔ موطوءہ جانور اور اس کی نسل حرام ہو جاتی ہے۔ (جامع الجعفری)

(۱۸۴) **اطفیر**۔ یا قطفیر نام ہے مصر کے خزانہ دار کا جو زلیخا کا شوہر تھا اور جسنے حضرت یوسف کو بازار مصر مین خریدا۔

(۱۸۵) **اعتاق** (ع) مشتق ہے عتق سے اور عتق ایسی قوت شرعی ہی جو غلام مین آقا کی ملک دور ہونے کے بعد ثابت ہوتی ہے غلامون کا آزاد کرنا امر مندوب ہے

قرآن کریم نے غلامون کے آزاد کرنے پر نہایت زور دیا ہے اور جا بجا مختلف مثالون اور پیرایون سے غلامون کے آزاد کرنے اور کرانے کا حکم دیا ہے۔ نہ صرف افراد ہی کو حکم ہے کہ وہ حسب طاقت اور بمقتضاے وقت غلام کو آزاد کرین بلکہ زکواۃ کے روپیہ کا ایک ضروری مصرف غلامون کا آزاد کرنا بھی مقرر کیا ہے (سورۂ توبہ پ ۱۰ رکوع ۸۔ آیت ۱۱۱) گویا حکومت کا فرض قرار دیا گیا ہے کہ وہ بھی ایک حصہ آمدنی کا غلامون کے آزاد کرنے مین صرف کرے۔

اسلام دنیا مین سب سے پہلا مذہب ہے جس نے غلامون کی حمایت مین وعظ شروع کیا اور غلامون کو آزاد کرنے کو:۔

۱۔ نیکی کا اصل اصول بتایا (سورۂ بقر پ ۲ رکوع ۲۲۔ آیت ۲) مین ہے کہ نیکی بھی ہے کہ سوال کرنے والون کو اور غلام کو آزاد کرنے مین دے۔

۲۔ حصول نجات کا ذریعہ بتایا (سورۂ دہر پ ۳۰ رکوع اول آیات ۱۱-۱۲) مین ہے کہ شکر کی گھاٹی کیا ہے کسی غلام کی گلو خلاصی کرنا۔

۳۔ بعض تقصیرات مین بطور تعزیر و کفارہ کے مقرر کیا۔

(الف) قتل خطا کی تین حالتون مین سے ہر حالت مین ایک غلام آزاد کرنا۔ وہ تین حالتین یہ ہین۔

اول۔ مقتول مسلمان ہو۔

دوم - مقتول مسلمان ہو مگر دشمن قبیلہ کا فرد ہو۔

سوم - مقتول (غیر مسلم) اور زیر معاہدہ قوم مین سے ہو (سورۂ نساء پ ۵ رکوع ۱۳ - آیت ۹۲)

(ب) نقض یمین (یعنی جھوٹی قسم) کا کفارہ (سورۂ مائدہ پ ۷ - رکوع ۱۲ - آیت ۹)

(ج) ظہار کا کفارہ (سورۂ مجادلہ پ ۲۸ رکوع اول آیت ۷)

احادیث نبوی نے بھی بعض تقصیرات کا کفارہ آزادی غلام تجویز کیا ہے۔

(الف) رمضان کے روزے کے توڑنے کا کفارہ (ب) آقا کے غلام کو سخت مارنے کا کفارہ۔

ازالۂ مملوکیت کے فقہا نے چار سبب بتائے ہین (۱) مباشرت (۲) سرایت (۳) ملک (۴) عوارض۔ ان اسباب کی مختصر تشریح یہ ہے۔

۱ - مباشرت یعنی مالک خود اپنے بندے کے آزاد کرنے کا مباشر ہو اور یہ تین طرح پر ہوتا ہے۔

(۱) عتق (۲) کتابت (۳) تدبیر۔

۲ - سرایت - اگر اپنے غلام کے کسی حصہ کو مثل تہائی، آدھے یا چوتھائی کے آزاد کرے تو اس پورے غلام مین آزادی سرایت کر جائے گی۔

۳ - ملک - جب کوئی عورت یا مرد (الف) اپنے ماں یا باپ مین سے کسی کا مالک ہو اور وہ ماں یا باپ کتنے ہی بلند ہون یعنی دادا دادی وغیرہ (ب) اولاد مین کسی کا مالک ہو اور وہ اولاد کتنی ہی پست ہو جیسے نواسہ - نواسی وغیرہ تو وہ ملک مین آتے ہی آزاد ہو جائین گے یہی حکم محرمات کے لئے بھی ہے اور وہ مرد کی ملک مین آتے ہی آزاد ہین -

عورت پر دو عمودون کے سوا آزاد نہون گے یعنی ابا و اولاد۔

۴ - عوارض یعنی وہ عارض امور جو آزادی کا باعث ہوتے ہین یعنی نابینائی، جذام۔ زمین گیری (چلنے پھرنے کی قدرت نہ ہونا) مثلہ کرنا (یعنی مالک کا غلام کے ناک یا کان کاٹ ڈالنا) اور لونڈی کا مالک سے بچہ جننا یعنی ام الولد ہونا ازالۂ مملوکیت کر دیتا ہے (جامع الجعفری)

صحت عتق کے لئے حریت اور عقل لازمی ہے - اگر عتق کی عبارت صحیح ہے تو بغیر نیت کے بھی غلام آزاد ہو جائے گا اگر عبارت غیر مصرح ہو یعنی احتمال آزاد کرنے یا نہ کرنے کا رکھتی ہے تو بغیر نیت کے آزادی سرایت نہ کرے گی (نور الہدایہ) مزید معلومات کتب فقہ سے معلوم ہو سکتی ہین، جن مین عتق اور اس کے ملحقات پر مکمل بحث درج ہے۔

(۱۸۶) **اعتزال** (ع) گوشہ گزینی کرنا۔ گوشہ مین بیٹھنا۔ الگ ہونا۔

امام حسن بصری کے شاگرد جو اُن سے علیحدہ ہو گئے تھے معتزلہ کہلائے مذہب اعتزال کی غرض منقول اور معقول کی تطبیق ہے۔ مسلمانون مین جب فلسفہ کا رواج ہوا تو نئی ضرورتون کی بنا پر ایک نیا علم موسوم بہ علم کلام پیدا ہوا جس کے بانی معتزلہ تھے۔ یون تو تاریخی نقطۂ نظر سے اعتزال کی ابتدا صحابہ کے اخیر زمانہ سے ہوئی لیکن اُس کے ابتدائی آثار عین شروع اسلام ہی مین موجود تھے حقیقت یہ ہے کہ اسلام اور مسائل مین چون وچرا کی خیال ہی سے اعتزال شروع ہو گیا تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ عقاید و اعمال کے متعلق لوگون مین اختلافات آنحضرت صلعم کی وفات حسرت آیات کے بعد ہی سے پیدا ہوا مثلاً

۱ - حضرت عائشہ اور صحابہ کے درمیان معراج جسمانی کے متعلق

اختلاف پیدا ہونا۔

۲۔ سماع موتیٰ کے متعلق حضرت عبداللہ بن عمر اور دوسرے صحابہ مین اتفاق نہ ہونا۔

۳۔ رونے سے مُردے پر عذاب ہونے یا نہونے کے متعلق حضرت ابوہریرہ اور حضرت عائشہ کے درمیان عدم اتفاق۔

۴۔ اوقات نماز و ترکیب وضو وغیرہ کے متعلق صحابہ کے درمیان مین اختلاف۔

یہ سب اس امر کا ثبوت ہین کہ مذہب مین عقل اور نقل سے استدلال کا رواج ابتدا ہی مین ہوا اور حقیقتاً یہی بنیاد تھی مذہب اعتزال کی۔ تاریخ کے زاویہ خیال سے سب سے پہلا اہم اختلاف جو سیاست کی بنا پر ۳۸ھ / ۶۵۸ء مین رونما ہوا وہ ان لوگون کا حضرت علی مرتضےٰ کے دائرۂ اطاعت سے خارج ہو جانا تھا۔ جو اس مناسبت سے خارجی کہلائے۔ پھر چونکہ یہ سیاسی نزاع بنی اُمیہ کے عہد مین اور زیادہ قوی ہوگیا تھا اس لئے کئی پولیٹکل فرقے پیدا ہو گئے۔ جنھون نے بعد کو مذہبی شکل اختیار کرلی۔

جب عہد بنی امیہ مین مظالم زیادہ بڑھ گئے اور استحکام سلطنت کے تحت خونریزیان ہونے لگین تو حکامان سلطنت کی طرف سے تاویل پیش کی گئی کہ جو کچھ کرتا ہے خدا کرتا ہے۔ القدر خیرہ وشرہ۔

اس تاویل کے خلاف جس شخص نے پہلے پہل صدائے احتجاج بلند کی ہے وہ معبد جہنی ہے اُس نے پُرزور الفاظ مین ان جبریہ عقائد کی تردید کی اور انسان کو اپنے فعل کا مختار بتایا اور یہی مسئلہ قدر مذہب اعتزال کا سنگ بنیاد بنا۔ خلیفہ عبدالملک نے ۸۰ھ / ۶۹۹ء مین معبد جہنی کو قتل کرادیا اور حکومت کے بل پر عقائد قدریہ کی اشاعت کو روکنا چاہا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ معبد جہنی کے قتل ہونے کے بعد ایک اور جانفروش غیلان دمشقی جو قبطی النسل تھا کھڑا ہو گیا اور اُسنے علاوہ قدر کے چند اور مسایل کی بھی تبلیغ کی جن مین ”امر بالمعروف اور نہی عن المنکر“ بھی شامل تھا۔ ہشام بن عبدالملک نے غیلان کو دار پر کھنچوا دیا۔ اور بخیال خویش اس نئی تحریک کا خاتمہ کر دیا۔

غیلان دمشقی کے پھانسی پانے کے بعد امام حسن بصری کے دو شاگردون نے خوارج کے مشہور مسئلہ سے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے اختلاف کیا۔ ان شاگردون کا نام عمرو بن عبید اور واصل بن عطا تھا۔ امام صاحب کو جب اپنے شاگردون کے اختلاف کا علم ہوا تو نہایت برہم ہوے اور ان کو اپنے حلقۂ درس سے علیحدہ کر دیا۔ لوگون نے ان کو امام حسن بصری کے حلقۂ درس سے علیحدہ دیکھ کر معتزلہ کہنا شروع کیا اور اس لقب کی ایجاد کا یہ پہلا دن تھا۔ امام بصری نے ۱۱۰ھ / ۷۲۸ء مین انتقال کیا چونکہ عمرو بن عبید اور واصل بن عطا دونون بڑے فاضل شخص تھے اس لئے انھون نے اپنا حلقۂ درس الگ قائم کرکے مذہب اعتزال مین زیادہ نکتہ سنجی سے کام لیا اور قدر کے علاوہ اور بہت سے دقیق مسائل مذہب اعتزال مین شامل ہو گئے۔ ملک مین ان مسائل کا چرچا پھیلتا گیا۔ حتیٰ کہ یزید بن ولید بن عبدالملک نے اس مذہب کو قبول کیا۔ بنی امیہ کے بعد جب بنو عباس کی حکومت قائم ہوئی تو اعتزال نے اور بھی ترقی کی۔ منصور ۱۳۶ھ / ۷۵۴ء چونکہ آزاد خلیفہ تھا اس لئے اُس کے عہد مین علمی مناظرون کا بازار گرم ہوگیا۔ اور معتزلہ نے جو معقولات سے کام لیتے تھے غیر مذاہب کے مقابلہ مین اسلام کی طرف سے مناظرہ کیا اور اکثر مناظرون مین نمایان فتح حاصل کی

خلیفہ مہدی اور ہارون کا عہد علمی مناظرون کی بندش کا زمانہ تہا
لیکن جب مامون (۱۹۸ھ / ۸۱۳ء) تخت خلافت پر بیٹھا تو اعتزال بیدار
ہوگیا اور اس کی ترقی انتہاے عروج کو پہونچی اس لئے کہ مذہب کے
بارے مین مامون نہایت آزاد خیال اور خود معتزلی تہا۔

مامون کے بعد معتصم اور معتصم کے بعد واثق تخت پر بیٹھے اور یہ
دونون خلیفہ بھی معتزلی تھے۔ اس وجہ سے اعتزال کی قوت
قائم رہی۔ واثق کے بعد متوکل کا دور شروع ہوا جو اعتزال کے
لئے ناموافق زمانہ ثابت ہوا لیکن چونکہ گزشتہ خلفار کی سرپرستی
مین مذہب اعتزال تمام ممالک اسلامیہ مین جڑ پکڑ چکا تہا
اس لئے متوکل کی مخالفت اس کی اشاعت کو نہ روک سکی الغرض
چوتھی صدی ہجری کے اخیر تک اعتزال کو پوری قوت حاصل
تھی۔ مذہب اعتزال کے سب سے اخیری امام ابو علی جبائی تھے۔
جنہون نے ۳۰۳ھ / ۹۱۵ء مین وفات پائی۔ اعتزال کے انحطاط پر
اشعریہ کی عمارت تیار ہونا شروع ہوئی جس کی آخری اینٹ امام
فخر الدین رازی (المتوفی ۶۰۶ھ / ۱۲۰۹ء) ہین۔

اشعری علمار نے معقولات کی مدد سے اعتزال کے رد کی
کوشش کی لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو خدمتین اس سے قبل اعتزال
انجام دے چکا تہا وہ اپنی جگہ پر مستقل برکات کا حکم رکھتی ہین معتزلی
علما یعنی عمرو بن عبید۔ واصل بن عطا۔ غیلان دمشقی۔ ابو الہذیل
علاف۔ نظام۔ جاحظ اور ابو علی جبائی ایسے بلند پایہ عالم گزرے
ہین جنکے احسانات سے تاریخ اسلام کبھی سبکدوش نہین ہوسکتی
یہ لوگ علاوہ علم وفضل کے اپنے اخلاق کے لحاظ سے اس قدر بلند
پایہ تھے کہ ان کی نظیر اشاعرہ علمار مین کم تھے۔ یہ نفوس اپنی آزادی
اور صداقت و دیانت کی ایسی مثالین چھوڑ گئے ہین کہ تاریخ
اسلام ان پر جس قدر ناز کرے کم ہے۔ یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ
معتزلی تعلیم محض فاطمی امامون کی تعلیم ہے جو بانی اسلام کے سچے
ترجمان تھے۔ (تاریخ الاسلام)

ایک عرصۂ دراز کے بعد اب پھر اعتزال بیدار ہوتا نظر
آتا ہے اور اس دور حاضرہ مین جو علمی ترقی کا سدرۃ المنتہیٰ ہے
مسلمانوں کا رجحان اعتزال کی طرف زیادہ ہوتا جارہا ہے اور وہ
چاہتے ہین کہ حقایق شریعت کی گرہین معقولات کے ذریعہ سے
کھولین (ماخوذ از تہذیب الاخلاق و رسالہ نگار)

(۱۸۷) **اعتکاف** (ع) لغت مین حبس یعنی قید کو کہتے ہین اور
عرف شرع مین روزہ دار کا مسجد مین محبوس ہونا اعتکاف
کی چھ شرطین ہین۔

۱۔ نیت اور اس مین قربت کا قصد واجب ہے پس اگر اعتکاف
نذر کا ہو تو اس کی نیت وجوب کے قصد سے کرے اور اگر سنت کا ہو
تو سنت کا قصد کرے۔

۲۔ روزہ پس صحت اعتکاف کے لئے وہی باتین ضروری
ہین جو صحت صوم کے لئے ہین اور اس شخص کا اعتکاف صحیح ہوگا جس کا
روزہ صحیح ہوگا۔

۳۔ مدت اعتکاف تین یوم ہے پس اگر اعتکاف نذر کا ہے تو
اس پر واجب ہے کہ تین دن معتکف رہے۔ نور الہدایہ مین اعتکاف
کی اقل مدت ایک دن لکھی ہے اگر ایک روز اور ایک رات تمام ہونے
سے پہلے اعتکاف چھوڑ دے تو اس پر قضا ہے۔

۴۔ مکان پس اعتکاف کے لئے جامع مسجد کہ جہان جمعہ کی نماز

پڑھتے ہین شرط ہے۔ نور الہدایہ مین ہے کہ اعتکاف مسجد مین بھی
صحیح ہے یعنی اُس مسجد مین کہ جس کے لئے امام اور مؤذن مقرر ہون۔

۵۔ ولی کی اجازت شرط ہے یعنی آقا کی اجازت بندے کے
حق مین اور شوہر کی اجازت زوجہ کے حق مین شرط ہے۔

۶۔ ہر وقت مسجد مین رہنا معتکف مسجد سے باہر نہ نکلے مگر
حاجت انسانی جیسے پیشاب و پاخانہ کے واسطے ورنہ اعتکاف باطل
ہو جائے گا (جامع الجعفری۔ کتاب اعتکاف و نور الہدایہ)

فقہائے اہل تسنن نے معتکف کو اگر ضرورت مجبور کرے
خرید و فروخت کی اجازت دی ہے مگر لین دین مسجد ہی مین بغیر
سودا حاضر کئے کرنا چاہیئے۔ معتکف چپ نہ رہے بلکہ بہتر اور
نیک باتین کرے۔ جماع سے اعتکاف باطل ہو جاتا ہے۔ اگرچہ رات
کو ہو یا سہو سے۔ ماہ رمضان کے اخیر عشرہ مین اعتکاف سنت
مؤکدہ ہے اور باقی دیگر دنون مین سنت (نور الہدایہ۔ کتاب الصوم
باب اعتکاف)

۲۔ اصطلاح تصوف مین اعتکاف سے مراد دل کا دنیا کے کسی
شغل سے خالی کرنا اور نفس کا مولیٰ کے سپرد کرنا ہے۔

(۱۸۸) **اعجاز** (ع) عاجز کرنا۔ خلاف عادت کوئی بات ظاہر ہونا
کسی چیز کا بغیر اسباب و علت کے وجود مین آنا یا یہ کہ باوجود علت
کے وجود معلول کا نہ پایا جانا۔ امام رازی نے تفسیر کبیر و مطالب عالیہ مین
لکھا ہے کہ خرق عادت کے متعلق تین رائین ہین۔

۱۔ حکما کا مذہب ہے کہ کسی حالت مین ممکن نہین۔

۲۔ اشاعرہ کہتے ہین کہ ہر وقت ممکن ہے۔

۳۔ معتزلہ کا مذہب ہے کہ خرق عادت کبھی اتفاقیہ وقوع
مین آجاتی ہو۔ مدلل بحث لفظ معجزہ کے تحت مین درج کی جائیگی
انشاء اللہ تعالیٰ۔

اسلامیہ کتب دینیات مین خوارق عادات کے لئے آٹھ الفاظ
مستعمل ہین۔

۱۔ آیت جمع آیات بمعنی نشانیان۔ قرآن مجید مین اظہار
خرق عادت کے لئے لفظ آیت ہی آیا ہے (دیکھو سورۂ رعد پ۱۳
رکوع ۴ آیت ۲۷ و سورۂ عنکبوت پ۲۱ رکوع ۵ آیت ۴۹ اور سورۂ
قمر پ۲۷ رکوع اول آیت ۲)

۲۔ معجزہ جس کی جمع معجزات ہے وہ خرق عادت باتین جو صرف
نبی ہی سے سرزد ہون معجزہ کہلاتی ہین۔

۳۔ ارہاص۔ جمع ارہاصات۔ ارہاص کے لغوی معنی بنیاد رکھنا
اصطلاح مین وہ خرق عادات افعال جو کسی نبی سے عہدۂ نبوت
پر قابض ہونے سے پیشتر ظاہر ہون۔

۴۔ علامت۔ جمع علامات قیامت کے آنے کی نشانیان۔

۵۔ کرامت جمع کرامات۔ وہ خرق عادۃ جو کسی ولی سے
صادر ہو۔

۶۔ معونۃ۔ جمع معونات۔ لغوی معنی مدد کرنا۔ اصطلاح مین
اولیاء اللہ کی کرامت کو کہتے ہین۔

۷۔ استدراج۔ وہ خارق العادات باتین جو کسی کافر سے ظاہر
ہون

۸۔ اہانت۔ جمع اہانات لغوی معنی نفرت کرنا۔ اصطلاحاً وہ کام
جو شیاطین یا ارواح خبیثہ کی مدد سے کئے جاوین اور فاعل
کے لئے موجب ذلت ہون۔

(۱۸۹) اَعراب (ع) صحرانشین - گنوار آدمی - جو جنگل مین خانہ بدوش رہتے ہین - یہ وہ جمع ہے جس کا مفرد نہین -

(۱۹۰) اَعراف (ع) بالفتح لغت مین بمعنی درختہائے خرما پشتہائے ریگ بلند - یالہائے اسپان و تاجہائے خروسان اور منزلہائے بہشت اور دوزخ کے ہین - سورۂ اعراف (پ ۸ رکوع ۵ - آیت ۴۴) مین ہے کہ درمیان ان دونون کے (یعنی بہشت اور دوزخ کے) پردہ ہے اور اعراف پر مرد ہون گے جو بہشتون کو پہچانتے ہون گے انکی علامت کے باعث اور وہ آواز دینگے اصحاب جنت کو اس طرح کہ سلام ہوجئے تم پر الخ

اس آیت کی تفسیر مین بعض مفسرین تحریر کرتے ہین کہ اعراف ٹیلے ہین درمیان بہشت اور دوزخ کے اور اُن پر وہ لوگ کھڑے ہون گے جو اہل بہشت اور اہل دوزخ کے احوال سے واقف ہین

بعض کا خیال ہے کہ اس مقام پر امیدوار رحمت کھڑے ہون گے -

بعض مفسرین اعراف کو اُن لوگون کا مقام بتاتے ہین جنھون نے بغیر اجازت والدین جہاد کیا - اور شہید ہوے اور وجہ یہ تحریر کرتے ہین کہ نافرمانی والدین مانع داخلۂ بہشت ہے اور شہادت مانع داخلۂ دوزخ

شیعون کے نزدیک اعراف محمدؐ و آل محمدؐ کا مقام ہے کہ وہان سے وہ بحکم خدا گنہگارون کو رہائی دلوائین گے -

صاحب تفسیر بیضاوی نے لکھا ہے کہ اعراف ایک دیوار عالی ہے جو بہشت اور دوزخ کے درمیان بطور حاجب واقع ہے اس دیوار عالی کو تشبیہ دیگئی ہے یالہائے اسپان اور تاجہائے خروسان کے ساتھ - کیونکہ اعراف جمع عُرف کی ہے اور عرف یال اسپ اور تاج خروس کو کہتے ہین پس تحقیق ہوا کہ اعراف کنگرے اُس دیوار عالی کے ہین جو درمیان بہشت اور دوزخ کے حاجب ہین نہ کہ منازل مقررہ آدمیون کے رہنے کے لئے جیسا کہ مشہور ہے - ع -

از دوزخیان پرس کہ اعراف بہشت است

(گلستان سعدیؒ)

۲- صوفیون کی اصطلاح مین اعراف ان مطلعون کو کہتے ہین جو مقامات شہود در حق تعالی کے ہین اشیا مین یعنی حق تعالی متجلی ہو اُن اشیا مین ساتھ ان صفات کے جو ان اشیا سے ظاہر ہوتے ہین - (کنوز اسرار القدم)

۳- الاعراف قرآن مجید کی ساتوین سورت کا نام ہے جو مکی ہو اور جس کی آیت ۳۴ (رکوع ۴) اعراف اور اس کے متعلقات کا ذکر ہے - فضایل قرارت مین اس سورہ کے حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ تلاوت کرنے والا اس سورہ کا غمگین نہوگا -

(۱۹۱) اعضائے رئیسہ (ع) اصطلاح حکمت مین دل - دماغ کلیجہ اور آنتین عضائے رئیسہ کہلاتے ہین -

(۱۹۲) اَعلٰے (ع) بہت بلند - جمع اعالی - الاعلی نام ہے سورۂ قرآنی کا جو تیسوین پارہ مین درج ہے - یہ سورہ مکی ہے - بعض مفسرین مدنی کہتے ہین فضایل سورہ مین ہے کہ اس کی تلاوت نماز فرض یا نفل مین ثواب عظیم اور داخلۂ نعیم کی موجب ہے - چونکہ اس سورہ کی پہلی آیت مین لفظ اعلیٰ ہے اس سے اس سورہ کا نام الاعلیٰ ہوا -

منقول ہے کہ جس وقت آیۂ فسبح باسم ربک العظیم نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے رکوع مین سبحان ربی العظیم پڑھنے کا اور جب آیۂ سبح اسم ربک الاعلی کا نزول ہوا تو سجدہ مین سبحان رب الاعلیٰ

پڑھنے کا حکم دیا قبل ازین رکوع مین اللھم لک رکعتُ اور سجدہ مین اللھم لک سجدتُ پڑھتے تھے (تفسیر عمدۃ البیان)

(۱۹۳) اعلام (ع) واحد علم - بمعنی نشان وجھنڈا - ہندوستان مین اس نشان کو علم کہتے ہین جو محرم مین رکھے اور گشت کرائے جاتے ہین - (دیکھو علم)

(۱۹۴) اعلان (ع) ظاہر کرنا - کھول دینا - عرف شرع مین نکاح کا آشکارا کرنا - اگرچہ دف کے ساتھ ہو - ایک حدیث حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم اپنے نکاح کو ظاہر کیا کرو اور مسجد مین نکاح پڑھا یا کرو اور نکاح کے وقت دف کو بجایا کرو - (المشکوٰۃ کتاب النکاح باب علان نکاح فصل دوم)

(۱۹۵) اعمیٰ (ع) اندھا - اس کی جمع عمی آتی ہے - اندھے پر جہاد فرض نہین ہے - امام ابوحنیفہ کے نزدیک اندھے کی گواہی مقبول نہین لیکن امام زفر اندھے کی گواہی اُن خبرون مین جن مین شہادت سمعی جایز ہے صحیح سمجھتے ہین اندھے کا بیع جایز ہے (ہدایہ جلد دوم)

(۱۹۶) اِعوجاج (ع) ٹیڑھا ہونا - استقامت کی ضد کو اعوجاج کہتے ہین (تذکرۃ السلوک مصطلحات صوفیہ)

(۱۹۷) اعوذ باللہ (ع) پناہ مانگتا ہون مین ساتھ اللہ کے جو کلمات استفادہ کے لئے مستعمل ہین اُن مین زیادہ مشہور کلمہ یہی ہے -

(۱۹۸) اعیان (ع) بالفتح جمع ہے عین کی اور عین اصطلاح فلسفہ مین اُسے کہتے ہین جو اپنی ذات سے قائم ہو بخلاف عرض کے کہ وہ اپنی ہستی مین دوسرے کا محتاج ہوتا ہے

۲- سالکون کی اصطلاح مین اعیان صور علمیہ کو کہتے ہین یعنی وہ صورتین حقایق عالم کی جو علم الٰہی مین قرار پائی ہین - صور علمیہ کو حقایق الاشیا بھی کہتے ہین - اعیان کو معلومات حق بھی کہتے ہین باین سبب کہ حق تعالیٰ نے حقایق عالم کو اپنے علم مین معلوم کر لیا اور اعیان کو معدومات حق بھی کہتے ہین باین معنی اعیان نے فقط علم حق مین صورت اختیار کی ہے نہ کہ ظاہر مین - علاوہ ازین موہوم بھی ہین (تذکرۃ السلوک مصطلحات صوفیہ)

۳- اعیان جس کا واحد عین بمعنی فرض ہو اصطلاح فقہ مین اُن فرایض کو کہتے ہین جن کی فرضیت جماعت پر نہین بلکہ فرداً فرداً ہر مسلمان پر عاید ہوتی ہے اور ایک کی ادائگی سے دوسرا بری الذمہ نہین ہو جاتا - جیسے نماز پنجگانہ - روزہ - زکوٰۃ - حج وغیرہ پس اعیان کا حکم فرض کفایہ سے جداگانہ ہے اس لئے کہ فرض کفایہ جماعت سے متعلق ہے (فرض کفایہ)

(۱۹۹) اعیان ثابتہ - صوفیون کی اصطلاح مین ممکنات کی حقیقتون کو جو علم الٰہی مین ہین اعیان ثابتہ کہتے ہین اور وہ صورتین ہین اسمار الٰہی کی حقیقتون کی علم الٰہی مین - چونکہ انکو حق تعالیٰ سے تاخر بالذات ہے (نہ کہ زمانہ کے اعتبار سے) اس لئے اعیان ازلی اور ابدی مثل ذات الٰہی ہین اور ایسا کوئی زمانہ نہین نکل سکتا جس مین ذات الٰہی ہو اور یہ نہ ہون - اعیان ثابتہ علم الٰہی کی مخزن ہین - (تذکرۃ السلوک مصطلحات صوفیہ)

(۲۰۰) اَعیُن (ع) واحد عین بمعنی آنکھ - آیہ کریمہ والعین بالعین (سورۂ مائدہ پ۶ رکوع، آیت ۴۹) کے مطابق آنکھ کے بدلے مین آنکھ نکالنے کا حکم ہے - اعضائے انسانی مین سے ان عضوون کے تلف ہونے پر جو دو دو ہین مثل آنکھ و کان پوری اور نصف دیت لازم آتی ہے یعنی دونون عضو کے تلف کر دینے پر

پوری دیت اور ایک کے تلف کر دینے پر نصف دیت عاید ہوتی ہے اگر
کوئی کسیکی آنکھ کی روشنی کھوئے اور حدقہ اپنی جگہ پر رہے تو مثل سے
قصاص کرنا چاہئے لیکن اگر کوئی شخص کسیکی آنکھ پر ضرب لگائے یہانتک
کہ آنکھ خانہ سے باہر آجاوے تو قصاص واجب نہین اس لئے کہ
یہ ممکن نہین کہ ٹھیک اسی طرح آنکھ نکالی جاسکے اور مساوات قائم
ہے (الہدایہ جلد چہارم)

(۲۰۱) اغلام (ع۔ حف) خلاف وضع فطری لڑکون سے بدفعلی کرنا
براز جیسی کثیف اور غلیظ چیز گذرنے کی وجہ سے مقعد کی اندرونی سطح
قبل کی طرح نرم نہین ہوتی نیز اس مین غدد قبل کی طرح غدے بھی
نہین ہوتے جن سے رطوبت مترشح ہوکر سطح اندرونی کو گداز کر دے
تاکہ حرکات شہوانی کے وقت تقضیب ضرر نہ پائے۔ علاوہ ازین مقعد
کے اندرونی عضلات کا مقصد اندفاع ہے اس لئے اس کے ریشے
طولی ہین جو ہر چیز کو دفع کرتے ہین ان وجوہ سے فاعل کو غیر معمولی
زور صرف کرنا پڑتا ہے جس سے حشفہ و احلیل مین جلد خراش
ہو جاتی ہے اور صدہا امراض پیدا ہو جاتے ہین۔ مثلاً جریان۔
احتلام ضعف باہ۔ نامردی۔ سوزاک سلسل بول ضعف دل۔ دق
سل وغیرہ۔ جانب ثانی کا بھی بہت برا انجام ہوتا ہے کیونکہ اس سے
مقعد مین تیز رطوبت یا کیڑے پیدا ہو جاتے ہین جن کے باعث اس
حیاسوز فعل کا خواہشمند رہتا ہے۔

یہی اسباب ہین کہ قرآن مجید مین اہل موتفکات کی جن مین
باشندگان سدوم بھی شامل تھے بدکارانہ حرکات کو کہ وہ اغلام تھی
سخت مذموم فعل بتایا گیا ہے اور نہایت پرزور الفاظ مین اس حیاسوز
فعل کی مذمت کی گئی ہے۔ دیکھو سورہ اعراف (پ ۸ رکوع ۱۰ آیت ۷۲)
و سورہ انبیاء (پ ۱۷ رکوع ۵ آیت ۷۲) اور سورہ عنکبوت (پ ۲۰ رکوع
۳۔ آیات ۲۷۔ ۳۴۔ ۳۶) حضرت لوط انہین لوگون کی ہدایت کے لئے
مبعوث ہوئے تھے اور بالآخر ان بدکارون کا نہایت برا انجام ہوا
اسلامی شریعت نے اغلام کو گناہ کبیرہ مین شمار کیا ہے اور شارع
علیہ السلام نے مرتکب اغلام کے لئے حد مقرر فرمائی ہے۔ کتب فقہ
مین اغلام کی تشریح اس طرح کی گئی ہے کہ مرد کا لڑکے کی دبر و مقعد
مین دونون سرین کے درمیان دخول کرنا خواہ حشفہ غائب ہوا ہو
یا نہ ہوا ہو اغلام کہلاتا ہے۔ ثبوت ارتکاب اغلام کے لئے چار مرتبہ
کا اقرار یا چار گواہون کی چشم دید شہادت درکار ہوتی ہے۔ اغلام
کی مختلف شکلین ہین اور ہر ایک کی حد جداگانہ ہے مثلاً ایقاب کے
عمل مین آنے پر فاعل اور مفعول دونون کو قتل کر ڈالین گے۔ اگر اغلام
ایقاب کی حد کو نہ پہونچے یعنی مفعول کی دونون رانون مین یا اس کے
سرین مین عضو مخصوص کو رکھنا ثابت ہو تو سو درے ہین اور
اس حد مین مملوک اور آزاد مسلمان اور کافر محصن اور غیر محصن سب برابر
ہین (جامع الجعفری)

(۲۰۲) افاغنہ (ف) پٹھان۔ واحد افغان۔ وہ قوم جو فی زمانہ
افغانستان کی حدود مین رہتی ہے۔ افاغنہ کہلاتی ہے افغان
کو ہندوستان مین اور سرحد پر پٹھان کہتے ہین۔ گویا پٹھان او
افغان ایک ہی قوم کے دو مختلف نام ہین۔ افغان کی وجہ تسمیہ کے
بارے مین مورخین نے مختلف روایتین بیان کی ہین۔ مخزن
افغانی لکھتے ہین کہ چونکہ افغانون کا مورث اعلی اوغان بن ارمیہ
بن ملک طالوت تھا اس واسطے جدامجد کے نام پر یہ قوم اوغان یا
افغان کہلائی لیکن اس امر کی کوئی تاریخی سند موجود نہین ہے کہ

افغان کے جدامجد کا نام ادغان تہا۔

مورخین نے پٹھان کی جو وجہ تسمیہ تحریر کی ہے وہ بھی اختلاف سے خالی نہین۔ کہا جاتا ہے کہ قیس معروف بہ عبدالرشید کو جو کہ جملہ قبایل افغانی کا مورث اعلی سمجھا جاتا ہے۔ آنحضرت صلعم نے فتح مکہ کے دن اُس کی جوان مردی کو دیکھ کر "بطان" کا لقب عنایت فرمایا اور یہی لفظ بگڑ کر پتان یا پٹھان ہوگیا۔ بطان عربی لغت مین کشتی کے پچھلے حصہ کو کہتے ہین جس پر کشتی کی مضبوطی کا دارومدار ہوتا ہے چونکہ قیس نے غزوہ مکہ مین نہایت دلیری سے کام کیا تہا اس لئے اس کو بطان سے تشبیہ دی گئی یہ بیان بھی بلا تاریخی سند کے رواج پاگیا ہے۔ تاریخ فرشتہ مین لکھا ہے کہ عہد سلاطین اسلام مین جب اول مرتبہ یہ لوگ ہند مین آئے تو پٹنہ مین آباد ہوے اس سبب سے اہل ہند ان کو پٹھان کہتے ہون گے۔

جس طرح کہ افغان اور پٹھان کی وجہ تسمیہ کی کوئی تاریخی شہادت نہین ملتی اُسیطرح ان کے نسب کے متعلق بھی جو روایتین ہین محض قیاسی اور ظنی ثابت ہوتی ہین۔ نسب افاغنہ کے متعلق مورخین کے دو گروہ ہوگئے ہین ایک گروہ کا خیال ہے کہ وہ روایات جو افغانون کو اسرائیل النسل بتاتی ہین قابل اعتبار ہین اور دوسرا گروہ کہتا ہے کہ افغان اسرائیلی نہین ہین بلکہ ایرانی۔ یا البانی یا تاتاری الاصل ہین۔ اول الذکر گروہ مین نعمت اللہ مولف مخزن افغانی (۱۶۱۵ء / ۱۰۲۴ھ) شیر محمد خان مولف خورشید جہان (مطبوعہ ۱۸۹۴ء / ۱۳۱۲ھ) سر ولیم جونس۔ برن۔ ڈاکٹر بیلو۔ ڈاکٹر عبدالغنی وغیرہم نے افغانون کی شکل و شباہت اور روپیہ کی چاہت اور دیگر قومی عادات سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ افغان یہودی النسل ہین اور اُن دس گم شدہ اسباط کی اولاد مین سے ہین جن کو نینوا کے بادشاہ شلمانصر نے ۷۲۱ ق م مین جلاوطن کر دیا تہا لیکن مورخین کے دوسرے گروہ مین سید جلال الدین افغانی مولف تاریخ افغانستان (عربی) سردار محمد حیات خان مولف حیات افغانی۔ آنریبل الفنسٹن مولف تاریخ افغانستان۔ پروفیسر ڈارن۔ پروفیسر بیٹ مولف تاریخ افغانستان وغیرہم کی رائے ہے کہ افغان بنی اسرائیل مین سے نہین ہین اس لئے کہ ان روایات کا جو ان کو بنی اسرائیل سے ملحق کر رہے ہین بطلان خود توریت سے ہوتا ہے۔ علاوہ ازین موجودہ افغانی زبان پشتو اور قدیم اسرائیلی زبان عبرانی مین کچھ بھی مطابقت نہین البتہ ژند اور وستا سے جو قدیم فارسی زبان ہے پشتو بہت کچھ مشابہت رکھتی ہے۔

یہ ہین وہ مختلف رائین جو افغانون کے نسب کے متعلق کتب تواریخ مین پائی جاتی ہین اور جنکے اختلاف نے نسب افاغنہ کا صحیح حل دشوار بنا دیا ہے۔ افغان مورخ کہتے ہین کہ قیس علاقہ غور سے خالد بن ولید کی اطلاع پر حضرت ختمی پناہی کے حضور مین حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا اور یہ کہ قیس مذکور جس کا اسلامی نام عبدالرشید تجویز ہوا بہت عرصہ تک پیغمبر صلعم کی خدمت مین رہا بلکہ بعض غزوات مین بھی شرکت کی اور نیز یہ کہ عبدالرشید کا عقد نکاح خالد بن ولید کی دختر سے ہوا۔ ایسے واقعات ہین جن کی بنیاد محض مشکوک روایات پر ہے اس لئے تاریخی نقطہ نگاہ سے قابل وقعت نہین ہین۔

تاریخ فرشتہ مین لکھا ہے کہ افغان کوہ سلیمان مین رہتے تھے۔ اور پہلی صدی ہجری مین دنیا کی مقتدر قومون مین ان کا شمار ہوتا تہا۔ لیکن کوئی دوسری تاریخی سند اس بیان کو تقویت نہین دیتی۔ افغانون کا نام پہلی مرتبہ خلجیون کے ساتھ ساتھ سلطان محمود کی تاریخ

مین جو ۴۲۱ھ/۱۰۳۰ع مین تحریر ہوئی ہے آیا ہے۔ ہندوستان کی تیرھوین اور چودھوین صدی عیسوی کی تاریخ بھی افغانون کے ذکر سے مملو ہے اور انکی بادشاہت اور حکومت کے عروج اور زوال کی داستان بیان کرتی ہے۔ خاندان لودھی کے اختتام پر جو قبایل افاغنہ کی ایک شاخ تھا افغانون کی بادشاہت ۹۳۳ھ/۱۵۲۶ع مین ہندوستان سے جاتی رہی اور مغلون کا دور شروع ہوا۔ ان کی عہد حکومت مین مغربی افغانستان (کابل) ہندوستان کا ایک صوبہ تھا مغلیہ سلطنت کے زوال پر قندہار مین تو افغانی حکومت قائم ہوئی لیکن کابل ایک مدت تک ایران کا صوبہ بنا رہا۔ بالآخر نادرشاہ کے قتل پر احمد خان سدوزئی نے جو فوج ابدالی کا افسر تھا ۱۱۶۰ھ/۱۷۴۷ع مین تخت افغانستان پر بمقام قندہار جلوس فرمایا۔ افغانون مین یہی پہلا شخص ہے جس نے سلطنت افغانستان کی بنیاد ڈالی اور کابل و غزنین کو اپنی سلطنت مین شامل کرلیا۔ پنجاب اور ہند پر بھی چھ حملے کئے اور پانی پت کے مقام پر ۱۱۷۵ھ/۱۷۶۱ع مین مرہٹون کو شکست فاش دی۔

احمد شاہ ابدالی کے بعد تیمور شاہ سدوزئی۔ شاہ زمان۔ شاہ محمود بادشاہ افغانستان ہوئے۔ شاہ محمود کے عہد مین شجاع الملک نے تخت افغانستان پر قبضہ کرلیا۔ شاہ شجاع کا زمانہ نہایت پُرآشوب رہا افغانستان کے مشرقی حصہ پر ۱۲۳۶ھ/۱۸۲۳ع مین سکھون نے قبضہ کرلیا اور شاہ ایران نے ہرات مین اپنی فوج اتار دی انگریزون کو بھی افغانستان کے اندرونی معاملات مین دخل دینا پڑا اور پہلی اور دوسری جنگ کابل وقوع مین آئی۔ انگریزون نے بالآخر افغانیون سے صلح کرلی اور افغانستان سے دوستانہ تعلقات قائم ہوگئے جو تاایندم قائم ہین۔ شاہ شجاع کے بعد اُس کے وزیر دوست محمد کو حکومت میسر آئی۔

پھر اس کا بیٹا شیر علی تخت نشین ہوا بعدہٗ شیر علی کا بھتیجہ عبدالرحمن تخت پر بیٹھا۔ بعدہٗ حبیب اللہ خان یہان تک کہ امیر امان اللہ خان موجودہ فرمان روا سریر آرائے سلطنت ہوے جو نہایت روشن دماغ اور مدبر بادشاہ ہین۔

افغانی روایات کی بنا پر تو افغانون مین اسلام آنحضرت صلعم کے عہد مبارک ہی مین پہونچ گیا تھا اور افغانون کے جد امجد قیس المعروف بہ عبدالرشید نے فتح مکہ مین جو ۸ھ کا واقعہ ہے شرکت کی لیکن تاریخی واقعات یہ ہین کہ ۳۱ھ/۶۵۱ع مین اسلامی افواج نے ہرات۔ بادغیس غور۔ نیشاپور۔ بلخ اور طوس وغیرہ کو فتح کیئے اور تبلیغ اسلام بھی کی افغانی قبایل مین سے زیادہ تعداد قبیلون کی اہل سنت والجماعت کے عقاید کی پابند ہے اور بادشاہان افغانستان کا مذہب بھی سُنی تھا اور اب بھی یہی ہے۔ صرف صوبہ ہرات اور اُس کے گرد و نواح مین شیعی مسلمان آباد ہین۔

افغانی قبایل اس کثرت سے ہین کہ ان کی صحیح تعداد معلوم نہین ہوسکی لیکن ان کے مشہور قبیلون کے نام یہ ہین۔ غلزئی۔ یوسف زئی۔ کاکڑ۔ تاجیک۔ قزلباش۔ ہزارہ۔ ایماق۔ ہندکی۔ خٹک اور بلوچی۔ چونکہ افغانی تشعب اور انکے ابتدائی حالات جو زیادہ تر روایات پر مبنی ہین تاریخی اعتبار سے مستند اور دلچسپ نہین ہین اس لئے نظر انداز کئے جاتے ہین۔ افغان نہایت حسین اور مردانہ کھیلون کے دلدادہ ہین۔ سفید اور صاف رنگ۔ گھنی داڑھی اور دلکش خط و خال رکھتے ہین ان کی مستورات کا نقشہ یہودی عورات سے بہت مشابہ ہی۔

گو افغانستان شخصی حکومت کے ماتحت ہے لیکن امیر صاحب کو سردارون کے مشورہ پر کاربند ہونا پڑتا ہے ہر سردار اپنے ضلع کا ایک خود

مختار حاکم ہے جو مطلق العنانی پر جان قربان کردینا نہایت شریف کام سمجھتا ہے - حکومت افغانستان کا دار الخلافہ شہر کابل ہے -

جب ملک چھوٹی چھوٹی ریاستون مین منقسم ہوا اور قوم متعدد ٹولیون مین بٹی ہوئی ہو اور ہر خطہ اور قبیلہ ایک دوسرے سے برسرپیکار ہو تو قوم کا ترقی کرنا مفقود ہے - امیر عبدالرحمن کی دُوربین اور حقیقت شناس نظرون نے اسے دیکھا اور انھون نے اپنی عمر کا بہترین حصہ اس کے لئے صرف کیا کہ افغانستان ایک متحدہ ملک اور تمام قبائل ایک واحد قوم بن جائین - اور بڑی حد تک ان کو کامیابی بھی ہوئی امیر حبیب اللہ خان کی توجہ اپنے والد مرحوم کی کوششون کو کامیاب بنانے کی طرف مبذول رہی لیکن ان کے اسراف نے افغانستان کی مالی حالت کو سخت صدمہ پہونچایا - ہز مجسٹی امیر امان اللہ خان کا عہد سلطنت افغانستان کے لئے رحمت الہی ثابت ہو رہا ہے - رعایا آسودہ حال ہے خزانہ شاہی بھی ترقی کر رہا ہے تعلیمی اصلاحات ہو رہی ہین اگر یہی لیل و نہار رہے تو افغانستان بہت جلد اچھی پوزیشن حاصل کریگا -

افغانون کی خاص زبان پشتو ہے - گو اس امر کی کوشش کی جا رہی ہے کہ پشتو کو سامی زبان کی ایک شاخ بنا دین لیکن پشتو زبان کی ساخت اور اس کے الفاظ اس کو آریون کی زبان یا آریہ ایرانی زبانون سے مرکب زبان ثابت کر رہے ہین - پشتو زبان مین تالیف کا سلسلہ ۸۱۶ھ / ۱۴۱۳ء سے شروع ہوتا ہے جس کی ابتدا فتوحات کی تاریخ سے ہوتی ہے - اور سواتھ کی فتح کے واقعات قلمبند ہوئے - پشتو مین منظوم کلام بھی بکثرت ہے، نظمیہ کلام کی شہرت عبدالرحمن کی ذات سے ہوئی جو سترھوین صدی عیسوی کا فصیح البیان شاعر ہے - (ماخوذ از انسایکلوپیڈیا برٹینیکا حیات افغانی و رسالہ سہیل)

(۲۰۳) **آفتاب** (ف) سورج - اصطلاح تصوف مین تجلی روحی کو کہتے ہین جو سالک کے دل پر وقت کسب یا بعد کسب وارد ہوتی ہے -

(۲۰۴) **افراد** - مانند اقطاب کے اولیا اکامل ہین لیکن دائرہ قطب سے خارج (تذکرۃ السلوک)

(۲۰۵) **افسون** (ف) وہ عمل جس مین کلمات کفر جو سحر کا لوازمہ ہین نہ ہون افسون کہلاتا ہے (دیکھو تعویذ)

(۲۰۶) **افق اعلےٰ** (ع) نہایت بلند کنارے - سورۂ نجم (پ ۲۷ رکوع اول آیت ۷) مین اُفق اعلیٰ آیا ہے اور عبارت ہے اس مقام سے کہ جہان حضرت جبرئیل نے خود کو اپنی اصلی صورت مین اول مرتبہ آنحضرت صلعم کو دکھایا (تفسیر عمدۃ البیان)

۲- تصوف مین رُوح کے مقام کی انتہا کو کہتے ہین اور وہ واحدیت اور الوہیت کا مقام ہے -

(۲۰۷) **اُفق مبین** - تصوف مین دل کی مقام کی انتہا کو کہتے ہین -

(۲۰۸) **اِقالہ** (ع) لغوی معنی فسخ کرنا - اصطلاح فقہ مین بیع کا فسخ کرنا یعنی فروخت کر دینے کے بعد خریدار کی رضامندی سے چیز کا واپس لے لینا اقالہ کہلاتا ہے - اقالہ مشتری اور بائع کے حق مین تو فسخ ہے اور سوائے ان کے اور شخصون کے حق مین بیع جدید کے مثل ہے اور اسیلئے جس سے شفیع کو دعوی شفع پہونچتا ہے (نور الہدایہ) لیکن فقہاء امامیہ کے نزدیک اقالہ نئی بیع نہین ہے - خواہ بائع اور مشتری کے حق مین ہو یا انکے سوا کے حق مین بلکہ مطلق فسخ بیع ہے اور اس پر بیع کے احکام ثبوت شفع وغیرہ کی قسم سے مترتب نہین ہوتے (جامع الجعفری)

(۲۰۹) **اقامت** (ع) قائم ہونا اور ایک جگہ پر رہنا حقیقت میں اقامت کسی کام کو اُس کے تمام و کمال شرائط و حدود کے ساتھ انجام دینے کو کہتے ہیں عرف شرع میں نماز کے لئے تکبیر کہنا۔ اقامت میں کلمات اذان کا اعادہ کیا جاتا ہے۔ صرف قد قامت الصلوٰۃ کے اضافہ کے ساتھ اذان ٹھہر ٹھہر کر کہی جاتی ہے اور اقامت میں تیز روی اختیار کی جاتی ہے۔ فقہائے ۔۔ یہ کے نزدیک کلمات اذان و اقامت کو دو دو بار کہنا چاہئے اور یہی مسلک امام ابو حنیفہ کا بھی ہے لیکن امام شافعی کے نزدیک اقامت ایک ایک بار ہے سوائے کلمہ قد قامت الصلوٰۃ کے کہ وہ دو بار ہے۔ ابوالفرج جوزی کہتے ہیں کہ اذان دو دو بار تھی اور اقامت بھی دو دو بار لیکن بنی امیہ نے اقامت کو ایک بار کر دیا۔ (نور الہدایہ کتاب الصلوٰۃ باب اذان و اقامت)

۲۔ اصطلاح تصوف میں اقامت غلبۂ عشق کو کہتے ہیں۔

(۲۱۰) **اقتضاء** (ع) لغوی معنی خواہش کرنا۔ علم اصول کی ایک اصطلاح ہے جس کے ذریعے ایک حکم استخراج کیا جاتا ہے جو پابند ہوتا ہے چند شرائط کا مثلاً۔ سورۂ نساء (پ ۵ رکوع ۱۳۔ آیت ۹۴) میں ہے کہ جو کوئی مومن کو خطا سے قتل کرے تو ایک غلام کو آزاد کرے لیکن شرط یہ ہے کہ غلام اُس کی ملکیت ہو جو قتل خطا کا مرتکب ہوا ہے اگر وہ غلام نہیں رکھتا تو دوسری قسم کا کفارہ ادا کرے۔

(۲۱۱) **اقرار** (ع) اقرار کے لغوی معنی اثبات کے ہیں لیکن عرف شرع میں اقرار کہتے ہیں اُس بات کی خبر دینے کو کہ غیر کا حق مجھ پر لازم ہے جو شخص اقرار کرے اُس کو مقر کہتے ہیں اور جس کے حق کو اپنے اوپر ثابت کرے اس کو مقر لہ کہتے ہیں اور جس چیز کا اقرار کرے اس کو مقر بہ کہتے ہیں۔

واضح ہو کہ اقرار سے یہ غرض و غایت نہیں ہوتی کہ مقر بہ کیلئے ثبوت پیدا کیا جائے بلکہ صرف ایک حق لازم کا اظہار مقصود ہوتا ہے مثلاً اگر کسی شخص نے بحالت اکراہ طلاق اور عتاق کا اقرار کیا تو اقرار صحیح نہ ہوگا حالانکہ ان عقود (یعنی طلاق و عتاق) کا جو بحالت اکراہ کئے گئے ہیں نفاذ بالاتفاق ائمہ اربعہ اہل سنن جائز ہے (نور الہدایہ۔ کتاب الاقرار)

اقرار کے چار رکن ہیں۔ پہلا رکن اقرار کے صیغے میں ہیں صیغے کی مختلف صورتیں ہیں یعنی اس کا صریح یا مبہم ہونا یا اقرار کے جواب سے پیدا ہونا۔

دوسرا رکن مقر کے لئے ہے۔ مقر کے لئے شرط ہے کہ مکلف ہو مختار ہو اور اس کا تصرف جائز ہو لیکن مقر کی عدالت شرط نہیں۔

تیسرا رکن مقر لہ میں ہے یعنی مقر لہ مالک ہونے کی قابلیت اور اہلیت رکھتا ہو۔

چوتھا رکن لواحق میں ہے یعنی اقرار کے بعد کے اقرار میں۔ اقرار کی تعقیب میں (یعنی اقرار کے بعد مقر کوئی ایسی بات کہے کہ جس کے ظاہری اقتضاء سے وہ اقرار باطل ہو جاتا ہو) اور نسب کے اقرار کے حکموں میں ہے (جامع الجعفری)

۲۔ اصطلاح دینیات میں اقرار قبول اسلام یا اعتراف گناہ پر دلالت کرتا ہے۔

۳۔ اقرار الاثم سے مراد قبول جرم ہے۔ جو قیدی حاکم شرع کے روبرو کرتا ہے۔

(۲۱۲) **اقتصاص** (ع) مقتول کے عوض قاتل کو قتل کرنا۔ (قصاص)

(۲۱۳) **اقنوم** (ع) ہر چیز کی اصل۔ مذہب عیسویت میں اُقنوم

تین ہین۔ (۲) وجود (۳) حیات (۱) علم اور ان کو اب ابن اور روح القدس بھی کہتے ہین۔ مذہب نصاریٰ کی تین کتابین بھی جس مین ہر سہ اقنوم پر بحث ہے اقنوم کہلاتی ہین۔

(۴۲۱) **اکاسرہ** (ع) جمع ہے کسریٰ کی لقب ہے بادشاہ فارس کا عرب مورخین کا بیان ہے کہ فتوحات اسلامی سے قبل ملک فارس پر چار خاندانون نے حکومت کی ہے۔ پہلا خاندان پیش دادین کا تہا یہ طبقہ قدیم ہے۔ پیش داد یا فیش داد کے معنی ہین پہلی سیرت عدل۔ اس طبقہ کا پہلا بادشاہ کیومرث اور اخیری بادشاہ داسب (جس کا دوسرا نام زومرسپ) ہوا۔ اس طبقہ کا زمانہ حکومت دو ہزار چار سو ستر برس رہا۔

ملوک فارس کا طبقہ ثانیہ کیانیہ کے نام سے مشہور رہا۔ اس طبقہ کے بادشاہ کا نام "کی" (بمعنی تنزیہ یعنی مخلص اور متصل روحانیت سے) کی طرف مضاف کیا جاتا ہے۔ پہلا بادشاہ کیقباد ہوا ہے۔ گیتاشپ کے زمانۂ حکومت مین حکیم زردشت (پیغمبر مجوسیان) نے دین مجوسی کی تبلیغ کی۔ خاندان کیانی کا خاتمہ ۳۳۱ ق م مین سکندر اعظم کے ہاتھون ہوا۔

تیسرا طبقہ اسکانیہ (اشغانیہ) کے نام سے مشہور ہے۔ یہ لوگ اشکان بن دارا اکبر کی اولاد مین سے ہین۔ اس خاندان کا پہلا بادشاہ اشک ہے لیکن سکندر اعظم نے فارس کے خاندان شاہی مین سے چند آدمی مختلف مقامات پر حکمران کردیے۔ تھے جن کا "ملوک الطوائف" کے نام سے تاریخ ذکر کرتی ہے۔ خاندان اسکانیہ کی حکومت سنہ ۲۰۲ء ق م مین ختم ہوگئی۔ ملوک فارس کا طبقہ رابعہ ساسانیہ کہلاتا ہے۔ اس خاندان کے بادشاہ اکاسرہ کے لقب سے موسوم تھے۔ اس خاندان کا پہلا بادشاہ ساسان اکبر تہا اور اخیری بادشاہ یزدجرد تہا۔ یزدجرد کے عہد حکومت مین عربون نے فارس پر حملہ کیا اور بالآخر ۱۵ھ/۶۳۶ء مین

ملک فارس مسلمانون کی حکومت مین آگیا اور اس کے کئی مقامات پر اسلامی پرچم لہرانے لگا اور ۳۱ھ/۶۵۱ء مین کل ایرانی سلطنت مسلمانون کے قبضہ مین آگئی۔ سورۂ روم (پ ۲۱ رکوع اول آیت اول) مین اس فتح کی طرف اشارہ ہے جو ایرانیون نے رومیون پر نبوت کے دسوین سال حاصل کی تھی اور اسی سورت مین وہ پیشینگوئی بھی درج ہے کہ تھوڑے زمانہ مین رومی ایرانیون پر غالب آجاوینگے جو حرف بحرف نو برس بعد سنہ ۲ھ مین صحیح ثابت ہوئی۔

آنحضرت صلعم نے ۶ھ/۶۲۷ء مین ایک مکتوب شاہ فارس کو بھی تبلیغ اسلام کے سلسلہ مین روانہ کیا۔ اس مکتوب عالیہ کا ترجمہ مکتوب احمدی سے نقل کیا جاتا ہے۔

محمد رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے شاہ فارس کے نام۔ جو ہدایت کا پیرو ہو اُس پر سلام ہو۔ اور جو اُس پر جو اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان لائے اور گواہی دے کہ خدا ایک ہے اور اُس کا کوئی شریک نہین اور نیز گواہی دے کہ محمد ابن عبداللہ اُس کا بندہ اور رسول ہے (دیکھو اے شاہ فارس) مین تم کو خدائے عزوجل کی طرف بلاتا ہون اور یہ کہ تمام بنی آدم کی طرف پیغمبر ہو کر آیا ہون تاکہ جن مین کچھ زندگی (عقل و فہم) ہے انکو ڈراؤن اور کافرون پر اتمام حجت ہو۔ دیکھو (اے شاہ فارس) تم مسلمان ہو جاؤ تاکہ سلامت رہو۔ پھر اگر تم نے نہ مانا تو تمام (اقوام) مجوس کا گناہ تمھاری گردن پر ہوگا"۔ یہ مکتوب آنحضرت صلعم نے حضرت عبداللہ بن حذافۃ السہمی کے ہاتھ روانہ کیا مگر خسرو پرویز شاہ فارس نے اس نامۂ مبارک کو چاک کر کے ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ بدنصیب خسرو پرویز نے اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ طیش اور غرور سلطنت مین آکر یمن کے صوبہ دار باذان کو لکھ بھیجا کہ

اس مدعی نبوت کو گرفتار کرکے میرے دربار مین حاضر کرو چنانچہ اسنے بتعمیل حکم شاہ کجکلاہ بابویہ اور خرخسرہ دو آدمیون کو بغرض گرفتاری آنحضرت صلعم مدینہ منورہ کو روانہ کیا جب انہون نے یہ حکم بارگاہ رسالت مین پہونچایا تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ واپس جاؤ اور اُس سے کہدو کہ اسلام کی حکومت تمھاری سلطنت پر پہونچکر رہیگی۔ جاؤ اور اپنے حاکم (باذان) سے کہو کہ میرے خداوند نے تمھارے خداوند کو شب گزشتہ بوقت ۹ بجے مار ڈالا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ یہ واقعہ قتل ۱۰ جمادی الاول ۷ھ ۶۲۸ء یوم دوشنبہ کو وقوع مین آیا۔ یعنی خسرو کے بیٹے شیرویہ نے اس کو (خسرو) قتل کر ڈالا۔ باذان آنحضرت صلعم کی پیشین گوئی کی صداقت دیکھ کر مشرف باسلام ہوگیا اور اپنے اور دیگر لوگون کے اسلام لانے کا اعلان دربار رسالت مین پہونچادیا۔

(۲۱۵) **اِکراہ** (ع) کسی سے زبردستی کوئی کام کرانا اکراہ کہلاتا ہے جبر کرنے والے کو مُکرِہ (بکسر را) اور جسپر جبر کیا جائے اُس کو مُکرَہ (بفتح را) کہتے ہین۔ کتب فقہ مین اکراہ کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ اکراہ وہ فعل ہے جس کو آدمی غیر پر کرے اس طرح سے کہ غیر کی رضامندی جاتی رہے یا اس کا اختیار فاسد ہو جائے باوجود باقی رہنے اہلیت کے صحت اکراہ کے شرائط مین ہے۔

۱۔ اکراہ کرنے والا قادر ہو اُس امر پر جس کا خوف دلاتا ہو۔

۲۔ مُکرَہ کو ظن غالب ہو جائے اس بات کا کہ مُکرِہ اس کے ساتھ وہ کرے گا جس کا خوف دلاتا ہے۔

۳۔ وہ امر کہ جس کا مُکرَہ خوف دلاتا ہو موجب غم واندوہ ہو جیسے تلف عضو یا اور کوئی امر موجب رنج۔

۴۔ یہ کہ مُکرَہ اس کام کے کرنے سے جس کے کرنے پر جبراً مجبور کیا جاتا ہو آ قبل اکراہ کے رکھتا ہو۔

پس اکراہ کی حالت مین مُکرَہ نے اپنا مال فروخت کردیا یا کسی چیز کو خریدا یا کسی طرح کا اقرار کیا یا اجارہ کیا تو بعد زوال اکراہ کے اس شخص کو اختیار ہے کہ ان عقود کو فسخ کرڈالے یا نافذ رہنے دے۔ حق فسخ جابر یا مجبور کی موت سے ساقط نہ ہوگا بلکہ مجبور کے ورثہ کو بھی حاصل رہے گا اسی طرح حق فسخ ساقط نہ ہوگا مُشتری کی موت یا چندمرتبہ اُس کے دست بدست بیع ہوجانے سے یا بیع مین زیادہ ہوجانے سے یعنی وہ عقود موقوف رہین گے مجبور کے فسخ واعضا پر اکراہ کی چند صورتین درج کی جاتی ہین۔

۱۔ اگر کوئی شخص مجبور کیا گیا مُردار کھانے پر یا شراب کے پینے پر یا سُور کے کھانے پر اور قتل کی دھمکی دی گئی تو تناول کرنا ان چیزون کا درست ہے بنص آیت قرآنی (سورۂ انعام پ۸ رکوع ۱۸۔ آیت ۱۴۶) اگر اُس نے اُن چیزون کو نہ کھایا اور قتل ہوگیا تو گناہ گار مرے گا۔

۲۔ اگر قتل یا قطع عضو کی تخویف سے اکراہ ہو کفر پر یا تمامی حقوق اللہ پر جیسے روزہ توڑ ڈالنا یا حالت احرام مین شکار کرنا، یا آنحضرت صلعم کے بُرا کہنے پر تو اس کو رخصت ہے کہ اپنی زبان سے کہدیوے مگر دل مین اپنا اعتقاد اور یقین مضبوط رکھے۔

۳۔ صحیح نہین ہے حالت اکراہ مین معاف کردینا اپنے مدیون کا دہ ہبہ بھی صحیح نہین ہوگا۔ جو عورت شوہر کی تخویف ضرب سے مہر معاف کردینے کی شکل مین کرے۔ اسی طرح صحیح نہین ہے بری کرنا کفیل کی کفالت کا یا مرتد ہوجانا صحیح ہے نکاح طلاق اور عتاق مُکرَہ کا امام ابوحنیفہ کے نزدیک لیکن امام شافعی صحیح نہین کہتے (اور فقہاء امامیہ بھی ان عقود کو بحالت اکراہ صحیح نہین تسلیم کرتے۔ جامع الجعفری) اسی طرح فقہائے اہل سنت کے نزدیک نذر یمین ظہار اور رجعت اور ایلاء اور رجوع از ایلا بحالت اکراہ مین

صحیح ہین۔ اسلام اکراہ سے جایز ہے لیکن بعد زوال اکراہ اگر مکرہ مرتد ہوجائے تو وہ قتل نہین کیا جائے گا (ماخوذ از نور الہدایہ کتاب اکراہ۔ جلد چہارم)

گو خاص خاص صورتون مین فقہا رنے اسلام مع الاکراہ کو صحیح تسلیم کیا ہے لیکن اسلام نے اپنے وعظ و دعوت مین جبر و اکراہ کے طریقون کو اختیار کرنے کی ممانعت کی ہے۔ قرآن مجید مین تاکیدی حکم ہے کہ تبلیغ اسلام مین امن کے طریقے برتے جائین ثبوت مین چند آیتین درج کی جاتی ہین۔

۱۔ سورۂ المزمل (پ ۳۰ رکوع ۱ اول آیت ۱۰) جو کچھ وہ کہتے ہین (اے محمد صلعم یعنی تجکو دروغ گو بتاتے ہین) اُس پر صبر کر اور نیک دل کے ساتھ اُن سے الگ تھلگ ہوجا)

۲۔ سورۂ نحل (پ ۱۴ رکوع ۱۱۔ آیت ۸۴) پھر اگر وہ نہ مانین تو تیرا کام صاف صاف حکم پہونچا دینا ہے۔

۳۔ سورۂ شوریٰ (پ ۲۵ رکوع ۵۔ آیت ۴۷) پھر اگر وہ نہ مانین تو ہم نے تجکو ان پر گماشتہ بنا کر نہین بھیجا ہے۔ تیرے ذمہ سوائے حکم پہونچانے کے کچھ نہین ہے۔

مندرجۂ بالا سورتین مکی ہین لیکن ان لوگون کی بصیرت کے لئے جو یہ کہدین کہ یہ تعلیم اس زمانہ کی ہے جب مسلمان کمزور تھے یا اکراہ خلاف مصلحت تھا۔ ہم چند آیتین ان سورتون مین سے پیش کرتے ہین جو مدنی ہین تاکہ ان کو معلوم ہوجائے نفس الامری ہین۔ اسلام جبر اور اکراہ کو مذموم سمجھتا ہے۔

۱۔ سورۂ بقر (پ ۳ رکوع ۳۴۔ آیت ۲۵۷) دین مین لانے کے لئے جبر کرنا روا نہین۔

۲۔ سورۂ تغابن (پ ۲۸ رکوع ۴۔ آیت ۱۲) خدا کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو۔ پھر اگر نہ مانو تو رسول کا کام صرف صاف صاف حکم پہونچا دینا ہے۔

۳۔ سورۂ المائدہ (پ ۶ رکوع ۳۔ آیت ۱۲) اور تو ہمیشہ ان لوگون مین سے چند کو چھوڑ کر باقیون کی دغابازی کی خبر پاتا ہے تو ان کو معاف کر اور اُن سے درگذر کر۔ خدا نیکی کرنے والون کو پسند کرتا ہے۔

(۲۱۶) **اکیدر**۔ رومہ کے نصرانی بادشاہ کا نام ہے آنحضرت صلعم ۹ھ/۶۳۰ء مین تبوک کو تشریف لیگئے اور خالد کو حکم دیا کہ اکیدر کو حاضر خدمت کرین۔ اکیدر لڑنے مرنے پر آمادہ ہوگیا لیکن خالد نے اس کو زندہ گرفتار کر کے حاضر خدمت نبوی کیا۔ آنحضرت صلعم نے اس کا خون معاف فرمایا اور ادائگی جزیہ پر رہا کر دیا (المشکوٰۃ کتاب الجہاد۔ باب الجزیہ) بعد ازان اکیدر نے برضا و رغبت اسلام قبول کیا اور پختہ دین دار بن گیا (مظاہر حق)

(۲۱۷) **آل** (ع) لغت مین آل کے معنی اولاد کے ہین خصوصًا بیٹی کی اولاد (لغات کشوری) اس لئے آل کا اطلاق خاص قرابت دارون اور گھر کے آدمیون پر ہوتا ہے۔ بعض علما آل کی اصل اہل بتاتے ہین (ہ) ہا ہمزہ سے بدل گیا اور توالی ہمزتین کی وجہ سے ایک ہمزہ الف سے بدل گیا اس لئے اس کی تصغیر اُہیل مستعمل ہے لیکن اہل کا اطلاق بہ نسبت آل کے عام ہے۔

علما اہل السنن کے اس باب مین مختلف اقوال پائے جاتے ہین کہ آنحضرت صلعم کی آل مین کون ذوات مقدسہ داخل ہین۔ ایک قول یہ ہے کہ ازواج آنحضرت صلعم اور جناب علی مرتضی اور جناب سیدہ فاطمہ اور حسنین علیہم السلام آل ہین۔

دوسرا قول یہ ہے کہ آل مین وہ لوگ داخل ہین جن پر صدقہ

حرام ہے یعنی اولاد عبدالمطلب۔

تیسرا قول یہ ہے کہ پیروان دین نبی آل میں داخل ہیں۔

چوتھا قول یہ ہے کہ آل سے صرف جناب علی مرتضیٰ و جناب سیدہ و حسنین علیہم السلام مُراد ہیں۔

ان اقوال میں سے تیسرا قول یعنی پیروان دین نبی آل میں داخل ہیں ضعیف ہے۔ مجازی معنی میں متبعین کو آل کہا جا سکتا ہے اور بس ورنہ حقیقی معنوں میں مومنین پر آل کا اطلاق نہیں ہو سکتا جیسا کہ حدیث مندرجہ ذیل سے ثابت ہے۔

"ابن عباس سے منقول ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت ابوبکر کو سورۂ برأت دیکر بھیجا اور آپ کے پیچھے جناب علی مرتضیٰ کو روانہ کیا۔ انہوں نے حضرت ابوبکر سے سورۂ برات کو لیلیا اس لئے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ اس کو کوئی نہیں لے جائے گا مگر میں یا میرے گھر کا کوئی آدمی جو میرا ہو اور میں اس کا ہوں (اخرجہ احمد والنسائی) علماء اہل سنت کا اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکر سے زیادہ کوئی شخص متبع سنت نبوی نہیں گذرا پس اگر آل کا لفظ عام ہوتا اور اُس سے متبعین مراد ہوتے تو آنحضرت صلعم حضرت ابوبکر سے سورۂ برات (سورۂ توبہ) لے کر جناب علی مرتضیٰ کو نہ دیتے۔" البتہ مجازی معنی میں آل متبعین پر محیط ہے اور انہیں معنوں میں اس کا استعمال اس آیت میں ہوا ہے "الا آل لوط انا لمنجوهم اجمعین (مگر لوط کی آل کہ ہم سب کو نجات دینے والے ہیں۔ سورۂ الحجر پ ۱۴۔ رکوع ۴۔ آیت ۵۹)

دوسرے قول کی سند میں ایک حدیث پیش کی جاتی ہے جس کے سند صحیح ہونے پر مسلم نسائی اور ابو داؤد نے اتفاق کیا ہے۔ اور وہ حدیث یہ ہے کہ عبداللہ بن ربیعہ بن الحارث کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا صلعم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ صدقات لوگوں کے میل ہیں اور آل محمد پر حلال نہیں"۔ علاوہ ان محدثین کے خود خلفاء عباسیہ کا بھی ذاتی خیال یہی تھا کہ وہ آل محمدؐ ہیں چنانچہ ایک مرتبہ خلیفہ منصور دوانیقی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا تھا کہ ہم اور تم رسول خدا صلعم کی قرابت میں برابر ہیں پس تمھیں ہم پر کیا فضیلت ہے امام ہمام نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم تم سے نکاح کی خواستگاری کرتے تو جائز تھا۔ جناب امام جعفر صادق کا یہ جواب امہات المسلمین کو بھی آل کے زمرہ سے خارج کر دیتا ہے۔

اب رہا چوتھا قول کہ آل سے حضرت علی مرتضیٰ جناب سیدہ فاطمہ اور حسنین علیہم السلام مراد ہیں صحیح ٹھہرتا ہے جس کی تائید میں بیہقی کی حدیث پیش کی جاتی ہے جو بحوالہ شہر ابن حوشب جناب ام المومنین ام سلمہ سے روایت کی گئی ہے اس قول کی مزید تقویت مطالب السئول میں کمال الدین بن طلحہ شافعی نے بھی کی ہے۔

علماء اہل تشیع بھی آل سے مراد وہی چار ذوات مقدسہ علیہم السلام یعنی حضرت علی مرتضیٰ و جناب فاطمہ زہرا اور حسنین علیہم السلام اور اُن کی ذریت لیتے ہیں۔ جب علماء تشیع کا قول علماء اہل سنن کے قول نمبر ۴ کے ساتھ ضم کر دیا جائے تو اس قول کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے اور یہی قول اسلام کا مقبول قول کہا جا سکتا ہے۔

امام رازی لکھتے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلعم کے اہلبیت کو پانچ باتوں میں آنحضرت صلعم کے مساوی ٹھہرایا ہے ہم ان پانچ باتوں کو مختصراً حوالۂ قلم کرتے ہیں۔

۱۔ سلام۔ پروردگار عالم فرماتا ہے کہ سلام ہو تجھ پر اے نبی اور رحمت خدا کی اور اس کی برکتیں (سورۂ احزاب پ ۲۲ رکوع ۷۔ آیت ۵۶)

اور اہل بیت کے حق مین فرمایا کہ آل یاسین پر سلام ہو (سورہ صافات پ ۲۳ رکوع ۷- آیت ۱۷۱) اور آل یاسین سے مراد مفسرین کی ایک بڑی جماعت نے حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت کے بموجب "آل محمدؐ" لی ہو-

۲- طہارت- خدائے تعالیٰ فرماتا ہے "طٰہٰ" یعنی اے طاہر ہمنے قرآن کو تیری طرف نازل نہین کیا کہ تو بہک جائے (سورۂ طٰہٰ پ ۱۶ رکوع اول آیت اول) اور آنحضرت صلعم کے اہل بیت کے لئے فرمایا کہ "طاہر کرے گا تم کو حق طاہر کرنے کا (سورۂ احزاب پ ۲۲ رکوع ۴- آیت ۳۵)

۳- درُود شریف جو تشہد مین پڑھی جاتی ہے اور جس کی تعلیم آنحضرت صلعم نے دی تھی (بخاری و مسلم- راوی کعب بن عمرہ)

۴- صدقہ کا حرام ہونا- ابوہریرہ سے منقول ہے کہ جناب حسن (علیہ السلام) نے ایک پھل صدقہ کے پھلون مین سے لیکر اپنے مُنہ مین ڈال لیا- آنحضرت صلعم نے کخ کخ کیا تاکہ وہ ڈال دین (جب ڈال دیا گیا) تو فرمایا کہ تو نہین جانتا کہ ہمارے لئے صدقہ حلال نہین (اخرجہ المسلم والطحاوی)

۵- محبت- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کہدو یا رسول کہ پیروی کرو میری اور اللہ تم کو دوست رکھے گا- سورہ آل عمران پ ۳ رکوع ۴- آیت ۲۹) اور آنحضرت صلعم کے اہل بیت کی نسبت فرماتا ہے کہ دیا محمدؐ کہدیجئے کہ نہین مانگتا مین اس پر اجر مگر دوستی میرے قریبون کی (سورۂ شوریٰ پ ۲۵ رکوع ۳- آیت ۲۲)

(ماخوذ از سوانح عمری حضرت علی مولفہٗ مولوی عبید اللہ)

آل محمدؐ کے فضایل مین احادیث بکثرت منقول ہین جن کے مطالعہ کے لئے کتب احادیث کی طرف رجوع کرنا چاہیئے-

(۲۱۸) الحمد (ع) لغوی معنی تعریف- قرآن مجید کی پہلی سورت کا نام ہے- اس سورہ کی ابتدائی آیتین شان ربوبیت کو بتا رہی ہین اور اخیری آیتین عبودیت کی تعلیم دے رہی ہین- اس سورہ کے دس نام ہین-

۱- فاتحۃ الکتاب- اس وجہ سے کہ سب سے پہلے یہ سورہ قرآن مجید مین لکھا گیا-

۲- الحمد- اس وجہ سے کہ ذکر حمد کا ہے-

۳- ام الکتاب- اس وجہ سے کہ اصل ہے قرآن مجید کی-

۴- سورۂ السبع- اس وجہ سے کہ اس مین سات آیتین ہین-

۵- سورۃ المثانی- اس وجہ سے کہ نماز مین دو دفعہ پڑھی جاتی ہے یا اس وجہ سے کہ دو مرتبہ نازل ہوئی- اول مکہ معظمہ مین بعدہٗ مدینہ منورہ مین-

۶- وافیہ- اس واسطے کہ نماز مین یہ سورت پوری پڑھی جاتی ہے-

۷- کافیہ- اس واسطے کہ نماز مین یہ سورت کفایت کرتی ہو-

۸- سورۃ الاساس- اس واسطے کہ یہ سورت اساس ہے قرآن مجید کی-

۹- سورۃ الشفاء- اس واسطے کہ یہ سورہ شفا ہے ہر بیماری سے-

۱۰- سورۃ الصلوٰۃ- اس واسطے کہ ہر نماز مین یہ سورت پڑھی جاتی ہے (تفسیر عمدۃ البیان)

فضایل قرأت سورۂ الحمد لاتحصیٰ ہین جو شخص اس سورت

کی تلاوت کرے گا اس کے مقاصد دینی و دنیوی برآوین گے۔

(۲۱۹) **الحمد للہ** (ع) سب تعریفین ثابت ہین واسطے خدا کے کہ موصوف ہے بجمیع کمالات جناب رسول مقبول صلعم سے مروی ہے کہ جس کام کی ابتدا مین حمد نہ ہو وہ ابتر اور ضائع ہوتا ہے حصول نعمت پر الحمد للہ کہنا باعث فراوانی نعمت ہے سنت ہے کہ ہر کام کی ابتدا مین بسم اللہ اور اختتام پر الحمد للہ کہین۔

(۲۲۰) **آل عمران** (ع) عمران کا خاندان۔ عمران نام ہے۔ (۱) حضرت موسیٰ کے والد ماجد کا (۲) حضرت مریم کے والد بزرگ کا (۳) حضرت ابو طالب کا اور اس لحاظ سے آل عمران سے مراد آل محمد ہین (دیکھو عمران)

۲۔ آل عمران قرآن مجید کی تیسری سورت کا نام ہے جو مدینہ مین نازل ہوئی ہے اس سورہ مین بیشتر نصاریٰ کے عقائد باطلہ کا تار پود بکھیرا ہے عقیدہ تثلیث کو غلط ثابت کیا ہے اور بتایا ہے کہ عبد اللہ کبھی ابن اللہ نہین ہو سکتا۔ چونکہ اس سورہ مین حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کا تذکرہ ہے اور وہ عمران کی آل ہین اس لئے سورہ کا نام آل عمران ہوا۔ فضائل قرأت مین منقول ہے کہ جو شخص شب جمعہ کو سورۂ آل عمران پڑھے تو قیامت کے روز پل صراط سے آسانی گذر جائے۔

(۲۲۱) **اِلقاء** (ع) ڈالنا۔ عرف شرع مین کسی بات کا منجانب خدا دل مین پیدا ہونا۔ اصطلاح تصوف مین عالم غیب سے علم غیب کا عارف سالک کے دل پر وارد ہونا یا القاء کہلاتا ہے (کنوز اسرار العدم)

(۲۲۲) **آل عبا**۔ عبا بمعنی چادر۔ آل عبا سے مراد وہ بزرگ وار ہین جن کو آنحضرت صلعم نے روز مباہلہ اپنی چادر اطہر اڑھائی تھی تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ۹ھ / ۶۳۰ء مین آنحضرت صلعم کی خدمت مین نصارائے نجران کا وفد آیا اور مذہبی امور مین گفتگو کی جب آنحضرت صلعم نے ملاحظہ کیا کہ علماء نصاریٰ کج بحثی کو کام مین لا رہے ہین تو آپ نے فرمایا کہ آؤ مباہلہ کرین یعنی آپس مین دعا کرین کہ جو کوئی باطل پر ہو اُس پر خدا کی لعنت نازل ہو۔ نصاریٰ اس امر پر راضی ہو گئے۔ اور شہر کے باہر ایک جگہ مباہلہ کے لئے مقرر ہوئی۔ آنحضرت صلعم وعدہ گاہ پر مع علی مرتضیٰ فاطمہ الزہرا اور حسنین علیہم السلام پہونچے اور ایک کمل مین خود کو اور ان حضرات کو پوشیدہ کر کے دعا کے لئے آمادہ ہو گئے نصاریٰ یہ واقعہ دیکھتے ہی مباہلہ سے باز آگئے اور بعد ادائگی جزیہ اپنے وطن کو لوٹ گئے۔ سورہ آل عمران آیت ۵۶ (پ ۳ رکوع ۶) کا شان نزول بھی واقعہ مباہلہ ہے۔ اور چونکہ آنحضرت صلعم نے جناب علی مرتضیٰ حضرت فاطمۃ الزہرا۔ اور حسنین علیہم السلام کو اپنی چادر اطہر اڑھائی تھی اس لئے یہ بزرگوار آل عبا یا آل کسا کہلاتے ہین بعض علماء کے نزدیک آل عبا کی وجہ تسمیہ وہ واقعہ ہے کہ جب نزول آیۂ تطہیر آنحضرت صلعم نے ان ذوات مقدسہ کو عبا یا کسا اڑھائی تھی۔

(۲۲۳) **الٓمٓ** (ع) ان حروف کو حروف مقطعات کہتے ہین اور یہ متشابہات مین سے ہین ان کی تاویل سوائے حق سبحانہ تعالیٰ کے اور کوئی نہین جانتا یا راسخون فی العلم جانتے ہین بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ رمز ہین جو درمیان خدائے تعالیٰ اور اُس کے پیغمبر کے ہین۔ مفسرین ان حروف کی تفسیر مین متفق نہین ہین چنانچہ تفسیر مجمع البیان مین دس مختلف روایتین ان حروف کی تفسیر مین درج ہین (تفسیر عمدۃ البیان) بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ ان حروف کو معانی سے معرا خیال کرنا یا یہ سمجھنا کہ یہ حروف داخل اسرار الٰہی ہین قرآن شریف کی سوء ادبی ہے۔

اس لئے ان کی تحقیق مین یہ حرف بجاے الفاظ کے استعمال ہوے ہین۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح آج کل مہذب دنیا مین انشیل (Initials) مستعمل ہین۔ اس لئے ال م بجاے انا۔ اللہ۔ اعلم (مین اللہ بہت جاننے والا ہون) مستعمل ہوے ہین۔ ان حروف پر مفصل بحث مقطعات مین آویگی انشاء اللہ تعالے۔

ال م چھ سورہ ہاے قرآنی کی ابتدا مین آے ہین۔

۱۔ سورۂ بقر (۲) سورۂ آل عمران (۳) سورۂ عنکبوت (۴) سورۂ روم (۵) سورۂ لقمان (۶) سورۃ السجدا۔

(۲۴۴) اللہ۔ الہ (ع) لغت مین اللہ کے معنی معبود برحق کے ہین اور عرف مین اُس ذات واجب الوجود کو کہتے ہین جو ہمہ صفت کے ساتھ موصوف ہو اور تمام کمالات کو جامع۔ لفظ اللہ کی تحقیق مین علمار کا اختلاف ہی کہ اسم ہے یا صفت مشتق ہی یا غیر مشتق علم ہی یا غیر علم جو جماعت لفظ اللہ کو مشتق کہتی ہی اس کے اقوال مین سے ہم دو مشہور قول نقل کرتے ہین اول یہ کہ اللہ کی اصل الالٰہ تھی ہمزہ کو حذف کر دیا ہی اور پہلے لام کو ساکن کر کے دوسرے لام مین ادغام کیا اللہ ہو گیا۔ دوم یہ کہ اللہ کی اصل الٰہ تھی ہمزہ کو حذف کر کے اسکی عوض مین تعریف کا الف لام لگا اور دو لامون کے جمع ہو گئے وجہ سے ایک کو دوسرے مین ادغام کیا اللہ ہو گیا۔ چونکہ الٰہ اسم جنس ہے اور اس کا اطلاق اور وقوع ہر معبود پر ہو سکتا ہے خواہ برحق ہو خواہ باطل مگر عرف شرع مین معبود برحق ہی کو الٰہ کہتے ہین اور اسکا اطلاق غیر خدا پر ہرگز جائز نہین ہو سکتا۔

علمار کی دوسری جماعت اللہ کو عربی مرتجل جامد اور اُس ذات شہنشاہ حقیقی کا علم بتاتی ہے جو جمیع صفات و کمالات کو مستجمع ہے اس جماعت کا خیال ہی کہ اگر لفظ اللہ مشتق ہوگا تو اس کے معنی کو مفہوم کل ماننا پڑے گا اور اس امر کے تسلیم کرنے کے بعد کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہرگز توحید حق اور مانع عن الشرکت نہین ہو سکتا اس لئے کہ اس کلمۂ طیب مین اللہ کو مشتق مانا گیا ہی جو اپنے تحت مین اشخاص کثیرہ کے داخل ہونے کو مانع نہین ہی پس ایسی حالت مین یہ کلمہ "توحید محض" کا موجب ہو گا حالانکہ تمام عقلار کا اجماع ہو چکا ہی کہ یہ متبرک کلمہ سراسر توحید کو واجب کرتا ہے اور شرک کی رگ کو قطع۔ صاحب اعظم التفاسیر نے ان دونون جماعتون کے دلائل عقلیہ اور نقلیہ درج کر کے یہ قول فیصل لکھا ہے کہ اللہ اسم جامد ہے نہ کہ اسم مشتق۔

اللہ کے نام مختلف زبانون مین یہ ہین۔

۱۔ عبرانی مین الوہیم (۲) سُریانی مین الوہو (۳) کلدانی مین الاہا (۴) فارسی قدیم مین یزدان (۵) فارسی جدید مین خدا (۶) (۷) یونانی مین تادس (۸) فرانسیسی و اطالی مین ڈیو (۹) ہندی مین بھگوان و دیو (۱۰) انگریزی مین گاڈ (۱۱) المانیہ یعنی جرمنی مین گُٹ

غیر مناسب ہوگا اگر ہم اس مقام پر مستشرقین یورپ کی تحقیق بھی جو انھون نے لفظ اللہ کے متعلق لکھی ہی درج کر دین کہ اللہ اور اللاتُ ایک لفظ کی دو صورتین ہین۔ اللہ مذکر دیوتا کے لئے قریش مین مستعمل تھا اور اللاتُ (یعنی دیبی) اس لفظ اللہ کی تانیث تھی۔ چنانچہ مارگولیتھ اپنی تالیف محمد (صلعم) (ص ۱۹ پر) لکھتے ہین کہ "محمدؐ کی توحید پرستی کے یہ معنی ہین کہ انھون نے دوسرے قبائل کے دیوتاؤن کو ملیامیٹ کر کے اپنے خاندانی دیوتا "اللہ" کی پرستش کرائی" ہماری سمجھ اور معلومات سے باہر ہے کہ اول تو ان مستشرقین نے اللہ کی تانیث عربی کے کن قواعد کے تحت مین اللاتُ بنائی۔ لفظ اللہ کی تانیث اگر ممکن ہے تو اللّٰةُ ہونی چاہیئے اور دوم یہ کہ قریش کے اس سب سے بڑے دیوتا یعنی "اللہ" کا مجسم کس مقام پر تھا۔ اس لئے کہ بت پرست عربون کی عادت تھی کہ دیوتاؤن

کے مجسمے بناکر پرستش کرتے تھے۔ بغیر کسی شبہ کے کہا جاسکتا ہے کہ مستشرقین یورپ نے یہ تحقیق تعصب سے متاثر ہو کر اپنے دل و دماغ کو خوش کرنے کے لئے تراشی ہے اور آنحضرت صلعم پر بہتان عظیم باندھا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

مسلمانوں میں اللہ جل شانہ کے نودونہ نام ہیں جو ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔ انمیں سے سترنام بعینہ قرآن میں موجود ہیں اور اٹھارہ ناموں کے مشتقات مذکور ہیں اور گیارہ ناموں کے فقط مادے پائے جاتے ہیں۔ قسم اول نشان [illegible] ۴ علامت ہے اور قسم سوم × نشان بنادیا گیا ہے۔ ان ناموں کی ترتیب کتب احادیث میں کسی ہی کا سی کے مطابق یہ پاک نام درج کیے جاتے ہیں۔

۱- اللہ (خدا۔ معبود)
۲- الرحمٰن (نہایت رحم والا)
۳- الرحیم (بہت مہربان)
۴- [illegible] بادشاہ)
۵- القدوس (تمام عیبوں سے پاک)
۶- السلام (تمام [illegible])
۷- المومن (اپنے وعدہ میں سچا اپنے عذاب سے امن دینے والا)
۸- المہیمن (نگہبان یا گواہ)
۹- العزیز (غالب۔ قوی۔ قاہر)
۱۰- الجبار (جلاد باؤ والا)
۱۱- المتکبر (عظمت وبزرگی والا)
۱۲- الخالق (ہر چیز کا پیدا کرنیوالا)
۱۳- الباری (ہر چیز کا خاک سے ایجاد کرنے والا)
۱۴- المصور (مخلوق کی طرح طرح کی صورتیں بنانے والا)
۱۵- الغفار (بہت بخشنے والا)
۱۶- القہار (زبردست غلبہ رکھنے والا)
۱۷- الوہاب (بخشش عطا کرنیوالا)
۱۸- الرزاق (مخلوقات کو روزی پہنچانیوالا)
۱۹- الفتاح (مشکل کشا بندوں میں حکم کرنے والا)
۲۰- العلیم (بہت جاننے والا)
۲۱- القابض (گرفت کرنے والا)
۲۲- الباسط (فراغ دینے والا)
۲۳- الخافض (پست کرنے والا)
۲۴- الرافع (بلند کرنے والا)
۲۵- المعز (عزت دینے والا)
۲۶- المذل (ذلیل کرنے والا)
۲۷- السمیع (بہت سننے والا)
۲۸- البصیر (بہت دیکھنے والا)
۲۹- الحکم (مخلوقات کا حاکم)
۳۰- العدل (عدل کرنے والا)

۳۱- اللطیف (باریک بین)
۳۲- الخبیر (آگاہ۔ دانا۔ عالم)
۳۳- العظیم (بزرگ۔ بڑا)
۳۴- الغفور (بہت بخشنے والا)
۳۵- الشکور (بڑا قدر شناس)
۳۶- العلی (بہت عالی مرتبہ)
۳۷- الکبیر (بہت بڑا بزرگ)
۳۸- الحفیظ (نگہبان)
۳۹- المقیت (غذا پہنچانیوالا)
۴۰- الحسیب (کفایت کرنے والا اور حساب لکھنے والا)
۴۱- الجلیل (بزرگ قدر)
۴۲- الکریم (بزرگ بخشش کرنے والا)
۴۳- الرقیب (نگہ رکھنے والا)
۴۴- المجیب (دعا قبول کرنے والا)
۴۵- الواسع (وسیع معلومات والا)
۴۶- الحکیم [illegible] کا عالم
۴۷- الحلیم (بردبار)
۴۸- الودود (نیک بندوں کو دوست رکھنے والا)
۴۹- المجید (بزرگ۔ شریف)
۵۰- الباعث (اٹھانے والا۔ زندہ کرنے والا)
۵۱- الشہید (حاضر ہونے والا۔ ہر جگہ اور ہر وقت میں شہادت دینے والا)
۵۲- الحق (ثابت)
۵۳- الوکیل (کارساز)
۵۴- القوی (توانا۔ کامل قدرت والا)
۵۵- المتین (استوار)
۵۶- الوالی (محب ومددگار)
۵۷- الحمید (مستحق حمد)
۵۸- المحصی (ہر چیز کو احاطہ علم میں کرنے والا)
۵۹- المبدی (ابتدائً ابتدا کرنیوالا)
۶۰- المعید (دوبارہ پیدا کرنے والا)
۶۱- المحیی (مخلوق کو زندہ رکھنے والا)
۶۲- الممیت (مارنے والا)
۶۳- الحی (زندہ)
۶۴- القیوم (کارخانہ عالم کا سنبھالنے والا)
۶۵- الواجد (پانے والا)
۶۶- الماجد (بزرگی والا)
۶۷- الواحد (یگانہ۔ تنہا)
۶۸- الصمد (بے نیاز)
۶۹- القادر (قدرت والا)
۷۰- المقتدر (صاحب مقدرت)

۷۱- المقدم (آگے بڑھنے والا)

۷۲- المؤخر (پیچھے ہٹنے والا)

۷۳- الاول (سب سے پہلا)

۷۴- الآخر (سب سے پچھلا)

۷۵- الظاہر (آشکارا ہے)

۷۶- الباطن (پوشیدہ ہے)

۷۷- الوالی (تمام امور کا متولی)

۷۸- المتعالی (مخلوقات کی صفات سے منزہ)

۷۹- البر (نیکی کرنے والا)

۸۰- التواب (توبہ قبول کرنیوالا)

۸۱- المنتقم (بدلہ لینے والا)

۸۲- العفو (گناہون کو مٹانے والا)

۸۳- الرؤف (بہت شفقت کرنیوالا)

۸۴- مالک الملک (ملک کا مالک)

۸۵- ذوالجلال والاکرام (بزرگی وعزت والا-

۸۶- المقسط (دادگستر صاحب عدل)

۸۷- الجامع (تمام مخلوقات کو جمع کرنے والا-

۸۸- الغنی (بے پروا)

۸۹- المغنی (لوگونکو بے پروا کرنے والا)

۹۰- المانع (روکنے والا)

۹۱- الضار (ضرر و شر کا خالق)

۹۲- النافع (نفع وخیر کا پیدا کرنیوالا)

۹۳- النور (روشن کرنے والا)

۹۴- الہادی (ہر راہ روندہ کو راہ پر لانے والا-

۹۵- البدیع (ایجاد کرنے والا)

۹۶- الباقی (باقی رہنے والا)

۹۷- الوارث (فنائے موجودات کے بعد باقی رہنے والا)

۹۸- الرشید (صاحب رشد)

۹۹- الصبور (بڑا صبر کرنے والا)

اسمار باری تعالیٰ کا ورد تو مسلمان عام طور پر کرتے ہین لیکن ذکر مین جو صوفیائے کرام کی عبادت کا ایک خاص طریقہ ہے ہر ایک اسم کی دعوت ایک مخصوص طریقہ پر کی جاتی ہے-

اوراد و وظائف مین تعداد شمار کے لئے تسبیح کام مین لائی جاتی ہے لیکن اہل حدیث انگلیون ہی سے شمار کا کام لیتے ہین اس لئے کہ آنحضرت صلعم انگلیون پر ہی شمار کرتے تھے-

اسمار باری تعالیٰ مین سے ایک اسم، اسم اعظم بتایا جاتا ہے- اسم اعظم کی مفصل تشریح بیان کی جا چکی ہے (اسم اعظم) آیات قرآنی مین جو اسمائے حسنہ آئے ہین انمین سے "الله" "حی" "قیوم" مین سے ایک اسم کی نسبت علمار کی بڑی جماعت کا خیال ہے کہ اسم اعظم ہے-

اسلام کا سب سے بڑا اصول جو دیگر مذاہب کے مقابلہ مین نمایان امتیاز کہا جاتا ہے وہ توحید باری تعالیٰ ہے جو کلمۂ طیب "لاالہ الا اللہ" مین بیان کی گئی ہے- اس کلمۂ متبرک کے دو حصے ہین- ایک نفی دوسرا اثبات کہلاتا ہے- لاالہ نفی اور الا اللہ اثبات ہو-

قرآن مجید مین توحید باری تعالیٰ کو بالوضاحت بیان کیا گیا ہے اور چونکہ اسلام کا طغرۂ امتیاز توحید اور صرف توحید ہے اسلئے ہم چند سورہ ہائے قرآنی کا ترجمہ درج کرتے ہین تاکہ واضح ہو جائے کہ قرآن پاک نے توحید کی تعلیم کن الفاظ مین دی ہے-

۱- سورۂ اخلاص (پ ۳۰) جس کا دوسرا نام سورۂ توحید ہے "کہہ اے محمد صلعم وہ اللہ ایک ہو اللہ بے نیاز ہے- نہ کسیکو جنا اور نہ کسی سے جنا گیا اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے-

۲- سورۂ مریم (پ ۱۶ رکوع ۶ آیت ۹۶-۹۱) ان گناہگارون نے کہا کہ رحمن نے فرزند اختیار کیا ہے- انھون نے یہ ایک بڑی بات کہی- ابھی آسمان پھٹ پڑین- زمین ٹکڑے ہو جائے اور پہاڑ ڈھا کر گر پڑین- اس بات پر کہ رحمان کو صاحب اولاد بتاتے ہین آسمان اور زمین مین کوئی بھی ایسی چیز نہین ہو جو رحمن کا بندہ نہو رحمن نے انکو احاطہ کر لیا ہے انمین سے ہر ایک تن تنہا رحمن کے حضور مین قیامت کے دن حاضر ہوگا- مومنین کے لئے جو اچھے کام کرتے ہین اللہ محبت پیدا کرے گا-

۳- سورۂ فجر (پ۔ ۲۰ رکوع ۲- آیات ۱۸-۲۴) زمین کو ہمنے پھیلایا اور اسپر بلند پہاڑ قائم کئے۔ اور اسمین ہر ایک چیز موزون اگائی اور ہمنے تمھارے لئے اسمین معیشتین پیدا کین اور انکے لئے (یعنی زوجہ و اولاد کے لئے) جنکے تم بخیال فاسد رازق بنے کے مدعی ہو) جنکے تم رازق نہین ہو۔ اور مخلوقات مین سے ہر چیز ہمارے زیر حکم ہو اور ہم نے اس کو اندازۂ معلوم پر نازل کیا۔ ہم نے بھیجا بادل اٹھانیوالی ہواؤن کو پھر ہم نے آسمان سے پانی برسایا اور پھر ہم نے اُسے تم کو پلایا۔ اور تم نہ تھے اس کو خزانہ میں رکھنے والے اور بے شک ہم جلاتے ہین اور مارڈالتے ہین اور ہم وارث ہین (یعنی سب فنا ہو جاوینگے اور ذات باری تعالیٰ باقی رہیگی) اور بیشک ہم جانتے ہین انکو جو متقدمین ہین اور ان کو جو متاخرین ہین۔ اور تحقیق تیرا پروردگار ان سب کو جمع کرے گا اور وہی حکیم و علیم ہو۔

۴- سورۂ انعام (پ۷ رکوع ۱۲- آیات ۹۵-۱۰۵) بے شک خدا شگافتہ کرکے اگانے والا ہو بیجون اور گٹھلیون کا نکالتا ہو زندہ کو (ریدگی) کو) مُردے سے (یعنی خشک بیج اور گٹھلی سے) اور نکالنے والا ہو مُردے کا زندہ سے پس تم کہان پھرے جاتے ہو (کر ایسے خدا کو چھوڑکر غیرون کی پرستش کرتے ہو) پو کو پھاڑنے والا (یعنی رات کو پھاڑکر سفیدۂ صبح کو نکالنے والا) اور بنایا ہے رات کو آرام کے لئے اور سورج و چاند کو حساب کے لئے۔ یہ اندازہ خدائے غالب اور علیم کا ہے اور خدا وہ ہے جس نے تمھارے لئے ستارون کو بنایا تاکہ تم سب ان کے سبب سے دریا اور صحرا مین راہ پاؤ۔ بے شک ہم نے بتفصیل نشانیان بیان کی ہین۔ اُن لوگون کے لئے جو جانتے ہین اور خدا وہ ہے کہ اُس نے تمکو نفس واحد سے پیدا کیا اور کی تمھارے لئے جائے قیام و جائے اقامت (کہ وہ شکم مادر اور پشت پدر ہے) تحقیق ہم نے بتفصیل نشانیان بیان کی ہین ان لوگون کے لئے جو سمجھتے ہین (یا در اس مین تامل کرتے ہین) اور خدا وہ ہے کہ جس نے آسمان سے پانی برسایا اور پھر ہم نے اُس سے ہر چیز کے پودے نکالے۔ اور اس پانی سے ہم سبزی کو (مثل گیاہ اور درخت سبز کے) نکالتے ہین اور اُس سبزہ سے دانہ تہ بہ تہ (یعنی خوشہ) کو ہم کھجور سے درختون کو اور اُن کے پھول سے خوشے کو نکالتے ہین اور انگورون سے باغ ترتیب دیتے ہین اور ہم (اُس پانی سے) پیدا کرتے ہین زیتون کو اور انار کو جو باہم مشابہ ہین اور غیر مشابہ ہین۔ دیکھو اُسکے پھل کو جب پھلے اور اُس کے پکنے کو خیال مین لاؤ (کہ کیا مزہ اور لذت اس مین پیدا ہوتی ہے) یہ نشانیان ہین اُن لوگون کے لئے جو ایمان لاتے ہین۔

اور انہون نے خدا کے ساتھ جنون کو (یعنی ملائکہ یا شیاطین کو باعتبار لغوی معنی کے) شریک کیا (اور واقعہ یہ ہے کہ) خدا نے ان کو (جنون کو) پیدا کیا۔ ان لوگون نے (یعنی مشرکین اور کفار نے) خدا کے لئے بیٹے (مثل عُزیر و حضرت عیسیٰ کے) اور بیٹیان (مثل ملائکہ کے) بغیر علم اور بغیر انکی حقیقت سمجھے ہوے مقرر کئے ہین۔ پاک ہو وہ ذات اور برتر ہے وہ اس سے جس کو وصف کرتے ہین (یعنی فرزند اور شریک قرار دیتے ہین)

اور خدا پیدا کرنے والا آسمانون اور زمین کا ہے اُس کے واسطے فرزند کیونکر ہو سکتا ہو جس حالت مین کہ اُس کی زوجہ نہین ہے۔

اور وہ ہر چیز کا خالق اور عالم ہے۔

یہی (جو کہ ان صفات مذکورہ کے ساتھ موصوف ہے) ہو اللہ جامع جمیع صفات و کمال) پروردگار تمھارا اور کوئی معبود نہین (جو پرستش کا سزاوار ہو) سوائے اس کے اور وہی ہر شے کا خالق ہے۔

پس اس کی عبادت کرو (کہ مستحق عبادت وہی ہے نہ غیر اس کا) اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے (اور کارساز ہے بندون کے امور کا)

اس کو بینائیان نہین پا سکتین (یعنی اس کے جسم و عرض نہین ہے) اور وہ پانے والا ہے بینائیون کا (یعنی دیکھتا ہے بیناؤن کو بدون آنکھ کے) اور وہ لطیف ہے اور خبردار ہے۔

۵۔ سورۂ بقر (پ ۳ رکوع ۴ ۳۔ آیت ۲۵۶) اللہ کے سوائے کوئی معبود برحق نہین وہ حی اور قیوم ہے وہ نہ اونگھتا ہے اور نہ سوتا ہے جو کچھ آسمانون اور زمین مین ہے وہ اسی کا ہے کوئی بھی اس کے اذن کے بغیر سفارش نہین کر سکتا۔ وہ لوگون کے ظاہر اور باطن کا حال جانتا ہے۔ لوگ اس کے علم کو ذرا بھی احاطہ نہین کر سکتے۔ مگر جتنا وہ چاہے۔

اس کا علم آسمان اور زمین کو محیط ہے اور وہ ان دونون کی حفاظت سے نہین تھکتا اور وہ علی العظیم ہے۔

۶۔ سورۂ آل عمران (پ ۳ رکوع ۳۔ آیت ۲۵) اے ملک کے مالک تو جسے چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے سلطنت کو چھین لیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت تیرے ہی قبضہ مین خیر ہے۔ بالضرور تو ہر شے پر قادر ہے۔ رات کو دن مین داخل کرتا ہے اور دن کو رات مین۔ زندہ کو مردے سے نکالتا ہے اور مردے کو زندہ سے اور جسے چاہتا ہے بےحساب رزق دیتا ہے۔

۷۔ سورۂ نساء (پ ۵ رکوع ۷۔ آیت ۵۹) تحقیق کہ خدا شرک کو نہین بخشتا اور ان گناہون کو جو شرک سے کمتر ہین بخش دے گا ان شخصون کے جن کو وہ چاہے گا۔ اور جو کوئی خدا کے ساتھ شریک کرے اس نے درحقیقت گناہ عظیم افترا کیا جس کے سبب عذاب کا مستحق ہو گا۔

سورہ ہائے مندرجۂ بالا اور نیز وہ سورتین جن مین توحید باری تعالیٰ کا بیان ہے علم الٰہیات کی بیخ و بن ہین۔ اور ان کا مطالعہ تین بڑے مقدمات کو ثابت کرتا ہے وہ مقدمات یہ ہین۔

(اول) اثبات وجود باری تعالیٰ۔ اثبات وجود باری تعالیٰ مین وہ آثار ان آیات مین دکھائے گئے ہین۔ جو بدیہی ہین اور جنکو ہر شخص محسوس کرتا ہے۔ ان آثار پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرور ان کا کوئی موثر و خالق ہے۔ یہ طریقہ جو آثار سے موثر پر استدلال کرتا ہے خطابی کہلاتا ہے اور عام طبائع کے افہام و تفہیم کا آسان اور اقرب الی التفہیم یہی طریقہ ہے جو بدیہی آثار کہ آیات قرآنی مین بیان کئے گئے ہین یہ ہین

۱۔ آسمان کا پیدا کرنا (۲) زمین کا پیدا کرنا (۳) رات کا پیدا کرنا (۴) دن کا پیدا کرنا (۵) رات و دن کا برابر آنا جانا (۶) کشتی کا پانی پر نفع انسان کے لئے چلنا (۷) بلندی سے پانی کا برسنا (۸) خشک زمین کا زندہ اور تر و تازہ ہو کر نباتات کا اگانا (۹) ہر قسم کے چوپائے کا زمین پر پیدا کرنا (۱۰) ہواؤن کا چلانا (۱۱) ابر کا آنا جو زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتا ہے۔ وغیرہ

اثبات باری تعالیٰ پر قرآن مجید کے دلائل جس طرح خطابی اور اقناعی ہین یعنی عام آدمیون کی ان سے تسلی ہو جاتی ہے اسی طرح وہ حماسی اور برہانی بھی ہین اور اکثر مقامات پر عالم کی ترتیب اور تناسب سے بھی استدلال کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ عالم۔ کامل ہے۔ موزون ہے اور اصول و ضوابط کا پابند ہے (دیکھو سورۂ ملک پ ۲۹ رکوع اول آیت ۳۰ سورۂ قمر پ ۲۷ رکوع ۳۔ آیت ۴۹ اور سورۂ فتح پ ۲۶ رکوع ۳۔ آیت ۲۳) پس ایسی چیز خود بخود پیدا نہین ہو سکتی ہے۔

غرضکہ قرآن مجید مین کائنات اور مخلوقات سے خدائے تعالیٰ کی ہستی اور اس کی قدرت پر استدلال کیا گیا ہے اور انسان کو اس امر کی ہدایت کی گئی ہے کہ وہ مظاہر قدرت کا بغور مطالعہ کرکے خداوند تعالیٰ کی عظمت و جلالت کو سمجھے اور یہی درجہ عبادت کا اعلیٰ درجہ ہے۔

(دوم) حقیقت ذات باری تعالیٰ (۱) یکتا ہو یعنی دوئی کی آمین بو نہین بلکہ واجب الوجود ہے۔

۲۔ بے نیاز ہو یعنی اجزا سے مل کر نہین بنا ہے بلکہ وہ احدی الذات اور بسیط ہے۔

۳۔ لم یلد ہے یعنی کیسکو نہین جنا جو اس کا بیٹا ہو۔

۴۔ لم یولد یعنی وہ کسیکا بیٹا اور بیٹی نہین۔

۔ بے مثل ہو یعنی اس کا ہمسر اور مثل نہین۔

۶۔ اکیلا خالق و معبود ہو۔ اس کا کوئی شریک نہین۔

(سوم) صفات باری تعالیٰ وہ صفات جو خدائے تعالیٰ کے لئے ہوسکتی ہین دو قسم کی ہین (الف) ثبوتی اور (ب) سلبی۔ صفات ثبوتی آٹھ ہین اور صفات سلبی سات اور یہ پندرہ صفتین قرآن مجید مین متعدد مقامات پر مذکور ہین۔ ذیل مین ان صفات کی تشریح کی جاتی ہو اور ثبوت مین ایک دو آیات قرآنی بھی لکھی جاتی ہین۔

(الف) صفات ثبوتی اور وہ آٹھ ہین یعنی (۱) خدائے تعالیٰ قدیم اور ازلی ہے (سورۂ حدید پ ۲۷ رکوع اول آیت ۳)

۲۔ عالم ہے (سورۂ انعام پ ۷ رکوع ۷۔ آیت ۵۹)

۳۔ قادر ہو (سورۂ آل عمران پ ۳ رکوع ۳۔ آیت ۲۵)

۴۔ مُرید ہو یعنی ارادہ کرکے کام کرتا ہو (سورۂ حج پ ۱۷ رکوع ۲۔ آیت ۱۴)

۵۔ متکلم ہے (سورۂ الشوریٰ پ ۲۵ رکوع ۵۔ آیت ۵۰)

۶۔ سمیع ہے (سورۂ شوریٰ پ ۲۵ رکوع ۲۔ آیت ۱۰)

۷۔ بصیر ہے (سورۂ شوریٰ رکوع ۲۔ آیت ۱۰)

۸۔ حی ہے یعنی زندہ ہے (سورۂ بقر پ ۳ رکوع ۳۴۔ آیت ۲۵۶)

(ب) سلبی صفات اور وہ سات ہین (۱) اس کا کوئی شریک نہین (سورۂ اخلاص پ ۳۰)

۲۔ وہ مرئی نہین یعنی دکھائی نہین دیتا (سورۂ انعام پ ۔ رکوع ۱۲۔ آیت ۸ ۱) ۔

۳۔ وہ جسم نہین رکھتا (سورۂ بقر پ ۳ رکوع ۳۴۔ آیت ۲۵۶) مین ہو کہ اس کو اونگھ اور نیند نہین آتی جو اس امر پر دال ہین کہ خدا صاحب جسم نہین ہو اور نہ حرکت کے سبب سے اس مین سستی پیدا ہوتی اور نیند آتی (۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷) مکان زمان۔ حلول اور ترکیب سے بری ہے (سورۂ شوریٰ پ ۲۵ رکوع ۲۔ آیت ۱۰) جس حالت مین کہ خدائے تعالیٰ جوہر (جیسے جسم و روح) اور عرض (جیسے رنگ و بو) نہین ہو تو مکان و زمان و حلول اور ترکیب سے منزہ ہوگا۔

ان صفات کے علاوہ اور بھی چند صفات کمالیہ پروردگار عالم نے سورۂ حشر پ ۲۸ مین بیان فرمائی ہین۔ مثلاً رحمٰن۔ رحیم۔ حکیم۔ بدیع ملک۔ سلام۔ مومن۔ مہیمن۔ عزیز۔ جبار۔ متکبر۔ قدوس۔ خالق۔ باری مصور (آیات ۲۳۔ ۲۲۔ رکوع ۳)

ہفت صفات باری تعالیٰ کو امہاتِ صفات کہتے ہین اور وہ یہ ہین (۱) حیات (۲) علم (۳) قدرت (۴) ارادہ (۵) سماعت (۶) بصارت (۷) تکلم۔

ذات و صفات باری تعالیٰ کے متعلق مسلمانون مین تین مذہب ہین۔ ایک یہ کہ صفات باری تعالیٰ عین ذات ہین۔ دوسرے یہ کہ

غیر ذات ہیں۔ تیسرے یہ کہ نہ عین ہیں نہ غیر۔ شیعہ امامیہ و معتزلہ مذہب اول کے اور بعض اشعریہ مذہب دوم کے اور بعض اشعریہ و ماتریدیہ مذہب سوم کے معتقد ہیں (ماخوذ از علوم القرآن۔ دا لکلام و توحید الائمہ)

(۲۲۵) **اللہ اکبر**۔ اللہ بہت بڑا ہے۔ ارکان نماز میں سے ایک رکن "اللہ اکبر" کہنا بھی ہے جس کو تکبیرۃ الاحرام کہتے ہیں۔ جانور ذبح کرتے وقت "بسم اللہ" کے بعد عموماً "اللہ اکبر" کہتے ہیں۔

یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ تکبیر (اللہ اکبر) مسلمانوں کا اوڑھنا بچھونا ہے مہد سے لحد تک وہ اللہ اکبر کی فضا میں بڑھتے اور آخر کار اللہ ہی کی کبریائی کے یقین میں مرتے ہیں۔

(۲۲۶) **اِلہام** (ع) لغوی معنی دل میں ڈال دینے کے ہیں۔ اصطلاح میں اُس سچی بات کو الہام کہتے ہیں جو بغیر قیاس و قرینہ۔ بدون سیاق و سباق و بلا رعایت علم و عقل غیب سے خود بخود ذہن میں آ جائے پس ظاہر ہے کہ الہام بالکل فیض ربانی ہے جس میں عقل و اکتساب کو کوئی دخل نہیں ہے۔

قرآن شریف میں صرف ایک مقام پر یہ لفظ آیا ہے یعنی سورۂ والضحیٰ (پ ۳۰ رکوع اول آیت ۸) میں طبری نے "فالہمہا" کے دو معنی بیان کئے ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے ان باتوں کو نفس میں ڈال دیا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے یہ باتیں نفس میں ڈال دیں۔ معتزلی مفسرین (زمخشری و کشاف) نے پہلے معنی اختیار کیے ہیں لیکن اشاعرہ نے دوسرے معنے درست سمجھے ہیں چنانچہ رازی نیشاپوری کا مسلک یہی ہے

اصحاب صوفیہ نے الہام کے معنی کچھ اور لئے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ خود کو دو طریق سے ظاہر کرتا ہے۔ ایک تو یہ کہ فرداً فرداً ہر شخص کے نفس میں اپنا علم کرے اور دوسرا طریق یہ کہ عام طور سے مجموعتاً رسولوں کے ذریعہ سے اپنا پیغام پہونچائے۔ پہلا طریق الہام اور دوسرا وحی ہے۔

الہام اور وحی میں فرق یہ ہے کہ وحی کسی فرشتہ کے ذریعہ سے پیغمبر پر نازل ہوتی ہے اور اس کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ دوسروں کو پہونچا دی جائے لیکن الہام کا تعلق کسی فرشتہ سے نہیں ہوتا اور نہ اس کا مخاطب کوئی اور شخص ہوتا ہے (ماخوذ از رسالہ صوفی) علامہ ابن خلدون نے بھی اپنے مقدمہ میں الہام اور وحی پر فلسفیانہ بحث کی ہے اور اُس فطری قابلیت کا وجود تسلیم کیا ہے جس کے باعث بشریت جسمانیت اور روحانیت سے بالکل منسلخ ہو جاتی اور ملائک کے افق اعلیٰ میں پہونچ جاتی ہے۔

سر سید احمد تہذیب الاخلاق میں لکھتے ہیں کہ جس طرح انسان میں اور قوتیں ہیں اُسی طرح ملکۂ الہام و وحی بھی ہے۔ یہ ملکہ ایک آلہ ہے اکتشاف علوم اور حقائق اشیاء کا اس لئے اس کا تعلق کسی خاص علم یا کسی خاص شے پر منحصر نہیں ہے۔ بلکہ ہر ایک سے جداگانہ اور مستقل تعلق رکھتا ہے۔

(۲۲۷) **الواح** (ع) تختیاں۔ جمع ہے لوح کی۔ سورۂ اعراف (پ ۹ رکوع ۱۷۔ آیت ۱۴۳) میں ہے کہ ہم نے لکھی اُس (موسیٰ) کیلئے تختیوں میں ہر ایک چیز از قسم نصیحت اور ہر ایک چیز کی تفصیل۔ پھر ہدایت کی اُن پر مضبوطی سے عمل کرنے کی اور حکم کرنے کی اپنی قوم کو عمل کریں اُن نصائح پر ورنہ تم کو فاسقوں میں سے کروں گا"

ان تمام حالات سے جو توریت (سفر خروج۔ باب ۲۴۔ ۳۱

درج ہین پایا جاتا ہو کہ وہ لوحین خود حضرت موسیٰ نے بنائی تہین
اور جو احکام خدا نے انکو دیے تھے وہ حضرت موسیٰ نے ان پتھرون کی
لوحون پر کندہ کیے تھے (ماخوذ از تفسیر القرآن) لیکن علمائے سلف مین
اختلاف ہے کہ وہ لوحین کس چیز کی تہین اور تعداد مین کے تہین بعض نے
زمرد کی بعض نے زبرجد کی اور بعض نے سُرخ یاقوت کی بتائی ہین کسی نے
انکی تعداد ۱۰ اور کسی نے ۷ لکھی ہے (ع ح)

(۲۲۸) الٰہیات (ع) علم الٰہی کی بحثین اسلئے علم الٰہیات شاخ ہو علم حکمت کی
اس علم مین ان تمام چیزون کی جنکا تعلق ذات، صفات اور علم الٰہی سے ہے بحث کیجاتی ہو
تاکہ اعتقادات حقہ اور تصورات صحیحہ حصول سعادت ابدی کے لئے حاصل ہو جائین اسی کو فلسفۂ اولیٰ بھی کہتے ہین

(۲۲۹) اولوالعزم (ع) صاحبان ارادہ۔ سورہ احقاف (پ ۲۶
رکوع ۴ آیت ۳۴) مین ہو کہ پس صبر کیجئے آپ محمد صلعم جیساکہ
صبر کیا پیغمبران اولوالعزم نے اور نہ جلدی چاہیئے انکے کفار واسطے
نزول عذاب۔ مفسرین مین سے بعض کا قول ہے کہ اولوالعزم سے
کل پیغمبر بلا استثنار مراد ہین۔ اس لئے کہ سب پیغمبرون نے عزم کیا ہو
احکام خدا کے پہونچانے کا اور دین حق کی ترقی کا۔ بعضون کے نزدیک
اولوالعزم پانچ پیغمبر ہین۔ نوح۔ ابراہیم۔ موسیٰ عیسیٰ اور محمد علیہم
الصلوٰۃ والسلام۔ اس لیے کہ یہ منسوخ کرنے والے ہین اپنی غیر کی
شرع کے اور انہین کو سادات انبیاء بھی کہتے ہین بعض مفسرین
کہتے ہین کہ چھ پیغمبر اولوالعزم ہین یعنی نوح۔ ابراہیم۔ اسمٰعیل یعقوب
یوسف اور ایوب علیہم السلام کہ انھون نے ایذا پر صبر کیا ہے بعضونکا
قول ہے کہ اولوالعزم وہ پیغمبر ہین جنکو جہاد کرنے کا حکم تھا۔

(۲۳۰) اُولوالامر (ع) صاحبان حکم۔ سورۂ نساء پ ۵
رکوع ۹ کی آیت ۳ (مشہور مین اور رکوع ۱۱) کی آیت چھیاسی مین
اولوالامر آیا ہے۔ اور آیت ۶۳ مین بالترتیب تین اطاعتون کا
حکم دیا گیا ہے یعنی اللہ کی۔ رسول کی اور اولوالامر کی۔ اس سوال کا
جواب کہ اولوالامر کون بزرگ وار ہین۔ علمائے اسلام مین مختلف فیہ ہو
علماء کی ایک جماعت کا خیال ہو کہ اولوالامر سے مراد مسلمانون کا خلیفہ
وامام ہے۔ خواہ وہ نااہل ہو۔ فاسق ہو ظالم ہو لیکن قوت نافذہ
رکھتا ہو یعنی احکامات قرآن اور سنت پر عمل کرنے والی قوت کا مالک
ہو تاکہ اسلام کا جماعتی نظام قائم رہ سکے۔ مولینا ابوالکلام آزاد نے
اپنے خطبۂ صدارت مین جو خلافت کے سلسلہ مین دیا تھا اسی خیال
کی تائید کی ہے۔ علماء کی دوسری جماعت جس مین امام رازی بھی
داخل ہین اولوالامر سے مراد علماء اور فقہاء لیتی ہے۔ اس جماعت
کی دلیل یہ ہے کہ اولوالامر کی اطاعت کا ذکر "اللہ" اور "رسول"
کی اطاعت کے ساتھ ساتھ کیا گیا ہے۔ پس اولوالامر ایسا ہونا چاہیے
جسکی اطاعت عین خدا کی اطاعت ہو پس سلاطین وامراء کو یہ
منصب کیونکر حاصل ہو سکتا ہے۔

مفسرین امامیہ اثنا عشریہ اولوالامر سے مراد ائمہ معصومین
علیہم السلام لیتے ہین کہ وہی محافظ اور امین شریعت محمدی ہین (تفسیر
عمدۃ البیان)

(۲۳۱) الٰہی (ع) میرے خدا۔ الٰہی مرکب ہے الٰہ سے کہ اسم ذات
حق تعالیٰ ہے اور حرف یائے متکلم ہے۔

۲۔ الٰہی نام ہے علم کا جو ثلاثہ حکمت یعنی طبعی۔ ریاضی اور الٰہی
مین سے ہے اور جسمین ان امور پر بحث کی جاتی ہے جو معرفت اللہ
سے متعلق ہین۔

۳۔ الٰہی نام ہے اُس سنہ کا جسکو شہنشاہ اکبر بادشاہ ہندوستان نے

اپنی بادشاہت کے پہلے سال یعنی ۹۶۳ھ ۱۵۵۶ء سے جاری کیا اور اپنے سکہ جات پر ضرب کرایا۔ اکبر کے بعد اسکے جانشینون نے بھی اس سنہ کو مقبول عام بنانے مین سعی کی لیکن مشکور نہ ہوئی۔

(۲۳۲) **الٰہیت** (ع) اصطلاح تصوف ہے اور مراد ہے ایسی احدیت سے جو تمام حقایق وجود کی جامع ہے جیسے آدم علیہ السلام کہ انہین تمام بشری صورتین جمع تہین اور یہی تمام بشری صورتون کی احدیت جمع ہے۔ الٰہیت، اللہ تعالیٰ کے اس نام کو بھی کہتے ہین جو بندے سے متعلق ہو (تذکرۃ السلوک مصطلحات صوفیہ)

(۲۳۳) **الیاسؑ** (ع) حضرت الیاس بن یسین بن فیشا بن فخاص بن العزار بن ہارون رسولون مین سے تھے۔ قرآن مجید مین حضرت الیاس کا ذکر مندرجۂ ذیل سورتون مین آیا ہے۔

(الف) سورۂ والصافات (پ ۲۳ رکوع ۴- آیت ۲۳) مین ہے کہ تحقیق الیاس رسولون مین سے ہے جس وقت الیاس نے اپنی قوم سے کہا کہ تم عذاب خدا سے نہین ڈرتے اور کیا تم بعل کی پرستش کرتے ہو اور اس سے بہتر پیدا کرنے والے کو چھوڑتے ہو۔ اللہ تمہارا اور تمہارے باپ داداؤن کا رب ہے پس انھون نے جھٹلایا (الیاس کو) اور تحقیق وہ عذاب مین گرفتار ہوے مگر وہ بندے جو مخلص تھے الیاس کا تذکرہ پچھلے لوگون مین باقی رہ گیا اور وہ الیاس پر سلام بھیجتے ہین تحقیق کہ ہم نیک کام کرنے والون کو ایسی ہی جزا دیتے ہین۔ تحقیق کہ الیاس مومنین مین سے ہے۔

(ب) سورۂ انعام (پ ۷ رکوع ۱۰- آیت ۸۵) مین ہے کہ ہدایت کی ہم نے ذکریا یحیی عیسیٰ اور الیاس کو کہ ہر ایک ان مین سے عبد صالح تہا۔

۲- صاحب غیاث اللغات لکھتے ہین کہ الیاس نام ہے ایک پیغمبر کا جو حضرت خضر کے بھائی ہین اور ان دونون بھائیون نے آب حیات پیا ہے اور ہمیشہ زندہ رہین گے خشکی کی خدمت حضرت خضر کے سپرد اور تری کی خدمت حضرت الیاس کے متعلق ہے۔ مولینا عبد الرزاق کاشی نے ان اقوال کی تغلیط کی ہے اور اصطلاح مین لکھا ہے کہ خضر کنایہ ہے بسط سے اور الیاس قبض سے۔

(۲۳۴) **اُمّ** (ع) ماں۔ اس کی جمع امات و امہات آتی ہے

(۲) ام کے معنی ہین اصل ہر چیز کی جیسے ام العلوم (علوم کی اصل یعنی علم صرف) اور ام القریٰ (شہرون کی اصل یعنی مکہ معظمہ)

۲- شریعت اسلامی نے ماں کے ساتھ نیکی کرنے کا تاکیدی حکم دیا ہے قرآن مجید کی سورۂ احقاف (پ ۲۶ رکوع ۲- آیت ۱۲) مین ان تکالیف کا ذکر کرکے جو ماں استقرار حمل سے وضع حمل تک برداشت کرتی ہے حکم دیا ہے کہ ماں کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے۔

قرآن مجید مین متعدد مقامات پر اطاعت والدین کے تاکیدی احکام مندرج ہین مثلاً۔

۱- سورۂ بقر رکوع ۱۰ (۲) سورۂ نسار رکوع ۶ (۳) سورۂ لقمان رکوع اول مین اور عموماً اطاعت والدین کا یہ حکم فریضۂ توحید ہی کے ساتھ ملتا ہے۔ اس امر پر شاہد ہے کہ توحید کے بعد شاید انسان کا سب سے بڑا فرض یہی ہے۔ اگر اس دور عقلیت" مین منقولات سے استدلال لانا تاریک خیال بننے کے مماثل نہ ہو تو ہم ان حکامات مذکورہ کی طرف انجمن حریت نسوان واقع انگلستان کی توجہ معطوف کرانا چاہتے ہین جو والدین کے وجود کو مٹا دینا اپنا فرض اولین سمجھے ہوئے ہے۔

۳- ماں کو اختیار ہے خواہ وہ اپنے بچے کی رضاعت کرے یا نکرے قانون شریعت اسکو دودھ پلانے پر مجبور نہیں کرتا۔

۴- میت کے ولد کی موجودگی میں ماں کا چھٹا حصہ ارث میں ہے اگر میت لاولد ہو تو تیسرا حصہ (سورہ نساء پ ۴۔ رکوع ۲۔ آیت ۱۲)

(۲۳۵) **اُم حبیبہ**۔ آپ کا نام رملہ اور کنیت ام حبیبہ تھی آپ ابو سفیان کی صاحبزادی تھیں۔ آنحضرت صلعم کی بعثت سے ۱۰ سال قبل یعنی ۵۹۳ء میں پیدا ہوئیں۔ آپ کا پہلا عقد عبداللہ بن جحش سے کہ حرب بن امیہ کا حلیف تھا ہوا اپنے شوہر کے ساتھ مسلمان ہو کر اپنے ملک حبش کی طرف ہجرت کی حبش میں جا کر عبداللہ مرتد ہو گیا لیکن ام حبیبہ اسلام پر قائم رہیں۔

عبداللہ کے انتقال پر آنحضرت صلعم نے آپکو جبکہ آپ حبش ہی میں تھیں پیغام نکاح دیا اور نجاشی بادشاہ حبش نے حضرت جعفر بن ابی طالب اور دیگر مسلمانوں کو جمع کر کے خطبۂ نکاح پڑھایا نکاح کے بعد ۷ھ میں ہمراہی حضرت جعفر طیار حبشہ سے حضرت ام حبیبہ جہاز میں بیٹھ کر مدینہ منورہ کو آئیں۔ اس وقت آپکا سن ۳۶ یا ۳۷ سال کا تھا آپ کا انتقال ۴۴ھ / ۶۶۴ء میں ہوا اور مدینہ منورہ میں دفن ہوئیں

(۲۳۶) **اُم سلمہ**۔ آپ کا اسم شریف ہند۔ کنیت ام سلمہ تھی۔ آپ قریش کے خاندان مخزوم سے تھیں۔ آپکا پہلا عقد نکاح عبداللہ بن عبدالاسد سے ہوا جو عام طور پر ابوسلمہ کے نام سے مشہور ہے اور رشتہ میں ام سلمہ کے عمزاد بھائی اور آنحضرت صلعم کے رضاعی برادر تھے۔ آغاز اسلام میں اپنے شوہر کے ساتھ آپ اسلام لائیں اور انکی معیت میں ۵ سنہ نبوی میں حبش کی طرف ہجرت کی کچھ عرصہ تک حبش میں قیام کر کے مکہ کو واپس آئیں اور یہاں سے مدینہ منورہ کو ہجرت کی حضرت ابوسلمہ کی وفات پر جو غزوۂ احد میں زخم کاری لگنے کے باعث ہوئی آپکا عقد ثانی آنحضرت صلعم سے ہوا۔ آنحضرت صلعم کو آپ سے بیحد محبت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ جب تمام بیبیوں کو حضرت عائشہ کی شکایت کی ضرورت پیش آئی تو اس موقع کے لئے سب نے انہیں کو منتخب کیا (سیرۃ الصحابیہ) ام سلمہ آپ نے حضرت عائشہ کو ہر ممکن طریقہ سے نصیحت کی کہ جناب علی مرتضیٰ کے خلاف جنگ نکریں لیکن انھوں نے آپ کا ارشاد قبول نکیا۔

آپکا انتقال ۶۳ھ / ۶۸۲ء میں ہوا اور بقیع میں مدفون ہیں آپنے ۸۴ سال کی عمر پائی۔ ازواج رسولخدا صلعم میں سب کے بعد آپ کا انتقال ہوا۔

(۲۳۷) **اُم القُریٰ** (ع) شہروں کی اصل۔ مراد مکہ معظمہ اس لئے بخیال قرب وجوار کے دیگر قریوں کے مکہ معظمہ پہلے آباد ہوا تھا۔

(۲۳۸) **اُم الکتاب** (ع) کتاب کی اصل۔ کنایہ ہے سورۂ فاتحہ سے

۲- قرآن مجید کو بھی ام الکتاب کہتے ہیں (سورۂ آل عمران پ ۳ رکوع اول آیت ۵)

۳- لوح محفوظ (سورۂ رعد پ ۱۳ رکوع ۶۔ آیت ۳۹)

۴- اصطلاح تصوف میں عقل اول کو کہتے ہیں اور وحدت یعنی حقیقت محمدی کو بھی کہتے ہیں بعض مراتب احدیت کو بھی ام الکتاب کہتے ہیں (تذکرۃ السلوک مصطلحات صوفیہ)

(۲۳۹) **اُم کلثوم**۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی صاحبزادی تھیں آپکا پہلا عقد نکاح آنحضرت صلعم نے عتبہ بن ابولہب سے کیا تھا لیکن عتبہ کے طلاق دینے پر اور رقیہ کے انتقال ہو جانے پر آنحضرت صلعم نے آپ کا عقد ثانی حضرت عثمان بن عفان سے کر دیا۔ آپنے ۹ھ / ۶۳۰ء میں وفات پائی۔

۲- حضرت فاطمۃ الزہرا کی دختر نیک اختر کا نام بھی اُم کلثوم تھا۔
ان بی بی محترمہ کے عقد نکاح ایک معرکۃ الآرا مسئلہ ہے شیعہ سُنی کا۔ اہل
تسنن کہتے ہین کہ حضرت علی مرتضیٰ نے جن اُم کلثوم کا عقد حضرت عمرؓ
سے کیا تھا یہ وہی اُم کلثوم بنت فاطمۃ الزہرا ہین۔ اہل تشیع کہتے ہین کہ
حضرت ابوبکر کے انتقال کے بعد اسماء بنت عمیس حضرت علی کے حبالۂ
نکاح مین آئی تھین انکے پاس حضرت ابوبکر سے دو اولادین تھین۔
پسری اولاد مین محمد تھے اور دختری اولاد مین اُم کلثوم جنکا نکاح
حضرت عمرؓ سے ہوا۔

(۲۴۰) اُم المومنین (ع) مومنین کی مائین۔ سورۂ احزاب (پ۲۱) رکوع
اول آیت ۶) مین ہے کہ بیبیان پیغمبر کی اُم المومنین ہین۔ یہ شرف ازواج
انبیا علیہم السلام کو لحاظ بزرگی و تعظیم حاصل ہے اور وہ اُمت پر مثل ماؤن
کے حرام ہین۔

آنحضرت صلعم کی ازواج بھی اُم المومنین کے لقب سے ملقب ہین۔
علماء امامیہ کے نزدیک یہ شرف ازواج انبیاء علیہم السلام کو اسوقت
تک حاصل رہتا ہے کہ وہ صاحب ایمان رہین اور طاعت خدا کرتی
رہین۔ اگر وہ نافرمان برداری احکام خدا ذوالجلال کرین تو یہ شرف
ساقط ہو جاتا ہے چنانچہ اُن کے نزدیک حضرت نوح اور حضرت لوط کی
وہ نافرمان بیبیان جنھون نے احکام خدا کی خلاف ورزی کی اُم المومنین
نہین ہو سکتین۔ اسی بنا پر حضرت عائشہ کو بھی شرف اُم المومنین سے
علیحدہ کرتے ہین کہ اُنھون نے خلیفۂ وقت اور امام زمان جناب علی مرتضےٰ
پر خروج کیا اور جنگ کی جو جنگ جمل کے نام سے موسوم ہے (تفسیر عمدۃ البیان)

(۲۴۱) اُم الولد (ع) اصطلاح فقہ مین اس لونڈی کو کہتے ہین
جس نے اپنے آقا کے نطفہ سے کوئی اولاد جنی ہو۔ ام الولد کو اس کا مالک
اپنی زندگی مین فروخت نہین کر سکتا اور بعد انتقال وہ آزاد ہو جاتی
ہے۔ ترکہ مین وارثون کو نہین پہونچتی۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ حقوق
دوامی ہین لیکن اہل تشیع کا مسلک ہے کہ ام الولد کا فروخت نہ کیا جانا اور
اس کا آزاد ہونا اس بچہ کے حصۂ میراث کے باعث ہے جو اس کے بطن
سے اور مالک کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے۔

(۲۴۲) اُمت (ع) گروہ۔ اُمت کی جمع ہے اُمم۔ اصطلاحاً اس گروہ
کو اُمت کہتے ہین جو کسی نبی کا تابع ہو۔ مثلاً مسلمان۔ یہود و نصاریٰ۔ بعض
محققین کا خیال ہے کہ اُمت ماخوذ ہے اُم سے اور اُم کے معنی قصد کرنے
کے ہین لہذا اُمت اس گروہ کو کہتے ہین جس نے ایک دل ہو کر کسی چیز کا
قصد کیا ہو۔ لفظ اُمت قرآن مجید مین بکثرت استعمال ہوا ہے۔ مثلاً
اُمت ابراہیم۔ اُمت عیسیٰ وغیرہ۔

(۲۴۳) اَمّارہ (ع) یہ لفظ اَمر سے مشتق ہے اور امارہ کے معنی بڑا
حکم کرنے والا ہین۔ امارہ نفس کی ایک قسم ہے۔ سورۂ یوسف (پ۱۳ رکوع
آیت ۵۳) مین ہے کہ نفس امارہ برائی کے ساتھ حکم کرتا ہے پس امارہ کا
میلان حسد کی طرف ہے اور وہ انسان کو لذات اور شہوات حسیہ کی طرف
رجوع کرتا ہے مختصر یہ کہ نفس امارہ مادۂ شر۔ منبع اخلاق ذمیمہ اور محرک
افعال بد ہے۔

(۲۴۴) امامان۔ صوفیون نے اولیاء اللہ کے مختلف مدارج مقرر
کئے ہین اور امامان ان مین سے ایک درجہ ہے۔ امامان دو شخص ہین ایک
غوث یعنی قطب کی داہنی طرف ہوتا ہے اور نظر اس کی عالم شہادت یعنی
عالم دنیا کی طرف ہوتی ہے یہ افضل و اعلیٰ ہے صاحب ملکوت سے اور
یہی شخص بعد قطب کے قطب کا خلیفہ ہوتا ہے (تذکرۃ السلوک مصطلحات
صوفیہ)

(۲۴۵) اِمام (ع) وہ شخص جس کی سرداری یا بادشاہت قبول کریجائے یا اس کی ہدایات وارشادات پرعمل کیا جائے امام کہلاتا ہے امام کی جمع ائمہ ہے۔ قرآن مجید مین لفظ امام مختلف معنون مین مستعمل ہوا ہے۔

۱۔ بمعنی سردار۔ سورۂ بقر (پ اول رکوع ۱۵۔ آیت ۱۱۸) تحقیق کہ مین تجکو آدمیون کا امام (یعنی سردار) کرنے والا ہون۔

۲۔ بمعنی ہادی۔ سورۂ بنی اسرائیل (پ ۱۵ رکوع ۸۔ آیت ۷۳) اس دن ہم آدمیون کو اُن کے امام (ہادی) کے ساتھ بلائینگے۔

۳۔ بمعنی مثالین برائے عبرت۔ سورۂ حجر (پ ۱۴ رکوع ۵ آیت ۷۹) تحقیق کہ وہ دونون (سدوم اور مدین) امام مبین ہین یعنی واضح اور روشن مثالین عبرت کی ہین۔ جمہور مفسرین کے خلاف اس آیت مین صاحب ارض القرآن نے امام مبین سے مراد شاہ راہ تجارت لی ہے جو مین سے حجاز ہو کر شام کو جاتی ہے۔ (دیکھو امام مبین)

۴۔ بمعنی نمونہ برائے تقلید۔ سورۂ فرقان (پ ۱۹ رکوع ۶۔ آیت ۷۴) ہمکو تو پرہیزگارون کے واسطے امام (یعنی نمونہ برائے تقلید) بنادے۔

فریقین (شیعہ و سُنی) تسلیم کرتے ہین کہ امامت نبوت کا شائبہ ہے اور امام کی فطرت قریب قریب پیغمبر کی فطرت کے واقع ہوتی ہے۔ ارشاد خداوندی سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ وہ ظالمون کو عہدۂ امامت تفویض نہین کرتا۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ مین تجھے (اے ابراہیم) امام بنانا چاہتا ہون (ابراہیم نے کہا) اور میری اولاد مین سے بھی (خدا نے فرمایا) میرا عہد ظالمون تک نہین پہونچتا (سورۂ بقر پ اول رکوع ۱۵۔ آیت ۱۱۸) لیکن تقرر امام مین فریقین نے جدا جدا راستے اختیار کیے ہین۔ پہلا نزاع جو اسلام مین پیدا ہوا وہ امامت کے متعلق تہا جو بڑہتے بڑہتے اعتقادات اور مسائل تک پہونچگیا اور اسلام کے دو زبردست فرقے "شیعہ" اور "سنی" کے وجود کا باعث بن گیا۔

شیعہ علی الاتفاق حضرت علی مرتضیٰ کو امام اول تسلیم کرتے ہین اور سب صحابہ سے افضل جانتے ہین۔ معتزلہ متاخرین کا بھی یہی مذہب ہے لیکن خطابیہ عباسیہ کے نزدیک حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عباس علی الترتیب امام ہین لیکن جمہور اہل سنن کا مذہب ہے کہ جس ترتیب سے خلافت منعقد ہوئی وہی صحیح ہے کتب دینیات مین امام مختلف معنون مین مستعمل ہوا ہے یعنی (الف) بمعنی بادشاہ اہل سنن کے نزدیک ریاست لوازمہ ہے امامت کا اور جو شخص بادشاہ نہ ہو اور قوت نافذہ نہ رکھتا ہو ہرگز امام نہ ہوگا۔ امام رازی نے اپنے تالیف نہایت العقول فی درایت الاصول مین امام کے نو اوصاف بتلائے ہین (۱) مرد ہو (۲) آزاد ہو (۳) بالغ ہو (۴) عاقل ہو (۵) مجتہد ہو اصول و فروع دین مین (۶) صاحب عدالت ظاہر مین ہو (۷) ذی رائے وصائب ہو (۸) شجاع ہو۔ یہ آٹھون اوصاف بالاتفاق معتبر ہین۔ اور نوین صفت یہ ہے کہ قریشی ہو۔ چونکہ امامت نیابت ہے رسول اللہ صلعم کی اور مقصود اس سے حفاظت ہے اہل اسلام دونون کے دین اور دنیا کے کامون کی اس لیئے امام کا فرض ہے (۱) علم دین جاری کرے (۲) ارکان اسلام قائم رکھے (۳) امر معروف اور نہی عن المنکر کا حکم کرے (۴) کافرون پر جہاد کرے (۵) شرعی سزائین جاری رکھے (۶) ذمیون کے حقوق کی حفاظت کرے۔ غرضکہ امام کو چاہیئے کہ ان تمام فرایض کو ٹھیک اُسیطرح انجام دے جسطرح کہ وہ نبی علیہ السلام کی ذات فایض البرکات سے انجام پاتے ہین (خلافت)

انتخاب امام کے طریقے جو اہل اسلام مین مروّج ہین تین ہین۔ اوّل۔ استخلاف یعنی نص (دوم) استیلا (سوم) اجماع اور جو بزرگ

ان تینون طریقون مین سے کسی ایک طریق سے بھی منتخب کر لیا جائے
وہ صحیح امام ہی علمار امامیہ صرف طریقہ نص کو صحیح طریقہ سمجھتے ہین اور
باقی دونون طریقون کے ابطال پر متفق ہین۔

اسلام کے مسلمات مین سے ہے کہ نبی کے بعد امام کا تقرر ہونا
چاہیئے۔لیکن کیا یہ تقرر خدائے تعالی کرے یا بندے۔اور کیا ثبوت
اس کا دلیل شرعی کے ساتھ ہی یا عقلی کے ساتھ۔خوارج کو مستثنی کر کے
اس لئے کہ وہ تقرر امام کو مطلقاً واجب نہین مانتے اسلام کے دیگر
فرقون کے عقاید مندرجۂ ذیل ہین۔

ا۔شیعہ اسمٰعیلیہ۔امامیہ اثنا عشریہ اور غلاۃ کہتے ہین کہ امام کا
مقرر کرنا اللہ پر واجب ہی اور اس وجوب کے ثبوت پر عقل دلالت کرتی
ہی۔انکا یہ بھی عقیدہ ہی کہ امام معصوم ہوتا ہو۔

۲۔اہلسنت۔معتزلہ وزیدیہ کے نزدیک امام کا تقرر خلق پر واجب ہے
یہ فرقے عصمت امام کے منکر ہین۔صرف عدالت ظاہری کو کافی جانتے
ہین۔

(ب) علمائے تشیع کے نزدیک امامت کے لئے بادشاہت شرط
نہین۔اگر کسی بزرگ مین دونون منصب جمع ہو جائین تو انسب ہے۔
ان کے نزدیک امام مندرجۂ ذیل اوصاف سے متصف ہو۔

ا۔منصوص من اللہ ہو یعنی مثل پیغمبر کے حق سبحانہٗ تعالی کی طرف
سے مقرر ہو۔

۲۔معصوم ہو یعنی امام مثل نبی کے گناہان کبیرہ وصغیرہ سے پاک ہو

۳۔امام ہر ایک عمدہ صفت مین عام اُمت سے افضل ہو یعنی علم
حلم شجاعت وسخاوت وغیرہ مین یکتائے زمانہ ہو۔

۴۔امام ہاشمی ہو یعنی اولاد رسول خدا صلعم سے ہو۔

سر سید تہذیب الاخلاق مین لکھتے ہین کہ پیشوایان دین نے امام کا
لقب خلفار بنی امیہ کے دور اخیر مین اختیار کیا اور اول اول جو بزرگ
اس لقب سے ملقب ہوئے وہ ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن
عباس ہین اس لئے کہ وہ حصول خلافت کے لئے کوشش کر رہے
تھے اور امید آیندہ پر انہون نے امام کا لقب اختیار کیا تھا۔اسوقت سے
یہ لقب پیشوایان دین کو ملنے لگا چنانچہ دوازدہ معصومین کا لقب اسی وجہ
سے امام ہوا۔

جس واقعہ امام ابراہیم کی طرف سر سید نے اشارہ کیا ہو وہ ۱۲۶ھ / ۷۴۳ع
کا ہے۔

(ج) وہ جید عالم بھی امام کہلاتے ہین جو علوم دینیات کی کسی
شاخ مثل حدیث وفقہ وغیرہ مین کامل دسترس رکھتے ہون۔جیسے
امام ابو حنیفہ رح۔امام غزالی رح۔

(د) وہ شخص جو نماز پڑہائے امام کہلاتا ہو۔نماز مین امامت کیلئے
فقہار اہل السنن نے اُس شخص کو ترجیح دی ہو جو احکام نماز سے کما حقہٗ
واقف ہو ایسے شخص کی عدم موجودگی مین قاری متقی اور بزرگ بلحاظ
عمر علی الترتیب امام ہون گے۔(المشکوٰۃ۔کتاب الصلوٰۃ باب امامت)
وہ لوگ جو امامت نماز کے لئے منتخب نہین ہو سکتے حسب ذیل
ہین۔

ا۔مجنون دائمی (۲) مدہوش (۳) نابالغ (۴) عورت (۵) خنثی۔
(۶) معذور (۷) مسبوق (۸) لاحق (۹) بدعتی (۱۰) وہ مقلد جو خدا
کے جھونٹ بولنے کے قایل ہین۔

فقہار امامیہ کے نزدیک امامت نماز کیلئے ایمان۔عدالت (جو
تقوی اور مروت کو شامل ہی) عقل۔طہارت ولد (یعنی حلال زادگی)

اور بلوغ معتبر ہو۔ اگر کوئی بزرگ ان اوصاف کا نہو تو نماز جماعت منعقد نہ ہوگی اور ہر شخص گو صف مین موجود ہو انفرادی حیثیت سے نماز پڑہیگا۔ اہل تشیع اُس بزرگ کو جو نماز مین امامت کرے پیش نماز کہتے ہین۔ اس لئے کہ لفظ امام انکی اصطلاح مین ائمہ اثنا عشریہ مین سے کسی ایک بزرگ وار کے لئے مخصوص ہو۔

(۲۴۶) اِمام بارڑہ۔ وہ مکان جس مین تعزیہ رکہا جائے اور جہان ذکر فضایل و مصائب اہلبیت نبوی کیا جائے امام بارڑہ کہلاتا ہو اہل تشیع امام بارڑہ کو واجب التعظیم مقام سمجھتے ہین (تعزیہ)

(۲۴۷) اِمام مُبین۔ قرآن مجید مین امام مُبین دو مقامات پر آیا ہے اول سورۂ حجر (پ ۱۴ رکوع ۵۔ آیت ۷۹) مین کہ تحقیق وہ دونون (سدوم اور مدین) امام مبین ہین۔

دوم۔ سورۂ یٰسین (پ ۲۲۔ رکوع اول آیت ۱۱) مین کہ ہم نے ہر ایک چیز کو امام مبین مین احاطہ کیا ہے۔ مفسرین سورۂ حجر مین امام مُبین سے مراد واضح اور روشن شاہراہ لیتے ہین اور سورۂ یٰسین مین لوح محفوظ۔ صاحب ارض القرآن نے سورۂ حجر مین امام مُبین سے مراد وہ شاہراہ تجارت لی ہو کہ جو یمن سے حجاز ہو کر شام کو جاتی ہو اور جسکے دامن بایمن عرب قدیم کی تمام بڑی آبادیان واقع تہین صحاب الایکہ اور موتفکہ (یعنی سدوم والے اسی راستہ پر آباد تھے۔

(۲۴۸) اِمام مہدی۔ اہل اسلام باستثناء چند متحد الخیال ہین کہ حضرت صلعم نے قُرب قیامت مین ایک امام کے ظہور کی خبر دی ہو جن کا لقب مہدی ہو اور جو آنحضرت صلعم کے ہمنام اور ہم کنیت ہون گے۔ اور زمین کو عدل و انصاف سے لبریز کر دین گے۔ لیکن چند امور ہین کہ جنمین مسلمان متحد الخیال نہین۔

اختلاف اول۔ حضرت مہدی کس کی اولاد سے ہین۔ اس ضمن مین کئی قول مروی ہین۔

(الف) آنجناب اولاد حضرت عباس بن عبد المطلب سے ہون گے۔

(ب) آنجناب اولاد حضرت علی مرتضیٰ سے ہون گے اور وہ محمد بن حنیفہ ہین۔

(ج) آنجناب اولاد امام حسن سے ہون گے۔ یہ قول جمہور اہل تسنن کا ہے۔

(د) آنجناب اولاد امام حسین سے ہون گے۔ یہ قول امامیہ اثنا عشریہ کا ہے۔

اختلاف دوم۔ اس بارہ مین واقع ہوا ہو کہ حضرت کے والد ماجد کا نام کیا ہوگا۔ امامیہ تو آنجناب کے والد ماجد کا اسم مُبارک حضرت حسن عسکری بن علی بن محمد علیہم السلام بتاتے ہین۔ لیکن اہل تسنن کہتے ہین کہ حضرت کے والد ماجد کا نام جناب رسول خدا صلعم کے پدر بزرگ وار (حضرت عبد اللہ) کے ہم نام ہوگا۔

اختلاف سوم۔ آنجناب پیدا ہوئے یا نہین۔ اہل تشیع مین امامیہ کا عقیدہ ہو کہ امام آخر الزمان پیدا ہو گئے اور صحیح و سالم زندہ ہین مگر مصلحت الٰہی سے مخفی۔ قرب قیامت ظہور فرمائین گے۔ لیکن کیسانیہ مغیرہ۔ ناوسیہ۔ اسمٰعیلیہ۔ خالصہ۔ مبارکہ۔ واقفہ۔ محمدیہ اور عسکریہ اس بات کے معتقد ہین کہ حضرت مہدی موعود ظہور فرما چکے اور انتقال کر گئے۔ ان فرقون مین ہر ایک فرقہ جدا جدا بزرگ کے مہدی موعود ہونے کا قایل ہو۔ اہل تسنن کا عقیدہ ہو کہ مہدی آخر الزمان ابھی پیدا نہین ہوئے۔ قُرب قیامت مین پیدا ہون گے۔

سر سید احمد کا ایک مضمون تہذیب الاخلاق مین امام مہدی آخر الزمان

پر شائع ہوا ہی۔ اس کا ملخص یہ ہو کہ ان غلط قصون مین سے جو مسلمانون مین مشہور ہین ایک قصہ امام مہدی آخر الزمان کے پیدا ہونے کا ہے۔ اس قصہ کے متعلق بہت سی حدیثین بھی کتب احادیث مین مذکور ہین لیکن کچھ شبہ نہین کہ سب جھوٹی اور مصنوعی ہین جب ایک محقق کیا باعتبار واقعات تاریخی کے اور کیا باعتبار انکے راویون کے اُن پر غور کرتا ہو تو اُن کا غلط۔ نا معتبر اور وضعی ہونا آفتاب کی طرح روشن ہو جاتا ہو اور یہ بات بھی کھل جاتی ہو کہ یہ حدیثین صرف اس لئے وضع کی گئی تھین کہ خلافت ہاتھ آجائے اور بس۔

(۲۴۹) امانت (ع) کسی چیز کو اپنی حفاظت مین رکھنا امانت کہلاتا ہو۔ سورۂ نساء (پ ۵ رکوع ۸ - آیت ۶۳) مین ہو کہ حکم کرتا ہو اللہ تم کو اس بات کا کہ امانت اسکے مالک کو ادا کرو۔ حدیث مین ہو کہ اُس شخص کا ایمان صحیح نہین ہو جو امانت دار نہین ہو۔ پس ثابت ہوا کہ امانت مین خیانت کرنا بڑا گناہ ہو۔ اور خائن کے لئے وعید نہایت سخت ہو۔

جو چیز امانت رکھی جاوے اُس کو ودیعت کہتے ہین اور صاحب مال کو مودِع بکسر دال اور جس کے پاس امانت رکھین اُس کو مودَع بفتح دال اور امین کہتے ہین۔

عقد ودیعت ایجاب و قبول کا محتاج ہو اور ان معنون پر دلالت کرنے والی ہر ایک عبارت سے منعقد ہو جاتا ہو جو قبول فعل کو ظاہر کرے مثلاً امانت کے مال کو اپنے صندوق مین رکھ لینا۔ اگر مالک اپنا مال کسی شخص کے پاس ڈال دے دران حالیکہ وہ مال کی ذمہ داری قبول نہ کرتا ہو تو اُس مال کی حفاظت کرنا اُس شخص پر لازم نہین۔ امانت کے قبول کرنے مین تفریط اور تعدی موجب تاوان ہوتی ہی۔ تفریط سے مراد مال کو ایسی جگہ رکھنا جو محفوظ نہ ہو اور تعدی سے مراد امانت کو محفوظ مکان سے اپنے انتفاع کے لئے نکال لانا ہی۔

اگر ودیعت بغیر زیادتی مودَع (امین) تلف ہو گئی تو اُس پر تاوان لازم نہ آئے گا۔ اس کی سند آنحضرت صلعم کی حدیث ہی۔ "عاریت لینے پر تاوان نہین اور نہ مودَع (امین) پر اگر وہ خائن نہو" مودَع کو اجازت ہو کہ مال کی حفاظت خود کرے یا اپنے گھر والون کے پاس رکھے اگر وہ کسی اجنبی سے اُس کی حفاظت کرائے گا تو ضائع ہونے کی صورت مین ضمانت دار ہو گا۔ مودِع (صاحب مال) نے امانت طلب کی اور مودَع (امین) نے بوجود قدرت نہ دی یا انکار کیا تو ضامن ہو گیا۔ اگر دو شرکاء مال نے اپنا مال ایک شخص کے پاس امانت رکھا کچھ عرصہ کے بعد ایک شریک آیا تو مودَع (امین) کو اُس کا حصہ حوالہ کرنا نہ چاہئے جبتک کہ دوسرا شریک آجائے۔ جب ایک چیز دو شخصون کے پاس امانت رکھی گئی اور وہ شے ناقابل تقسیم ہو تو دونون امین کو متفقہ طور پر حفاظت کرنا چاہئے اور اگر قابل تقسیم ہو تو دونون امین نصف نصف اپنے پاس رکھ کر حفاظت کرینگے۔

اگر غاصب نے شئے مغصوب کو کسی کے پاس امانت رکھی۔ بعدہ وہ شے امین کے پاس سے تلف ہو گئی تو مالک کو اختیار ہو خواہ تاوان غاصب سے لیوے خواہ مودَع الغاصب سے (نور الہدایہ) جب تک امانت اسکے مالک کو یعنی مودِع کو نہ دیدی جائے۔ یا اُس کے وکیل کو تب تک وہ (امین) بری الذمہ نہین ہو۔ اگر مالک یا وکیل کو نہ پاوے تو امانت حاکم شرع کے سپرد کر دے (جامع الجعفری)

۲۔ تصوف مین امانت سے مراد عشق الٰہی اور اسرار حق تعالیٰ ہین۔

(۲۵۰) امامیہ (ع) متبعین امام۔ جب یہ لفظ امامیہ مطلقاً بلا قید بولتے ہین تو فرقہ اثنا عشری مراد ہوتا ہو (اثنا عشری) ابن الاثیر نے کتاب جامع الاصول کی بحث نبوت مین لکھا ہو کہ مذاہب مشہورہ اسلام مین جن پر عالم کے مسلمانون کا مدار ہو امامیہ بھی داخل ہو در مذہب اسلام

(۲۵۱) اَمر (ع) حکم کرنا۔ جمع امورات و امور۔ اصطلاح شریعت
مین وہ حکم جس سے کسی فعل کی طلب ثابت ہو امر کہلاتا ہی۔
۲۔ اصطلاح تصوف مین امر اس عالم کو کہتے ہین جو بے مادہ اور
بغیر مدت کے موجود ہوا ہی جیسے عقول۔ نفوس۔ عالم امر کو عالم ملکوت اور
عالم غیب بھی کہتے ہین (تذکرۃ السلوک مصطلحات صوفیہ) آیہ سخرہ۔
(سورہ اعراف پ۸ رکوع ۷ آیت ۵۲) مین ہی کہ لہ الخلق والامر اسکے
اختیار مین ہی خلق اور امر۔ اور اس مقام پر امر سے مُراد عالم امر ہے
اور خلق سے عالم تخلیق۔

(۲۵۲) امر معروف۔ نیک کامون کا حکم کرنا۔ چونکہ امر بالمعروف
اور نہی عن المنکر سے قیام حق و صداقت اور دفع باطل اور ضلالت بہ حسن
وجوہ انجام پاتا ہی اس لئے قرآن مجید مین امر بالمعروف کے متعلق تاکیدی
اور تحریصی احکامات متعدد مقامات پر موجود ہین جو اس امر کو واضح
کرتے ہین کہ مسلمانون کا مقصد حیات ہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر
ہی اور انکا درجہ شہادت پر فائز ہونا بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر
پر منحصر ہے۔

علاوہ احکامات قرآنی کے جو امر بالمعروف کے متعلق ہین احادیث
نبوی مین بھی اس فریضہ کی وضاحت تاکیدی الفاظ مین کی گئی ہی
چنانچہ۔

۱۔ حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا
کہ تم مین سے کوئی شخص ایک امر خلاف شرع ملاحظہ کرے تو اس کو ہاتھ
سے تغیر کرے (مثلاً نشہ کی چیز اوندھا دے یا غصب مالک کو دلوا دے)
نہین تو زبان سے تغیر کرے (یعنی نصیحت کرے اور وعید کی آیتین اُسکے
روبرو پڑھے) اگر اس پر بھی قادر نہو تو دل سے مکروہ رکھے لیکن دل سے
مکروہ رکھنا ایمان کا ضعف بتاتا ہی۔

۲۔ حضرت حذیفہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ قسم ہی
اُس ذات پاک کی کہ جان میری اُس کے ہاتھ مین ہی کہ تحقیق امر کرو
تم نیکی کے ساتھ اور منع کرو تم برائی سے ورنہ قریب ہی کہ تم پر اللہ تعالی
کا عذاب نازل ہوگا۔ پھر تمھاری دعا قبول نہوگی (المشکوۃ کتاب الادب
باب الامر بالمعروف)

فقہاء اسلام کہتے ہین کہ جب کوئی امر خلاف شرع امور حرام
مین سے شاہدہ کرے تو منع کرنا واجب ہی اور اگر وہ امر مکروہ ہے تو
ممانعت مستحب ہی لیکن شرط امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی یہ ہی کہ باعث
فتنہ نہون۔ فرضیت امر بالمعروف کی علماء نے بطریق کفایہ بیان
کی ہی لیکن امر بالمعروف فرض عین ہو جاتا ہی جب کوئی شخص اپنی
بیوی یا اولاد کو خلاف شرع فعل کرتے ہوئے دیکھے۔ جو شخص باوجود
قدرت کے امر بالمعروف نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اہل تو وہی بزرگ واعظ ہین
جو اُن مسلون کا علم واقعی رکھتے ہون جن کے متعلق وہ امر بالمعروف
کرنا چاہتے ہین خواہ ایسے بزرگ حکام وقت ہون یا علماء لیکن واجبات
ظاہرہ یا محرمات مشہورہ ہین امر بالمعروف کے مجاز عام مسلمان بھی
ہو سکتے ہین۔

(۲۵۳) امساک (ع) بند کرنے اور روکنے کو کہتے ہین چنانچہ
سورہ بقر پ۲ رکوع ۲۸۔ آیت ۱۲۸ مین ہی کہ جس وقت طلاق دو تم
عورتون کو اور وہ عدۃ مین بیٹھین) اور وہ اپنی مدت کو پہونچین (یعنی
قریب گذرنے عدۃ کے) تو انکو نیک نیتی کے ساتھ روک رکھو اسکو عین
۲۔ بخل کرنا یعنی تہیہ اسباب معیشت مین اپنی حیثیت اور استطاعت

کا خیال نہ رکھنا اور اپنی حثیت کے مطابق حلال وطیب اشیاء کا
استعمال نہ کرنا امساک کہلاتا ہی۔ کتب دینیات مین امساک راہ خدا مین
دیتے وقت مٹھی بند کرنے اور ہاتھ کو بخشش سے روک لینے کے معنو مین
مستعمل ہوا ہی۔ برعکس انفاق کے جس کے معنی روزی دینے اور خرچ
کرنے کے ہین۔

بخل وامساک کی مذمت قرآن مجید مین متعدد مقامات پر آئی
ہی۔ مثلاً سورۂ آل عمران (پ ۴ رکوع ۱۸) سورۂ نسار (پ ۵ رکوع ۶
آیت ۴۱) (دیکھو بخل)

(۲۵۴) آمنہ۔ حضرت آمنہ جناب رسول خدا صلعم کی والدۂ
محترمہ کا اسم مبارک ہی۔ آپ وھب بن عبد مناف کی صاحبزادی تھین
آپکا عقد نکاح حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب سے ہوا۔ آنحضرت صلعم
اس اتحاد کے پاکیزہ ثمر ہین۔ ایک مرتبہ حضرت آمنہ مدینہ (جو اُس زمانہ
مین یثرب کہلاتا تہا) کو تشریف لیگیئن تاکہ حضرت عبد اللہ کی قبر کی
زیارت کرین۔ اس سفر مین آنحضرت صلعم بھی شریک تھے جنکی عمر
چار برس کی تھی (بعض ارباب سیر نے سات برس کی لکھی ہی) جب حضرت
آمنہ زیارت کرکے واپس ہوئین تو منزل ابوا مین جو ما بین مکہ معظمہ
اور مدینہ منورہ کے ہی انتقال کیا اور وہین مدفون ہوئین۔ آنحضرت
صلعم کی پیدایش سے دو ماہ پیشتر حضرت عبد اللہ نے انتقال فرمایا اور
جب آپکا سن شریف چار برس کا تہا تو مادر گرامی نے داعی اجل کو
لبیک کہا۔ غرضکہ آپکو نہ تو باپ کا سایۂ عاطفت نصیب ہوا اور نہ
آپ نے ماں کی آغوش محبت مین کچھ زیادہ عرصہ تک چین پایا۔

(۲۵۵) امومتہ (ع) مادری نسبت۔ فقہ کی اصطلاح مین اموتہ
سے وہ رشتہ داری مراد ہی جو ماں کی طرف منسوب ہو۔ برعکس ابوۃ کے
کہ وہ اس رشتہ داری پر دلالت کرتا ہی جو باپ کی طرف منسوب ہو
ماں کی نسبت سے مندرجۂ ذیل رشتے قائم ہوتے ہین۔

۱۔ ماموں (ممانی۔ ماموں زاد بھائی اور ماموں زاد بہن)
۲۔ خالہ (خالو خلیرا بھائی اور خلیری بہن)
۳۔ نانا (۴) نانی (۵) پرنانا (۶) پرنانی۔

مسئلہ اموتہ فی زماننا ان علمی مسایل مین بار پاگیا ہی جن کی تحقیق
مین علماء یورپ مشغول ہین۔ چنانچہ تاریخ خاندان کے سلسلے مین ایک
جرمنی عالم (باکوفین) نے آثار گذشتہ اور اقوام متوحشہ کی زندگی کے
مطالعہ کے بعد چند اصول قائم کئے ہین اور اس امر کو ثابت کیا ہی کہ
دنیا مین سب سے پہلے دور اموتہ قائم ہوا ہی۔ اس جرمنی عالم کی
اولیات یہ ہین۔

۱۔ قدیم انسان نکاح مشارکت کرتے تھے کسی خاص مرد اور
عورت کا جوڑا نہین ہوتا تھا۔
۲۔ ایسی صورت مین جب باپ کا مشخص کرنا مشکل ہوا تو نسب
ماں سے چلایا گیا۔ اور اسی طرح اموتہ کی بنیاد پڑی۔
۳۔ جب والدین مین سے صرف ماں اولاد کی پیدا کرنے
والی اور ماخذ قرار دی گئی تو زمانہ قدیم مین اس کی نہایت تعظیم کیگئی
اور وہی رب قبیلہ بنی۔
۴۔ جب قدیم عادات نے صورت بدلی اور "نکاح فردی"
کی بنیاد پڑی اور دور ابوۃ قائم ہوا اور ایک بیوی ایک شوہر کیلئے
مخصوص ہوئی تو وہ تمام نظامات خانگی اور معاشرتی پیدا ہوئے
جو آج دور ابوۃ کے لوازمات نظر آتے ہین۔
باکوفین کے ۴ سال کے بعد ایک انگریزی عالم اس میدان

مین آیا لیکن اس بحث کو علمی درجہ تک پہونچا دینے کا فخر ایک امریکن عالم (مورگان) کی قسمت مین لکھا تھا اور وہی تاریخ خاندان کا سب سے مشہور اور مستند مصنف تسلیم کیا گیا ہے۔

علماء یورپ و امریکہ کی تقلید مین اس بحث پر ایک دلچسپ مضمون مولوی محمد اختر صاحب کے قلم سے "علیگڈھ منتھلی" بابت ۱۹۰۲ء مین شائع ہوا ہی۔ مولوی صاحب نے عربون کے دور امومتہ پر روشنی ڈالی ہی اور اس ضمن مین بہت سے معاشرتی اور تمدنی پہلو اور لوازمات کی تشریح کی ہو مثلاً اقسام نکاح جاہلیت۔ امومتہ اور تشخیص پدر کے اصول بطون اور قبایل کے اندرونی اور بیرونی نکاح امومتہ اور انساب۔ حریت اور رقیب پر امومتہ کا اثر۔ قریب اور بعید کے رشتہ دارون مین ازدواج نسار جاہلیت کی خود مختاری وغیرہ وغیرہ۔ غرضیکہ مضمون نہایت دلچسپ طریقہ پر ضبط تحریر مین لایا گیا ہو جو غور طلب اور تحقیق پسند حضرات کے لئے ہدایت نامہ کا کام دے سکتا ہو۔

(۲۵۶) اُمَنَاء (ع) جمع ہی امین کی جس کے معنی امانت دار کے ہین۔

۲۔ اصطلاح تصوف مین اُمنا ان درویشون کو کہتے ہین جنکے باطن کا حال ظاہر سے معلوم نہیین ہو سکتا۔ ان معنون مین امناء مرادف ہی ملامتہ کا (تذکرۃ السلوک مصطلحات صوفیہ)

(۲۵۷) اُمُورِ کلی۔ اصطلاح تصوف مین اس چیز کو کہتے ہین جسکا دور کرنا عقل سے ممکن نہ ہو اور نہ اُس کو عین مین پا سکین بالفاظ دیگر امور کلی وہ ہی کہ عقل مین موجود ہو اور خارج مین معدوم اور ایسی کوئی ذات نہو کہ اُس کو علم کہہ سکین (تذکرۃ السلوک مصطلحی صوفیہ)

(۲۵۸) امہات الاسماء۔ اصطلاح مین اللہ تعالیٰ کے چار نامون کو امہات الاسماء کہتے ہین اور وہ یہ ہین۔

(۱) اول (۲) آخر (۳) ظاہر (۴) باطن۔

(۲۵۹) اُمّی (ع) منسوب طرف ام بمعنی مان کے یعنی وہ شخص جس کا باپ طفلی مین مرجائے اور وہ باپ کی تربیت سے محروم رہی اور مان یا دایہ کی گود مین پرورش پائے۔ چونکہ ایسا لڑکا جاہل رہتا ہی اسلئے مجازاً اُس شخص کو اُمی کہتے ہین جو لکھا پڑھا نہو اگرچہ باپ کے سامنے جوان ہوا ہو (لغات کشوری)

۲۔ اُمیون۔ اُمت سے منسوب ہی بعض کہتے ہین کہ اس کی نسبت امت اور با علیہ العامہ کی طرف ہی۔ اُمی سے مراد عامی ہے جسے کوئی تمیز نہین ہوتی۔ زجاج کہتے ہین کہ امی وہ ہی جو امت (قوم) کی روش پر ہو تعلیم و تعلم مین اُسے کوئی دخل نہ ہو اور اپنی جبلت پر قائم ہو بعض کہتے ہین اُمی وہ ہی جو خط لکھ پڑھ نہ سکے بعض کہتے ہین کہ اُمی وہ لوگ ہین جن کے پاس خدا کی طرف سے نازل شدہ کتاب نہ ہو جسے وہ پڑھین یا لکھین خواہ غیر منزل کتابین لکھتے پڑھتے ہون۔ اس معنی مین سارے عرب اُمی تھے کیونکہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نازل شدہ کتاب نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

(الف) جو لوگ کتاب دیئے گئے ہین اور جو لوگ اُمی ہین اُن سے کہو کہ آیا تم اسلام قبول کرتے ہو؟ اگر اسلام قبول کرلین تو وہ ہدایت پا جاوینگے (سورہ آل عمران پ۳ رکوع ۲ ۔ آیت ۱۹)

(ب) اللہ تعالیٰ وہ ہی جس نے اُمیین مین اُنہی سے ایک رسول مبعوث فرمایا (سورۂ جمعہ پ۲۸ رکوع اول آیت ۲)

۳۔ اُمی لقب ہی آنحضرت صلعم کا۔ سورۂ اعراف (پ۹ رکوع 19

آیت ۱۵۰) مین ہو کہ پیروی کرتے ہین نبی اُمی کی اسی سورہ کی آیت ۱۵۸) مین بھی نبی اُمی آیا ہو۔ مفسرین کے اُمی کی تفسیر مین کئی قول ہین

اوّل۔ اُمی سے مراد ام القریٰ یعنی مکہ معظمہ کا رہنے والا یعنے آنحضرت صلعم۔

دوم۔ اُمی سے مراد بغیر لکھا پڑھا شخص یعنی آنحضرت صلعم کہ جنھون نے کسی سے تعلیم نہین پائی بلکہ فیضان الٰہی سے براہ راست شرف اندوز ہوئے۔

سوم۔ آنحضرت صلعم اس اعتبار سے اُمی ہین کہ وہ نہ لکھتے اور نہ کتابین پڑہتے تھے۔ اس اعتبار سے نہین کہ وہ حفظ نہین پڑہتے تھے بلکہ وہ قرآن کریم اپنے حفظ سے نہایت اچھا پڑہتے تھے۔

۴۔ اصطلاح فقہا مین اُمی قاری کا خلاف ہو اور وہ اکثر اس سے وہ شخص مُراد لیتے ہین جسمین قراءت کی اہلیت ہی نہ ہو۔

(۲۶۰) اُمید (ع) آرزو۔ اصطلاح تصوف تجلی روحی کو کہتے ہین اور محبوب حقیقی بھی کہ اللہ تعالیٰ ہو مراد ہوتا ہو۔

(۲۶۱) اَمیر (ع) رئیس۔ سردار۔ یہ لفظ بلحاظ معنی کے عام ہو لیکن اسلامی سلطنت مین چند معزز عہدون کے لئے اس لفظ کو مخصوص کر لیا گیا ہو مثلاً امام یا خلیفہ کو امیر الامرا یا امیر المومنین اور حاجیون کے سردار کو امیر الحاج کہتے ہین۔

(۲۶۲) امیر المومنین (ع) مومنین کے سردار بعض محققین کا خیال ہو کہ یہ خطاب پہلی مرتبہ عبد اللہ بن جحش کو بغوث نخلہ سے مراجعت کے بعد ۲ھ/۶۲۴ء مین دیا گیا۔ لیکن زمانہ ما بعد مین حضرت عمرؓ نے پہلی مرتبہ اپنے نام کے ساتھ اس لقب کا اضافہ کیا (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام) صاحب تفسیر عمدۃ البیان لکھتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے مومنین کو ہدایت کی کہ علی مرتضیٰ کو سلام کرو یعنی اُن کو امیر المومنین کہا کرو۔

(۲۶۳) آمِین (ع) خدا یون ہی کرے۔ یہ کلمہ ہر دعا کے اخیر مین بولا جاتا ہو۔

(۲۶۴) امین (ع) امانت دار۔ جمع اُمناء۔ وہ شخص جو مال و اسباب کو جو اس کی حفاظت مین رکھا جائے بغیر تفریط اور تعدی کے واپس کردے امین کہلاتا ہو۔ اصطلاح فقہ مین امین کو مودِع (بفتح دال) کہتے ہین (دیکھو امانت)

الامین۔ خطاب ہو جو کفاران قریش نے آنحضرت صلعم کو نبوت سے پہلے آپ کی دیانتداری اور حسن معاملگی کے اعتراف مین دیا تھا اور نبوت کے بعد بھی باوجود مخالفت مذہب اور عداوت شدید اہل قریش کی دولت کے لئے امون مقام آپ ہی کا کاشانہ تھا۔

(۲۶۵) اُمیہ۔ خلفا بنی اُمیہ کے جد امجد کا نام ہو۔ ابن اثیر جزری تاریخ کامل مین لکھتے ہین کہ عبد مناف کے دو بیٹے عبد شمس اور ہاشم توأم تولد ہوئے اور ایک کی انگلی دوسرے کی پیشانی سے چپان تھی۔ جب انکو علیحدہ کیا گیا تو خون جاری ہوا لوگ اس کو بدشگونی سمجھ کر کہنے لگے کہ ان دونون کی نسل مین خون ریزیان ہوا کرین گی جب ہاشم اپنے باپ عبد مناف کے بعد ان کی ریاست (سقایہ و رفادہ) کے رئیس ہوے تو امیہ بن عبد الشمس کے دل مین ہاشم کی جانب سے حسد پیدا ہوا۔ گویا یہ ابتدا تھی اُس عداوت کی کہ جو خاندان ہاشم اور امیہ مین واقع ہوئی۔

جب آنحضرت صلعم جو خاندان ہاشم سے ہین مبعوث برسالت ہوئے تو ابو سُفیان کو جو خاندان اُمیہ سے تھا اپنا اقتدار اہل قریش

مین بڑہانے کا اچھا موقعہ مل گیا اور اُس نے اسلام کے نیست و نابود کرنے مین کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا- غزوات نبی صلعم کا ایک ایک حرف شاہد ہی کہ بدر سے لیکر فتح مکہ تک جو معرکہ آرائیان ہوئین اُن مین ابوسفیان کا ہاتھ کام کر رہا تھا لیکن - ؎

دشمن چہ کند چو مہربان باشد دوست

ابوسفیان کو ہر طرح ناکامیابی رہی اور بالآخر اسلام قبول کرنا ہی پڑا رسول خدا صلعم کی وفات حسرت آیات کے بعد جب خلافت کا سوال پیدا ہوا تو دعوائے خلافت مین بنو امیہ نے ظاہری طور پر کوئی حصہ نہین لیا- لیکن حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے زمانہ مین بنی امیہ کو ملکی عہدے دیے گئے- اور بنی ہاشم دودھ کی مکھی کی طرح علیحدہ ڈالدیے گئے حضرت عمرؓ کے زمان خلافت مین بھی بنو ہاشم کے ساتھ کوئی خاص رعایت مرعی نہین رکھی گئی- لیکن یزید بن ابی سفیان اور اسکی وفات کے بعد امیر معاویہ بن ابی سفیان کو جو خاندان امیہ سے تھے ملک شام کی جو بجائے خود ایک سلطنت تھی امارت تفویض کی گئی- امیر معاویہ اس عہدۂ جلیلہ پر چھبیس سال مسلسل فایز رہے اور بالآخر وہین سے خلافت پر قابض ہوگئے- علاوہ ازین حضرت عمرؓ نے اپنے بعد جن چھ شخصون کو خلافت کے لئے نامزد کیا اُمنین حضرت عثمان اموی بھی تھے- اور ثالث عبدالرحمن بن عوف مقرر کئے گئے- جنھون نے مسند خلافت کے لئے علاوہ دیگر شرائط کے سیرت شیخین پر عمل کرنے کی شرط لازمی قرار دی حضرت علی مرتضیٰ نے سیرت شیخین کو اپنا معمول بہ بنانے سے انکار کیا لہذا حضرت عثمانؓ کا انتخاب عمل مین آیا-

بنی امیہ کا ملکی اقتدار حاصل کرنا گویا بنی ہاشم اور خصوصاً خاندان رسالت کو چیلنج دینا تہا- چنانچہ ایسا ہی ہوا اور بنی امیہ کی تمام تر توجہ بنی ہاشم کے حقوق کی پامالی کی جانب اور خاندان رسالت کے استیصال کی طرف منعطف ہوگئی- پامالی حقوق کا آغاز تو حضرت عثمانؓ ہی کے عہد خلافت مین ہوچکا تہا لیکن استیصال خاندان رسالت کا تخم امیر معاویہ نے جناب علی مرتضیٰ کے خلاف علم بغاوت بلند کرکے بویا اور بالآخر ۶۱ھ/۶۸۰ء مین حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کرکے بنی امیہ نے اپنا کلیجہ ٹھنڈا کیا-

خاندان بنی امیہ مین امیر معاویہ پہلے شخص ہین جنھون نے شام مین مستقل حکومت قائم کی اور اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین نامزد کرکے خلافت کو موروثی بنا دیا اور ان شرائط کو پاؤن کے نیچے کچل ڈالا جو انھون نے ۴۱ھ/۶۶۱ء مین حضرت امام حسن سے حصول خلافت کے وقت کی تھین- خلفاء بنی امیہ نے ۴۱ھ/۶۶۱ء سے ۱۳۲ھ/۷۵۰ء تک حکومت کی اور اپنا دارالخلافہ دمشق رکھا اس زمانہ کو مستثنیٰ کرکے جو خلفاء بنی امیہ کو حضرت عبداللہ بن زبیر ۶۱ھ/۶۸۰ء لغایت ۷۳ھ/۶۹۲ء کے ساتھ خانہ جنگیون مین صرف کرنا پڑا باقی ماندہ زمانہ مین ان خلفا نے تمام دنیائے اسلام پر تنہا حکومت کی ہی- خلفاء بنی امیہ کے نام مع تاریخ جلوس ذیل مین درج ہین-

۱- امیر معاویہ ۴۱ھ/۶۶۱ء

۲- یزید بن معاویہ ۶۰ھ/۶۷۹ء

۳- معاویہ ثانی بن یزید ۶۴ھ/۶۸۳ء

۴- مروان بن الحکم ۶۴ھ/۶۸۳ء

۵- عبدالملک بن مروان ۶۵ھ/۶۸۴ء

۶- ولید بن عبدالملک ۸۶ھ/۷۰۵ء

۷- سلیمان بن عبدالملک ۹۶ھ / ۷۱۵ء

۸- عمر بن عبدالعزیز بن مروان ۹۹ھ / ۷۱۷ء

۹- یزید ثانی ۱۰۱ھ / ۷۲۰ء

۱۰- ہاشم بن عبدالملک ۱۰۵ھ / ۷۲۴ء

۱۱- ولید ثانی بن یزید ۱۲۵ھ / ۷۴۳ء

۱۲- یزید ثالث بن ولید ۱۲۶ھ / ۷۴۴ء

۱۳- ابراہیم بن ولید ۱۲۶ھ / ۷۴۴ء

۱۴- مروان ثانی بن محمد بن مروان ۱۲۷-۱۳۲ھ / ۷۴۴-۷۵۰ء

فتوحات ملکی کے اعتبار سے دور اموی نہایت درخشان رہا۔ اگرچہ اسلام کی فتوحات کا دائرہ خلافت راشدہ میں وسعت پذیر ہو چکا تھا اور عہد حضرت عمرؓ میں شام، مصر اور ایران تک مجاہدین اسلام کے قدم پہونچ گئے تھے لیکن حضرت عمرؓ کے عہد کی فتوحات ان فتوحات کے مقابلہ میں جو خلیفہ ولید کے عہد خلافت میں ہوئیں نہایت ہی پست آجاتی ہیں۔ بنی امیہ کے دور حکومت میں طرابلس، طنجہ، اندلس، چین، ہند، روم (ایشیائے کوچک) قسطنطنیہ، عراق، تونس، مراکش، افغانستان سب ہی پر اسلامی پرچم لہرایا۔ ان فتوحات کے علاوہ نظم ونسق ممالک محروسہ میں کیے جدید انتظامات ان ہی خلفاء کے جدت دماغ کے نتیجے تھے۔ مثلاً ڈاک کا انتظام، ٹکسال، دیوان الخاتم۔ علاوہ ازیں علوم وفنون کی اشاعت اور قرآن مجید میں حجاج بن یوسف ثقفی (عامل عراق) کے حکم سے اعراب کا لگایا جانا بھی عہد اموی کی خصوصیات میں سے ہیں لیکن یہ سب کچھ یک رخی تصویر ہے اور سیاسی نقطہ نظر سے قابل تحسین لیکن جب ان خلفاء کے کارناموں کو مذہب کی حیثیت سے دیکھا جائے تو اسلام کے منور چہرے پر ایسے سیاہ داغ ہیں جنکو دنیا کا کوئی غازہ دور نہیں کر سکتا۔ آنحضرت صلعم کو خدا نے ہادی بنا کر بھیجا تھا تاکہ لوگوں کو محاسن اخلاق کی تعلیم دیں۔ آپ کی بعثت کا اصلی مقصد دعوت مذہب۔ اصلاح اخلاق اور تزکیہ نفس تھا لیکن خلفاء بنی امیہ اخلاق ذمیمہ کی زندہ مثال اور کور باطنی کی عبرت انگیز تصویر تھے۔ شعار اسلام کی توہین ان خلفاء کی عادت ثانیہ بن گئی تھی۔ مورخوں نے ان کے ذمائم کے شمار میں صفحے کے صفحے سیاہ کیے ہیں۔ ہم مولانا ابوالکلام آزاد کے الفاظ میں ان خلفاء کی حقیقی اسلامی خدمات کا خاکہ پیش کرتے ہیں۔

مولانا فرماتے ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ اگر قیامت کے دن دنیا کے ظالموں کی صفوف تمام فساق وفجار سے الگ قرار دی جاویں تو ان سب میں پہلی صف یقیناً بنی امیہ کی ہوگی۔ ان ہی ظالموں نے اسلام کی روح حریت کو غارت ظلم واستبداد کیا۔ اور اس کے عین عروج اور نشو ونما کے وقت اس قوت نمو کو اپنے اغراض شخصیہ کے لئے کچل ڈالا۔ انکا اقتدار وتسلط فی الحقیقت امر بالمعروف کے سدباب کا پہلا دن تھا۔ نہ صرف یہ کہ انھوں نے اسلام کی جمہوریت کو غارت کر کے اس کی جگہ شخصی حکومت کی بنیاد ڈالی جو یقیناً اعتقاد قرآنی کی رو سے کفر جلی ہے بلکہ سب سے بڑا ظلم یہ کیا کہ اظہار حق اور امر معروف کی قوت کو تلوار کے زور سے دبانا چاہا اور مسلمانوں کے حق گوئی کے ترقی کنان ولولوں کو مضمحل کردیا (ماخوذ از صدائے حق)

۱۳۲ھ / ۷۵۰ء میں امویہ کا دور گزر کر عباسیہ کا ستارۂ اقبال سیاہ پرچموں کے سایہ میں ایران کی سرزمین سے طلوع ہوا یعنی عباسیوں نے خلیفہ ہاشم ۱۰۵ھ / ۷۲۴ء کے زمانہ میں عنان خلافت کو ہاتھ میں لینے کے منصوبے باندھے اور بالآخر ۱۳۲ھ / ۷۵۰ء میں ابوالعباس

(بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس) کو خلیفہ تسلیم کر کے بمقام کوفہ بیعت کی۔ مروان ثانی شکست کھا کر مصر کو بھاگا جہاں وہ گرفتار ہو کر قتل ہوا اور ابوالعباس دنیائے اسلام کا خلیفہ تسلیم کر لیا گیا۔ (خلافت)

(۲۶۶) آن (ع) وقت۔ لحظہ۔ اصطلاح تصوف میں آن سے مراد وہ وقت ہے جس میں سالک (بر قلب سلیم) موجود ہو اور وہ وقت ٹھہرا ہوا نہیں (تذکرۃ السلوک مصطلحات صوفیہ)

(۲۶۷) اِنابَت (ع) توبہ کرنا۔ اصطلاح تصوف میں دل کو ظلمات اور شبہات سے نکال کر حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا اور تعینات سے خلاصی پانا۔

(۲۶۸) اَنارِ یاسین (ف) نوروز کے دن چالیس بار سورہ یٰسین انار پر پڑھ کر جو شخص بغیر شرکت غیرے اس (انار) کو کھا دے تو تمام سال امراض سے محفوظ رہے۔

(۲۶۹) اَنانیت (ع) خویشتن بینی۔ یہ لفظ مرکب ہے۔ انا بمعنی میں ہوں۔ اصطلاح تصوف میں انانیت ایک منزل ہے اور جبتک سالک خودی کو ترک نہیں کرتا یہ منزل طے نہیں ہوتی انانیت سے مراد ظاہر اور ثابت کرنا کسی وجود خارجی کا ہے اپنی انانیت کو کہ متعین ہو باعتبار مرتبہ ذاتیہ اپنے کے پس اگر کسی عارف کامل نے اپنی انانیت کو ظاہر کیا تو وہ انانیت حق تعالیٰ سے ہے کیونکہ وہ حق تعالیٰ میں فانی ہو کر کہتا ہے اور اگر کسی غیر عارف اور غیر سالک نے اپنی انانیت کو ظاہر کیا تو وہ انانیت روح عبد سے ہے کہ نادانستہ ظاہر کرتا ہے (کنوز الاسرار القدم)

(۲۷۰) اَنبیار (ع) وہ برگزیدہ نفوس جو حق تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوئے ہیں۔ انبیار کہلاتے ہیں۔ صاحب تفسیر القرآن نے "نبی" کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے کہ روحانی و اخلاقی علم کی صداقت دریافت کرنے والے شخص کو جس میں اس (علم) کی صداقت دریافت کرنے کا ملکہ (جو وحی و الہام سے تعبیر کیا جاتا ہے) ہو نبی کہتے ہیں۔ انبیار کا واحد نبی ہے اور لفظ نبی کا اشتقاق دو طرح پر آیا ہے ایک یہ کہ نبوت سے مشتق ہے جس کے معنی علو اور ارتفاع کے ہیں اور چونکہ نبی کا رتبہ دیگر مخلوقات کے مقابل میں اعلیٰ ہے اس لیے انکو نبی کہا گیا۔ دوسرے یہ کہ نبی مشتق ہے "بنا" سے جس کے معنی خبر دینے کے ہیں۔ نبی کا لفظ یہودیوں میں زیادہ مستعمل تھا۔ اور وہ صرف اُس بزرگ کو ہی نبی کہتے تھے جو پیشینگوئی کرتا اور غیب کی باتیں بتاتا تھا۔ پس یہودی نبی کو بنا سے مشتق کرتے تھے اور جو شخص واقعات آیندہ کی پیشین گوئی نہیں کرتا تھا اُس کو وہ نبی نہیں کہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ یہودی حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کو نبی نہیں کہتے ہیں لیکن مسلمان ان سب کو جن پر خدائے تعالیٰ نے وحی نازل کی نبی اور پیغمبر مانتے ہیں۔ ان کے نزدیک نبی مرادف لفظ ہی پیغمبر کا اور معاد کے حالات بتانے کے سبب پیغمبر پر نبی کا اطلاق کیا گیا ہے۔

انبیار کے فرایض کیا ہیں ان کی وضاحت قرآن مجید میں اس طرح کی گئی ہے۔

ہم نے تمھارے پاس رسول کو بھیجا جو تمھیں میں سے ہے وہ ہماری آیتیں[1] تمکو سناتا اور تم کو پاک کرتا ہے[2] (اخلاق رذیلہ سے) کتاب[3] و حکمت کی تعلیم دیتا اور وہ علوم[4] سکھاتا ہے جنھیں تم نہیں جانتے (سورہ بقرپ رکوع ۱۸۔ آیت ۱۴۶) نیکی[5] کا حکم دیتا ہے اور

بدی سے باز رکھتا ہی۔ پاک چیزون کو حلال قرار دیتا ہو۔ ناپاک چیزون کو حرام ٹھہراتا ہی۔ بوجھ کو دور کرتا ہی اور طوق کو جو گلے مین پڑا ہی نکال دیتا ہی (سورۂ اعراف پ۹ رکوع ۲۹۔ آیت ۱۵۸)

مندرجۂ بالا آیات قرآنی سے یہ امر بخوبی ثابت ہو جاتا ہی کہ ابنیاء کی بعثت کا مقصد تہذیب نفس و اخلاق ہی۔ شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ بالغہ مین لکھتے ہین کہ ابنیاء کا ایک اصول یہ ہی کہ جو امور تہذیب نفس اور قوم کی سیاست سے تعلق نہین رکھتے ان مین وہ مشغول نہین ہوتے۔ مثلاً بارش۔ گرہن اور ہالہ کے اسباب بیان کرنا۔ یا نباتات و حیوانات کی عجائبات یا چاند و سورج کی رفتار یا روزانہ حوادث کے اسباب یا ابنیاء و سلاطین کے قصے یا شہرون کے حالات وہ چیزین ہین جن سے وہ بحث نہین کرتے۔ مگر ہان صدہا معمولی باتین جن سے لوگون کے کان آشنا ہو چکے ہین اور ان کی عقلون نے جن باتون کو قبول کر لیا ہی ان باتون کا تذکرہ ابنیاء علیہم السلام خدا کی شان اور اس کی قدرت کے ذکر مین ضمنی طور پر اجمالاً بیان کرتے ہین اور اس مین مجاز یا استعارہ سے کام لیتے ہین۔

یہی وجہ ہی کہ جب لوگون نے آنحضرت صلعم سے چاند کے گھٹنے اور بڑہنے کا سبب دریافت کیا تو خدا نے اُس کے جواب دینے سے اعراض کیا اور اس کے بجاے مہینون کے تعین کرنے کا کا قاعدہ بیان کر دیا (دیکھو سورۂ بقر پ۲ رکوع ۲۴۔ آیت ۱۸۵)

یہود و نصاریٰ اور مسلمانون کے عقاید کے مطابق خدا سارے عالم کا خالق مالک اور قادر ہی اور لوگون کی ہدایت کے لئے ابنیا بھیجا کرتا ہی بخلاف اس کے ہندوؤن اور بدھ لوگون کا عقیدہ ہی کہ خدا خود مخلوق کی صورت اختیار کر کے نمودار ہوتا ہی اور عالم کو نور ہدایت سے روشن کرتا ہی (دیکھو پیغمبر اور رشی)

(۲۷۱) اِنتباہ (ع) خبردار کرنا۔ اصطلاح تصوف مین زوال غفلت کو کہتے ہین یعنی سالک کے دل مین جو غفلت اور فراموشی حق تعالیٰ سے واقع ہو جاتی ہی اُس کے دور کرنے کو انتباہ کہتے ہین۔

(۲۷۲) اِنجیل (ع) لغوی معنی مژدہ اور خوشخبری کے ہین عرف مین اس صحیفے کو کہتے ہین جو حضرت عیسیٰ پر نازل ہوا ہی قرآن مجید اور احادیث مین انجیل کا تذکرہ متعدد بار آیا ہی لیکن ان کتب مقدس مین انجیل سے مراد عہد جدید کی کتابین ماسواے اعمال اور حواریون کے نامون کے ہین۔

قرآن مجید مین انجیل کا ذکر چودہ مقامات پر آیا ہی ان مین سے چند مقامات یہ ہین۔

۱۔ سورۂ آل عمران (پ۳ رکوع اول آیت ۲) آپ پر (محمد صلعم) صحیفہ کو (قرآن مجید کو) نازل کیا ساتھ راستی اور درستی کے کہ وہ سچا کرنے والا ہی صحیفون کا جو اُس سے قبل نازل ہوے اور نازل کیا توریت اور انجیل کو اس سے قبل آدمیون کی ہدایت کے لئے۔

۲۔ سورۂ حدید (پ۲۷ رکوع ۴۔ آیت ۲۷) دی ہم نے (خداے تعالیٰ نے) اس کو (حضرت عیسیٰ کو) انجیل و ران لوگون کے دلون مین جنھون نے پیروی کی مہربانی اور بخشش پیدا کی۔

۳۔ سورۂ فتح (پ۲۶ رکوع ۴۔ آیت ۲۹) یہ (وصف ان لوگون کا جو سجدہ کرنے والے ہین) بتلایا گیا ہی توریت اور انجیل مین۔

المواہب (من تصنیف شہاب الدین احمد قسطلانی المتوفی ۹۲۳ھ / ۱۵۱۷ء) مین ہی کہ انجیل کا نزول سُریانی زبان مین ہوا اور صاحب معارج الدین نے لکھا ہی کہ حضرت عیسیٰ اور آپکے حواریون کی زبان ارامی (سُریانی) تھی - امام بخاری (المتوفی ۲۵۶ھ / ۸۶۹ء) نے ورقہ بن نوفل کے سلسلہ مین بیان کیا ہے کہ انجیل عبرانی زبان مین نازل ہوئی تھی - صاحب خطبات احمدیہ بھی اس بات کے قایل ہین کہ حضرت عیسیٰ کی زبان عبرانی تھی وہب بن منبہ کے قول کے مطابق جس کو زمخشری (المتوفی ۵۳۸ھ / ۱۱۴۴ء) نے نقل کیا ہی نزول انجیل کا زمانہ نزول زبور کے بارہ سو سال بعد ۱۳ - یا ۱۸ - رمضان المبارک قرار پایا ہی -

علماء اسلام کے اس مقدمہ مین کہ انجیل ناسخ توریت ہی یا نہین دو قول ہین -

پہلا قول یہ ہی کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم صاحب شریعت نہین ہین - انجیل متی (باب ۵ درس ۱۷) مین ہی کہ حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ یہ خیال مت کرو کہ مین توریت یا نبیون کی کتاب کو منسوخ کرنے آیا ہون - مین منسوخ کرنے کو نہین آیا ہون بلکہ ان کی تکمیل کے لئے آیا ہون -

دوسرا وہ قول ہی جس کے ناقل صاحب بیضاوی (المتوفی ۶۸۵ھ / ۱۲۸۶ء) ہین چنانچہ وہ اپنی تصنیف انوار التنزیل مین لکھتے ہین کہ حضرت عیسیٰ نے شرع موسوی کو منسوخ کیا ہی اور حضرت عیسیٰ پر بعض ایسی باتین الہام ہوئی ہین جو کہ حضرت موسیٰ پر نہین ہوئی تھین -

جاننا چاہیئے کہ انجیل کا آغاز اسم اب - اُم اور ابن کے ساتھ ہی بعینہ اُسی طرح جس طرح کہ قرآن مجید کی ابتدا بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ساتھ ہی - وہ انجیل جو حضرت عیسیٰ پر نازل ہوئی تھی اور جس کی زبان باختلاف اقوال سُریانی یا عبرانی تھی گم ہوگئی اور نصاریٰ نے دوسری انجیلین ایک مدت کے بعد مرتب کین - اس تاخیر کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہی کہ وہ لوگ حضرت عیسیٰ کے دوبارہ نزول کرنے کے زمانہ قریب ہی مین منتظر تھے اس لئے انجیل کو احاطۂ تحریر مین لانے کی طرف توجہ نہین کی گئی - اور انھون نے اپنے معمول بہ اقوال و افعال حضرت عیسیٰ کو بنایا - حواریون کے اقوال و افعال بھی اُن کے لئے چراغ ہدایت ثابت ہوئے - پہلی صدی عیسوی کے اواخر اور دوسری صدی کے اوایل مین جبکہ یہود اور جنٹائلز مین کشمکش شروع ہوئی اور فرقہ بندیان عمل مین آنے لگین تو عصبیت سے متاثر ہوکر ہر فرقے نے بخیال خویش اپنی اپنی انجیلین مرتب کرلین - ان اناجیل کی تعداد ۴۰ تک پہونچ گئی تھی (انسائیکلوبرٹنیکا - اپوکریفل) ان اناجیل کے علاوہ ایک بڑی تعداد حواریون کے خطوط کی تھی جو بطور سند پیش کئے جاتے تھے - نیقیہ کی مشہور کونسل (منعقدہ ۳۲۵ء) کے بعد جو کتب و نامجات مستند تسلیم کئے گئے یہ ہین -

۱ - چار انجیلین (یعنی متی - مرقس - لوقا - اور یوحنا)

۲ - نامجات - جیمس - پیٹر - جان اور یہودا

۳ - مکاشفات یوحنا اور پال کے ۱۳ خطوط ان کے علاوہ باقی سب اناجیل اور نامجات کو جعلی قرار دیدیا گیا - اس منتخب شدہ مجموعہ کا نام عہد جدید رکھا گیا - جسے پوپ گلاسیوس (۴۹۲ء لغایت ۴۹۶ء) نے باضابطہ طور پر سند قبول عطا کی اور عیسائیون مین آج تک یہی مجموعہ مروج اور مستند ہی (ماخوذ از صحف سماوی)

اناجیل اربعہ روایت بالمعنی کے طور پر سب سے پہلے یونانی زبان مین لکھی گیئن۔ بعدہٗ سترہ زبانون مین ان کے تراجم ہوے ان اناجیل کی مختصر کیفیت یہ ہی۔

۱۔ انجیل مرقس۔ یہ انجیل سب سے قدیم ہے جو سنہ ۶۵ء یا سنہ ۷۰ء کے درمیانی زمانہ مین تحریر ہوئی اس کا مصنف (مرقس) حواری نہ تھا بلکہ تابعی تھا یوسی بیس کا قول ہی کہ مرقس ایک یہودی الاصل یونانی تھا پہلے پال اور برناس کا رفیق کار رہا پھر ان سے علحدہ ہو کر پطرس حواری کی خدمت مین رہنے لگا۔ اس انجیل کا ماخذ سنی سنائی روایتین ہین جن کو روم کے عیسائیون کی ہدایت کے لئے اس نے قلمبند کی تھین۔ اس انجیل کے ابتدائی الفاظ یہ ہین آغاز انجیل یسوع مسیح ابن اللہ۔ اس انجیل کی بعض روایات دیگر مروجہ اناجیل سے متضاد مردی ہو گئی ہین۔

۲۔ انجیل متی۔ یہ انجیل بقول پروفیسر ہارناک سنہ ۸۰ء اور سنہ ۱۰۰ء کے درمیانی زمانہ مین تحریر ہوئی۔ اس انجیل کے ماخذ دو ہین ایک "لوگیا" جس کی نسبت مشہور ہی کہ حواری متی نے لکھا تھا اور جو حضرت عیسے کے مواعظ کا مجموعہ تھا۔ لیکن یہ لوگیا (ملفوظ) اُسی زمانہ مین ضائع ہو گیا تھا اور مترجم نے اپنی قوت حافظہ کے بھروسہ پر چند مواعظ نقل کیے ہین۔ دوسرا ماخذ اس انجیل کا انجیل مرقس ہی۔ انجیل مرقس کے ابواب دہم اور بست وتم کا متضاد مضامین پر مشتمل ہونا اس انجیل کے اعتبار کو سخت صدمہ پہونچاتا ہی۔

۳۔ انجیل لوقا۔ یہ لوقا حواری نہ تھا بلکہ تابعی اور اپنے عہد کا مشہور طبیب پروفیسر برکٹ کے قول کے مطابق یہ انجیل پہلی صدی کے اخیر زمانہ مین تحریر ہوئی۔ لوقا نے سینٹ پال کا فیض صحبت اُٹھایا تھا بلکہ اُسی کے ہاتھون پر عیسائی ہوا تھا۔ یہ انجیل مرقس اور متی کی اناجیل سے ماخوذ ہی۔

۴۔ انجیل یوحنا۔ اس انجیل کو یوحنا حواری کی طرف منسوب کیا جاتا ہی یہ انتساب محض مماثلت اسم پر مبنی ہی۔ پاپیاس کی روایت اور دیگر اسناد سے یہ روایت پایۂ ثبوت کو پہونچ چکی ہی کہ یوحنا حواری کو یہود نے سنہ ۶۵ء و سنہ ۷۰ء کے مابین شہید کر دیا تھا اور اُسکے زمانۂ شہادت تک کوئی انجیل یوحنا کے نام سے عالم وجود مین نہین آئی تھی۔ اس لئے یہ کہنا کہ مروجہ انجیل یوحنا کا جامع کوئی دوسرا یوحنا ہو ایک نفس واقعہ کا اظہار ہی۔ یوحنا جامع شہر افیوس واقع ایشیائے کوچک کا باشندہ تھا اور پہلی صدی عیسوی کے اخیر زمانہ مین گذرا ہی۔ اس انجیل کا آغاز ابتداءً اُس یہودی فلسفہ سے جو حکمائے اشراقیین کی تعلیم کے باعث اسکندریہ مین مقبول ہو چلا تھا کیا گیا ہی۔ اس فلسفہ کا امام اور اس کا رونق دینے والا فائلو یہودی (المتوفی سنہ ۵۰ء) حضرت عیسٰی کا معاصر تھا۔

انسائیکلوپیڈیا برٹینکا (طبع جدید جلد سوم) مین جمع و ترتیب انجیل پر ایک عالمانہ اور مبسوط مضمون درج ہے۔ اس مضمون سے اس امر پر بھی روشنی پڑتی ہی کہ حضرت عیسٰی کی معمول بہ تورات نہین صاحب معارج الدین نے اس مضمون کے چند ضروری فقرون کا ترجمہ اپنی تالیف مین درج کیا ہی ہم اس کو یہان نقل کرتے ہین۔

یسوع اور اُس کے حواریون کی کتابین اصل مین تورات نقین اور ایسا معلوم ہوتا ہی کہ یسوع اور اُس کے حواری انہین کتابون پر قانع تھے۔ وفات مسیح کے غالباً پورے دو سو برس بعد ایسی تحریرات نظر آتی ہین جن کو کتب عیسوی کہہ سکتے ہین۔ عیسائیون کی پہلی نسل

تحریر کتب کی طرف مائل نہ تھی اتنا ہی نہیں کہ کتب لکھنے کی طرف کوئی خاص توجہ نہ تھی بلکہ نہ لکھنے کے واسطے البتہ صریح علت موجود تھی۔ یہ علت اُن کے اس رجحان طبیعت مین مستتر تھی جس کو مسیح کی حیات بعد الممات سے تعبیر کرتے ہین۔ عیسائیون کی پہلی نسل مسیح کے آسمان سے دوبارہ آنے کی روزانہ منتظر رہتی تھی قلوب کی جب یہ حالت ہو تو مستقل تصانیف کی ضرورت ہی کیا تھی انکو تو یقین تھا کہ عنقریب خداوند سے بالمشافہ گفتگو ہوگی۔

مسیحی علمار کی یہ کاوشین کہ اختلافات اناجیل اربعہ دور ہوجاوین اُن کے مذہبی جوش اور خدمت دین کی زندہ مثالین ہین تبادلۂ خیالات سے مستفید ہونے کے لئے انہون نے انجمنین قائم کین اس سلسلہ مین اس انجمن کی کارروائی جو ۱۸۷۰ء مین شہر کنٹربری (واقع انگلستان) مین منعقد ہوئی خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ اس انجمن کے ۲۷ اراکین نے نہایت جانفشانی سے ایک نیا ترجمہ مدون کیا اور اس کا نام ریوائیزڈ ورشن Revised Version رکھا۔ اس ترجمہ مین جدید اکتشافات اثریہ سے بھی امداد لی گئی ہے۔

اناجیل اربعہ کی تنقید اور دیگر مکتوبات مذہبی کی تقریظ اس حقیقت کو بانگ دہل آشکارا کررہی ہین کہ عہد جدید کی کتابین اپنی اصلی کتب سے بہت دور جا پڑی ہین مسلمان علمار کا ذکر نہین خود مسیحی علما معترف ہین کہ اناجیل مروجہ مشکوک اور محرف ہین۔

قرآن مجید جیسا کہ اوراق مابعد مین درج کیا جاچکا ہے انجیل کو الہامی کتاب بتاتا ہے اور اس کی تعلیمات کو ہدایت اور راستی پر مبنی کہتا ہے لیکن اس حقیقت کو بھی آشکارا کررہا ہے کہ موجودہ اناجیل محرف ہین چنانچہ سورۂ نسا (پ ۵ رکوع ۷۔ آیت ۴۸) اور سورۂ مائدہ (پ ۶ رکوع ۳۔ آیت ۱۶) مین مسیحی علما کی اُن گمراہ کُن کوششون کا جو انھون نے انجیل کو محرف بنانے مین کی ہین اعلان موجود ہے۔ دوسرا اعلان قرآن مجید مین مسیحی علما کی اُن ناپاک چالاکیون کے متعلق ہے جو انہون نے ان پیشین گوئیون کو جو کتب سابقہ مین آنحضرت صلعم کے مبعوث برسالت ہونے کی نسبت تھین مشکوک بنانے مین چلی ہین

(دیکھو بشارت اور تحریف)

انسان کامل (من تصنیف عبدالکریم ابن ابراہیم الجیلانی ۷۶۷-۸۱۱ھ / ۱۳۵۹-۱۴۰۸ء) مین مرقوم ہے کہ انجیل کا آغاز اسم اب۔ ام۔ اور ابن کے ساتھ ہے۔ پس قوم نصاری نے اس کلام کے ظاہری معنی لئے اور انہون نے گمان کیا کہ اب۔ ام اور ابن سے روح مریم اور عیسے مراد ہین۔ پس انھون نے کہا کہ اللہ تین کا تیسرا ہے (سورۂ مائدہ پ ۶ رکوع ۱۰۔ آیت ۷۷) اور یہ نہ جانا کہ اب سے اسم اللہ اور ام سے کنہ ذات کہ جس کو ماہیت الحقایق کہتے ہین اور ابن سے کتاب یعنی وجود مطلق مراد ہے کیونکہ وہ ماہیت کنہہ کی فرع اور نتیجہ ہے اور اسی واسطے اللہ تعالی فرماتا ہے وعندہٗ ام الکتاب (سورۂ رعد پ ۱۳ رکوع دوم آیت ۳۹)

(۲۷۳) اندراج (ع) داخل کرنا۔ اصطلاح تصوف مین ایک چیز کا دوسری چیز مین بغیر حلول اور بغیر اتحاد کے داخل ہونا اندراج کہلاتا ہے۔

(۲۷۴) انزعاج (ع) اصطلاح تصوف مین قلب کا تاثیر وعظ و سماع سے حق تعالی کی طرف رجوع ہونا انزعاج کہلاتا ہے۔

(۲۷۵) اُنس (ع) محبت۔ پیار۔ اصطلاح تصوف مین اللہ کے جمال کا تاثر دل پر ہونا اُنس کہلاتا ہے۔

(۲۷۶) انس بن مالک۔ آنحضرت صلعم کے آخری صحابی تھے

جو بصرہ مین رہتے تھے آپ نے باختلاف روایات ۹۱ھ یا ۹۲ھ

مین سو سال کی عمر مین وفات پائی۔

(۲۷۷) **اِنسان** (ع) مذکر و مونث دونون پر بولا جاتا ہے

اس کی جمع اناسی ہی تمام مخلوقات کی پیدائش ابتدا مین مٹی کے

خمیر سے معلوم ہوتی ہی اس لئے کہ ابتدا مین کوئی حیوان جن مین انسان بھی

داخل ہی توالد سے پیدا نہین ہوا۔ اسکے بعد قانون قدرت اسطرح

جاری ہوا کہ ان متولد حیوانات کی جن مین نطفہ کا مادہ نہین تھا تولید

بغیر جوڑے کے جاری ہوئی جیسی کہ ابتک حشرات الارض مین ہوتی

ہی لیکن جن حیوانون مین نطفہ کا مادہ تھا اُن کا اول جوڑ تولید سے

پیدا ہوا اور اُسکے بعد توالد سے۔ چونکہ مبحوث فیہ انسان ہی اُس نے

اس کی تخلیق بموجب آیات قرآنی بیان کی جاتی ہے۔

۱۔ سورۂ کہف (پ ۱۵ رکوع ۵۔ آیت ۳۵) کیا تو نے (اے

انسان) کفر کیا اُس کی ذات کے ساتھ جس نے تجکو مٹی سے پیدا کیا۔

(یعنی اصل خلقت تیری مٹی ہی) پھر نطفہ سے پیدا کیا (بعد آدم کے)

پھر درست کیا تجکو ایک مرد۔

۲۔ سورۃ الحج (پ ۱۷ رکوع اول آیت ۵) بیشک ہم نے

انسان کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر نطفہ سے پھر خون بستہ۔ پھر گوشت سے

(خواہ پوری خلقت ہو یا ناتمام خلقت) پھر مختلف صورتیں بنائین

اس مین تمھارے لئے دلیلین ٹھرائین۔ رحم مین ایک مدت مقررہ

تک تم کو ٹھراتے ہین اور پھر تمھاری ماؤن کے شکمون مین سے

نکالتے ہین لڑکا کرکے جو کہ بلوغ کو پہونچتا ہے (یعنی اس کی عقل

استوار ہو جاتی ہی) اور بعض تم مین سے وہ ہے کہ متوفی ہوتا ہی لڑکپن

مین اور بعض تم مین سے وہ ہے جو بڑہاپے کو پہونچتا ہے۔

۳۔ المومنون (پ ۱۸ رکوع اول آیات ۱۲-۱۳-۱۴) مین ہے۔

بے شک ہم نے انسان کو خلاصہ خاک سے پیدا کیا۔ پھر اس کو قرار

گاہ مین نطفہ بنا کر رکھا۔ پھر نطفہ کو علقہ بنایا۔ پھر علقہ کو مضغہ

گوشت بنایا۔ پھر مضغہ گوشت سے ہڈیان بنائین۔ پھر ہڈیون کو

گوشت پہنایا۔ پھر اس کو ایک نئی صورت مین بنا دیا۔

یہ ہی وہ ساخت انسانی جو آیات قرآنی سے متبادر ہوتی ہی

اور جس کی صداقت پر فلسفۂ جدید بھی شہادت دے رہا ہی۔

آیات قرآنی اس امر پر بھی دلالت کر رہی ہین کہ کارخانہ

عالم کی ہر ایک چیز انسان کی محکوم اور تابع ہی اور وہ اشرف المخلوقات

ہی چنانچہ سورۂ بنی اسرائیل (پ ۱۵ رکوع ۷۔ آیت ۷۳) مین ہے

کہ اور ہمنے آدم کی اولاد کو عزت دی اور ہمنے انکو خشکی اور تری

مین (جانورون اور کشتیون پر) سوار کیا اور نفیس نفیس چیزین انکو

عطا فرمائین اور ہمنے انکو بہت سی مخلوقات پر فوقیت دی۔

۲۔ سورۂ بقر (پ اول رکوع ۳۔ آیت ۲۷) مین ہی کہ او رخدا

ہی کہ جس نے زمین کی ساری چیزین تمھارے لئے پیدا کین پس

ثابت ہوا کہ خدائے تعالیٰ نے دنیا کی ہر ایک چیز کو انسان کے لئے پیدا

کیا ہی لیکن انسان کو اپنے لئے خلق فرمایا ہی تاکہ وہ خدائے تعالیٰ کا

فرمان بردار مطیع اور اس کی عظمت و کبریائی کا اقرار کرنے والا بنے

چنانچہ ارشاد خداوندی ہی کہ۔

ا۔ ہم نے جن و انس کو اس لئے پیدا کیا ہی کہ وہ ہماری عبادت

کرین ہم اُن سے (مخلوق کی) رزق رسانی کی درخواست نہین کرتے

اور نہ اس امر کی کہ وہ ہم کو کھلایا پلایا کرین۔ اللہ خود ہی سب کو

رزق دینے والا ہے اور زبردست ہے (سورۃ الذاریات پ ۲۷

(رکوع ۲-آیات ۵۰-۵۶)

۲-لوگو اللہ ہی تو تمھارا پروردگار ہے پس تم اُس کی عبادت کرو کیا تم غور و فکر نہیں کرتے (سورۂ یونس پ ۱۱ رکوع اول آیت ۳)

انیسوین صدی عیسوی کے مسئلہ ارتقا کی رو سے انسان کی پیدایش اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ وہ ناچیز مادہ الحیات (پروٹوپلزم) جو ابتدا مین ایک دھبہ سا پانی نظر آتا تھا ہزارون لاکھون برس مین مدارج ارتقا طے کرتا ہوا اور ہر دور مین ایک جدید حاسہ کا اکتساب کرتا ہوا "احسن تقویم" کے منتہاے کمال پر پہونچکر انسان کا جلوہ دکھاتا ہے- علامہ ابن مسکویہ نے جو پانچوین صدی ہجری کے نامور حکما مین سے ہین اپنی کتاب "الفوز الاصغر" مین موجودہ ماہرین علم الحیات کی طرح نباتات سے ذی حیات کی ابتدا کی ہو اور بتلایا ہے کہ انسان پہلے جماد تھا- جماد سے نبات ہوا- نبات سے حیوان اور حیوان سے انسان اور یہی وہ ترتیب ہو جو ڈارون کے مسئلہ ارتقا مین بتلائی گئی ہے- صرف فرق اسقدر ہو کہ ڈارون روح انسانی کے ارتقا کا قائل نہین اور حکماے اسلام اس کے ارتقاے آیندہ یعنی حیات بعد الممات کا بھی عقیدہ رکھتے ہین

۲-الانسان- نام ہی سورۂ قرآنی کا جو انتیسوین پارہ مین درج ہی- اس سورہ کا دوسرا نام سورۂ دہر اور سورۂ ابرار بھی ہے- (دیکھو دہر)

(۲۷۸) انسان کامل مصطلحات صوفیہ مین سے ایک اصطلاح ہے انسان کامل اُس شخص کو کہتے ہین جس نے خود کو ذات باری تعالیٰ مین فنا کر دیا ہو اور وحدانیت کے حقیقی مفہوم کو سمجھ لیا ہو (رسالہ القشیری) مین لکھا ہو کہ انسان کامل وہ شخص ہو جو خدا کے اسماء صفات سے گذر کر عین ذات مین اپنے کو فنا کر دے لیکن رسالہ مین انسان کامل نہین لکھا ہی بلکہ الکامل التام لکھا ہے- انسان کامل کے الفاظ سب سے پہلے فصوص الحکم مین محمد بن عربی نے استعمال کئے ہین (ماخوذ از رسالہ صوفی)

۱-کتاب التعریفات مین انسان کامل سے مراد وہ ذات لیگئی ہو جو ربانی اور انسانی اوصاف کا مجموعہ ہو-

۲-انسان کامل علم تصوف پر ایک مستند کتاب ہو جس کے مصنف شیخ عبدالکریم ابن ابراہیم الجیلی (۷۶۷-۸۱۱ھ / ۱۳۶۵-۱۴۰۸ء) ہین- ان بزرگوار نے اپنے نظریہ انسان کامل کو اس خیال پر قائم کیا ہے کہ حق اور خلق دونون مظاہر ہین عین ذات کے اور قریب قریب یہی وہ دعوی تھا جو منصور حلاج (المقتول ۳۰۹ھ / ۹۲۱ء) نے کیا تھا-

(۲۷۹) انشاء (ع) لغوی معنی دل سے کوئی بات پیدا کرنا- ۱-عبارت لکھنا- انشاء ایک علم ہو جس کا موضوع عبارت نثر کا صحیح لکھنا ہے اس علم کو دو حصے ہین ایک حصہ مین انشاء سے بحث ہوتی ہو یعنی کلام نثر کی فصاحت اور بلاغت سے اور دوسرے حصہ مین لوازمات انشاء سے مثلاً خوبی خط وغیرہ حصہ ثانی کو مبادی انشاء کہتے ہین

۲-منطق کی اصطلاح مین انشاء اس کلام کو کہتے ہین جسمین صدق و کذب کا احتمال نہو

(۲۸۰) انشاء اللہ تعالیٰ (ع) اگر چاہے خدا- سورہ کہف (پ ۱۵ رکوع ۴- آیت ۲۳) مین خداے تعالیٰ فرماتا ہے کہ "نہ کہو (محمد صلعم) کسی چیز کے واسطے کہ تحقیق مین اسکو کل کرنے والا ہون بلکہ کہو انشاء اللہ- پس مسلمانون کو حکم خداوندی ہے کہ جس فعل کا ارادہ کل کرنے کا ہو تو انشاء اللہ تعالیٰ کہہ کر ارادہ کا اظہار کرین یا جب تک کلام منقطع نہو انشاء اللہ کہہ لین بعض روایات مین انشاء اللہ تعالیٰ

کہنے کی مدت چالیس روز اور بعض مین ایک سال بھی آئی ہو کر فراموش ہو جانے پر کہہ لیا جائے۔

اگر قسم کے بعد انشاء اللہ تعالی کہا جائے تو وہ قسم پختہ نہ ہوگی اور حانث پر کفارہ عاید نہ ہوگا۔ لیکن شرط یہ ہی کہ قسم کے بعد قسم کے متصل ہی انشاء اللہ تعالی کہا جائے اور ایسا فاصلہ نہ ڈالا جائے جو عادت کے خلاف ہو (نور الہدایہ و جامع الجعفری)

(۲۸۱) **انشراح** (ع) انشراح کے لغوی معنی دل کا کھلنا ہین۔ انشراح سورہ ہائے قرآنی مین سے ایک سورت ہی جو تیسوین پارہ مین درج ہی چونکہ یہ سورہ الفاظ الم نشرح سے شروع ہوتا ہی جسکے معنی ہین کہ کیا ہم نے نہین کھولا۔ اس لئے سورت کا نام انشراح رکھا گیا۔ علمائے امامیہ کے نزدیک الم نشرح تتمہ ہی سورہ الضحی کا یعنی جن نعمتون کا ذکر سورہ والضحی مین شروع ہوتا ہی انکا اختتام الم نشرح مین ہی۔

اس سورت مین آنحضرت صلعم کے سینہ مبارک کو کشادہ کرنے کا ذکر ہی اس لئے بعض علمائے شق صدر آنحضرت صلعم پر اس آیت سے استدلال لائے ہین لیکن محققین کا قول ہی کہ اس آیت مین الم نشرح سے مراد اس کے لفظی اور عرفی معنی یعنی کشادگی ہی ہین جو دل اور سینہ مین عقلی اور روحانی وسعت سے عرفان الہی اور منبع وحی ہونے کے لئے کی گئی تھی اور بس یہ جماعت شق صدر کی قایل نہین ہے اور ان تمام روایات کو جو اس ضمن مین پائی جاتی ہین جس عقیدت کا نتیجہ کہتی ہی جس کا اصلیت سے کچھ تعلق نہین۔

(۲۸۲) **انصاب** (ع) کھڑے ہوئے بت۔ جمع نصب کی ہی چونکہ ایام جاہلیت مین یہ بت عبادت کے لئے نصب کئے جاتے تھے اس لئے عرب انکو انصاب کہتے تھے اور ان پر مختلف قسم کی نذرین بھی چڑھاتے تھے قرآن مجید کی سورہ مائدہ (پ ۷ رکوع ۱۲۔ آیت ۹۲) مین ہی کہ اے مومنین سوائے اس کے کچھ نہین کہ شراب (پینی) جوا (کھیلنا) اور انصاب (کو پوجنا) اور فال کے تیر (سے فال نکالنا) ناپاک ہین۔ اور شیطان کے کامون مین سے ہین۔ پس پرہیز کرو تم اس سے تاکہ فلاح پاؤ۔ پس انصاب کی ممانعت مین نص قرآنی موجود ہے

(۲۸۳) **انصار** (ع) مددگار۔ جمع ہی ناصر کی۔ عرف مین انصار اُن اہل مدینہ کو کہتے ہین جنھون نے تبلیغ و اشاعت اسلام مین آنحضرت صلعم کی مدد و معاونت کی اور آپ کی جان کی حفاظت اپنے ذمہ لی چونکہ یہ معاونت دنیا اور عقبی کے لئے بہترین ثمرہ پیدا کرنے والی تھی اسلئے ارشاد خداوندی ہوا کہ جن لوگون نے اسلام کو پناہ دی اور اسکی نصرت کی وہی سچے مومنین ہین انکے لئے مغفرت اور اچھا رزق ہی (سورہ انفال پ ۱۰ رکوع ۱۰۔ آیت ۷۰) اور اس طرح انصار کا نام زندہ جاوید ہوگیا۔

انصار کے معزز لقب سے عرب کے دو مشہور قبیلہ اوس اور خزرج ممتاز ہین جو قبیلہ ثعلبہ کی نسل سے ہین۔ عام طور پر انصار کو جو قبیلہ ثعلبہ کی شاخ ازد کی ایک کڑی ہین قحطانی الاصل کہا جاتا ہے۔ جن کا ابتدائی وطن یمن تھا۔ اور جب وہ مشہور سیلاب جسکو "سیل عرم" کہتے ہین آیا تو یہ لوگ یمن سے نکل کر حجاز کے شہر یثرب مین (جس کا نام بعد مین "مدینۃ النبی" اور مختصر ہو کر مدینہ ہو گیا) آباد ہوئے۔ صاحب ارض القرآن انصار کے قحطانی الاصل ہونے کے منکر ہین۔ انکی تحقیق مین اوس اور خزرج بلحاظ نسب نابت بن اسمٰعیل کی ایک شاخ ہین اور زبان" مذہب" اخلاق قومی اور دیگر روایات کی بنا پر

غسان کے ہم نسب ہین۔ عمرو بن عامر اور حارثہ دونون غسانی ہین اور یہی دونون اوس و خزرج کے جد اعلیٰ تھے۔ غسان نے شام کا رُخ کیا اور اوس و خزرج نے یثرب کا (ارض القرآن حصہ دوم)

جب یہ خاندان یثرب مین آیا تو یہود صاحب اقتدار تھے۔ تجارت انکے قبضہ مین تھی اور علمی خزاین کے مالک بھی وہی بنے ہوئے تھے۔ لیکن جب یہودیون کی چیرہ دستی حد کو پہونچگیٔی تو بالآخر اوس و خزرج نے بنو غسان کی امداد سے ان کا زور توڑا۔ اور خود صاحب قوت ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد ہی ان دونون قبیلون مین بھی خانہ جنگی شروع ہو گیٔی جس کا سلسلہ ایک مدت تک قائم رہا۔ انکی مشہور لڑائیون کے نام یوم الربیع۔ یوم البقیع۔ حرب فارع اور یوم بعاث ہین۔ ان خانہ جنگیون مین دونون قبیلون کے اہل ادعا اور نامور بہادر کام آئے اور بالآخر فریقین مصالحت پر مجبور ہوئے کہ خورشید اسلام طلوع ہوا۔ اور ایک کلمہ لا الٰہ الا اللہ و محمد رسول اللہ کی برقی رو ان قبایل کی اتحادی رُوح کو حرکت مین لے آئی اور انما المومنون اخوۃ (سورۃ الحجرات پ ۲۶ رکوع اول آیت ۱۰) کا عملی نمونہ پیش ہونے لگا۔

شرف اسلام سے پیشتر انصار مذہباً بت پرست تھے اور قریش مکہ سے رشتہ داری رکھتے تھے لیکن یہودیون کی سیاسی قوت سے مرعوب ہو کر یہودیت کی طرف ان کا رجحان پیدا ہو گیا تھا حتیٰ کہ اوس و خزرج نذر مانتے کہ بچہ زندہ رہا تو یہودی بنائیں گے (ارض القرآن) ان ہی یہودیون کی زبانی جن کے زیر اثر اوس و خزرج نے زندگی گذاری تھی ان کو معلوم ہو چکا تھا کہ نبی آخر الزمان کے ظہور کا زمانہ قریب ہی اسلیئے وہ بھی ایک پیغمبر موعود کے منتظر اور اس کے استقبال کے لیے چشم براہ تھے۔

رجب سنہ ۱۱ نبوی مین جب آنحضرت صلعم حسب معمول ایام حج مین رؤسائے قبایل کو دعوت اسلام دینے کے لئے مکہ معظمہ سے باہر تشریف لے گئے تو عقبہ کے پاس جہان اب مسجد العقبہ ہے قبیلۂ خزرج کے چند اشخاص سے ملاقی ہوئے آنحضرت صلعم نے انکو دعوت اسلام دی اور وہ لوگ مشرف باسلام ہو گئے۔ دوسرے سال بارہ شخص یثرب (مدینہ) سے آئے اور بیعت کی آنحضرت صلعم نے انکی درخواست پر حضرت مصعب بن عمیر کو جو سابقین الاسلام مین سے تھے داعی بنا کر ان کے ہمراہ کر دیا تاکہ تعلیم القرآن کرتے رہین حضرت مُصعب کی فیض تلقین سے چند مہینون مین خزرج کے دو گھرانون کے سوا تمام گھرانے مسلمان ہو گئے اسلام کی تعلیم پاک نے اوسیون کو بھی اپنی طرف کھینچا اور سنہ ۱۲ نبوی کے ختم ہوتے ہوتے حضرت سعد بن معاذ کا اسلام قبول کرنا تھا کہ قبیلۂ اوس بھی اسلام کا حلقہ بگوش بن گیا۔

سنہ ۱۲ نبوی مین بہتر اشخاص قبیلۂ خزرج کے حج کے زمانہ مین آئے اور مقام منیٰ آنحضرت صلعم کے دست مقدس پر بیعت کی جو بیعت عقبۂ ثالث کے نام سے موسوم ہے اور جس کی شرائط یہ تھین۔ شرک، چوری زنا قتل اولاد اور افترا کے مرتکب نہ ہون گے۔ اور رسول اللہ صلعم کے حکم سے سرتابی نہ کرینگے۔ اخیر بیعت اس بات پر لیگیٔی کہ انصار آنحضرت صلعم کی جان کی حفاظت کرینگے۔ اولاً یہی بزرگ وار انصار کہلائے۔ لیکن جب کُل اہل مدینہ مسلمان ہو گئے تو وہ بھی انصار کے نام سے موسوم ہوئے تاکہ ان اصحاب سے متمیز ہو جاوین جو مہاجرین کہلاتے تھے اور مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے آئے تھے (ماخوذ از تاریخ ابو الفداء اسوۂ صحابہ۔ ارض القرآن)

(۲۸۴) انصداع (ع) لغوی معنی شگافتہ ہونا۔ اصطلاح تصوف

مین ظہور کثرت اور اعتبار صفات کثرت کی وجہ سے جمع کے بعد فرق کا پیدا ہونا انصداع کہلاتا ہی-

(۲۸۵) **انظار** (ع) مہلت دینا- اصطلاح فقہ مین مفلس (حسب اصطلاح فقہ) کے بیان کو سُننا یا اُس کی درخواست پر توجہ دینا انظار کہلاتا ہے-

(۲۸۶) **اَنعام** (ع) چارپائے- جمع ہے نعم کی- سورہ انعام (پ رکوع ۱۷- آیت ۷۹) ہی کہ خدا وہ ذات ہی کہ جس کے چارپایوں کو تمھارے لئے (بنی آدم کے لئے) تخلیق کیا ہی تاکہ بعضے جانوروں پر تم سوار ہو اور بعضے جانوروں کو خوراک بناؤ- بس معلوم ہوا کہ مویشیوں کی غایت تخلیق جو خالق ذوالجلال نے قرار دی ہی وہ بنی آدم کو نفع اور منفعت پہونچانا ہے اور یہ منفعت دو طرح سے حاصل ہو سکتی ہے ایک یہ کہ ان کو سواری اور باربرداری کے کام مین لایا جائے اور دوسرے یہ کہ ان کو خوراک بنایا جائے- جانوران باربرداری اور سواری کے انتخاب مین تو ملکی رسم و رواج کی پابندی کا مضایقہ نہین ہی لیکن چارپائے جو خوراک کے کام مین آتے ہین اور جن پر بالاتفاق فعل ذبح صادر ہو سکتا ہے یہ ہین- بکری- دُنبہ- گائے- بیل- اونٹ- گورخر اور وہ جانور جو اپنے دانت سے شکار نہین کرتے- گھوڑے اور خچر کی حلت مین اختلاف ہی (دیکھو اطعمہ)

مویشیون پر زکوٰۃ فرض ہی اگر وہ حد نصاب کو پہونچ جائین (نصاب) لیکن وہ مویشی جو باربرداری کے کام مین لائے جاتے ہین اور وہ چارپائے جنھون نے مباح (یعنی غیر مملوک) جنگل کی گھاس نہ کھائی ہو یا گیارہ ماہ سے کم عرصہ تک کھائی ہو یا مالک کی ملکیت کی گھانس پر گزران کیا ہو زکوٰۃ سے بری ہین- غرضکہ زکوٰۃ سائمہ (یعنی جنگل مین چرنے والے جانور) پر ہے معلوفہ (جن جانورون کو خود گھانس دیتے ہون) پر نہین-

۲- الانعام- قرآن مجید کی چھٹی صورت ہی- چونکہ اس سورہ مین چوپایون کا ذکر ہی اس لئے اس کا نام انعام ہی- اس سورت مین مجوسیون کے غلط عقاید اور غلط کاریون کو بھی واضح کرکے دکھایا ہی- یہ سورہ ایک ہی مرتبہ سب کا سب مکہ معظمہ مین نازل ہوا- ستر مقام پر اس سورہ مین خدائے تعالی کا نام ہے- اگر لوگ اس کی تلاوت کی بزرگی کو جانتے تو ہرگز اس کی تلاوت ترک نہ کرین (تفسیر عمدۃ البیان) بعض مکی آیتین بھی اس سورہ مین شامل کردی گئی ہین-

(۲۸۷) **اِنعام** (ع) نعمت دینا- احسان کرنا- عرف عام مین انعام اُس تحفہ کو کہتے ہین جو بڑے درجہ کے لوگ چھوٹے درجہ کے لوگون کو دیتے ہین- ہندوستان مین انعام سے مراد وہ زمین ہے جس کو حکام وقت نے حسن خدمات کے صلہ مین عطا کی ہو اور جس پر محصول دگان معاف ہو- انعام کی زمینین ورثہ مین منتقل ہوا کرتی ہین-

(۲۸۸) **اِنفاق** (ع) بمعنی خرچ کردن- اِس مصدر کے مشتقات کا بہت زاید استعمال قرآن مجید مین کیا گیا ہی- جابجا اللہ تعالی فرماتا ہی کہ خرچ کرو لیکن جب وہ آیات جو محض خرچ کرنے کے احکام تباتی ہین ان آیات کے ساتھ پڑھی جائین جن مین خرچ کرنے کی قیدین لگائی گئی ہین تو واضح ہو جاتا ہی کہ انفاق کے متعلق احکام الہی کیا ہین چنانچہ ذیل مین چند آیتون کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے جن مین خرچ کرنے کے (انفاق کے) مواقع بیان کئے گئے ہین-

۱- سورہ بقر (پ ۲ رکوع ۲۶- آیت ۲۱۱) لوگ پوچھتے ہین کہ ہم کس طرح خرچ کرین کہہ دیجئے- خیر کے لئے خرچ کرتے ہو تو ماں باپ

کو۔ نزدیک کے رشتہ داروں کو یتیم بچوں کو محتاجوں کو اور مسافروں کو دو۔ جو بھلائی کرو گے اللہ کو اس کا علم ضرور ہوگا۔

۲۔ سورۂ بقر (پ۳) رکوع ۳۶۔ آیات ۲۶۳-۲۶۴) اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے والے کی مثال ایسے دانہ کی سی ہے جو سات بالی اُگائے کہ ہر بالی میں سو دانہ ہوں اور اللہ جس کو چاہے بڑھا دیتا ہے اور اللہ صاحب وسعت و علم ہے۔ جو لوگ اپنا مال راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں پھر احسان نہیں جتاتے اور ایذا نہیں پہنچاتے اُن کے لئے اُن کے پروردگار کے پاس صلہ ہے اور اُنکو نہ خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہونگے

۳۔ سورۂ بقر (پ۳) رکوع ۳۷۔ آیت ۲۶۹) اے مومنین جو کچھ تم نے نیک کمائی کی ہے اور جو کچھ ہم نے تمھارے لئے زمین سے پیدا کیا ہے اُس میں (راہ خدا میں) صرف کرو اور خراب چیز کو اس نیت سے کہ اس میں (راہ خدا میں) صرف کرو۔ چھونا بھی نہیں۔ جبکہ تم خود اسکے لینے کے سزاوار نہیں ہو۔ سوائے اس کے کہ اس کے بارے میں چشم پوشی کر لو اور سمجھ لو کہ اللہ بے نیاز ہے اور لائق حمد ہے۔

۴۔ سورۂ ابراہیم (پ۱۳) رکوع ۵۔ آیت ۳۱) میرے اُن بندوں سے جو ایمان لائے ہیں کہدو کہ نماز پڑھا کریں اور اُس دن کے آنے سے پہلے کہ جس دن نہ کوئی سودا ہوگا اور نہ یاری (کام دیگی) جو کچھ ہم نے انکو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر طور پر ہماری راہ میں خرچ کرو۔

۵۔ سورۂ بنی اسرائیل (پ۱۵) رکوع ۱۱۔ آیت ۱۰۲) اگر تم میرے پروردگار کے خزانہ کے مالک ہو جاؤ تو اُس وقت تم بخل کرنے لگو۔ خرچ ہو جانے کے خوف سے اور آدمی تنگ دل ہے۔

(۲۸۹) انفال (ع) نفل کی جمع ہے جس کے معنی زیادتی کے ہیں۔ لیکن اصطلاح شرع میں مال غنیمت کو کہتے ہیں۔ انفال وہ مال ہے جو کہ دارالحرب سے بدون جنگ کے حاصل ہو یا وہ زمین ہے جس کے باشندے بغیر لڑے ہوئے جلاوطن ہو گئے ہوں۔ عرب جاہلیت میں قاعدہ تھا کہ رئیس قوم غنیمت کا چوتھا حصہ خود لیتا تھا جس کو اصطلاح میں مرباع کہتے تھے بقیہ مال کی تقسیم کا کوئی نظام نہ تھا۔ غزوۂ بدر (۲ھ ۶۲۴ء) کے بعد خدا نے انفال کو خود اپنی ملک قرار دیا جس میں سے خمس یعنی پانچواں حصہ خدا و رسول کے نام سے مخصوص ہوا۔ اور بقیہ حصہ سپاہیوں پر برابر تقسیم کر دیا جاتا۔

۲۔ اصطلاح فقہ میں انفال کو فی کہتے ہیں۔ اس لئے انفال کے احکامات لفظ "فی" کی تحت میں بیان ہوں گے۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

۳۔ انفال نام ہے آٹھویں سورۂ قرآنی کا۔ یہ سورہ مدنی ہے اسکی ابتدائی آیات میں قانون جنگ کا بیان ہے اور جنگ کی متعلقات یعنی مال غنیمت کی تقسیم کے قاعدے درج ہیں۔ اس سورہ کا نزول غزوۂ بدر کے بعد ہوا ہے۔ فضائل قرأت میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ہر ماہ کی تلاوت دل کو کدورت و نفاق سے پاک کرتی ہے۔

(۲۹۰) انفطار (ع) لپٹ جانا اور پارہ پارہ ہو جانا سورۂ قرآنی ہے جو تیسویں پارہ میں درج ہے۔ چونکہ اس سورہ کی پہلی آیت میں انفطرت (جو فعل مشتق ہے انفطار کا) ہے اس لئے اس سورہ کا نام انفطار ہوا یہ سورہ مکی ہے حضرت امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ جو کوئی اس سورہ کو نماز فرض میں یا نماز نافلہ میں پڑھے تو اس کو کوئی حجاب رحمت خدا سے مانع نہو۔

(۲۹۱) انیت (ع) اصطلاح تصوف میں مرتبۂ ذاتیہ کی حیثیت سے وجود عینی کا محقق ہو جانا۔ انیت کہلاتا ہے تذکرۃ السلوک۔

مصطلحات صوفیہ)

(۲۹۲) اَوَانی (ع) ظروف - اوانی جمع الجمع ہی آنار کی یعنی
اوانی آنیہ کی جمع ہی اور آنیہ جمع آنار کی ہی اور انا بمعنی برتن - حدیث
مین ہی کہ جب شام ہو تو بسم اللہ کہکر برتنون کو ڈہانک دو (مشکوٰۃ کتاب
الاطعمہ باب تغطیۃ الاوانی فصل اول) ابی ہریرہ سے روایت ہی کہ
آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جس برتن مین کتے پانی پی جاوین وہ سات
بار دہونے سے طاہر ہوتا ہی (المشکوٰۃ کتاب الطہارت، باب تطہیر
النجاسات فصل اول)

(۲۹۳) اَوتاد (ع) میخین - جمع ہی وتد کی - اوتاد ایک قسم ہے
اولیاء اللہ کی اور وہ چار شخص ہین جو اطراف عالم کے لئے بمنزلہ میخ
کے ہین مشرق والے کو عبدالحی مغرب والے کو عبدالعلیم شمالی والے کو
عبدالمرید اور جنوب والے کو عبدالقادر کہتے ہین (تذکرۃ السلوک
مصطلحات صوفیہ) (دیکھو وتد)

(۲۹۴) اُورشلم - نام ہی - ایک شہر ہے - اس کو یروشلم بھی کہتے ہین
حضرت داؤد (سنہ جلوس ۹۳۵ / ۱۰۵۵ ق م ابراہیمی) نے یبوس قوم سے
جو کافر تھی یروشلم کو فتح کرکے اپنا دارالحکومت بنایا اور مسجد اقصیٰ کی
جس کی تکمیل حضرت سلیمان کے زمانہ (۱۰۰۵ ق م) مین ہوئی بناء
ڈالی اس شہر کو بیت المقدس بھی کہتے ہین -

(۲۹۵) اَوقاف (ع) جمع ہی وقف کی - وقف کے لغوی معنی
کسی جگہ کھڑا ہونا یا ٹھہرنا ہین لیکن اصطلاح فقہ مین مال یا جائداد
کا اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص کردینا تاکہ وہ نیک کامون مین صرف
کی جائے وقف کہلاتا ہے - وقف کی تعریف اور اس کی اصلیت کی
بابت فقہائے اہل سنن مین اختلاف ہی - امام ابوحنیفہ کے نزدیک
ملک پر قبضہ رکھ کر منفعت کو خیرات کرنا جیسا عاریت مین ہوتا ہی کہ
وقف ہی لیکن امام یوسف اور امام محمد وقف سے مراد ملک کا راہ خدا
مین کلیۃً تصدیق کرتا ہی یعنی حصہ اور میراث کا حق اٹھا لینا ہے
فقہائے امامیہ کے نزدیک بھی واقف کا وقف پر سے قبضہ اٹھا لینا
ضروری ہی -

وقف مین چار شرطین ہین - پہلی شرط موقوف سے متعلق ہی
یعنی موقوف عین ہو - دین نہ ہو مملوک ہو اور ایسا ہو کہ اصل کے
باقی رہنے پر اس سے انتفاع حاصل ہو سکے اور اس پر قبضہ کرنا
صحیح ہو - دوسری شرط واقف سے متعلق ہے یعنی واقف کا
بالغ اور عاقل ہونا اور اس کا ملک پر جائز تصرف رکھنا معتبر ہے
تیسری شرط موقوف علیہ سے وابستہ ہے یعنی موقوف علیہ (۱) موجود ہو
(۲) اس کا کسی چیز کا مالک ہونا درست اور معین ہو (۳) اس پر
وقف کرنا حرام نہ ہو - چوتھی شرط وقف سے متعلق ہی یعنی وقف
(۱) دوام ہو (۲) ایسی شرط پر معلق نہ ہو جس کے واقع ہونے یا نہ ہونے
کا احتمال ہو (۳) موقوف علیہ کے قبضہ مین دیدی جائے اور واقف
اپنا قبضہ اٹھالے (جامع الجعفری)

وقف شریعت اسلامی کا بہت بڑا مسئلہ ہی - شاہ ولی اللہ صاحب
نے حجۃ اللہ البالغہ مین دعویٰ کیا ہی کہ وقف اسلام کی ایجاد ہے
اسلام کا پہلا وقف ۱ھ / ۶۲۲ء مین ان دو یتامیٰ کا ہی جنہون نے
اپنی ملکیت کی زمین مسجد نبوی واقع مدینہ منورہ کے لئے وقف کی
تھی ۴ھ / ۶۲۵ء یا ۵ھ / ۶۲۶ء مین حضرت ابوطلحہ صحابی نے بیرحاء ایک
زمین کا نام جو مدینہ مین واقع تھی اکا منافع اپنے اعزہ پر وقف کیا
۷ھ / ۶۲۸ء مین آنحضرت صلعم نے وقف کی حقیقت کو بالوضاحت بیان

فرمایا کہ اصل جائداد باقی رکھو کر منافع صدقہ کیا جا سکتا ہی اور نیز
یہ کہ اصل جائداد نہ بیچی جائے نہ ہبہ کی جائے اور نہ وراثت مین بانٹی
جائے (بخاری باب الوقف) غربا کی امداد اور مسلمانون کی درستی اور
بہبودی مین وقف کا نمایان حصہ رہا ہی۔ مکاتب علمی کے اخراجات
عموماً وقف ہی کی جائداد سے سرانجام پاتے تھے اور آج بھی جامع
ازہر واقع مصر وقف ہی کا نام لیوا باقی ہو (دیکھو ازہر)

وقف بہترین عبادت ہی۔ احادیث مین اس کی بڑی فضیلت
بیان کی گئی ہو یہ ایک صدقہ جاریہ یعنی ہمیشہ رہنے والی خیرات ہو
تمام نیکیون اور نیک کامون کا سلسلہ وفات کے بعد ٹوٹ جاتا ہے
لیکن وقف کا ثواب مرنے کے بعد بھی قائم رہتا ہی۔

وقف کی جائز صورتین۔ اُس کی تولیت۔ اس کی جائز صورتین
اور تولیت کی تبدیلی پر مفصل احکام کتب فقہ مین موجود ہین۔ اس
سلسلہ مین ہم مسلمانون کی توجہ وقف علی الاولاد کی طرف منعطف
کرانا چاہتے ہین اور چونکہ یہ مسئلہ قانونی حیثیت سے ہندوستان کی
گورنمنٹ نے ۱۹۱۳ء مین باقاعدہ طور پر پاس کردیا ہی اس لئے
مسلمانون کو اس سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ اس ایکٹ کا نام
ایکٹ جواز وقف علی الاولاد ۱۹۱۳ء ہی جو پانچ دفعات پر مشتمل ہو
اس وقف مین ایک بڑی خوبی یہ ہو کہ وہ ایک وصیت کی صورت
اختیار کرسکتا ہی اور صرف اولاد ہی پر موقوف نہین بلکہ اہل خاندان
بھی اُس سے مستفید ہوسکتے ہین۔

۲- توقف کرنا۔ علامات قرآنی مین سے وقف ایک علامت ہی
اور اس مقام پر وقت تلاوت ٹھہرنے کا حکم ہے۔ وقف اُن نشانات
مین سے ہو جن کو علما نے قرآن مجید کا مطلب سمجھانے کے لئے بنالئے
ہین۔ اِن نشانات کو وحی سے کوئی تعلق نہین۔

(۲۹۶) اولاد (ع) بیٹا بیٹی۔ بچوں کی ولادت پر جو رسومات ہندوستان
کے مسلمانون مین رواج پاگئی ہین ان کا بیشتر حصہ رسومات اہل ہنود
سے ماخوذ اور اسلامی نقطۂ نگاہ سے قابل گرفت ہو۔ اس لیئے ہم اس
مقام پر اُنہین رسومات کا ذکر کرین گے جن کی سند احادیث نبوی یا اقوال
بزرگان سلف سے پیش کی جاسکتی ہو۔ تاکہ وہ برائیان جو اختلاط ہنود
نے اسلامی رسم و رواج پر پیدا کردی ہین دور ہو جاوین۔ اب ہم
اُن اسلامی رسومات کو مختلف سرخیون کے تحت مین حوالۂ قلم کرتے
ہین۔

۱- ولادت۔ جب بچہ پیدا ہو تو جاوشیر پانی مین پیس کر دو
قطرے ناک کے داہنی سوراخ مین اور ایک قطرہ بائین سوراخ
مین ڈالین تاکہ مولود ام الصبیان کے مرض سے محفوظ رہی۔ لیکن
ان قطرات ناف کاٹنے سے پیشتر کرنا چاہئے۔ بعدہٗ بچہ کو غسل دے کر
ایک کپڑے مین لپیٹ لین اور گھر کا کوئی بزرگ یا مولوی بچہ کے داہنی
کان مین اذان اور بائین کان مین اقامت کہی بعدہ بچہ کی تحنیک
کرین یعنی اس کا تالو آب فرات یا آب شیرین مین خرمے کو ملا کر اٹھائین
بعد ازان خیرات تقسیم کرین۔

۲- تسمیہ۔ ساتوین روز بچے کا نام رکھین۔ بہترین نامون مین
انبیا اور ائمہ کے نام ہین لیکن اچھا نام وہ ہی جو عبودیت پر مشتمل ہو۔
مثلاً عبدالکریم۔

۳- عقیقہ۔ ساتوین روز عقیقہ کرنا سنت ہی۔ جانور عقیقہ کا نر
بہتر ہو سنت ہو کہ عقیقہ مین (یعنی اس جانور مین جو عقیقہ کے لئے
مخصوص ہو) اشراط قربانی پائی جائین سنت ہو کہ لڑکے کے عقیقہ

یین دو بکرے اور لڑکی کے عقیقہ میں ایک بکری ذبح کریں۔ عقیقہ (جانور
عقیقہ) کو ذبح کرنے سے پیشتر مولود کے سر کے بال مونڈیں اور زعفران
سر پر ملیں۔ سر کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی یا سونا خیرات کریں
بعد ازاں دعائے عقیقہ پڑھ کر جانور کو ذبح کریں۔

۴۔ جب مولود چار برس چار مہینہ اور چار دن کا ہو جائے
تو اس کی بسم اللہ کرائیں اور مکتب میں تعلیم کے لئے بٹھا دیں۔ گو نماز
روزہ بعد بلوغ واجب ہوتے ہیں لیکن سن تمیز شروع ہوتے
ہی اصول و فروع دین کی تعلیم شروع کر دیں۔

۵۔ ختنہ۔ ساتویں دن ختنہ ہونا سنت ہے لیکن عموماً سات
برس کے بعد ختنہ کیا جاتا ہے۔

۶۔ ختم قرآن۔ جب بچہ قرآن مجید ختم کرے تو اظہار شکریہ میں
والدین فاتحہ دلائیں مٹھائی تقسیم کریں اور معلم کو نذرانہ دیں اور
خیرات تقسیم کریں۔

صاحب اخلاق جلالی نے وضاحت کے ساتھ بچے کی تعلیم و
تربیت پر بحث کی ہے ہم اس حصہ کا ترجمہ ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

پہلے چاہیئے کہ دایہ نیک بخت اور خوش مزاج مولود کے لئے
مقرر کرے اس لئے کہ مزاج اور طبیعت کی خوئیں بچوں میں بہت جلد
اثر کرتی ہیں۔ اس تقرر کے بعد جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے بچے کا نام
ساتویں دن رکھے اس تاخیر میں یہ مصلحت ہے کہ بعد تامل بسیار اچھا
نام رکھا جائے اور بچے کو اس برے نام کے بد نتائج نہ بھگتنا پڑیں
جو جلدی میں نام رکھنے کے باعث پیدا ہوتے ہیں۔ پس نیک اور
بابرکت نام تعین کرنا والدین کا فرض منصبی ہے

اگر ہماری یہ خواہش ہو کہ بچہ میں برے اطوار پیدا نہ ہوں
تو ہم کو اس کی تعلیم و تربیت اسی زمانہ سے شروع کر دینی چاہیئے کہ جب
ایام رضاعت (دودھ پلائی) ختم ہو جائیں۔ اس لئے کہ بچوں کے
مزاج میں کمال کی استعداد ہوتی ہے اور انسانی طبیعت کا خاصہ ہے
کہ خصائل ردیہ کی طرف جلد متوجہ ہوتی ہے۔ جب بچہ میں قوت
تمیز پیدا ہونے لگے تو اس کی تادیب میں زیادہ اہتمام کریں۔ قوت
تمیز کے ابتدائی اثرات میں "حیا" کا پیدا ہونا ہے علاوہ ازیں
حیا کی زیادتی فضیلت و نجابت کی دلیل بھی ہے۔ جب یہ خصلت بچہ
میں مشاہدہ کریں تو تربیت کا زیادہ اہتمام کیا جائے۔

پہلی تربیت یہ ہے کہ بچہ کو مذموم حرکات سے کلیۃً منع کیا جائے۔
اس لئے کہ بچوں کی طبیعت مصفا تختے کی مانند ہے جو نقش کو فوراً
قبول کر لیتی ہے۔ پھر اس کو احکام دینی اور ادب کے قواعد تعلیم کریں۔
ان کے یاد رکھنے کے لئے تاکید کی جائے اور فراموشی پر زجر و توبیخ۔
سات برس کی عمر میں جیسا کہ شرع میں حکم ہے نماز پڑھنے کے لئے کہا
جائے اور دس برس کی عمر تک ترک صلوٰۃ پر طمانچہ لگائے جائیں
نیک لوگوں کی مدح و توصیف کرنے اور بدوں کی مذمت اور بدی
کرنے پر ابھاریں۔ عیاشی کی ممانعت کریں۔ سلامت روی پر
تعریف کر کے دل کو بڑھائیں اور بری چال پر ملامت دیں اور سرزنش
کریں حتی الامکان علانیہ ملامت نہ کریں تاکہ بچہ دلیر نہ ہو جائے بلکہ
اس طور سے کہیں کہ تو نے سہواً یہ حرکت کی ہے بار دگر ارتکاب نہ کرنا۔
اگر وہ اپنی غلطی کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے تو اس کا راز فاش نہ کریں
مذموم حرکات کی تکرار پر خلوت میں زجر و توبیخ کریں اور ان حرکات
کا تاریک پہلو سمجھا کر تکرار سے خوف دلائیں، ہمیشہ ملامت کرنے
سے احتراز واجب ہے ورنہ بے شرم اور ڈھیٹھ ہو جانے کا اندیشہ ہے

یہ بھی ممکن ہی کہ ممانعت سے خواہش معاودت بچہ کے مزاج میں پیدا
ہو جائے - جیسا کہ حدیث کا مفہوم ہی کہ انسان کو جس بات سے منع
کریں اسی کا حریص ہوتا ہی - اس لئے حکمت عملی سے انسداد کریں -

چاہئے کہ بچہ کی نظروں میں لباس و پوشاک کی زینت تک
اور کھانے پینے کی لذت حقیر دکھائیں - یہاں تک کہ اس کو یقین ہو جائے
کہ رنگ برنگ اور زر بفت کا لباس لوازمۂ نسوانی اور مردوں کیلئے
موجب ننگ ہے اور ہر وقت آب دانہ کی طمع میں رہنا چوپاؤں
کی خصلت ہی - اولاً آداب طعام سکھائے جائیں اور بتایا جائے
کہ اکل و شرب بالذات مقصود شئ نہیں ہی بلکہ ان سے غرض صحت
بدن ہی -

اچھی طرح ذہن نشین کرائیں کہ اشیاء خورد و نوش مثل ادویہ کے
ہیں جو بقدر ضرورت اور دفع مرض کے لئے استعمال کی جاتی ہیں
اسی طرح کھانا پینا بھی باندازۂ رفع گرسنگی و تشنگی ہونا چاہیئے -
بچے کو انواع اقسام کے کھانوں سے بھی منع کیا جائے اور ایک ہی
معمولی خوراک کا خوگر بنایا جائے تاکہ لذیذ کھانوں کا رسیا بننے کے بجائے
ضبط اشتہا کا عادی بنائیں تاکہ تھوڑے میں صبر کر سکے اور چار ہی
کے وقت کو ٹال سکے (زمانہ حال کے محققین کا قول ہی کہ بچوں کو ایک
ہی قسم کی خوراک دینا سخت غلطی ہی اور کھانے پینے کی روک ٹوک مضر
نتائج پیدا کرتی ہی - ماخوذ از فلسفۂ تعلیم - جامع) یہ طریقے غریبوں
کے لئے تو صرف بہتر ہیں لیکن امیروں کے لئے بہتر تر - عمدہ اور لذیذ
کھانا شام کو دیا جائے تاکہ سستی اور خواب [illegible] جو ان کھانوں کے
باعث پیدا ہوتے ہیں اُدن میں اس پر غلبہ کریں - گوشت ہمیشہ
نہ دیا جائے تاکہ موجب ثقل اور بلادت نہو میٹھی چیزوں میووں

(فواکہات) اور ان کھانوں سے جو زود ہضم نہیں ہیں پرہیز کرایا جائے
دوران طعام میں پانی پینے سے منع کرنا چاہیئے - ہر چند کہ مسکرات
سے پرہیز تمام آدمیوں کو کرنا چاہیئے لیکن بچوں کو تو انتہا درجہ کا
پرہیز لازم ہی اسلیئے کہ نشہ کی چیزیں بچوں کے مزاج کو بہت زیادہ
مضر ہیں - کیونکہ وہ طبیعت میں غصہ - تہور اور بے غیرتی پیدا کرتی
اور بالآخر سبکی اور ذلت پر منتہی ہوتی ہیں - اس لئے بچوں کو ان لوگوں
کی مجلس سے بھی جو مسکرات کے عادی ہیں دور رکھا جائے اور یہاں تک
احتیاط برتی جائے کہ اُن [illegible] لوگوں کی تقریر تک نہ سن سکیں -
کھانا اُس وقت دیا جائے کہ جب بچہ ادب کی مشق سے فارغ ہو جائے
اگر جسمانی لحاظ سے کمزور ہو تو رعایت ملحوظ رکھیں -

بچہ کو ہدایت کر دیں کہ وہ اپنے افعال و حرکات بیان کرتا رہے
تاکہ اس کو بد اخلاقی پر دلیر ہونے کا موقعہ نہ مل سکے - اخفا کے معنی
سوا اس کے اور کچھ نہیں ہیں کہ امر قبیح پر پردہ ڈالا جائے - دن کو
سونے رات کو خواب بہت کرنے اور اسباب تنعم سے باز رکھیں - نرم اور
ملائم کپڑے - مثلاً ریشم کے بنے ہوئے کپڑے یا باریک کپڑے موسم گرما میں
اور پوستین جاڑوں میں نہ پہنائیں (فلاسفر ہربرٹ اپنی تالیف
"فلسفۂ تعلیم" میں اس امر پر زور دیتے ہیں کہ بچوں کے لباس میں
گرمی اور سردی کے احساس کا لحاظ رکھا جائے - ان کو جفاکش
بنانے کے لحاظ سے کم لباس پہنانا محض لغو ہی - لباس ایسا ہو کہ جسم
کی حرارت قائم رہ سکے جامع) کبھی کبھی پاپیادہ سیر کرنے یا [illegible] سواری
کرنے یا دیگر مناسب ورزشوں کا عادی بنائیں -

نشست و برخاست کے آداب اور گفتگو کرنے کے طریقے
سکھلائے جائیں - بالوں کی آرائش و زیب و زینت اور زنانہ لباس

کی عادت نہ ڈالیں حتی کہ انگشتری تک نہ پہنائیں جب تک کہ وہ
اس عمر کو نہ پہونچے کہ انگشتری کا رکھنا مسنون ہے۔ اس کو اپنے دنیوی
جاہ و جلال پر مباہات نہ کرنے دیں۔ اس کو دروغ گوئی سے باز
رکھیں اور قسم کھانے سے خواہ وہ سچی ہی کیون نہ ہو منع کریں۔
اس لئے کہ قسم کھانا مطلقاً برا ہے خواہ بچے کھائیں یا بوڑھے۔
سچی قسم کھانا بھی شرعاً مکروہ ہے اِلا کسی مصلحت دینی کے لئے ہو
اور اس قسم کی احتیاج اگر ہوتی ہے تو بڑون کو۔ بچون کو تو اسکی
بھی ضرورت لاحق نہیں ہوتی۔ بچے کو خوگر بنائیں خاموش
رہنے مختصر جواب دینے اور بزرگون کے حضور مین بیٹھ کر سننے کا
اور موقع پڑے تو شایستہ کلام کرنے کا۔ امیرزادے خصوصاً اس
ادب کے زیادہ محتاج ہین۔

انتخاب معلم مین اس امر کو مدنظر رکھین کہ وہ دین دار۔ دانا
اور اخلاق کے طریقون سے واقف ہو۔ تقویٰ۔ عزت و وقار
ہیبت اور مروت مین مشہور ہو۔ شاہی مجلس کے آداب۔ اسکی
نشست و برخاست اور گفتگو کے اصولون سے خبردار ہو۔ اس
امر کا اہتمام کیا جائے کہ بچے کے ہم مکتب دوسرے امرا کے ایسے
لڑکے رہین جو سلیقہ و ادب سے آراستہ و پیراستہ ہون تاکہ وہ مکتب مین
تنہا اور ملول نہ بیٹھا رہے بلکہ انکی تربیت سے مستفید ہوتا رہے
اور انکی دیکھا دیکھی تعلیم مین زیادہ دل لگائے جب معلم بچے کو ادب
کے لئے مارے تو شور و فریاد اور شفاعت کو طلب کرنے سے منع
کرین کیونکہ یہ خصلت غلام اور درماندہ لوگون کی ہے معلم کا فرض
اولین ہو کہ جب تک کوئی علانیہ تقصیر اس سے مشاہدہ نکرے
نہ مارے اگر مار کی ضرورت واقع ہو جائے تو پہلی بار ایسی مار مارے

جو شمار مین تو کم لیکن دکھ پہونچانے مین زیادہ ہو تاکہ بچہ کو
عبرت حاصل ہو اور معاودت پر جرأت نہ کرے (محققین حال
کہتے ہین کہ بچون کو وہی سزائین حقیقتاً مفید اور کارآمد ہین جو
قدرت دیتی ہے اور فطرت کے بالکل موافق ہوتی ہین نہ کہ زد و کوب
جو مصنوعی سزا کہی جاسکتی ہے۔ جامع)

بچے کو سخی بننے کی ترغیب دین اور سخاوت کی خوبیان اُس کے
ذہن نشین کرا دین تاکہ نقد و دنیا اُس کی آنکھون مین خوار معلوم ہون
سیم و زر کی محبت ایسی آفت ہے جو سانپ کے زہر سے بدتر ہے۔ امام
غزالی اس آیۂ کریمہ کی تفسیر مین جس کے معنی یہ ہین کہ مجھے اور میرے
فرزندون کو اصنام کی عبادت سے باز رکھیں (سورۂ ابراہیم پ ۱۳
رکوع ۱۷۔ آیت ۳۸) فرماتے ہین کہ اصنام سے مراد سیم و زر ہے اور
حضرت ابراہیم نے دعا مانگی ہے کہ مجکو اور میرے فرزندون کو سیم و زر
کی پرستش اور اس کی دلبستگی سے دور رکھیو۔ اس واسطے کہ تمام
بدیون کی جڑ اور اصل ان ہی کی محبت ہے تعطیل کے دنون مین انکو
کھیل کود کی اجازت دین بشرطیکہ وہ کھیل کود کسی آفت یا قباحت
کا باعث نہ ہو۔ یہ آداب سب لوگون کو بہتر ہین خصوصاً جوانون
کو نیک تر۔

جب بچہ مین آثار تمیز غالب ہون تو اُس کو سمجھائیں کہ دنیوی
ثروت کی غایت صحت بدن کی حفاظت ہے تاکہ جسم مین ایسی
استعداد پیدا ہو جائے کہ وہ وقت مقررہ تک تندرستی قائم رکھے
اور روح کو حیات ابدی کے حصول مین مدد دیتا رہے پس اگر وہ
شخص اہل علم سے ہے تو اپنے بچے کی تربیت مذکورۂ بالا اصولون
پر کرے اور اگر اہل حرفت سے ہو تو آداب شریعت سے بقدر حاجت

فراغت حاصل کرنے پر اپنے پیشہ مین اس کو لگا دے۔ بہتر یہ ہو کہ
اول لڑکے کی طبیعت کا رجحان معلوم کرے اور کافی غور کرتا رہے کہ
فطرۃً لڑکے مین کون سے علم و ہنر کی استعداد زیادہ ہو جس طرف
اس کا رجحان زیادہ پاوے اسی شاخ کی تعلیم دلاوے۔ آیۂ کریمہ کا
بھی جس کے معنی یہ ہین کہ "جو جس کے واسطے پیدا ہوا ہو وہ اسکو
آسان ہو" اسکا یہی منشا ہے کہ
ہر ایک شخص جملہ علوم و فنون مین ماہر ہونے کی استعداد نہین رکھتا
بلکہ ہر شخص مین جدا جدا قابلیتین ودیعت کی گئی ہین اور فرد واحد
مخصوص علم و فن کی صلاحیت رکھتا ہے۔

حکماء سابق کا دستور تہا کہ وہ مولود کے طالع مین نظر کرتے اور
نجوم کے طریقے سے معلوم کر لیتے تھے کہ بچے مین کس علم و ہنر کی صلاحیت
موجود ہے اور وہ ہی علم و ہنر اس کو تعلیم کرتے مسلمہ امر ہو کہ جو کوئی جس
فن کی صلاحیت رکھتا ہو تھوڑی کوشش سے اُس مین کامل
ہو جاتا ہو اور جس علم کی استعداد نہین رکھتا اس مین سعی کرنا تعطیل
روزگار اور تضیع اوقات ہے اس لئے رجحان طبیعت جس علم و ہنر کی
طرف نہو اُس کے تحصیل کی بچے کو تکلیف نہ دین۔ دوران تعلیم مین
ایسی ورزش کا جو حرارت غریزی کی تحریک۔ حفاظت صحت کی مُمد
اور سستی کاہلی و ناتوانی کی دافع ہو بچہ کو عادی کرین جب لڑکا کسی
ہنر پر قادر ہو جاوے تو وجہ معیشت کے حاصل کرنے کے لئے حکم کرین
تاکہ لذت یاب ہو کر اس فن کی تکمیل کے لئے کوشش کرے اور اس
ہنر کی باریکیون کو بخوبی سمجھ کر اکمل بن جائے اور اپنے باپ کی میراث
پر تکیہ نہ کرکے اس کسب جمیل کا عادی بن جائے جو شریفون کا خاصہ ہو
بسا اوقات امیرزادے۔ دولت پدری پر مغرور ہو کر علم و ہنر سے محروم
رہ جاتے ہین۔ اور بالآخر زمانہ کے ہاتھون روز بد دیکھا کرتے ہین۔

جب روزگار کرنے لگے اور بسبب کسب معاش تعیش مزاج مین
آجائے تو اس کا عقد نکاح کر دینا اولیٰ و انسب ہے بعد عقد نکاح اُس کو
اپنے سے جدا کر دین تاکہ وہ اپنا اور اپنی بیوی کا خرچ اپنی کسب کردہ
کمائی سے چلاتا رہے۔ ولایت پارس کے بادشاہ اپنے فرزندون کو
خدم و حشم مین پرورش نہین کرتے تھے بلکہ عقلاء کے ساتھ کسیطرف بھیج
دیتے تھے کہ سختی اور تکلیف کے خوگر بنین۔ روسا دیلم کا بھی یہی معمول
تہا۔ ان اصولون کی خلاف ورزی مین جس بچے نے پرورش پائی تو
اس کی اصلاح مشکل ہو علی الخصوص اس کی جو مسن ہو جس طرح سوکھی
لکڑی کو سیدھا کرنا دشوار ہو اسی طرح اُن مُسن جوانون کو راہ راست پر
لانا مشکل ہو۔ سقراط حکیم سے دریافت کیا گیا کہ آپ سبزہ آغاز جوانون
مین کس مصلحت سے نشست و برخواست کرتے ہین تو حکیم موصوف نے
یہی جواب دیا تھا۔

لڑکیون کی تربیت بھی جس کی وہ اہل ہون اسی طرح کرنا چاہیے
چنانچہ ہمیشہ گھر کے اندر رکھنا عفت و عصمت کے لئے زیادہ تاکید و مبالغہ
کرنا شرم و حیا جو نسوانی خصلتون کا زیور ہین ضروری ترغیب دینا
لازم ہو۔ اچھے اچھے ہنر ان کی شان کے موافق سکھانا ضروری ہین
پڑھنے لکھنے سے کلیتہً روکا جائے (صاحب اخلاق جلالی کی یہ رائے
موجودہ زمانہ کے تمدن اور تہذیب کو دیکھتے ہوئے اصلاح طلب
معلوم ہوتی ہے۔ جامع) اور جس وقت بالغ ہون تو اپنے کفو مین
ان کی شادی کرنا واجب ہو۔

(۲۹۷) اولاد۔ سرقہ۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک بچے کے چرانے
کے جرم مین قطع ید نہین ہوگا۔ باوجودیکہ اس بچہ کے جسم پر زیور بھی ہو

اس لئے کہ آزاد ملک نہین ہے اور زیورات کا شمار زوائد مین ہوگا لیکن امام یوسف کا فتویٰ ہے کہ اگر زیور دس درہم (یعنی دو روپیہ آٹھ آنہ سکہ کلدار) کی قیمت کا ہو تو قطع ید لازم ہے حالانکہ مملوک کے قبضہ مین فقہار کے نزدیک قطع ید لازم نہین ہے لیکن امام یوسف اس مقدمہ مین اپنی منفرد رائے رکھتے اور قطع ید کے قایل ہین (ہدایہ جلد دوم)

فقہاے امامیہ کے نزدیک آزاد بچے کے چرانے مین قطع ید نہین اور مملوک کے مقدمہ مین بشرطیکہ اس کی قیمت قطع ید کے نصاب کی حد کو پہونچی ہو (یعنی دینار کی چوتھائی یا ایک روپیہ چار آنہ سکہ کلدار) قطع ید لازم ہے (جامع الجعفری)

(۲۹۸) **اولیاء** (ع) جمع ہے ولی کی بمعنی دوست۔ سورۂ یونس (پ ۱۱ رکوع ۷ - آیت ۶۳) مین خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ "تحقیق اولیاء اللہ کو خوف نہین (قیامت کے روز کا) اور نہ وہ غمگین ہون گے۔

اولیاء اللہ کے کئی درجے اہل تصوف نے قائم کئے ہین شلاً۔

اخیار و ابرار اور وہ تین سو تن ہین۔

۲- ابرار اور وہ چالیس تن ہین (محدثین ستر تن بتاتے ہین)

۳- اوتاد اور وہ چار شخص ہین۔

۴- نقباء اور وہ تین شخص ہین۔

۵- قطب یہ ایک ہے قطب کا دوسرا نام غوث ہے۔

(۲۹۹) **اویس قرنی** - نام ہے ایک ولی کامل کا جو قبیلۂ قرن سے جس کا مسکن ملک یمن تھا منسوب تھے۔ آپ کو آنحضرت صلعم سے غائبانہ تصدیق قلبی حاصل ہوئی اور یہی غائبانہ تصدیق باعث ہوئی ایک سلسلۂ فقیری کے جاری ہونے کی جو اویسیہ نام سے موسوم ہے اس سلسلہ مین نسبت صحبت کی من وعن عالم شہادت مین حاصل نہین ہوتی بلکہ روحی فیض اور قلبی جذبات کے وسیلہ سے مُرید مستفیض ہوتے اور ارشاد حاصل کرتے ہین۔

حضرت اویس قرنی ملک یمن سے حضرت علی مرتضیٰ کے زمانۂ خلافت مین کوفہ آئے اور آنجناب کی ہمراہی مین امیر معاویہ کے خلاف جنگ صفین (۳۷ھ / ۶۵۷ع) مین شرکت کی اور جام شہادت نوش کیا (تذکرۃ الاولیاء)

(۳۰۰) **اہلبیت** (ع) گھر کے آدمی۔ لغوی معنی کے اعتبار سے اہلبیت ہر اُس شخص کو شامل ہے جو کسی کے گھر مین سکونت رکھتا ہو حتیٰ کہ غلامون۔ کنیزون بلکہ حیوانات تک پر حاوی ہے۔ لیکن اصطلاح قرآنی مین اہلبیت سے خاندان نبوی مُراد ہو۔

اس امر کے متعین کرنے مین کہ اہلبیت نبوی کون بزرگ ہین۔ متقدمین اہل تسنن نے اختلاف کیا ہو۔

امام مالک کے نزدیک بنی ہاشم اہلبیت نبوی ہین۔ بعض بنی قصی اور بعض تمام قریش کو داخل اہلبیت کرتے ہین۔

زید بن ارقم کے نزدیک صرف بنی مطلب اور سعید بن جبیر کے نزدیک آل محمد و ازواج نبی صلعم اہلبیت ہین۔ مقاتل۔ ابو سعید خُدری انس بن مالک۔ حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کے نزدیک صرف آل عبا اہلبیت ہین اور آیۂ تطہیر اُنھین کی شان مین نازل ہوئی ہے۔

متاخرین اہل تسنن نے ان اقوال مختلفہ مین ایک گونہ تطبیق پیدا کی ہو کہ بیت دراصل تین ہین (۱) بیت نسب (۲) بیت سکنیٰ (۳) بیت ولادت۔ اس تقسیم کے اعتبار سے بنی ہاشم اور اولاد عبد المطلب اہلبیت نسب ہین۔

۲- ازواج نبی صلعم اہلبیت سکنیٰ اور (۳) اولاد و احفاد اہلبیت

ولادت۔ آل عبا بسبب ازدیاد فضل ان مین چمکتے ہوے ستارے
ہین (ماخوذ از سوانح عمری حضرت علی مولفہ مولوی عبید اللہ صاحب)

کتب حدیث مین بھی اہلبیت کے متعلق کئی احادیث مروی
ہین خصوصاً مسلم مین ایک طویل حدیث زید بن حسان نے زید
بن ارقم سے روایت کی ہو اور دوسری حدیث حضرت ام سلمہ سے
مروی ہو جو سعید بن جبر کے قول کے اس حصہ کی جو ازواج سے متعلق
ہے مخالفت کرتی ہین۔ ہم ان احادیث کو بخوف طوالت نقل نہین
کر سکتے لیکن اگر متقدمین اور متاخرین اہل سنت کے اقوال مین سے
مشترک حصہ اخذ کیا جاے تو ثابت ہوتا ہے کہ آل عبا ہی کو اہلبیت
کہنا چاہیے۔ جب اس قول مشترک مین علماء اہل تشیع کا قول بھی
اضافہ کر دیا جاے جو اہلبیت سے مراد آل عبا یعنی حضرت علی مرتضےٰ
حضرت فاطمۃ الزہرا اور حسنین علیہم السلام لیتے ہین تو اسلام کا مقبول
قول بن جاتا ہے۔

کتب احادیث فضایل اہلبیت سے مملو ہین اور خصوصاً
اہل تشیع تو ولاء محمد و آل محمد کو جزو ایمان جانتے ہین (دیکھو آل عبا
اور آیہ تطہیر)

(۳۰۱) **اہل ذوق** (ع) ان لوگون کو کہتے ہین جن کی تجلیات
کا اثر قلب و روح سے نکل کر نفس اور قویٰ پر سرایت کر جاے۔

(۳۰۲) **اہل الکتاب** (ع) صاحب کتاب۔ یہ اصطلاح قرآن مجید
مین اُن لوگون کے لئے مستعمل ہوئی ہی جو الہامی مذاہب کے پابند
ہین۔ یہودی اور نصرانی تو بالاتفاق اہل اسلام صاحب کتاب ہین
لیکن مجوسیون کے متعلق اختلاف ہے شیعی علما مجوسیون کو بھی
صاحب کتاب کہتے ہین اور استدلال حدیث سے لاتے ہین کہ فرمایا
آنحضرت صلعم نے کہ مجوسیون مین بھی ایک پیغمبر صاحب کتاب مبعوث
ہوا تھا جس کو مجوسیون نے قتل کر ڈالا (تفسیر عمدۃ البیان جلد اول
صفحہ ۴۹۸)

(۳۰۳) **اہل الہوا** (ع) خیالی تدبیرون مین رہنے والا۔ ہوائی
قلعہ باندھنے والا۔ ہوی عبارت ہے خواہش مذموم سے۔

۲۔ علماء اہل تسنن اہل الہوا سے مراد وہ اہل قبلہ لیتے ہین
جو عقیدۂ اہل سنت والجماعت کے پابند نہین ہین۔

(۳۰۴) **اِہلال** (ع) نیا چاند دیکھنا (۲) حاجیون کا آواز
بلند تلبیہ یعنی لبیک کہنا۔

۳۔ حیوان کے ذبح کرتے وقت بلند آواز سے اللہ کا نام لینا

(۳۰۵) **اہل ذمہ** (ع) وہ غیر مسلم اقوام جو مسلمانون کے زیر
حکومت بطور رعیت کے رہنا قبول کرین اور جن کی حفاظت
مسلمانون کے ذمہ ہو جاے اہل ذمہ یا ذمی کہلاتے ہین۔

اہل ذمہ مثل مسلمانون کے بلا مزد یا قلیل مزد پر فوجی خدمت
پر مجبور نہین کئے جاتے تھے اور نہ امن وامان قائم رکھنے مین یہ لوگ
کوئی خدمت بجا لاتے تھے۔ اہل ذمہ کی مذہبی آزادی سلب نہین
کی جاتی تھی بلکہ وہ مجاز تھے کہ اپنی مذہبی رسومات علانیہ ادا
کرین ان سب باتون کے معاوضہ مین اُن سے ایک سالانہ ٹیکس لیا
جاتا تھا جس کو جزیہ کہتے ہین۔ امرا سے ۴۸ درم (بارہ روپیہ
سکہ کلدار) متوسط لوگون سے ۲۴ درم (چھ روپیہ سکہ کلدار) اور
ادنی طبقہ والون سے ۱۲ درم (یعنی ۳ روپیہ سکہ کلدار) وصول کئے
جاتے تھے۔ جزیہ کی ادائگی سے لڑکے۔ عورت۔ غلام۔ اندھے اور
اپاہج مستثنی تھے۔ اور ان لوگون سے کسی قسم کا محصول نہین لیا جاتا

اسلام نے اہل ذمہ سے وصولی جزیہ کو لازمی قرار نہین دیاہے
بلکہ امام وقت کی رائے پر چھوڑ دیا ہے ثبوت یہ ہین ۹ھ/۶۳۰ء (جو آیت جزیہ
کے نزول کا سن ہے) سے پیشتر کے معاہدات پیش کیے جا سکتے
ہین جو ما بین اہل ذمہ و اہل اسلام قائم ہو گئے تھے وہ بعد نزول
آیہ جزیہ بھی نافذ رہے۔

اس جزیہ کے مقابلہ مین جو محصول مسلمانون سے لیا جاتا تھا
وہ اُن کی آمدنی کے اعتبار سے ڈہائی فی صدی تھا۔ اس محصول
کا نام زکوٰۃ ہے۔ اہل ذمہ کی زمینین اور جائدادین اُن کے قبضہ
مین علی حالہا چھوڑ دی جاتی تھین۔ صرف محصول زمین جس کو
خراج کہتے ہین دینا پڑتا تھا۔

اگر کسی بچہ کی بابت کسی مسلمان اور ذمی مین نزاع پیدا ہو جائے
یعنی ذمی کہتا ہو کہ میرا بچہ ہے اور مسلمان کہتا ہو کہ میرا غلام ہے تو ذمی
کا دعویٰ صحیح سمجھا جائیگا (ہدایہ جلد چہارم) اور یہ اس اصول پر ہے
کہ اسلام امتیاز مراتب کو جو تکمیل انسانی مین سنگ راہ بنے ہوے
ہین مٹا کر مساوات قائم کرنا چاہتا ہے اور غلامی کو نیست و نابود

(۳۰۶) اہلِ سنت والجماعت۔ یہ اصطلاح تین لفظون
سے مرکب ہے۔ اہل کے معنی اشخاص مقلدین ہین اور سنت عبارت ہے
آنحضرت صلعم کی طرز زندگی اور طریق عمل سے اور جماعت سے مراد جماعت
صحابہ ہے پس اہل سنت والجماعت کا اطلاق اس فرقہ پر ہوتا ہے
جسکے اعتقادات و اعمال اور مسائل کا محور پیغمبر علیہ السلام کی سنت صحیحہ
اور صحابہ کرام کا اثر مبارک ہے (رسالہ اہلسنت والجماعت)

آنحضرت صلعم کے زمانہ تک اسلام ایک نہایت اجمالی اور
سادہ دین تھا۔ اس وسعت تمدن کا جو اسلام مین آنحضرت صلعم
کی وفات حسرت آیات کے بعد پیدا ہوا ہے خود اقتضا یہ تھا کہ
اسلام کے مجمل عقاید روز بروز مشرح ہوتے جائین اور نئے نئے
فرقے پیدا ہون لیکن اسلام مین فرقہ بندی بجائے تمدن کے
سیاست کے ہاتھون عمل مین آئی اور اولاً وہ فرقے قائم ہوئے
جنکو سیاست سے لگاؤ تھا۔ پہلا سیاسی نزاع جو اسلام مین پیدا
ہوا وہ "خلافت" کے متعلق تھا۔

بنی ہاشم کا دعویٰ تھا کہ حضرت علی مستحق خلافت ہین۔
لیکن مسلمانون کی دوسری جماعت نے جو بنی ہاشم کی مخالف تھی حضرت
ابوبکرؓ کو بذریعہ انتخاب خلیفہ بنا دیا۔ یہی اختلاف مسئلہ امامت
جو منازعات خاندانی سے پیدا ہوا بڑھتے بڑھتے اعتقادات
اور مسائل تک پہونچگیا۔ اور اسلام کے دو بڑے فرقے شیعہ اور سنی
کے وجود کا باعث بن گیا۔ فرقہ شیعہ کا امتیازی نام تو خلافت
راشدہ کے اخیر زمانہ یعنی ۳۷ھ/۶۵۷ء مین پیدا ہو گیا لیکن فرقہ
سنی کا امتیازی نام "اہل سنت والجماعت" بہت سے
سیاسی تغیرات کے بعد خلافت عباسیہ کے عہد مین قائم ہوا یعنی
جب خلافت ۱۳۲ھ/۷۵۰ء مین خاندان عباس کو ملی تو مسلمانون
کی اس جماعت نے اپنا نام اہل سنت والجماعت رکھا جو
خلافت کا انتخاب شوریٰ پر منحصر کرتی ہے یعنی اجماع امت
کو حجت قطعی سمجھتی ہے۔ حالانکہ خود فرقہ اہل سنت والجماعت
مین چار مذہب ہین اور چارون کے بعض بعض اعتقادات
اور مسایل مین اُسیقدر تفرق ہے جسقدر شیعہ اور سنی مین لیکن
مذاہب اربعہ مسئلہ امامت مین متفق ہین اس لئے ان مین باہم
ویسی مخالفت نہین جو شیعہ و سنی مین ہے۔

"اہل سنت والجماعت" کے بانی اول امام اعظم ابو حنیفہ (المتوفی ۱۵۰ھ/۷۶۷ء) ہیں جن کا مسلک حنیفیہ کہلاتا ہے اور بانیٔ دوم الامام مالک (المتوفی ۱۷۹ھ/۷۹۵ء) ہیں جن کا مذہب مالکی کہلاتا ہے اور بانی سوم امام محمد بن ادریس الشافعی (المتوفی ۲۰۴ھ/۸۰۹ء) ہیں جن کا طریق شافعیہ کہلاتا ہے۔ اور بانی چہارم امام احمد بن حنبل (المتوفی ۲۴۱ھ/۸۵۵ء) ہیں جن کا مسلک حنبلیہ کہلاتا ہے ان مذاہب اربعہ کے علاوہ مذاہب اصحاب متبوعہ مثل امام سفیان ثوری (المتوفی ۱۶۹ھ/۷۷۷ء) اور امام داؤد ظاہری (المتوفی ۲۷۰ھ/۸۸۴ء) بھی جو آٹھویں صدی ہجری تک رائج تھے اہل سنت والجماعت میں شامل ہیں۔

اصول عقائد میں تو امام اربعہ متفق ہیں لیکن قیاس کے حجت شرعی ہونے کے باب میں اور قرآن مجید کی تفسیر میں ان سب کو اختلاف ہے۔ امام شافعی امام مالک اور امام حنبل قیاس کو مسائل شرعیہ کے استخراج میں بالکل دخل نہیں دیتے یعنی وہ نتائج قیاسی کے جواز کے قائل نہیں بلکہ بالکل سنت کے پابند ہیں اسی وجہ سے ان کے مقلدین کو اہل حدیث کہتے ہیں لیکن امام ابو حنیفہ اور انکے شاگرد قیاس پر شدت سے عامل ہیں۔ اسلئے اہل الرائے والقیاس کہلاتے ہیں۔

اعتقادات کے اعتبار سے اہل سنت اشعری۔ ماتریدی اور حنبلی ہیں یعنی عام طور پر حنفی ماتریدیہ۔ مالکی و شافعی اشعریہ اور حنبلی حنبلیہ عقاید کے پابند ہیں ان ہر سہ عقاید کی تشریح اپنے اپنے مقامات پر بیان کی جائے گی اور ان امور کو جو انمیں حد فاصل ہیں بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اہل سنت والجماعت کی خصوصیات میں سے ہے کہ

۱۔ شیخین کو فضیلت دیں۔

۲۔ ختنین (دامادون) کو دوست رکھیں۔

۳۔ خفین پر مسح کریں (دیکھو شیعہ)

(ماخوذ از مذاہب الاسلام و محمدن لا مؤلفہ سید امیر علی)

(۳۰۷) آہوئے حرم۔ وہ آہو جو مکہ معظمہ کے گرد و نواح میں ہو اور جسکا شکار کرنا بحکم شریعت حرام ہے۔ زمین حرم کی حدود یہ ہیں مشرق کی جانب ۶ کوس جنوب کی سمت ۱۲ کوس۔ مغرب کی سمت ۱۶ کوس اور شمال کی جانب ۲۰ کوس۔

(۳۰۸) ایام البیض (ع) ہر ماہ کی تیرھویں۔ چودھویں اور پندرھویں تاریخیں ایام البیض کہلاتی ہیں۔

صاحب مظاہر حق لکھتے ہیں کہ اگر بیض صفت لیالی کی ہو تو ان راتوں کو بیض اس لیے کہتے ہیں کہ چاندنی اول سے اخیر تک رہتی ہو۔ اگر بیض صفت ایام کی ہو تو ان کو بیض اس لئے کہتے ہیں کہ وہ مسنون روزے جو ان دنوں میں رکھے جاتے ہیں گناہوں کو دور کر کے دل کو روشن کرتے ہیں۔ تیسری وجہ ان تاریخوں کی بیض کہلانے کی یہ ہو کہ حضرت آدم جنت سے جب زمین پر آئے تو ان کا تمام بدن سیاہ ہو گیا تھا۔ قبولیت توبہ کے بعد ان تینوں دنوں میں انھوں نے روزے رکھے۔ تیرھویں کو روزہ رکھا تو تہائی بدن سفید اور روشن ہو گیا جب چودھویں کو روزہ رکھا تو دو تہائی اور جب پندرھویں کو روزہ رکھا تو تمام بدن روشن ہو گیا تھا۔

(۳۰۹) ایام تشریق (ع) عید الضحیٰ کے دنوں کو ایام تشریق کہتے ہیں۔ ان ایام کی صحیح تعداد میں اختلاف ہے بعض فقہا کا خیال

ہو کہ ایام تشریق یوم نحر (۱۰- ذی الحجہ) کے علاوہ ہین- پھر انمین بھی دو خیال ہین ایک جماعت کے نزدیک وہ دو دن ہین اور دوسری جماعت کے نزدیک تین دن-

ایام تشریق کی وجہ تسمیہ مین کئی قول ہین-

۱- عرب جاہلیت کا مقولہ تہا اشرق ثبیر کیما نغیر یعنی اے شیر پہاڑ تو دہوپ والا بن یعنی تختہ پر سورج کی کرنین پڑین تاکہ ہم قربانیون کی طرف دوڑ کر جائین-

۲- تشریق کے معنی دہوپ مین خشک کرنا- چونکہ قربانیون کا گوشت ان دنون دہوپ مین بچھا کر خشک کیا جاتا ہے اسواسطے ان دنون کو ایام تشریق کہتے ہین-

۳- خود قربان سورج چڑھنے کے بعد ذبح کی جاتی ہین-

۴- نماز سورج چڑھنے کے بعد ہوتی ہو پہلی دو وجہین معقول معلوم ہوتی ہین (واللہ اعلم بالصواب)

(۳۱۰) ایام القر- ایام القر سے مراد وہ دن ہین کہ جن دنون مین حاجی قربانی کے بعد آرام لیتے ہین-

(۳۱۱) ایام النحر- ایام حج مین قربانی کا دن (خصوصًا ۱۰- ذی الحجہ) کو ایام النحر کہتے ہین- عرب مین عمومًا اونٹ کی قربانی کی جاتی ہے اور اس کو بجائے ذبح کرنے کے نحر کرنے کا حکم ہے- نحر اور ذبح مین فرق ہو- جانور کو لٹا کر اسکے گلے پر چھری پھیرنے کو ذبح کہتے ہین اور اونٹ کو قبلہ رو کھڑا کر کے اس کے دونون اگلے پاؤن گھٹنے سے باندھ کر حربہ کو اس کی گردن کے نیچے گڈھے مین ایسا گہرا مارنا کہ اونٹ گر پڑے نحر کہلاتا ہے-

(۳۱۲) آیت (ع) لغوی معنی نشان کے ہین- اس کی جمع آیات ہو لیکن اصطلاح مین سورۂ قرآنی کے چھوٹے حصہ یا ٹکڑے کو آیت کہتے ہین- قرآن مجید مین آیت کئی معنون مین مستعمل ہوا ہو- مثلًا مظاہر قدرت- آثار قدرت- دلیل معجزے- پیغام یعنی احکام خدا اور ہدایت

قرآن مجید مین ۶ ہزار ۶ سو ۶۶- آیتین ہین- زمخشری نے ان آیتون کی تفصیل مین لکھا ہو کہ ایکہزار آیتین قصص مین اور ایکہزار مثلون مین اور ایکہزار وعدے مین اور ایکہزار وعید مین اور ایکہزار امر مین اور ایک ہزار نہی مین پانچ سو حلال و حرام مین- ایکسو ادعیہ مین اور چھیاسٹھ ناسخ و منسوخ مین ہین-

(۳۱۳) آیۂ تطہیر- قرآن مجید کی سورۂ احزاب (پ ۲۲- رکوع ۴) کی تینتیسوین آیت مین ہے کہ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت و یطہرکم تطہیرا (اللہ ارادہ کرتا ہو کہ اے اہل بیت تم سے بلندی کو لیجانے اور پاک کرے تم کو پاک کرنا) اس لئے اس آیت کو آیۂ تطہیر کہتے ہین- اس سوال کے جواب مین کہ آیہ تطہیر کے صحیح مخاطب کون بزرگ دار ہین علماء اہل سنن کے مابین اختلاف ہے انمین سے ایک جماعت کے نزدیک یہ آیت ازواج رسول صلعم کی بابت نازل ہوئی ہو اور اہل بیت سے وہی مراد ہین- دوسری جماعت علاوہ امہات مومنین کے آل عبا کو بھی اس آیت کا مخاطب تسلیم کرتی ہو- تیسری جماعت وہ ہو جس نے دائرہ تطہیر کو وسعت دی ہے مگر امہات مسلمین کو داخل نہین کیا ہو بلکہ آل عبا کے ساتھ آل جعفر و عقیل و عباس کو شامل کیا ہو- چوتھی جماعت وہ ہو جسنے ان کے علاوہ ازواج رسول صلعم کو داخل کیا ہو- پانچوین جماعت اُن رواۃ کی ہو جنھون نے اپنی روایت مین زینب بنت ام سلمہ اور واثلہ بن الاسقع کا بھی اہل بیت مین داخل ہونا بیان کیا ہو-

قرآن مجید کا سیاق کلام بتا رہا ہے کہ آیۂ تطہیر کے مخاطب اُمہات مسلمین ہین مگر یہ سیاق کلام اسی حالت مین حجت ہو سکتا ہے کہ جب بالتحقیق یہ ثابت ہو جائے ترتیب آیات سورہ سلسلۂ نزول کے اعتبار سے ہے۔ علاوہ ازین آیۂ تطہیر کی ترتیب مین ایک اور بات بھی قابل غور ہے اور وہ یہ کہ آیۂ تطہیر سے پہلے اور پیچھے خطاب ازواج رسول صلعم سے کیا گیا ہے اور ان تمام آیات مین جمع مونث استعمال کی گئی ہے لیکن اس آیۂ تطہیر مین خطاب ضمیر مذکر کے ساتھ ہے تفسیر درمنثور سیوطی کا مطالعہ اس امر کو بتا رہا ہے کہ چار روایتون مین آیۂ تطہیر کا ازواج رسول صلعم کے متعلق نازل ہونا مذکور ہے اور صرف دو روایتین تمام بنی ہاشم کے داخل اہل بیت ہونے پر استدلال کرتی ہین اور تیرہ روایتین ہین کہ جن سے آیۂ تطہیر کا آل عبا کے ساتھ مخصوص ہونا ثابت ہوتا ہے۔

علمائے شیع کے نزدیک آیۂ تطہیر کے مخاطب صحیح آل عبا ہین آنحضرت صلعم کے اقوال کے علاوہ آپکے اس فعل سے بھی کہ آپ ۶ روز تک جناب سیدہ کے دروازہ پر صبح کے وقت جا کر اہل بیت کے لفظ سے اس گھر کے رہنے والون کو پکارتے اور آیۂ تطہیر تلاوت فرماتے۔ (المشکوٰۃ۔ کتاب الفتن۔ باب مناقب اہل بیت النبی صلعم) استدلال لاتے ہین کہ آیۂ تطہیر کے مصداق آل عبا ہین نہ کہ اُمہات مسلمین۔

(۱۴ تا ۱۸) آیت الحفظ قرآن مجید کی پانچ آیتین۔ آیات الحفظ کہلاتی ہین۔ ان آیات کا استعمال زیادہ تر عملیات و تعویذات مین ہوتا ہے۔ آیات الحفظ یہ ہین۔

۱۔ سورۂ بقر (پ ۳ رکوع ۳۴ - آیت ۲۵۶) ولا یؤدہ حفظہما یعنی وہ (خدائے تعالیٰ) اُس کی زمین و آسمان کی حفاظت کرتا ہے۔

۲۔ سورۂ یوسف (پ ۱۳ رکوع ۸ - آیت ۶۴) فاللہ خیر حافظاً یعنی خدا بہتر حفاظت کرنے والا ہے۔

۳۔ سورۂ رعد (پ ۱۳ - رکوع ۲ - آیت ۱۲) یحفظونہ من امر اللہ یعنی نگاہ رکھتے ہین وہ اس کو حکم خدا سے۔

۴۔ سورۂ حجر (پ ۱۴ رکوع ۲ - آیت ۷) وحفظناہا من کل شیطان رجیم یعنی نگاہ رکھا اس کو (آسمان کو) شیطان مردود سے۔

۵۔ والصافات (پ ۲۳ رکوع اول آیت ۷) وحفظاً من کل شیطان مارد یعنی محفوظ رکھا سرکش اور نافرمان شیطان سے۔

آیۃ الفتح سورۂ انعام کی انسٹھوین آیت (پ ۷ رکوع ۷) آیۃ الفتح کہلاتی ہے جو مع ترجمہ ذیل مین درج ہے۔

عِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الغیب لا یَعلَمُہا الا ھُوَ ویَعلَمُ ما فی البرِ والبحرِ وما یسقط من وَرَقَۃٍ الا یَعلَمُہا ولا حبۃ فی ظلمات الارض ولا رطب ولا یابسٍ الا فی کتابٍ مبین۔ یعنی اُس کے نزدیک غیب کی کنجیان ہین اسکے سوا اُسے کوئی نہین جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ بحر و بر مین ہے اور جو پتہ گرتا ہے اُسے وہ جانتا ہے اور جو رطب و یابس ہے وہ سب کتاب مبین مین موجود ہے۔

اس آیت کے خواص مین منقول ہے کہ جو شخص ہر نماز پنجگانہ کے بعد ۴۰ مرتبہ اس آیت کو تلاوت کرے تو مراد دلی پاوے۔

(۱۳ تا ۵) آیۃ الکرسی۔ سورۂ بقر (پ ۳ رکوع ۳۴ - آیت ۲۵۶) کی آیت اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم لا تاخذہ سنۃ و لا نوم۔ لہ ما فی السموات وما فی الارض من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ یعلم ما بین ایدیھم وما خلفہم

ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء وسع کرسیہ
السموات والارض ولا یودہ حفظہما وھو العلی
العظیم یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہین - وہ حی ہے اور
قیوم ہے نہ اونگتا ہے نہ سوتا ہے - جو کچھ آسمانون اور زمین ہو سب
اسی کا ہے - کون ہے جو اُس کے اذن کے بغیر اُس سے سفارش
کرسکتا ہے - وہ لوگون کے ظاہر و باطن کا حال جانتا ہے لوگ اُسکے
علم کو ذرا بھی احاطہ نہین کرسکتے مگر جتنا وہ چاہے اس کا علم آسمانون
اور زمین کو محیط ہو اور وہ ان دونون کی حفاظت سے نہین تھکتا -
اور وہ علی العظیم ہے -

آیتہ الکرسی کے خواص بیشمار ہین جناب رسول مقبول صلعم سے
بسند حضرت علی مرتضےٰ مروی ہے کہ جو کوئی آیتہ الکرسی کو بعد نماز
فریضہ پڑھے تو اس کو بہشت مین داخل ہونے سے کوئی چیز مانع
نہین ہوگی مگر موت اور ہمیشہ اس کو نہین پڑھتا مگر صدیق یا عابد -
منقول ہو کہ آیتہ الکرسی کا ورد ہزارہا نیکیون کا موجب اور صدہا بلیات
کے دفیعہ کا باعث ہوا کرتا ہو -

(۱۳۱۶) آیات سبع سلام (ع) سات سلام والی آیتین
آیات سبع سلام یہ ہین -

۱- سلام قولا من رب الرحیم (سورۂ یٰسین پ۲۳ رکوع ۴ -
آیت ۵۸)

۲- سلام علی نوح فی العلمین (سورۂ والصافات پ۲۳ رکوع ۳
آیت ۷۹)

۳- سلام علی ابراہیم (سورۂ والصافات پ۲۳ رکوع ۳ -
آیت ۱۰۹)

۴- سلام علی موسیٰ وہارون (سورۂ والصافات پ۲۳ رکوع ۴
آیت ۱۲۰)

۵- سلام علی آل یٰسین (سورۂ والصافات پارہ ۲۳ رکوع ۴
آیت ۱۳۰)

۶- سلام علیکم طبتم فادخلوہا خالدین (سورۂ زمر پ۲۴ رکوع ۸
آیت ۷۳)

۷- سلام ہی حتی مطلع الفجر (سورۃ القدر پ۳۰ رکوع اول
آیت ۵)

ان آیات کو اخیر چہارشنبہ کے روز پانی مین دہو کر پینا بلیات
ارضی و سماوی کے صدمہ سے محفوظ رکھتا ہے -

(۱۳۱۷) آیات متشابہات (ع) متشابہ مشتق ہو شبہ سے
اور شبہ کے معنی مماثلت کے ہین اس لئے متشابہات وہ آیتین ہین
جو ایک دوسرے کے مشابہ یعنی مانند ہین - اصطلاح تفسیر مین متشابہات
اُن آیات کو کہتے ہین جنکے کئی مطلب سمجھ مین آتے ہون اور بخوبی
تمیز نہو سکے کہ کونسا مطلب مقصود ہو -

قرآن مجید مین آیات متشابہات کا ہونا نص قرآنی سے ثابت
ہے چنانچہ -

۱- سورۂ آل عمران (پ۳ رکوع اول آیت ۷) وہی ہے
جس نے تمپر یہ کتاب نازل کی جس (مین) سے بعض آیتین محکمات
(یعنی صاف صاف معنی والی) اور دوسری (آیتین) متشابہات
(یعنی ملتی جلتی) ہین تو جنلوگون کے دلون مین کجی ہے وہ تو اس
(قرآن) کے ان ہی متشابہات کے پیچھے پڑے رہتے ہین تاکہ فتنہ
پیدا کرین اور تاکہ اسکی تاویل کرین - الخ

۲۔ الزمر پ ۲۳ رکوع ۲۔ آیت ۲۴) اللہ نے بہترین کلام (یعنی)
کتاب اتاری جس کی آیتین ایک دوسرے سے متشابہ (ملتی جلتی)
اور بار بار دہرائی گئی ہین۔ الخ

اس امر پر کہ قرآن مجید مین آیات متشابہات کیون لائی گئی
ہین بہت کچھ بحث کی گئی ہو پہ چونکہ قرآن مجید مین بہت سی ایسی
باتین بیان کی گئی ہین جن کو انسان کے حواس خمسہ ظاہری باطنی
نے محسوس نہین کیا ہو اور نہ انکی کیفیات کو جانا ہو پس ممکن نہین
کہ وہ مطالب آیات محکمات مین بیان ہو سکین اس لئے ضروری
ہوگیا کہ وہ (مطالب) تمثیل کے پیرایہ مین آیات متشابہات کے
ذریعہ سے بیان کئے جائین۔ اسلام کا سب سے بڑا اصول توحید ہے
اور اس کے بعد اعمال حسنہ اور یہ وہ امور ہین جو اس خوبی و عمدگی و
صفائی سے قرآن مجید کی آیات محکمات مین بیان ہوے ہین جنہین
کسی طرح دوسرا احتمال ہو ہی نہین سکتا۔ البتہ صفات باری تعالی
کا بیان حشر اجساد نعیم جنت اور عذاب دوزخ کا بیان جن آیات
مین مذکور ہے وہ سب آیتین متشابہات مین سے ہین (ماخوذ از
تفسیر القرآن)

(۳۱۸) آیات محکمات (ع) محکم لغت مین مضبوط اور استوار
کو کہتے ہین اور اصطلاح مین محکم کے معنی ممنوع کے ہین یعنی محکم
آیتون مین ان کی ظاہری دلالت کے سوا دوسری تاویلات منع ہین
پس آیات محکمات وہ آیات ہین جو سیاق سے ثابت ہون اور لغت
سے ظاہر۔ مراد معین اور واضح ہون اس طرح کہ تخصیص کا احتمال ہو
اور نہ تاویل کی گنجایش بلکہ ایک ہی مطلب سمجھ مین آوے۔

نص قرآنی سے ثابت ہے کہ قرآن مجید مین محکم آیتین موجود ہین۔
دیکھو سورہ آل عمران (پ ۳ رکوع اول آیت ۷) اور سورہ ہود
(پ ۱۱ رکوع اول آیت اول)

اہل تفسیر کی رائے ہے کہ محکم ترین آیات قرآن مجید مین یہ آیت
ہے۔ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ الخ (سورہ الزلزال پ ۳۰
رکوع اول آیت ۸)

(۳۱۹) آیت المواریث۔ ورثہ پر دلالت کرنے والی آیت
(سورہ نساء (پ ۴ رکوع ۲) کی بارھوین آیت کو آیت المواریث
کہتے ہین اور یہی آیت اسلامی قانون میراث کی اصل و بن ہے
آیت توریث غالباً ۴ھ/۶۲۵ء مین نازل ہوئی جس سے میراث کا
ملنا موافات کے قاعدے پر جو آنحضرت صلعم نے مہاجرین اور انصار
مین قائم فرمایا تھا منسوخ ہوگیا اور وارث محدود ہو گئی۔ خاندان اور
ذوی الارحام مین ۱۰ھ/۶۳۱ء مین ایک ثلث سے زیادہ کی وصیت
بھی ممنوع کردی گئی۔

آیت توریث کے معنی یہ ہین کہ خدا تم کو تمھاری اولاد کے بارے
مین یہ حکم کرتا ہے کہ مرد کا حصہ عورت کے دو حصے کے برابر ہے۔ پھر اگر
عورتین دو سے زیادہ ہون تو ان سب کے لئے ترکہ کی دو تہائی ہے
اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اُس کے آدھا ترکہ ہے اور میت کے مان باپ
(ہر ایک کے لئے) کے لئے ترکہ مین سے چھٹا حصہ ہے۔ اگر میت کے
اولاد ہو۔ اگر اُس کے کوئی اولاد نہو اور مان باپ ہی اُس کے
وارث ہون تو مان کے لئے تہائی ہے پھر اگر میت کے بھائی ہون تو
اس کی مان کے لئے چھٹا حصہ ہے وصیت کے بعد جو میت کر مرا ہے
اور ادا ے قرض کے بعد تم کو نہین معلوم کہ تمھارے حق مین تمھارے
باپ یا تمھارے بیٹے کون زیادہ کام آنے والے ہین۔ یہ سب حصے اللہ

نے مقرر کر دیے ہین۔ بے شک اللہ علم و حکمت والا ہے۔"

آیت توریث اس گرہ کی بھی عقدہ کشائی کر رہی ہے جو علم الاقتصاد کا سب سے مشکل مسئلہ ہے یعنی دولت کا ایک تناسب کے ساتھ تقسیم ہونا اور ایک ذات واحد کا کل ترکہ پر قابض نہ ہو جانا۔ یہی وہ مشکل اور اہم مسئلہ ہے جس نے یورپ مین نہیلسٹ اور سوشلسٹ فرقے پیدا کر دیے ہین لیکن اسلام جو مساوات پیدا کرنے آیا ہے مثل دیگر مذاہب کے اس مسئلہ مین کسطرح خاموشی اختیار کر سکتا تھا۔ اس لئے وہ ایک صحیح اور قابل عمل حل دنیا کے سامنے پیش کر رہا ہے۔

(۳۲۰) ایثار (ع) دوسرے کی غرض اپنی غرض پر مقدم کرنا ایثار کہلاتا ہے یعنی ایک شخص کسی چیز کا محتاج ہو اور دوسرے کو دیکھے کہ وہ بھی اس کا حاجت مند ہے پس جب وہ چیز اس کو میسر آوے تو خود کام مین نہ لائے بلکہ دوسرے کو دیدے۔ ایثار اوصاف حمیدہ مین سے ہے خداوند حمید نے فرقان مجید مین ایسے لوگون کی تعریف فرمائی ہے۔ دیکھو سورۂ حشر (پ ۲۸ رکوع اول آیت ۹) فقہاء متفق ہین کہ ایثار طاعات مین جایز نہین۔ اگر ایثار واجبات مین ہو تو حرام ہے اگر فضایل و مستحبات مین ہو تو مکروہ ہے۔ مثلاً ایک شخص کے پاس ستر پوشی کیلئے کپڑے تھے وہ اس نے ایثار کر دیے اور خود برہنہ ہو گیا اور نماز قضا کی تو ایثار جایز نہین۔

شریعت کا ایثار یہ ہے کہ گناہ نہ کرے۔ طریقت کا ایثار یہ ہے کہ ارادہ الٰہی کے آگے اپنے ارادہ کو مفقود تصور کرے۔ حقیقت کا ایثار یہ ہے کہ اپنے ارادہ کو ارادہ نہ سمجھے (جواہر خمسہ)

(۳۲۱) ایجاب (ع) منظور کرنا۔ پہلا اقرار جو کسی عقد کے انعقاد کے سلسلہ مین فریقین کے مابین ہو ایجاب کہلاتا ہے۔

(۳۲۲) ایکہ (ع) بن جنگل۔ جمع ایک۔ اصحاب ایکہ کا ذکر قرآن مجید مین چار مقامات پر آیا ہے۔

۱۔ سورۂ حجر (پ ۱۴۔ رکوع ۵۔ آیت ۷۸)

۲۔ سورۃ الشعراء (پ ۱۹۔ رکوع اول آیت ۶)

۳۔ سورۂ ص (پ ۲۳ رکوع اول آیت ۱۲)

۴۔ سورۂ ق (پ ۲۶ رکوع اول آیت ۱۳)

مفسرین کہتے ہین کہ وہ بن جو مدین کے قریب تھا ایکہ کہلاتا تھا اس بن مین باغات بکثرت تھے۔ دنیوی ثروت نے باشندگان ایکہ کو کفر اور شرک مین مبتلا کر دیا حضرت شعیب ان کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے۔

صاحب ارض القرآن لکھتے ہین کہ اصحاب الایکہ سے مراد اہل دوان ہین اور چونکہ اہل دوان نے ایک مدت تک اپنا وطن جنگل کو بنائے رکھا اس لئے وہ اصحاب الایکہ کے نام سے قرآن مجید مین مخاطب کئے گئے ہین جغرافی حیثیت سے دوان کو تیماء کے قریب اس تجارتی شاہراہ پر جو یمن سے شام کو حجاز ہو کر جاتی ہے ہونا چاہئے۔

دوان حضرت ابراہیم کے صاحبزادے تھے جن کی مادر گرامی قطورا تھین۔ ان کی اولاد ہی کو قرآن پاک نے بسبب انکے مسکن کے اصحاب الایکہ کہا ہے۔ دوان بھی مدین کی طرح ایک تاجر قوم تھی اور حضرت شعیب اہل دوان اور اہل مدین دونون قومون کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔

(۳۲۳) ایلاء (ع) اپنی زوجہ سے جماع نہ کرنے کی قسم کھانا۔ اس کی صحت کے لئے واجب ہے کہ قسم خدا کے نام کے ساتھ ایک ہی مجلس مین دو مردون کے سامنے بحالت اختیاری و موجودگی ہوش و حواس م

عقل سلیم کہانی ہو - عورت مدخولہ ہو - مرد بالغ ہو - ایام حیض نہ ہوں -
اس طہر مین جماع نہ کیا ہو (تحفۃ العوام) اگر چار ماہ کے اندر صحبت کی تو
امام ابو حنیفہ کے نزدیک کفارہ قسم کا لازم آتا ہے اور ایلار ساقط ہو جاتا ہے
اگر صحبت نہ کی اور چار ماہ گذر گئے - تو اس پر ایک طلاق بائن پڑتی ہو
امام مالک امام شافعی اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ مرد یا تو عورت کی
طرف رجوع کرے اور اپنی قسم کا کفارہ دے یا طلاق دے (نور الہدایہ)

احکام ایلار یہ ہین -

۱ - مرد حالت ایلار مین عورت کی طرف رجوع نہین کر سکتا اگرچہ
عورت بھی راضی ہو -

۲ - اگر مرد ایلار کے بعد عورت کی طرف رجوع کرے تو واجب ہو کہ
کفارہ قسم کا ادا کرے یا طلاق دیکر مطلقہ کرے -

۳ - ایلار کے بعد رجوع کرنا منظور ہو اور ادائے کفارہ کی طاقت
نہ رکھتا ہو تو طلاق دے کر بعد انقضائے عدۃ عقد ثانی مہر جدید پر
کر سکتا ہے (جامع الجعفری)

(۳۲۴) **ایم** (ع) رانڈ و رنڈوا - جمع اس کی ایامی اور ایائم ہے
اصطلاح فقہ مین ایم اس عورت کو کہتے ہین جس کے خاوند نہ ہو - خواہ
وہ کنواری ہو یا بیوہ - رسالت پناہ کا ارشاد ہو کہ ایم اپنے معاملہ مین
خود مختار ہو (المشکوٰۃ - کتاب النکاح - باب الولد فی النکاح فصل اول)
بالفاظ دیگر معاملات شرعی خصوصا عقد نکاح مین ان سے اجازت
لینا ضروری ہے -

(۳۲۵) **ایمان** - ع (اصل امان ہو) دلی اعتقاد کا نام ہے - گو
بعض علما نے قول باللسان (یعنی زبانی اقرار توحید و رسالت) معاو
کا اور عمل بالارکان (یعنی عبادت) کو بھی جزو ایمان مانا ہو لیکن صحیح قول
یہ ہو کہ ایمان فقط قلب سے تعلق رکھتا ہو - اگر دل مین کوئی شخص اصول ایمان
کا معتقد ہو اور زبان سے نہ کہے تو اس کے ایمان مین خلل نہین ہو سکتا -
ہان لوگون پر ظاہر کرنے اور خود کو حکم مومن و مسلم مین داخل کرنے کے لئے ضرور
ہے کہ زبانی اقرار بھی کرے - تاکہ لوگ اس کو مومن سمجھین اور احکام اسلام
اس پر جاری کرین -

اصطلاح شریعت مین ایمان کہتے ہین دل سے خدائے تعالیٰ
کو ایک جاننا اور جناب محمد صلعم کو اس کا سچا رسول ماننا اور اس کا یقین
کر لینا کہ جو کچھ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے وہ سب سچ اور برحق ہو بالفاظ
دیگر اقرار توحید و اقرار رسالت کو جو دلی اعتقاد کے ساتھ ہو ایمان کہتے
ہین -

ایمان اور اسلام مین جو فرق قرآن مجید نے بتایا ہے وہ یہ ہے
کہ اسلام باعتبار اعمال ظاہر کے ہے - اور ایمان باعتبار اعتقاد باطن کے
یعنی اسلام سے مفہوم فرمان برداری احکام الٰہی ہے اور ان احکام الٰہی
کی تصدیق قلبی کا نام ایمان ہے (سورۃ الحجرات پ ۲۶ رکوع ۲ - آیت ۱۴)
ان دونون کا مجموعہ دین کہلاتا ہے - ایمان اور اسلام کے کمال کی شرط یہ ہو
کہ اوامر و نواہی پر عمل کیا جائے ورنہ بجز عبادت و ترک منہیات انسان
ثواب کا مستحق نہ ہوگا -

حدیث مین ہے کہ اس شخص نے ایمان کا مزہ چکھا جس نے بخوشی خاطر
اللہ کو اپنا مالک اور متصرف جانا اور اس کے حکم پر راضی ہوا اور اس کی
بندگی کی اور اسلام کو دین اپنا ٹھہرایا - اور جو کچھ کہ اسمین ہے اس کو بخوشی
بجا لایا اور آنحضرت صلعم کو رسول جانا - اور آپ کی پیروی کی (المشکوٰۃ کتاب
الایمان فصل اول)

دوسری حدیث بایں مضمون روایت کی گئی ہو کہ جو اللہ کے واسطے

محبت رکھے اور اللہ ہی کے واسطے عداوت رکھے اور اللہ کو واسطے اور اللہ کے واسطے نہ دے یعنی جو کام کرے اسکی رضامندی کیلئے کرے پس تحقیق اس کا ایمان کمل ہے (المشکوٰۃ۔ کتاب الایمان۔ فصل اول)

ایمان کا اظہار مجملاً و مفصلاً دونون طریق سے ہوتا ہے اول الذکر کو ایمان مجمل اور موخر الذکر کو ایمان مفصل کہتے ہین۔ ایمان مجمل یہ ہے کہ "مین اللہ جل شانہٗ پر ایمان لایا جیسے اسکے سارے اسماء و صفات ہین (یعنی جن نامون اور خوبیون کے ساتھ اللہ متصف ہے) اور اسکے سب حکم قبول کرلے۔ ایمان مفصل یہ ہے کہ مین ایمان لایا اللہ پر۔ اسکے فرشتون پر۔ اسکی کتاب پر۔ اس کے رسولون پر۔ یوم آخرت پر اور اور تقدیر الٰہی پر اور ایمان لایا کہ مرنے کے بعد قبر سے پھر زندہ ہونا اور اٹھنا برحق ہے

(۲) اصطلاح تصوف مین اسماء جمالیہ کے مقتضیات کو کہتے ہین اور علم بقا کے مرتبہ کو بھی۔ صوفیون مین ایمان کے پانچ مرتبے ہین (اول) مطبوع۔ یہ ایمان ملائکہ کا ہے (دوم) معصوم۔ یہ ایمان انبیاء کا ہے (سوم) مقبول۔ یہ ایمان مومنین کا ہے (چہارم) موقوف۔ یہ ایمان اہل بدعت کا ہے (پنجم) مردود۔ یہ ایمان منافقون کا ہے (تذکرۃ السلوک۔ مصطلحات صوفیہ)

(۳۲۶) ایمان حقیقی۔ (ع) تصوف کی اصطلاح ہے جس سے مراد حق تعالیٰ کی وحدانیت کی ایسی تصدیق کرنا ہے جس مین کسی قسم کا شبہ نہ ہو۔ ایمان حقیقی کہلاتا ہے۔ یہ درجہ تصدیق اس وقت حاصل ہوتا ہے کہ خود کو فنا کرکے حق تعالیٰ کے ساتھ باقی رہے اور عین وحدت ہو جائے۔

(۳۲۷) ایمان (ع) جمع ہے یمین کی۔ یمین لغت مین قوت کو کہتے ہین۔ شریعت مین کسی چیز کو قوت دینا (یعنی مضبوط کرنا) اللہ کے نام کے ساتھ یا کسی شے کے ساتھ تعلق کو پائیدار کرنا۔ اللہ کی قسم کھاکر یمین کہلاتا ہے۔ ایمان کے مجمل احکامات سورہ ہائے ذیل مین مندرج ہین۔ (۱) سورہ بقر (پ۲۔ رکوع ۲۸۔ آیت ۲۲۵) خدا تم سے مواخذہ نہین کرتا ان قسمون کا جو لغو مین لیکن ان قسمون پر تم سے مواخذہ ہوگا جنکو تمہارے دلون نے کسب کیا ہو اور خدا غفور اور حلیم ہے،، (۲) سورہ مائدہ (پ۷ رکوع ۱۲۔ آیت ۹۱) "تم سے بیہودہ قسمون کے بارے مین مواخذہ نہ کریگا لیکن ان قسمون کے بارے مین مواخذہ کریگا۔ جو تم نے گرہ باندہی ہے۔ پس کفارہ اسکا دس مسکینون کو کھانا کھلانا ہے اس کھانے مین سے کہ تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو۔ یا کپڑا دس مسکینون کا یا ایک غلام کا آزاد کرنا۔ لیکن جو شخص ان (کفارون) پر قادر نہو تو پے در پے دس دن کے روزے رکھے۔ (۳) سورہ نحل (پ۱۴۔ رکوع ۱۳۔ آیت) اپنے قسمون کو فریب اور دغا بازی کی آڑ نہ بناؤ۔

احادیث مین ہے کہ قسم کھانا جائز ہے اور آنحضرت صلعم۔ صفات اللہ کے ساتھ قسم کہا کرتے تھے۔ مثلاً فرماتے "یون نہین قسم ہے دلون کے پھیرنے والے کی (مقلب القلوب) ایمان کے متعلق المشکوٰۃ سے چند احادیث کا مطلب تحریر کیا جاتا ہے۔

(۱) قسم نہ کھاؤ اپنے باپون کی بس چاہیے کہ قسم کھاؤ اللہ کی (۲) اللہ کی قسم نہ کھاؤ مگر اس حال مین کہ تم سچے ہو (۳) جو شخص کسی چیز پر قسم کھائے اور اخیر مین انشاء اللہ کہے پس اس پر حنث (کفارہ) نہین ہے (کتاب الفتن۔ باب الایمان والنذر)

ایمان جن پر احکام شریعت مرتب ہین تین قسم کی ہین۔ اول غموس اور وہ یہ ہے کہ کسی فعل یا ترک فعل گذشتہ پر خلاف واقعہ قصداً جھوٹ قسم کھائی جائے۔ اس صورت مین قسم کھانے والا سخت گناہ گار ہوگا اور کفارہ اس کا کچھ نہین مگر توبہ واستغفار۔ امام شافعی کے نزدیک غموس مین کفارہ ہے اور حدیث امام احمد کی ان پر حجت ہے (دوم) لغو اور یہ جھوٹی قسم ہے امر گذشتہ پر اس گمان سے کہ سچ ہے۔ اس مین امید مغفرت کی ہے۔ (سوم) منعقد اور یہ قسم امر آیندہ پر ہے اور صرف اس صورت مین کہ خلاف واقع ہو کفارہ لازم آئے گا۔

فقہاء اہل تسنن کی ایک جماعت کے نزدیک اگر قسم جبر یا سہو سے بھی کھائی جائے اور ایفا نہ کی جائے تو حنث عائد ہوتا ہے (نور الہدایہ) لیکن

فقہاء امامیہ کے نزدیک جبر یا سہو سے قسم منعقد نہین ہوتی (جامع الجعفری) اور یہی قول امام شافعی کا بھی ہے (نور الہدایہ) قسم کے حروف "واؤ" "بے" اور "تے" ہین جیسے واللہ باللہ تاللہ۔ قسم کھانے کے مروجہ شرع طریقے یہ ہیں۔ (۱) تین دفعہ کہنا "قسم ہے اللہ کی" (۲) قرآن مجید ہاتھ مین لیکر کہنا "قسم ہے اس کی جو کلام خدا ہے" (۳) قرآن مجید پر تلوار رکھ دینا۔ ایام جاہلیت مین قسم لینے کا نہایت سنجیدہ قاعدہ یہ تھا کہ آگ جلا کر اس مین گندھک اور نمک پیس کر ڈالتے یہ آگ "ہولہ" کہلاتی تھی اور اسکا جلانیوالا "مہول" کہلاتا تھا قسم کے مستحکم کرنیکا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ خانہ کعبہ کے میزاب کے نیچے جا ایک کمان۔ اور جوتی رکھ دیتے اور اسطرح کرنے سے قسم پختہ ہو جاتی"۔ اسلام نے ان رسومات کو باطل قرار دیا ہے۔

(۳۷۸) اَیُّوْبُ (ع) قدیم و جدید، مسلم و غیر مسلم دونون تحقیقات کا نتیجہ یہ ہے کہ یوباب۔ ایوب اور اوب ایک ہی مسمی کے مختلف نام ہین اور یہ اختلاف محض تغیر لہجہ کے باعث ہے۔

حضرت ایوب ادومی عرب تھے یعنی حضرت اسحاق کے بڑے صاحبزادے کی (جن کا نام عیص معروف بادوم تھا) نسل سے ہین۔ مورخ ابن واضح یعقوبی (المتوفی ۲۹۲ھ ۹۰۵ء) لکھتا ہے کہ حضرت ایوب کے باپ کا نام رازح تھا۔ جو عیص بن اسحاق کے فرزند تھے۔ آپ قبیلہ ادوم کے شیخ تھے (سفر ایوب) اور آپ کا وطن بُصرے (شمالی عرب نزد فلسطین) آپ کی ولادت ۲۲۴۳ سنہ آفرینش اور وفات ۲۴۸۴ سنہ آفرینش مین ہوئی۔

قرآن مجید مین حضرت ایوب کا نام چار سورتوں مین آیا ہے یعنی (۱) سورۂ نساء (پ ۶۔ رکوع ۲۳۔ آیت ۱۶۱) (۲) سورۂ انعام (پ ۷۔ رکوع ۱۰۔ آیت ۸۴) (۳) سورۂ انبیاء (پ ۱۷۔ رکوع ۶۔ آیات ۸۳۔۸۴) اور (۴) سورۂ ص (پ ۲۳۔ رکوع ۴۔ آیات ۴۱۔۴۴) ان مین سے اول الذکر دو سورتون مین صرف نام ہے جو حضرات ابراہیم و اسحاق کے سلسلہ مین آیا ہے۔ لیکن موخر الذکر دونون سورتون مین آپکے سوانح (مجملاً) مذکور ہین۔

مفسرین اسلام نے جو واقعات حضرت ایوب کی نسبت قلم بند کیئے ہین انکا تمام تر ماخذ اسرائیلیات ہے اور اسرائیلی روایات کچھ تغیر اور تبدل کے ساتھ سفر ایوب سے ماخوذ ہین۔ ان روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ایوب کثیر الاولاد تھے یعنی سات پسر اور سات دختر رکھتے تھے۔ آپ اپنے عہد کے بے نظیر و بے مثل، مشہور، تونگر، صاحب عزت اور تندرست آدمی تھے رحم دلی۔ مسافر نوازی۔ مسکین پروری۔ شکر گزاری باری تعالےٰ آپ کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھین حضرت ایوب کی آزمائش اتلاف مال و اولاد سے کی گئی اور آپ پیشتر سے زیادہ صابر اور شاکر ثابت ہوئے۔ حضرت ایوب مرض صعب اور درد کرخت مین مبتلا ہوئے۔ لیکن سلسلہ صبر کو ہاتھ سے نہین دیا۔

قرآن مجید نے حضرت ایوب کا مرض صعب سے صحت یاب ہونیکا واقعہ سورۂ ص (پ ۲۳) مین ذکر کیا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے آپ کو ایک چلتے چشمہ مین غسل کرنے کا حکم دیا جو آپ کے پیر کے نیچے سے برآمد ہوا تھا۔ اور یہ وہ فطری علاج ہے جس سے زمانہ موجودہ مین بھی ہزارہا مریض تندرست ہوتے ہین۔ اس قسم کے چشمے جو کسی خاص مقام پر پھوٹ نکلتے ہین اور جو طبقات ارضی یا پہاڑون مین سے خاص خاص اجزاء کیمیاوی کو اپنے اندر لیے ہوے بہتے ہین جو بہت سے امراض کے لیے اکسیر کا حکم رکھتے ہین۔ ان مین غسل کرنے کی دیر ہے کہ شفا قدم بوسی کے لیے حاضر ہو جاتی ہے۔

آپ کی نسبت عوام مین بہت سی غلط اور ناکارہ روایات مشہور ہین۔ جو پایۂ ثبوت کو نہین پہونچتی ہین اس لئے نظر انداز کی جاتی ہین۔

فصلِ بائے عربی

(۱) بابُ الابواب (ع) دروازون کا دروازہ یعنے انتہائے قرب اصطلاحِ تصوف مین باب الابواب توبہ کو کہتے ہین بایں معنی کہ طالب صادق گناہون سے توبہ کر کے قربِ الٰہی مین داخل ہو جاتا ہے (تذکرۃ السلوک مصطلحاتِ صوفیہ)

(۲) بابُ السّلام (ع) سلامتی کا دروازہ۔ خانہ کعبہ کے ایک دروازہ کا نام ہے۔ اس کا اصل نام باب الشعیب ہے، اس لیے کہ وہ بنو شعیب کا دروازہ تھا۔ لیکن قریش مین کشت و خون رُک جانے کے باعث اس دروازہ کو باب السّلام کہتے ہین۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔ کہ جب قریش خانۂ کعبہ کو جس کی دیوارین سیلاب کے صدمہ سے شق ہو گئی تھین از سرِ نو تعمیر کر چکے تو حجرِ اسود کے نصب کرنے پر ان مین سخت تنازع پیدا ہو گیا۔ اور قریب تھا۔ کہ مکہ ایک بہتے خون کا دریا بن جائے۔ بالآخر تمام قبائل قریش اس امر پر متفق ہو گئے کہ جو پہلا شخص باب الشعیب سے حرم مین داخل ہو وہ حکم مقرر کیا جائے۔ چنانچہ آن حضرت صلعم کا باب الشعیب سے داخل ہونے پر، انتخاب ہوا۔ آپ کا سنِ شریف اُس وقت پینتیس ۳۵ سال کا تھا۔ آپ کے مدبرانہ فیصلہ سے جدال و قتال رُک گیا۔ اس واقعہ کی یادگار مین اس دروازے کو باب السلام کہتے ہین۔

فتح مکہ (۸ھ / ۶۲۹ء) کے دن آن حضرت صلعم نے اولاد
شعیب بن عثمان کو طلب کر کے باب الشعیب کے کھولنے
کا حکم دیا۔ عثمان کی فوری تعمیل سے خوش ہو کر خانۂ کعبہ
کی کنجیاں پھر عثمان ہی کو عنایت کر دین۔ اور آج تک
بیت اللہ کی مجاورت اولاد شعیب ہی مین چلی آرہی ہے۔

(۳) بابُ النساء (ع) عورتون کا دروازہ۔ مدینہ
منورہ مین مسجد نبوی کے اردگرد آن حضرت صلعم
نے حجرے تعمیر کرائے تھے۔ جن مین اُمہات المومنین
رہا کرتی تھین۔ ان حجرون کا ایک دروازہ مسجد نبوی
کے صحن کی طرف بھی تھا۔ جو آن حضرت صلعم کی آمد و
رفت کے لیے مخصوص تھا۔ گو اس زمانہ مین ہر ایک
حجرے کا دروازہ باب النساء کہلاتا تھا۔ لیکن آجکل
مسجد نبوی کا صرف شرقی دروازہ بابُ النساء کے
نام سے موسوم ہے۔

(۴) بابل۔ دُنیا کا بہترین شہر تھا جو دریائے فُرات کے
مشرقی کنارے (عراق عرب) پر آباد ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ
طوفان نوح کے بعد سب سے پہلا شہر جو اولاد آدم نے بسایا
بابل تھا۔

بابل کی وجہ تسمیہ جو توریت (کتاب پیدائش)
مین مرقوم ہے یہ ہے کہ شہر کے بُرج بناتے وقت لوگون کی
زبانون مین اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ اور اسی اختلاف کی
وجہ سے اس شہر کا نام بابل ہوا۔ مسیح علیہ السلام سے
دو ہزار برس پہلے اس شہر کا تمدن دُنیا کی آنکھون کو خیرہ
کر رہا تھا۔ اور بابلیون کی حکومت اور جلالت کا قصیدہ خوان
بنا ہوا تھا۔

بخت نصر (۶۰۵-۵۶۲ ق م) کے زمانہ
مین بابل کی شہرت درجۂ انتہا کو پہونچ گئی تھی۔ لیکن بمصداق
ہر کمالے را زوالے بابل کا دورِ انحطاط ۳۳۱ ق م سے شروع ہوا
جبکہ اس ملک کو سکندر اعظم نے بابل فتح کر کے یونانی حکومت
مین شامل کر لیا۔ ۲۲۶ ع مین بابل دولت ساسانیہ کے زیر
نگین آیا۔ اور جنگ قادسیہ (۱۴ھ / ۶۳۶ء) کے بعد اسلامی پرچم ارض
ما بین النہرین (عراق عرب) پر لہرانے لگا۔ (۱۴۶ھ / ۷۶۳ء) مین
اس سرزمین مین شہر بغداد کا سنگ بنیاد رکھا گیا جو ۶۵۶ھ / ۱۲۵۸ء
تک خلفاء عباسیہ کا پایۂ تخت رہا۔ ہلاکو خان کے ہاتھون
برباد ہوا۔ زوال عباسیہ کے بعد دولت تاتاریہ کا دورہ رہا۔
۹۰۸ھ / ۱۵۰۲ء مین شاہ اسمٰعیل اول شاہ ایران نے بغداد فتح کر لیا۔
لیکن ۹۴۱ھ / ۱۵۳۴ء مین سلطان اعظم نے بغداد پر فتح حاصل کی۔
ترکون کے قبضہ کو ایک صدی بھی نہین گذری تھی کہ ۱۰۳۰ھ / ۱۶۲۰ء
مین یہ ملک پھر ایرانیون کے قبضہ مین چلا گیا۔ لیکن سلطان
مراد خان رابع (۱۰۳۲ھ / ۱۶۲۲ء لغایت ۱۰۴۹ھ / ۱۶۴۰ء) نے دوبارہ بغداد
اور تمام ارض عراق پر قبضہ حاصل کیا۔ تین صدی سے زائد عرصہ
تک اس ملک پر ترک قابض رہے اور جنگ یورپ ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء
مین یہ ترکی سلطنت سے علیحدہ ہو کر انگریزون کے اقتدار مین
آگیا۔

یہ ہے داستان شہر بابل کی جو ایک زمانہ مین عروس
البلاد کہلاتا تھا۔ لیکن اب عبارت ہے چند ٹوٹے پھوٹے
کھنڈرون سے۔

علماء آثار اس کی قدیم یادگارون کی جو بغداد سے ۵۲

میل کے فاصلہ پر ملے ہین عظمت دیکھکر اس کے تمدن و تہذیب کا اعتراف کر رہے ہین۔ اور اس کو بشریت کا مہد اولین قرار دیتے ہین۔

(۶) سورۂ بقر (پ اول۔ رکوع ۱۲۔ آیت ۹۶) مین ہے کہ پیروی کی (یہودیون) نے اس چیز کی جو فرشتون پر جن کے ہاروت و ماروت ہین بابل مین نازل کی گئی تھی۔ اس آیت کی تفسیر مین مفسرین رقم طراز ہین کہ شہر بابل مین جادو بکثرت پھیل گیا تھا۔ خدا تعالےٰ نے ہاروت و ماروت دو فرشتے آدمیون کی صورت مین شہر بابل کو بھیجے۔ تاکہ لوگون کو جادو کا رد تعلیم کرین۔ چنانچہ فرشتون نے وہ عمل اس زمانہ کے پیغمبر کو سکھایا۔ اور پیغمبر نے دیگر بندگان خدا کو تعلیم کیا۔ اور ہدایت کی کہ یہ عمل جادو کی رد مین کیا جاوے نہ کہ جادو کرنے مین۔ نیک لوگون نے تعمیل کی اور بدکارون نے اس عمل سے بیجا فائدہ اٹھایا۔

عوام مین ایک عجیب و غریب روایت ہاروت و ماروت کے باب مین زبان زد ہے اور وہ یہ کہ یہ دونون فرشتے ایک رقاصہ نامی زہرہ پر عاشق ہوگئے اور اس کے اغوا مین آکر شراب نوشی کی اور قتل نفس کیا۔ اور اب پاداش مین چاہ بابل مین لٹکے ہوے ہین۔

صاحب تفسیر عمدۃ البیان اس روایت کو غلط اور بے بنیاد بتلاتے ہین۔ اور لکھتے ہین کہ فرشتے معصوم ہین ان سے ایسا فعل شنیع صادر نہین ہوسکتا۔

صاحب تفسیر القرآن ہاروت و ماروت کو فرشتے نہین بتلاتے بلکہ آدمی کہتے ہین اور "دو ملکین" سے مراد نیک لوگ لیتے ہیں۔ وہ تحریر کرتے ہین کہ ہاروت و ماروت دونون تاریخی شخص ہین اور شام کے رہنے والے۔

(۵) بابی۔ منسوب طرف باب کے۔ یہ فرقہ علی محمد باب کا پیرو ہے۔ جو خود کو باب العلم کہتے تھے۔ اور ایران کے باشندے تھے۔ ان کا مقولہ تھا۔ کہ جس طرح آدمی بغیر باب یعنے دروازہ کے۔ گھر کے اندر نہین جاسکتا۔ اسی طرح ان کی اجازت کے بغیر خدا تک نہین پہونچ سکتا۔ اس مقولہ کی بنا پر آپ کو "باب" کہنے لگے۔

۱۲۶۰ھ / ۱۸۴۴ء مین آپ نے دعوی مہدویت کیا۔ آپ نے بتلایا۔ کہ بہشت و دوزخ انسان کے محض اندرونی حالات کا نام ہے۔ نہ کہ کسی جگہ یا مقام کا اور حشر و نشر سے مراد یہ ہے کہ گناہ کی زندگی کو چھوڑ کر نیکی کی زندگی حاصل کی جائے۔

بابی قیامت کے منکر ہین اور یوم الحساب کے بارے مین ان کا اعتقاد ہے کہ ہر ایک انسان کے اعمال ہی اس کے فرشتے ہین جو اس کو نیکی و بدی کی طرف لے جاتے ہین۔ محمد علی باب کے مذہبی مناظرے جو شیعی علما اور مجتہدین کے ساتھ ہوے تھے۔ بابیون کے عقائد کی عمدہ تفصیل ہین۔

چونکہ محمد علی باب کے مرید سلطنت ایران کے لیے باعث فتنہ ثابت ہونے لگے۔ اس لیے سلطنت نے اول ان کو آذربائیجان کے قلعہ جہریق مین مقید کر دیا۔ اور بالآخر ۱۲۶۵ھ / ۱۸۴۸ء مین قتل کر دیا۔ علی محمد باب کے داعیون مین سے قرۃ العین و ملا حسین بشرویہ معروف بہ سید علی اعظم سید یحیی بن سید جعفر دارابی الملقب

بر کشاف علاوہ تعلیم یافتہ ہونے کے امور حرب سے بھی واقف تھے۔

باب کے قتل ہوتے ہی انتقام کے شعلے اُن مین بھڑک اُٹھے۔ اور شاہ ناصر الدین قاچار والی ایران پر ہنگام جلوس حملہ کر دیا۔ اگرچہ شاہ کے کاری زخم آئے تھے۔ لیکن وہ جان بر ہوگیا۔

شاہ پر حملہ کرنا گویا بابیون کی قتل کا فرمان حاصل کرنا تھا۔ چنانچہ سلطنت بہت سے بابیون کو قتل کر دیا۔ جن مین قرۃ العین، سلیمان اور شیخ علی بھی شامل تھے۔ اور صدہا بابیون کو مملکت ایران سے نکلوادیا چنانچہ مرزا یحیٰی خلیفہ باب جن کا لقب صبح ازل تھا۔ اور مرزا حسین جن کا لقب بہاء الحق تھا۔ بھاگ کر بغداد چلے گئے جہان ترکی حکومت نے انکو بلوا کر اول قسطنطنیہ مین اور بعدہ ایڈریانوپل مین مقید کر دیا زمانہ نظربندی مین ان دونون بزرگون نے خلافت کی بابت اختلاف انگیز خیالات کا اظہار کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بابیون کی جماعت دو گروہون مین منقسم ہوگئی۔ ایک گروہ ازلی اور دوسرا بھائی کہلایا۔

ازلی جماعت مرزا یحیٰی صبح ازل کو خلیفہ برحق تسلیم کرتی ہے اور بھائی جماعت مرزا حسین بہاء الحق کو جائز خلیفہ مانتی ہے۔

ترکی حکومت نے اس نقیض کا فیصلہ یون کیا کہ فریقین کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیا۔ اور بہاء الحق کو عکا مین اور صبح ازل کو قبرس مین جلاوطن کر دیا۔

چونکہ بہاء الحق کی تعلیم نے آج متمدن دنیا کو ..... اپنی جانب متوجہ کر لیا ہے۔ اور بہائی تحریک یورپ اور امریکہ مین پھیلتی جاتی ہے اس لئے ہم بہاء الحق کے مجموعہ تصانیف سے جو کتاب الاقدس کے نام سے موسوم ہے۔ چند اقوال نقل کرتے ہین۔

(۱) ہر ملت و مذہب کے اشخاص کے ساتھ بہ حسن سلوک پیش آؤ۔

(۲) تم سب ایک ہی درخت کے پھل اور ایک ہی شاخ کی پتیان ہو۔ اپنے محب وطن ہونے پر فخر کی کوئی بات نہین البتہ محب عالم ہونے پر فخر ہے

(۳) اے باشندگان ارض خدا کے مذہب کو منافرت کا حیلہ نہ بناؤ۔ خدا کی قسم۔ خدا کا دین و مذہب ارتباط و اتحاد کے لیے آیا ہے۔ نہ کہ نفاق اور اختلاف کے لیے۔

(۴) مذہب کی تقویت اعمال سے ہوتی ہے اور فضائل اس کے معین ہوتے ہین۔ اے بہاء الحق پر ایمان لانے والو۔ فضیلت (نیکی) پر مضبوطی سے قائم رہو۔

(۵) اے خدا پر ایمان لانے والو۔ خدا کا کام مثل درخت کے ہے۔ اُس کی تخم ریزی قلوب انسانی کے تختہ پر ہونا چاہیے۔ اور اس کی آبیاری ذکر و شکر کے دریا سے ہونی چاہیے تاکہ اس کی جڑین مضبوط ہوجائین اور اُس کی شاخین آسمان تک پہونچ جائین۔

(۶) میرے تمام اعضا اس حقیقت کی شہادت

دے رہے ہین کہ وحدہ لاشریک موجود ہے اور جن پر اس نے
انکشاف حق کر دیا ہے اور جنھین اُس نے ہدایت خلق کے
لیے بھیجا ہے (ن) اس کے مظاہر اور عالم مخلوقات مین اس کی
وحی کے حامل ہین (۷) تم مین سے ہر شخص کو لازم ہے کہ اپنے لئے کوئی
شغل اختیار کرے بمثلاً صنعت وتجارت وغیرہ تمھارا یہی پیشہ عین
عبادت الہی ہے۔ ای لوگو خدا کے رحم وکرم اور لطف وفضل پر غور کرو
اور صبح وشام اُس کی جناب مین ادائے شکر و۔(۸) انسان کی فضیلت
یہ ہے کہ وہ خدمت خلق وتزکیہ نفس مین مشغول رہے نہ کہ عیش وعشرت
اور زروال مین (۹) خدا نے انسان کو مے نوشی سے منع کیا ہے۔

(۶) بادہ (ف) شراب، دارو اصطلاح تصوف مین اس محبت
اور عشق الہی کو کہتے ہین کہ عالم غیب سے سالک کے دل پر وارد
ہوتا ہے۔ اور اس کو مست اور تیز کر دیتا ہے۔

(۷) باذق (ع) انگور کا پانی جب پکائے جانے کے بعد دو تہائی
سے کم رہ جائے، باذق کہلاتا ہے اور اگر نصف جل جائے۔ تو
اس کا نام منصف ہے۔ یہ دونون عروق امام امام اوزاعی کے
نزدیک مباح ہین لیکن آئمہ اربعہ اور فقہار امامیہ اثنا عشریہ کے نزدیک
حرام۔

(۸) بارہ وفات (ماہ ربیع الاول کی بارہوین تاریخ بارہ وفات
کہلاتی ہے باین سبب کہ اس تاریخ کو (موافق قول مشہور کے)
آنحضرت صلعم نے ملک جاودانی کو رحلت فرمائی۔

ہندوستان مین عام طور پر مسلمان بارہ ربیع الاول کو وظائف
مخصوصہ کا ورد کرتے اور فاتحہ دلاتے ہین۔ یہ رسم دیگر اسلامی ممالک
مین مروج نہین۔ اہل حدیث اس رسم کو بدعت کہتے ہین۔

(۹) باری (ع) خاک سے بغیر نمونہ کے پیدا کرنیوالا۔ نام خدا تعالےٰ
کا۔ البارى اسم صفت جلالی ہے۔ جو طبیب اسم باری پر مواظبت
کرے تو جو علاج کرے موافق پڑے۔

(۱۰) بارقہ (ع) تجلی، اصطلاح تصوف مین بارقہ سے
مراد وہ روشنی ہے۔ جو جناب الہی سے آتی ہے اور جلد بجھ جاتی
ہے (تذکرۃ السلوک مصطلحات صوفیہ)

(۱۱) بازہ (ف) نام ہے ایک شکاری پرند۔ فقہار
اہل تسنن کے نزدیک باز کا شکار کیا ہوا جانور
جائز ہے۔ بشرطیکہ باز تعلیم یافتہ ہو۔

تعلیم سے مُراد یہ ہے کہ آواز پر اُڑے۔ اور
جب واپس بلایا جاوے چلا آوے۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر باز شکار
مین سے کچھ کھالیوے۔ تب بھی اس بقیۂ شکار
کا کھانا دُرست ہے۔

(نور الہدایہ)

فقہار اہل تشیع سوائے تعلیم یافتہ شکاری
کے باز یا عقاب وغیرہ کا شکار کیا ہوا
جانور حرام بتلاتے ہین۔

(جامع الجعفری)

(بازغہ) (ع) روشن، نام ہے ایک حسینہ کا۔ جو
نسل عاد سے تھی۔ اور جس نے حضرت یوسف علیہ السلام
کی ہدایت معرفت حق کا مرتبہ پایا۔

(۱۲) بازی (ف) کھیل۔ فریب۔ دغا۔ اصطلاح
تصوف مین جذبۂ حقائق کو کہتے ہین۔ کہ جس
کے سبب سالک کا دل متنبہ نہین ہوتا اور

طلب حق مین سرگرم رہتا ہے (کنوز اسرار القدم)

(۱۳) **باسِط** (ع) سب سے زیادہ فراخی دینے والا - نیز حشیمون کے دلون کو شگفتہ کرنے والا - نام ہے خدا تعالیٰ کا - بلحاظ خواص اسم جمالی ہے

(۱۴) **باطِل** (ع) جھوٹا، اصطلاح مین وہ جو اصلاً غلط ہو سالکین کی اصطلاح مین سوائے خدا کے جو کچھ ہے اس کو باطل کہتے ہین (تذکرۃ السلوک، مصطلحات صوفیہ)

(۱۵) **باطن** (ع) وہ جو آنکھ سے پوشیدہ ہے (۲) اسم باری تعالیٰ ہے جس کے معنی پوشیدہ چیزون کا جاننے والا ہین - یہ اسم بلحاظ خواص مشترک ہی (۳) علم دینیات مین باطن سے مراد وہ اندرونی معنی ہین، جو ظاہر کے متضاد معلوم ہوتے ہین - باطن کی جمع بواطن آتی ہی

(۱۶) **باعث** (ع) اُٹھانے والا - مردون کو جلانے والا - اسمارِ الٰہی مین سے ایک اسم ہے - باعث کی جمع بواعث آتی ہے -

(۱۷) **باعوث** - سریانی لفظ ہے جس کے معنی الحاح و عبادت کے ہین صاحب قاموس باعوث سے مراد نصاری کی وہ عید لیتے ہین جو حضرت عیسیٰ کے دوبارہ زندہ ہونے پر منائی جاتی ہے - عیسائیون کی نماز استسقاء کو بھی باعوث کہتے ہین -

(۱۸) **باغی** (ع) حکم سے پھرا ہوا - اصطلاح شریعت مین وہ شخص جو امام برحق کے خلاف خروج بالسیف کرے باغی کہلاتا ہی، باغی مسلمان ہو تا ضرور ہے - (جامع الجعفری) اسلئے کہ فتنہ و فساد قتل سے بڑھکر برائی ہی (سورۂ بقر پ۲ رکوع ۲۴ آیت ۱۹۱)

فساد پھیلانا اور بغاوت کرنا ایک شنیع فعل ہے جس کو خدا تعالیٰ پسند نہین کرتا - چنانچہ فرمایا ہے (۱) سورہ بقر پ۲ - رکوع ۲۸ آیت ۲۰۱) جب موقع پاتے ہین ملک مین فساد مچاتے ہین اور کھیتی اور مویشی کو تباہ و ہلاک کرنے کی کوشش کرتے ہین اور خدا کو فساد پسند نہین ہے -

(۲) سورۂ مائدہ پ۶ رکوع ۹ آیت ۶۹ مین ہے "اور دوڑتے ہین ملک مین فساد کرتے اور اللہ نہین دوست رکھتا مفسدین کو"

مسلمان باغیون سے جنگ کرنے سے قبل ان کو بادشاہ اسلام کی اطاعت کی دعوت دی جائے اور جو شبہات اُن کے دلون مین پیدا ہوگئے ہین اُن کو دور کیا جائے - اِن اصلاحی تدابیر اختیار کرنے کے بعد بھی باغی مسلمان اکٹھے ہو کر کسی مکان مین یا مقام پر جمع ہو جائین تو بادشاہ کو جائز ہے کہ ان سے جنگ کرے - اگر یہ خوف ہو کہ زخمی اور مجروح باغی کسی دوسری جماعت سے ملکر مضبوط اور طاقتور ہو جاوینگے تو اُن کو قتل کر ڈالے اور جو باغی میدان جنگ سے فرار ہو اس کا تعاقب کرے ورنہ نہین (نور الهدایہ) باغیون کے بچون کا لونڈی غلام بنانا جائز نہین اور نہ ان کی عورتون پر ملکیت جائز ہے (جامع الجعفری)

باغیون کی جائداد فوراً تقسیم نہ کرلی جائے بلکہ ان کو توبہ کرنے کا موقع دیا جائے (نور الهدایہ)

باغی مسلمانون کے متعلق جو احکامات کتب فقہ مین مندرج ہین ان کے مستدل بہ وہ حسن سلوک ہین جو حضرت علی مرتضیٰ نے جنگ جمل مین مسلمان باغیون کے ساتھ مرعی رکھے تھے - رہزنون اور اہل حرب کو ہتیارون کا بیچنا مکروہ ہے (نور الهدایہ)

(۱۹) **باقر** (ع) شیر درندہ - بڑا عالم علوم کو شگافتہ کرنے والا اور مسائل مشکلہ کا حل کرنے والا - باقر لقب ہے امام پنجم کا ائمہ اثنا عشر مین سے - آپ کا اسم شریف محمد کنیت ابو جعفر اور لقب باقر - آپ ازروئے علم و فضل تقوی و طہارت ہم عصرون مین فائق تھے - علم دین تفسیر قرآن اور فنون حکمت مین یگانہ روزگار تھے - آپ کے حلقہ درس کے خوشہ چینون مین تابعین و فقہا مسلمین بھی ہین جنکو آپ کی شاگردی پر فخر

ناتھا ولادت باسعادت ۳ صفر ۷۵ھ / ۶۹۴ء مین بمقام مدینہ منورہ ہوئی اور
شہر طیبہ مین ۷۔ ذی الحجہ ۱۱۴ھ / ۷۳۲ء کو شہادت پائی اور جنت البقیع مین مدفون
ہوے۔ آپ کی شہادت کا سبب وہ زہر ہے جو ابراہیم بن ولید نے دلوایا تھا۔

(۲۰) **باقی** (ع) دائم الوجود۔ خدا تعالیٰ کا نام۔

(۲۱) **بالغ** (ع) حد بلوغ کو پہونچا ہوا۔ جوان۔ شریعت نے لڑکے
کے بالغ ہونے کی جو حدین مقرر کی ہین وہ یہ ہین۔ لڑکے کو احتلام ہو یعنی
عالم خواب مین مادہ تولید کا اخراج ہو یا اُسے انزال ہوتا ہو یا اسکی مباشرت
سے عورت حاملہ ہو۔ اصل یہ ہے کہ اصل شناخت انزال ہے کیونکہ اس کے بغیر
نہ احتلام ہو سکتا ہے اور نہ حمل قرار پا سکتا ہے۔ پس جس عمر مین انزال
ہونے لگے وہ بلوغ کی عمر ہے۔ لڑکیون کا بلوغ احتلام، حیض اور حمل سے
ثبوت کو پہونچتا ہے۔

فقہائے امامیہ کے نزدیک، موئے زیر ناف کا پیدا ہونا، سینہ
کا ابھرنا۔ پنڈلیون، مونچھون اور بغل مین بال کا نکلنا۔ آواز کا بھاری ہونا
لڑکیون اور لڑکون کے بلوغ کے متعلق معتبر ہین (جامع الجعفری کتاب حجر)
لیکن فقہائے اہل تسنن کے نزدیک یہ علامت قطعی طور پر معتبر نہین۔
(نور الہدایہ۔ کتاب حجر) لڑکون اور لڑکیون کے بلوغ کی جو علامات مقرر
کی گئی ہین اگر ان مین سے کوئی بھی پیدا نہ ہو تو بلوغ کی مدت امام ابو حنیفہ
کے نزدیک لڑکے مین اٹھارہ سال اور لڑکی مین سترہ برس ہے۔ لیکن
امام یوسف اور امام محمد کے نزدیک دونون کے لئے پندرہ برس کی عمر
کفایت کرتی ہے۔ ادنیٰ مدت بلوغ، لڑکے کے لئے ۱۲ برس اور لڑکی کیلئے
نو برس ہے (نور الہدایہ۔ کتاب حجر) فقہاء امامیہ کے نزدیک مدت بلوغ لڑکے
کے لئے پندرہ برس اور لڑکی کے لئے نو برس ہے۔

اگر لڑکا اور لڑکی دونون بلوغ کے قریب ہون اور وہ خود اس بات کا
اقبال کرین کہ ہم بالغ ہوگئے ہین تو ان کا قول معتبر سمجھا جائیگا۔ بشرطیکہ ا[illegible]
ظاہری ان کو جھوٹا نہ قرار دیتے ہون۔

(۲) اصطلاح تصوف مین بالغ مرید صادق و کامل کو کہتے ہین

(۲۲) **بامداد** (ع) صبح۔ اصطلاح تصوف مین مقام بازگشت
احوال و اوقات کو کہتے ہین (کنوز اسرار القدم)

(۲۳) **بُت** (ف) (دیکھو اصنام) اصطلاح تصوف مین بت
مطلوب و مقصود حقیقی کو کہتے ہین۔

(۲۴) **بُت خانہ و بت کدہ**۔ (ف) ان الفاظ سے صوفیہ عارف
کامل کا باطن مراد لیتے ہین۔

(۲۵) **بتول** (ع) بتل کے لغوی معنی قطع کے ہین اور بتول صیغۂ
فاعل ہے یعنی قطع کرنے والا۔ چونکہ حضرت فاطمۃ الزہرا دختر رسول خدا
صلعم قاطع علائق دنیا تھین۔ اس لئے جناب سیدہ کو بتول کہتے ہین
علاوہ جناب سیدہ کے حضرت مریم بھی بتول کہلاتی ہین۔

(۲۶) **بَحر** (ع) سمندر اس کی جمع ابحر۔ بحار اور بحور آتی ہین
آثار قدرت باریتعالیٰ مین سے بحر بھی ہے جو انسان کا روزی مین ممد
و معاون ہے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ (الف) اس کی قدرت کی
نشانیون مین سے ہین۔

کشتیان جو بحر مین چلتی ہین (اور) مثل بلند پہاڑون کے
(دکھائی دیتی ہین) سورۂ شوریٰ پ ۲۵ رکوع ۴، آیت ۳۱)

(۲) پروردگار تمھارا وہ ہے کہ چلاتا ہے کشتی کو بحر مین تاکہ تم
اس کے فضل سے کرو (روزی) کو اور طرح طرح کے منافع حاصل کرو)
(سورہ بنی اسرائیل پارہ ۱۵۔ رکوع ۷۔ آیت ۶۶)

(ب) گو بحر کا اطلاق عام ہے اور ہر سمندر کے لئے مستعمل ہوتا ہے

لیکن قرآن شریف مین بعض مقامات پر تخصیصی معنون مین بھی آیا ہے مثلاً سورہ بقر (پ اول - رکوع ۶ - آیت ۴۷) اور سورہ اعراف (پ ۹ - رکوع ۱۶ - آیت ۱۳۴) مین فرعون وآل فرعون کا بحر مین غرق ہونا بیان کیا گیا ہے اور ان مقامات پر بحر سے مراد بحر قلزم ہے -

(ج) کتب احادیث وتفسیر مین بحر بڑے دریا کے معنی مین بھی استعمال کیا گیا ہے -

(د) اسلامی ادبیات مین مندرجۂ ذیل سمندرون کا ذکر ہے بہ نظر سہولیت ان کے عربی نامون کے محاذ مین انگریزی نام بھی درج کئے جاتے ہین -

(۱) بحر الاخضر — Indian Ocean
(۲) بحر الابیض — Mediterranian Sea
(۳) بحر الاسود — Black Sea
(۴) بحر الازرق — Persian Sea
(۵) بحر القلزم یا بحر احمر — Red Sea
(۶) بحر اللوط یا بحر المیت - Dead Sea
(۷) بحر الخضر - Caspian Sea

فارسی مین بحر سے مراد وہ فاصلہ ہے جو بعد کھینچنے کمان کے زہ اور کمان کے درمیان ہو اور بحر معلق کنایہ ہے آسمان سے -

(۲۷) بحیرا نام ہے ایک راہب اور زاہد کا جو نصرانی تھا اور بصرے مین جو رومیون کے ماتحت تھا رہتا تھا - جب آن حضرت صلعم نو سال کی عمر مین حضرت ابوطالب کے ہمراہ ملک شام کو جا رہے تھے تو بحیرا راہب نے آپ کو دیکھکر حضرت ابوطالب سے کہا کہ تم اپنے بچے کو واپس وطن لیجاؤ کہین ایسا نہ ہو کہ دشمن ان کو قتل کر دین کیونکہ ان مین وہ علامتین پائی جاتی ہین جو نبی آخر الزمان کی کتب سماوی مین درج ہین -

یہ روایت مختلف پیرایون مین بیان کی گئی ہے اور لطف یہ ہے کہ اس روایت سے جسقدر شغف عام مسلمانون کو ہے اس سے زیادہ عیسائیون کو ہے - سر ولیم میور، ڈریپر - مرگولس وغیرہ اس واقعہ کو عیسائیت کی فتح خیال کرتے ہین اور کہتے ہین کہ رسول صلعم نے مذہب کے حقائق واسرار اسی راہب سے سیکھے - لیکن ان علماء کی سمجھ مین یہ نہ آیا کہ نو برس کا لڑکا چند گھنٹون کی صحبت مین مذہب کے دقائق پر کس طرح عبور حاصل کر سکتا ہے؟ اور اگر کر سکتا ہے تو قابل فخر اس لڑکے کا ذوق سلیم ہوگا جو علم لدنی کا اہل تھا نہ کہ راہب کی تعلیم - صاحب سیرۃ النبی اس روایت کی صحت کے منکر ہین

(۲۸) بحیرہ (ع) قربانی کا جانور - کان چیری ہوئی اونٹنی

ایام جاہلیت مین جب اونٹنی پانچ حمل جنتی اور پانچوان اگر نر ہوتا تو اس اونٹنی کے کان چیر ڈالتے تھے - اور عورتون پر اسکا دودھ اور گوشت حرام کرتے تھے سواری اور باربرداری کے کام مین نہ لاتے تھے اور نہ بال کترتے بلکہ آزاد کر دیتے تھے کہ جہان چاہے چرتی پھرے - اس اونٹنی کو بحیرہ کہتے تھے سورۂ مائدہ (پ ۷ - رکوع ۱۲ آیت ۱۰۲) مین ہے (مقرر نہین کی کوئی خیر) بحیرہ سے یعنی کان چری ہوئی اونٹنی سے -

(۲۹) بُخاری صحیح بخاری حدیث کی مستند کتاب ہے جو اہل تسنن کے صحاح ستہ مین داخل ہے - صحیح بخاری مین سات ہزار دو سو چھہتر حدیثین ہین - اگر مکرر کو حذف کر دین تو ان کی تعداد چار ہزار رہتی ہے - امام ابو عبد اللہ بن اسمٰعیل بن ابراہیم (المتوفی ۲۵۶ھ / ۸۶۹ء) جو امام بخاری کے لقب سے ممتاز ہین چھ لاکھ حدیثون مین سے انتخاب کر کے یہ مجموعہ مرتب کیا ہے کہا جاتا ہے کہ امام صاحب نے ۱۶ برس کی محنت شاقہ کے بعد بخاری کو موجودہ اہتمام کو پہونچایا - محققین سلف کے نزدیک بخاری مین ۲۱۰ موضوع احادیث درج ہو گئی ہین (دیکھو امام دار قطنی کی تنقید مندرجہ ظفر الامالی)

(۳۰) بُخت نَصَّر ' فرمان روائے بابل کا نام ہے جو ۶۱۷ ق م مین بادشاہ ہوا یہ لفظ مرکب ہے بخت (معنی پسر) اور نصر (نام بُت کا) چونکہ اس کو زمانہ طفلی مین نصر کے آگے پڑا ہوا پایا تھا اور اس کے باپ کے نام کا پتہ نہ لگا اس لئے یہ نام رکھا گیا۔

سورہ بنی اسرائیل (پ ۱۵) مین خداوند تعالی نے ان حادثات کو بیان فرمایا ہے جو بنی اسرائیل کی بربادی کے باعث ہوئے ہین اور اس سلسلہ مین بعض سلاطین کا تلمیحاً ذکر بھی کیا گیا ہے۔ ان بادشاہون مین سے ایک باتفاق مفسرین بخت نصر ہے جس نے ۵۸۸ ق م مین بیت المقدس کو فتح کر کے ہیکل سلیمانی کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ توریت اور زبور کے اصل صحیفے فنا کر دیئے اور ان یہودیون کو جو قتل عام سے بچ رہے تھے قید کر کے بابل لے گیا۔ بابل کے آثار قدیمہ مین سے ایک بڑی عمارت کے کھنڈر جو القصر کے نام مشہور ہے ملے ہین' اس کی جنوبی سمت مین قصر بنو خدنصر (جس کو عرب بخت نصر کہتے ہین) کے آثار ہین۔ اس محل کے موجودہ آثار مین تخت شاہی کا صحن ہے جسکا طول ۰۰ فٹ ہے' بابل سے ایک میل سے کچھ زائد فاصلہ پر بخت نصر کے ان معلق باغات کے آثار ہین جنکا شمار دنیا کے مشہور عجائبات مین کیا گیا ہے ان باغات کو بخت نصر نے اپنی بیوی امیرٹس کیلئے بنوایا تھا عربی مین قوم کوہان والے اونٹ کو بختی کہتے ہین جسکی جمع بخت ہے چونکہ بخت نصر نے سب سے پہلے عربی اور عجمی اونٹون کو جمع کر کے نسل حاصل کی تھی اسی بخت نصر کی مناسبت سے وہ نسل بختی کہلائی

(۳۱) بُخل (ع) کنجوسی۔ بُخل کی مذمت قرآن مجید مین متعدد بار بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ (۱) سورۂ نساء (پ ۵' رکوع ۶' آیت ۴۱) مین ہے کہ جو لوگ بُخل کرتے ہین اور لوگون کو بخل کرنے کو کہتے ہین اور چھپاتے ہین اس کو جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے دیا ہے۔ اور تیار کیا ہے ہم نے کافرون کے لئے عذاب ذلیل کرنے والا۔

(۲) سورہ آل عمران (پ ۴' رکوع ۱۸' آیت ۱۷۶) مین ہے کہ وہ لوگ قیامت کے روز طوق پہنا دیئے جائینگے اسکا جسمین انھون نے بخل کیا تھا۔

(۳) سورۂ محمد (پ ۲۶ رکوع ۴' آیت ۴۰) دیکھو تم وہ ہے کہ تم کو اللہ کی راہ مین خرچ کرنے کو بلایا جاتا ہے۔ پھر تم مین سے وہ بھی ہین جو بخل کرتے ہین اور جو کوئی بخل کرتا ہے تو اپنے نفس سے کرتا ہے اور اللہ غنی ہے اور تم فقیر ہو الخ

احادیث مین مروی ہے کہ تنگ دلی سے بچو تم سے پہلی اُمتین تنگ دلی کے باعث ہلاک ہوئین' تنگ دلی نے ان سے بخل کی ہدایت کی تو بخیل بن گئے' عزیزون کو چھوڑ دیا تو چھوڑ دیا' بدکاری کی ترغیب دی تو بدکار بن گئے' دو خصلتین مسلمانون مین جمع نہین ہوسکتین' بخل اور بدخلقی (کنز العمال)

(۳۲) بدا ء (ع) لغوی معنی نئی رائے ظاہر کرنا' بدا کی تین صورتین ہین (۱) ایسی چیز کا ظاہر ہونا کہ اس کے ہونے سے پیشتر انبیاء کو علم نہ ہو (۲) ایسی چیز کا ظاہر ہونا کہ اس کے ہونے سے پیشتر اکثر آدمیون کو اس کا علم نہ ہوا ہو اگرچہ بعض کو خدا نے آگاہ کر دیا ہو' ان معنون کے لحاظ سے لفظ بدا خدا کی طرف منسوب ہوتا ہے۔

(۳) ایسی چیز کا ظاہر ہونا کہ اس کے ہونے سے پہلے کسی کو حتی کہ خدا کو بھی اس کا علم نہ ہو' باین معنی لفظ بدا کو خدا کی طرف منسوب کرنا محال اور باطل ہے مسئلہ بدا' عقائد اہل تشیع مین داخل ہے شیخ صدوقؒ اپنے رسالہ اعتقاد مین تحریر کرتے ہین کہ یہودی قائل ہین کہ خدا تبارک و تعالی سارے کامون سے چھٹی پا چکا اور بیکار ہو گیا لیکن ہمارا عقیدہ ہے کہ خدا ہر روز ایک نیا کام کرتا ہے' اسے ایک کام کا کرنا دوسرے کام کے کرنے سے نہین روکتا' اللہ جو چاہتا ہے

مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے مقرر کر دیتا ہے اور اس کے پاس ام الکتاب موجود ہے (سورۂ رعد پ ۱۳، رکوع ۶، آیت ۳۹) وہ محو نہین کرتا مگر اس چیز کو جو پہلے سے ہوتی ہے اور ثابت نہین کرتا مگر اس چیز کو کہ موجود نہین ہوتی اور یہ وہ بدا نہین ہے جس کے یہودی قائل ہین اور وہ یہ ہے کہ اللہ جس چیز کو پیدا کرکے پشیمان ہو جاتا ہے تو اس کو مٹا دیتا ہے۔

(۳۴) **بَدر**، ایک گانون کا نام ہے جو مدینہ سے تقریبًا ۸۰ میل کے فاصلہ پر ہے اور جہان ہر سال میلا لگتا تھا۔ اصل مین بدر ایک کنوے کا نام ہے جس کو بدر نامی ایک شخص نے اس قصبہ مین کھدوایا تھا اس کنوے کے نام سے گاؤن کا نام مشہور ہوا۔

عہد نبوت مین بمقام بدر دو غزوے ہوے ایک کا نام غزوہ شعوان یا بدر اولی ہے جو ربیع الاول ۲ھ ۶۲۳ع مین پیش آیا۔ لیکن کرز بن الفہری کے بھاگ جانے کی وجہ سے جنگ کی نوبت نہ آئی البتہ دوسرا غزوہ جو غزوہ بدر الکبریٰ کہلاتا ہے نہایت مشہور ہے اور یہی اسلام کی سیاسی قوت کا دیباچہ ہے۔ تفصیل اس غزوہ کی یہ ہے کہ ابو جہل نے مکہ مین مشہور کر دیا کہ قریش کا قافلہ جو ابو سفیان کی ماتحتی مین زر و مال سے مالا مال شام سے آرہا ہے مسلمان اسے لوٹین گے جس قافلہ کی حفاظت کا بہانا کرکے ابو جہل نے جو قومی اجتماع کیا تھا وہ مکہ مین بخیریت پہونچ بھی گیا۔ لیکن ابو جہل اس فوج کو لیے ہوے برابر مدینہ کی جانب بڑھا چلا گیا۔ یہ کوچ صاف بتلا رہا ہے کہ قریش کی چڑھائی غریب مسلمانون پر ہے۔ مجبورًا مسلمان بھی مدافعت کے لئے تیار ہو گئے، قرآن شریف مین جہان جنگ بدر کا ذکر ہے وہان اللہ تعالی فرماتا ہے کہ پیغمبر صلعم کو خدا نے اپنے گھر سے ضرورت حقہ کے ساتھ نکالا۔ (سورۂ انفال پ ۹، رکوع اول، آیت ۶) پس آنحضرت صلعم کا یہ کوچ اپنی خواہش سے نہین، صحابہ مین سے کسی کی خواہش سے نہین بلکہ حکم خداوندی کے ماتحت اور ضرورت حقہ کے پیش آنے کے باعث تھا اور ظاہر ہے کہ وہ ضرورت حقہ اہل قریش کو جو مدینہ پر حملہ آوری کے ارادہ سے نکلے تھے دفع کرنا تھا۔ آنحضرت صلعم بھی قریش کے ایک ہزار جرار لشکر کے مقابلہ کے لئے جو سامان حرب سے پورے طور پر مسلح تھا مدینہ سے تین سو تیرہ مہاجر و انصار (مہاجر ۶۰ سے زائد اور انصار ۲۴۰ سے زائد) کے ساتھ نہایت بے سر و سامانی مین روانہ ہوئے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ اہل بدر کی تعداد (۳۱۶) لشکر طالوت کے برابر تھی جبکہ وہ جالوت کے مقابلہ کو نکلا تھا (بخاری، کتاب المغازی) غرضیکہ مقام بدر پر دونون صف آرا ہوئے اولاً جیسا کہ عرب کا دستور تھا شخصی لڑائیان ہوئین اور حضرت علی مرتضی نے اپنی شجاعت کے جوہر دکھلائے، بالآخر جنگ عام ہو گئی، جب سرداران قریش مثل عتبہ، ولید، شیبہ اور ابو جہل مارے گئے تو قریشیون نے میدان چھوڑ دیا اور راہ فرار اختیار کی، مسلمانون نے تعاقب کرکے ستر کے قریب آدمیون کو قید کر لیا۔ قیدیون مین آنحضرت صلعم کے چچا (حضرت) عباس اور حضرت علی کے بھائی عقیل بن ابی طالب اور ابو العاص بھی تھے مسلمانون مین سے چھ مہاجر اور آٹھ انصار کل چودہ مومنین شہید ہوے۔ جنگ بدر مین جو کامیابی مسلمانون کو ہوئی اس نے قریش کی قوت کو مضمحل کر دیا اور اسلام کے بازو مین زور آگیا۔

(۳۵) **بِدعَت**، (ع) معنی نئی بات لیکن اصطلاح شریعت مین بدعت کے معنی ہین کہ مذہب کے عقائد یا اعمال مین کوئی بات داخل کیجائے جس کی تلقین صاحب مذہب نے نہ فرمائی ہو اور نہ اس کے کسی حکم یا فعل سے اس کا منشا ظاہر ہوتا ہو۔

علماء اہل تسنن نے بدعت کی پانچ قسمین قرار دی ہین -

(۱) بدعت واجبہ (۲) بدعت حسنہ (۳) بدعت مباحہ (۴) بدعت مکروہ (۵) بدعت محرمہ لیکن علماء اہل تشیع نے صرف اس امر کو بدعت بتلایا ہے جو دین مین نئی بات داخل کرے لہذا ان کے نزدیک وہ باتین جن کا تعلق معاشرت سے ہے اور اعتقاد مین خلل انداز نہین ہین بدعت کے حکم مین نہین آتین :-

بدعت کا اثر نہایت گہرا ہوتا اور مذہب کو قالب بے جان بنا دیتا ہے اس لئے اسلام نے بدعت اور غیر بدعت مین اطاعت رسول کو حد فاصل قرار دیکر مومنین کو اطاعت رسول کا حکم دیا ہے - چنانچہ سورۂ احزاب (پ ۲۲، رکوع ۳، آیت ۲۱) مین ہے کہ تم ایمانداروں کے لیے اللہ کے رسول کی تابعداری مین نیک نمونہ ہے یعنی اس شخص کے لئے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو (۲) سورۂ آل عمران (پ ۳، رکوع ۴ - آیت ۲۹) مین ہے کہ (اے نبی صلعم) ان لوگون سے کہہ دیجئے کہ تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو خدا تم کو دوست رکھے گا اور تمھارے گناہ بخش دیگا غرض قرآن مجید کو کہین سے کھول کر دیکھو یہی پاؤ گے کہ شرعی رنگ مین جو احکام ہین ان مین آنحضرت صلعم سے اجازت و ثبوت ہونا چاہئے - اگر نہین ہے تو بدعت ہے بدعت کے متعلق جو احکام احادیث سے منضبط ہوئے ہین یہ ہین (۱) آنحضرت صلعم نے احداث و بدعت کی خود مخالفت فرمائی ہے اس سے کسی شخص کو مستثنیٰ نہین کیا، اس کو دین مین داخل کرنا یا جو امر داخل اعمال دین بحکم نبوی ہو چکا ہے اس کو نکالنا (۳) صاحب بدعت کو اسلام سے خارج فرمایا ہے اور اس کا کوئی عمل اعمال اسلام سے قابل قبول نہین اس کا قاتل عند اللہ ماجور و ثواب ہوگا (۴) صاحب بدعت اور اس کے مقلد کی نسبت یکسان حکم ہے (۵) صاحب بدعت و محدث کی توبہ بھی بعد احداث و ابداع قبول نہ ہوگی -

بدعت کی تاریخی رفتار کا تذکرہ گو دلچسپ ہے لیکن نہایت بسیط ہے ، رسالہ الندوہ کے ایک مضمون مین جو مولوی عبدالسلام صاحب ندوی کی تحقیق کا ممنون احسان ہے بدعت کا استقصا کیا گیا ہے اور بتلایا گیا ہے کہ اسلام مین کس قدر بدعتین رواج پا گئی ہین - اہل اسلام اور خصوصاً علماء اہل سنت والجماعت اس مضمون کو بنظر تعمق پڑہین اور ان بدعات کے مٹانے مین سعی بلیغ فرمائین - اسی مضمون پر تنقید رسالہ اصلاح مین نکلی ہے، اس تنقید کا مطالعہ بھی بصیرت کی افزونی کا باعث ہوگا -

(۳۶) **بُدَلاء** (ع) اللہ کے مخلص بندے یعنی اولیاء اللہ - یہ لفظ بدیل کی جمع ہے - بدلاء تعداد مین سات ہین جب ان مین سے کوئی سفر کرتا ہے تو اپنے جسد کو اس صورت مین وہان چھوڑ جاتا ہے جو اس کی ہے (تذکرۃ السلوک مصطلحات صوفیہ)

(۳۷) **بَدَوِیْ** (ع) جنگلی، گنوار اور صحرانشین عرب بدوی کہلاتے ہین -

(۳۸) **بدیع** (ع) پیدا کرنے والا، نام ہے خدا تعالیٰ کا، سورۂ بقر (پ ۲، رکوع ۱۴، آیت ۱۱۱) مین ہے بدیع السموات والارض یعنی پیدا کرنے والا آسمانون اور زمین کا ہے -

(۳۹) **بَرّ** (ع) طاعت و توبہ قبول کرنے والا، بزار است گو، اسم باری تعالیٰ ہے اور بلحاظ خواص اسم جمالی ہے -

(۴۰) **براء بن عازب**، آنحضرت صلعم کے صحابی تھے، آپ نے غزوہ خندق مین کارہائے نمایان کئے، دیگر غزوات مین بھی آپ آنحضرت صلعم

کی ہمرکابی کا شرف حاصل رہا ہے۔ملک رے جو ۲۲ھ ہجری مین فتح ہوا۔آپ کی کوششون کا نتیجہ تھا۔

(۴۱) **برأت** (ع) بیزاری (کفر و نفاق سے) قران مجید کی نوین سورہ ہے۔چونکہ اس سورہ مین کفار کے ہر قسم کے عہدنامہ اور پابندیون سے علٰحدگی کا اظہار کیا گیا ہے اس لیئے اس سورہ کا نام برأت تجویز ہوا اس سورہ کی ابتدا مین بسم اللہ الرحمن الرحیم نہین ہے وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم واسطے امان اور رحمت کے ہے اور یہ سورہ رفع امان ہے یعنی اس سورہ مین (اور سورۂ انفال مین بھی) اگر ضرورت حقہ مجبور کرے تو جہاد فی سبیل اللہ کا حکم ہے اس سورت کو حضرت علی مرتضیٰ نے بحکم آنحضرت صلعم ۹ھ مین مکہ مین جا کر ایام حج مین سنایا اور منادی کردی کہ آئندہ سے کوئی برہنہ اور کوئی مشرک بیت اللہ مین داخل نہ ہو۔

اس سورت کے اور بھی کئی نام ہین جن مین سے زیادہ مشہور "توبہ" ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس مین ان تین انصار کی توبہ قبول ہونے کا بھی تذکرہ ہے جو غزوہ تبوک ۹ھ ۶۳۰ء مین شریک نہین ہوے تھے۔جن کے نام یہ ہین (۱) ابولبابہ بن عبد المنذر (۲) ثعلبہ بن ودیعہ (۳) اوس بن خذام

(۴۲) **براق** (ع) نام ہے یہ پایہ کا جس کا رنگ سفید تھا اور قد گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا۔روایت مین ہے کہ یہ جانور بہشت سے حضرت جبرئیل لائے تھے جس پر سوار ہو کر آن حضرت صلعم معراج کو روانہ ہوے (معراج)

(۴۳) **بُردِ یمانی** (ع) یمن کی چادر،مراد رسول اللہ صلعم کے کفن مبارک سے۔

(۴۴) **برزخ** (ع) (۱) وہ جو مخالف چیزون مین حائل ہو جیسے بند آڑ۔ان معنون مین یہ لفظ کلام مجید مین دو مقامات پر مستعمل ہوا ہے

(الف) سورۂ فرقان (پ ۱۹-رکوع ۵ آیت ۵۵) اور وہی ہے جس نے لا دیے دو دریا-یہ (یعنی ایک) شیرین و خوش ذائقہ ہے اور وہ (یعنی دوسرا) شور و تلخ اور کیا دونون کے درمیان برزخ یعنی آڑ اور بند بندھا ہوا"

(ب) سورۂ رحمٰن (پ ۲۷-رکوع اول-آیت ۲۰) جاری کئے دو دریا جو آپس مین ملتے ہین اور ان دونون کے درمیان برزخ (پردے) ہین (جنکی وجہ سے) اپنی حد سے تجاوز نہین کرتے ہین۔

(۲) موت سے لیکر قیامت تک کا زمانہ سورہ المومنون-(پ ۱۸ رکوع ۶-آیت ۹۹) مین ہے کہ یہانتک کہ جس وقت آوے ایک کو ان مین سے موت کہے 'اے رب میرے مجھکو پھیر دے شاید کہ مین اچھا عمل کرون اس چیز سے کہ چھوڑ آیا ہون-ہرگز نہ ہوگا-یہ ایک بات ہے کہ جس کو وہ کہہ رہا ہے اور ان کے آگے ایک برزخ ہے قیامت تک۔

اس آیت کی تفسیر مین بعض علماء نے برزخ سے مراد قبر بھی لی ہے اور بعض روح کے رہنے کی جگہ لیتے ہین

(۳) اصطلاح تصوف مین برزخ سے مراد وہ عالم ہے جو ہر دو تصورات (عالم ظاہر اور عالم باطن) کے درمیان واقع ہو-برزخ شطاریون کی اصطلاح مین مرشد کی صورت محسوسہ کا نام ہے کہ وہ واسطہ ہے حق تعالیٰ اور مرشد کے درمیان (تذکرۃ السلوک مصطلحات صوفیہ)

(۴۵) **برق** (ع) بجلی و بجلی کی چمک۔اصطلاح صوفیہ مین برق ایک لمعہ نور ہے جو سالک کے دل مین وارد ہوتا ہے اور وہی نور سالک کو سیرالی کی طرف دعوت دیتا ہے

(۴۶) **برقع** (ع) نقاب جو عورتیں اوڑھ کر باہر نکلتی ہیں۔ برقع اپنی قطع و برید کے لحاظ سے اسلامی ممالک میں جدا جدا ساخت کا ہو اور ہر ملکے اور ہر رسمے کا صحیح مصداق۔

مصر میں برقع پہنا جاتا ہے اور جس کو ہبارہ کہتے ہیں وہ ایک لمبا پارچہ سفید ململ کا ہوتا ہے جو چہرہ کو پوشیدہ کرتے ہوئے پاؤں تک پہنچتا ہے لیکن آنکھیں کھلی رہتی ہیں۔ برعکس اس کے ہندوستانی برقع آنکھوں تک کو ڈھانک لیتا ہے لیکن ہوا اور روشنی کے لئے آنکھوں کے سامنے والے حصہ میں جالی لگی ہوتی ہے۔

مسلمان خواتین میں برقع کا رواج سورۂ احزاب (پ ۲۲ رکوع ۸۔ آیت ۵۹) کے حکم کی تعمیل میں جو نقاب ڈالنے کی مصلحت کا اعلان کر رہا ہے پیدا ہوا۔ اور یہی وہ پردہ ہے جو نص قرآنی سے ثابت ہوتا ہے۔ ہندوستان کا برقع اور اس کا پردہ نص قرآنی کے علاوہ رسم و رواج کا بھی پابند ہے۔

(۴۷) **برمک** (ف) برمک لقب ہے جعفر کا جس کا بیٹا خالد سلطنت عباسیہ کا وزیر تھا۔ اس کی جمع برامکہ اور برامک آتی ہیں۔ برمک کی وجہ تسمیہ میں ارباب لغت اور علماء سے متعدد اقوال مروی ہیں مولوی عبدالرزاق کانپوری نے اپنی تالیف برامکہ میں ان اقوال کو نقل کر کے مدلل بحث کی ہے اور قول فیصل یہ لکھا ہے کہ لفظ برمک اصل میں برمغ ہے جس سے مراد وہ شخص ہے جو مغوں کا سردار ہو اور اس میں کوئی شک نہیں کہ برمک صرف وہی ایک خاندان ہے جس کو آتش کدۂ نوبہار کی تولیت حاصل تھی اور بسبب سرداری اور مرجع خلائق ہونے کے نوبہار کا متولی مغوں کا افسر اور سردار سمجھا جاتا تھا جسے اہل فارس برمغ اور اہل عرب برمک کہتے تھے۔

قدرت نے جس شخص کو برمک اعظم کے لقب کے لئے منتخب کیا تھا وہ مشہور حکیم جاماس کا بیٹا اور بشاسف کا پوتا جعفر برمکی تھا جعفر نسبًا اور مذہبًا آتش پرست تھا اور آتش کدۂ نوبہار کا متولی لیکن جب ۳۱ھ/۶۵۱ء میں خراسان فتح ہوا اور حکومت اسلام تمام اطراف میں پھیل گئی، اُس وقت یہ آتش کدہ بھی سرد ہو گیا۔ اور خاندان برامکہ کو آفات و آلام نے آگھیرا بالآخر جعفر بلخ کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ کر دمشق پہونچا اور ولید بن عبدالملک (۸۶ھ/۷۰۵ء لغایت ۹۶ھ/۷۱۵ء) کو اپنی خداداد قابلیتوں کے جوہر دکھا کر گرویدہ بنا لیا۔ ولید کے ایماء سے جعفر مسلمان ہوا، اسی زمانہ میں جعفر کے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام خالد رکھا گیا یہی وہ خالد، صاحب اقبال بیٹا ہے جس نے خاندان برمک کو چار چاند لگا دیے۔

بنی امیہ کی سلطنت کے زوال کے بعد جب دولت عباسیہ کا آغاز ہوا تو خالد برمکی وزیر اعظم مقرر ہوا اور اُس نے مسند وزارت کو اپنے خاندان میں موروثی بنا لیا۔ خالد کے بعد فضل اور اس کے بعد جعفر قلمدان وزارت پر ممتاز ہوئے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ خاندان برامکہ کا عروج جعفر بن جاماس سے شروع ہوتا ہے۔ اور جعفر بن یحییٰ کے قتل پر منتہائے زوال کو پہونچ جاتا ہے۔ گویا اس خاندان کا بناؤ اور بگاڑ جعفر ہی کی ذات سے مقدر ہو چکا تھا۔ جعفر بن یحییٰ کو ہارون رشید نے محض اپنی کوتاہ نظری کے باعث ۱۸۷ھ/۸۰۳ء میں قتل کرا دیا۔ اور اپنے دامن کو اس کے بے گناہ خون سے رنگین کر لیا اور خاندان برامکہ کو مصیبت و آلام کا آماجگاہ بنا دیا۔

خاندان برامکہ۔ اپنی فیاضی، وسعت نظری، جامعیت اور فضل و کمال میں اپنی نظیر آپ تھا۔ یہ کہنا کہ خاندان عباسیہ کی تاریخ کا

روشن اور قابل تعریف باب محض خاندان برامکہ ہی کی خدمت اور دماغ سوزی کا نتیجہ ہے اصل واقعہ کا اظہار کرتا ہے۔ مورخین نے برامکہ کا مذہب شیعہ لکھا ہو لیکن علمار شیعی اس خاندان کی شیعیت کے قایل نہین۔

(۸۴) **برناس** (انجیل برناس) انجیل برناس کا واحد اور قدیم نسخہ جس کو دنیا مین شہرت حاصل ہو ایطالی زبان مین ہو اور آسٹریا کے پایۂ تخت وائنا کے شاہی کتب خانہ مین موجود اور محفوظ ہو؛ اس کا حجم دو سو پچیس ورق کاغذ کے صفحون پر مشتمل ہے جس کو دو مضبوط اور سبک دفتیون کے مابین مجلد کیا گیا ہو۔ جلد چمڑے کی بنی ہوئی ہو اوپر دو چمڑون کا غلاف اور چڑھا ہوا ہو۔ ان دونون چمڑون کا رنگ خاکی مائل بزردی یا تامڑا ہو، اور ان کے چارون کنارون پر دو سنہری لکیرین ہین۔ جلد کے وسط مین ایک ابھرا ہوا نقش ہو جس مین سونے کا کچھ بھی کام نہین البتہ اس کے گرد مختلف شکلون کا ایک شاخ در شاخ سنہری نقوش کا حاشیہ ہے۔

یورپ کے عالمون نے اس انجیل کے موجودہ اصل ایطالی نسخہ کے متعلق بہت طول طویل بحثین لکھی ہین۔ انمین بعض تو باریک علمی بحثین ہین اور بعض خیالی اور بے بنیاد ہین۔ اس نسخہ کے کاغذ اور اس کی جلد بندی کی نوعیت پر جو بحث ہو یا وہ بحث جو اس عربی زبان پر کی گئی ہو جس مین اس قلمی کتاب پر حواشی و شروح لکھے ہین، ضرور قابل التفات اور اہم ہو لیکن معنوی حیثیت سے کوہ کندن و کاہ برآوردن کا مصداق ٹھہرتی ہے۔ فی الحقیقت اس انجیل کی اصلیت اور اس کی صحت کا دریافت کر لینا کارے دارد کا مصداق ہو۔ باوجودیکہ تحقیق و تدقیق کا کوئی بھی پہلو محققین یورپ مین مورخین نے باقی نہین چھوڑا ہے

تاہم صحیح طور پر یہ نہین بتا سکتے کہ یہ کتاب کب اور کس زبان مین سب سے پہلے لکھی گئی۔

عیسائی مصنفین نے یہ دیکھ کر کہ اس انجیل مین یسوع مسیح کی تاریخ اس ڈہنگ پر لکھی ہوئی ہو جو حضرت عیسیٰ کو بجاے ابن اللہ کے جو مروجہ اناجیل کا مسلک ہے، عبداللہ قرار دیتی ہے جس کے باعث قرآن مجید کے دعوی کی ایک سند مسلمانون کے ہاتھ آتی ہے۔ یہ حکم لگا دیا کہ یہ انجیل کسی مسلمان کی تالیف کردہ ہے لیکن اس کے مصنف کو معین کرنے مین حیران ہین کہ وہ مغربی ہو یا مشرقی۔ عربی ہو یا عجمی، قدیم زمانہ کا آدمی ہے یا نئے دور کا۔

پیشوایان کلیسا کا یکطرفہ فیصلہ کہ انجیل برناس جعلی ہو ہرگز قابل التفات نہین اور انکا یہ قول کہ اس انجیل کا مصنف قرن وسطی کا کوئی اندلسی ہو پایۂ تحقیق کو نہین پہونچتا۔ انجیل کی خود اندرونی شہادت اس قول کی تکذیب کر رہی ہو اور اس مین ایسے حوالجات درج ہین جن سے زمانہ وسطی کی کتابین معرا اور خالی ہین۔

اس خیال کی تردید مین کہ اس انجیل کا مولف کوئی مسلمان ہے بہت سی باتین کہی جا سکتی ہین۔ محض صرف اس بنا پر کہ اس انجیل کے بعض مباحث قرآن مجید کے مطابق ہین یہ رائے زنی کرنا کہ وہ فرقان حمید سے ماخوذ ہین فیصلہ کن اور تسلی بخش جواب نہین ہو سکتا۔ اس لئے کہ موافقت اور اخذیت لازم و ملزوم نہین۔ علاوہ برین اس کتاب کے بیشتر مباحث ایسے ہین جنسے ایک مسلمان کو خود تصفیت ہو ہی نہین سکتی۔ اس کی عبارت کا طرز بھی مسلمانون کے طرز عبارت سے عموماً اور اہل عرب کے انداز بیان سے خصوصاً علیحدہ واقع ہوا ہو۔ یہ واقعہ ہو کہ مسلمان مناظرین نے عیسائیون کے مقابلہ مین

کبھی بھی اس انجیل سے استشہاد نہیں کیا گیا۔ نہ تو اندلس کے عالم ابن حزم (المتوفی ۴۵۶ھ/۱۰۶۳ء) نے اور نہ ایشیا (دمشق) کے مناظر امام تیمیہ (المتوفی ۷۲۸ھ/۱۳۲۷ء) نے۔ انکا استشہاد نہ کرنا بتا رہا ہی کہ مسلمان علمار کو اس انجیل کی موجودگی کا علم تک نہ تہا چہ جائیکہ تالیف کی ذمہ داری ان پر عاید کی جائے۔

واقعات یہ ہین کہ اٹھارویں صدی عیسوی کے ابتدائی زمانہ مین یورپ مین اس انجیل کا ہسپانی زبان مین ایک نسخہ ملا جو ایطالی نسخہ سے بہت مطابق ہی سیل صاحب کی رائے ہے کہ یہ نسخہ ایطالی نسخہ کا ترجمہ ہے جس کا مترجم ایک ارغانی مسلمان مصطفےٰ العریدی نامی ہے اس ترجمہ کے دیباچہ مین مترجم نے ایطالی نسخہ کے ہاتھ آنے کا واقعہ لکھا ہی اور وہ اس طرح پر ہے کہ راہب فرامونیو نامی کو ایرینالوس کے رسایل ہاتھ لگ گئے تھے جنمین ایک رسالہ ایسا بھی تہا جو سینٹ پولس (سینٹ پال) حواری کی قلعی کھول رہا تھا۔ ایرینا توس نے اپنی تحریر کے ثبوت مین انجیل برنباس سے استشہاد کیا تہا۔ فرامونیو کو اسیوقت سے اس انجیل کے دیکھنے کا شوق پیدا ہو گیا۔ اتفاق سے وہ ایکدن پوپ سکسٹس پنجم کے کتب خانہ مین گیا تو دیکھا کہ تقدس مآب پوپ سو رہا ہی بس وقت کاٹنے کے لئے اُس نے ایک کتاب اٹھائی تو اتفاق سے وہ وہی انجیل برنباس کی تھی۔ فرامونیو مسرت سے باغ باغ ہو گیا اور اس کتاب کو اپنے پیرہن مین چھپا لیا اور پاپا کی بیداری کے بعد اُس سے اجازت حاصل کر کے یہ خزانہ اپنے پیرہن مین لئے ہوے کتب خانہ سے باہر آ گیا۔

انجیل برنباس پر بحث کرتے ہوے اور بھی بال کی کہال محققین نے نکالی ہے اور تاریخی اسناد ثبوت مین لائے ہین مثلاً یہ کہ انجیل برنباس کا سب سے قدیم ذکر اُس فرمان مین ملتا ہی جس کی رو سے پوپ گلاسیوس (۴۹۲ء لغایت ۴۹۶ء) نے چند کتابون کا مطالعہ ممنوع قرار دیا تہا انمین انجیل برنباس کا بھی نام ہے۔ اناجیل اربعہ اسی پوپ کی سند قبول پر مروج ہوئی ہین (ماخوذ از انجیل برنباس اُردو)

حواری برنباس کی مختصر سوانح عمری یہ ہے کہ وہ حضرت مسیح ؑ کے اُن واجب التعظیم حواریون مین سے ہے جنکو مقتدایان کلیسا رسول کے لقب سے یاد کرتے ہین۔ جو انجیل برنباس نے تحریر کی ہی وہ اسی کے نام سے موسوم ہے۔ حضرت عیسیٰ کی سوانح عمری ہے جو ولادت سے وفات تک کے حالات پر حاوی ہے۔ اس سلسلہ مین حضرت عیسےٰ کی تعلیمات و بشارات کا بھی تذکرہ ہی بعض اختلافی مسایل مثلاً توحید حضرت عیسیٰ کا مصلوب نہونا۔ اور آنحضرت صلعم کے متعلق بشارات بھی مذکور ہین۔

اس انجیل مین ۲۲۲ فصلیں ہین۔ ہم فصل ۲۲۰ سے چند آیات کا ترجمہ نقل کرتے ہین۔ اس فصل مین برنباس نے حضرت عیسیٰ کا آسمان سے نازل ہونا اور اپنی مان (حضرت مریم) کو تسلی دینا اور یہ کہنا کہ مین مرا نہین ہون بلکہ اللہ نے مجکو دنیا کے خاتمہ تک محفوظ رکھا ہے اور اس قول پر چار فرشتون کی شہادت پیش کرنا بیان کر کے حضرت عیسیٰ سے چند سوالات مع جوابات کو قلمبند کیا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے کہ۔

۱۲۔ اس وقت اس لکھنے والے نے کہا، اے معلم کیا مجھے جایز ہی کہ تجھ سے اس وقت بھی اسی طرح سوال کرون جیسے کہ اس وقت جایز تہا جبکہ تو ہمارے ساتھ مقیم تہا۔

۱۳۔ یسوع نے جواب دیا برنباس تو جو چاہی دریافت کر مین تجکو جواب دون گا۔

۱۴۔پس اُس وقت اس کہنے والے نے کہا "اے معلم اگر اللہ رحیم ہے تو اُسنے ہم کو یہ خیال کرنے والا بنا کر اس قدر تکلیف کیون دی کہ تو مُردہ تھا"۔

۱۵۔تحقیق تیری ماں تجکو اس قدر روئی کہ مرنے کے قریب پہونچگئی۔

۱۶۔اور اللہ نے یہ روا رکہا کہ تجھ پر جبہ یہاڑ پر چورون کے مانند قتل ہونے کا دھبہ لگے حالانکہ تو اللہ کا قدوس ہے۔

۱۷۔یسوع نے جواب مین کہا اے برناباس تو مجکو سچا مان کہ اللہ ہر خطا پر خواہ وہ کتنی ہی خفیف کیون نہ ہو بڑی سزا دیتا ہے کیونکہ اللہ گناہ سے غضبناک ہوتا ہے۔

۱۸۔پس اس لئے کہ میری ماں اور میرے اُن شاگردون نے جو کہ تیرے ساتھ تھے مجھ سے دنیوی محبت کی۔ نیک کردار خدا نے اس محبت پر موجودہ رنج کے ساتھ سزا دینے کا ارادہ کیا تاکہ اُس پر دوزخ کی آگ کے ساتھ سزا نہ دی جائے۔

۱۹۔پس جبکہ آدمیون نے مجکو اللہ کا بیٹا کہا تھا اگرچہ کہ مین خود دنیا مین بیگناہ تھا اس لئے اللہ نے ارادہ کیا کہ اس دنیا مین یہودا کی موت سے میرا مذاق اُڑایا جائے یہ خیال کر کے کہ مین وہی ہون جو کہ صلیب پر مرا ہون تاکہ قیامت کے دن شیطان میرا مضحکہ نہ اُڑائے۔

۲۰۔اور بدنامی اُس وقت تک باقی رہیگی جب تک کہ محمد رسول اللہ آئیگا۔ جو کہ آتے ہی اس فریب کو ان لوگون پر کھول دیگا جو کہ اللہ کی شریعت پر ایمان لائینگے۔

۲۱۔اور یسوع نے یہ بات کہنے کے بعد کہا، اے رب ہمارے تو نیک دعا دل ہے اور اکیلے تیرے ہی لئے نہایت زیادہ بزرگی اور اکرام ہے۔

(۴۹) بُرنُس (ع) سیاہ بالون کا بُنا ہوا کپڑا۔ یہ کپڑا گران قیمت اور نادر ہے اس کا رنگ سفید بھی ہوتا ہے۔ نصرانیون اور آتش پرستونکا خاص لباس ہے صحاح مین لکھا ہے کہ برنس کی لمبی ٹوپی بنائی جاتی ہے جو راہب پہنتے ہین۔

(۵۰) بُرُوج (ع) مینارے۔ بُرج کی جمع ہے۔ آسمان پر بارہ برج تسلیم کیے گئے ہین جو ایک دائرے مین واقع ہین اُن کے نام یہ ہین۔ حمل۔ ثور۔ جوزا۔ سرطان۔ اسد۔ سنبلہ۔ میزان۔ عقرب۔ قوس جدی۔ دلو۔ حوت۔

انمین سے سرطان۔ عقرب اور حوت بُرج آبی ہین۔ ثور۔ سنبلہ اور جدی بُرج خاکی۔ جوزا۔ میزان۔ دلو بُرج بادی۔ اور حمل۔ اسد قوس بُرج آتشی ہین۔

(۵۱) بُزرگ (ف) بڑا۔ اصطلاح مین ولی کامل۔ اور معمر صاحب عزت شخص کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔

۲۔موسیقی کے بارہ مقامات مین سے ایک مقام کا نام ہے۔ (لغات کشوری)

(۵۲) بَسط (ع) اُسے کہتے ہین جو سب اشیا پر مستعمل ہو اور اُس مین کوئی چیز شامل نہ ہو۔ (تذکرۃ السلوک مصطلحات صوفیہ) اصطلاح تصوف مین بسط سے وہ کشایش قلب مراد ہے جو سیر الی اللہ مین حاصل ہوتی ہے یعنی سیر کے وقت سالک عارف کے قلب پر حالات وارد ہوتے ہین جیسے کہ بعض وقت غلبہ محبت و عشق اور سرور و رغبت طرف عبادت معشوق حقیقی کے اور یہ حالات سالک کے باطن کی ترقی کا باعث ہوتے ہین۔ برخلاف قبض کے جسمین انقباض طبیعت اور عدم رغبت طرف معشوق حقیقی کے عارض ہوتی ہے بسط یعنی دل کو لذت محسوس ہونے کے تین اسباب

ہین۔

۱۔طاقت مین زیادتی اور خدا کی جانب سے توفیق اور مہربانی

۲۔محبت اور کوشش مین کامیابی۔

۳۔لوگون کا متوجہ ہونا اور توصیف وثنا کرنا۔

(۵۳) **بسم اللہ**۔ خدا کے نام سے۔بسم اللہ اصل مین باسم تہا کثرت استعمال سے الف حذف ہوگیا۔مگر یہ حذف دوسرے مقام پر جایز نہین (معالم) مسنون ہے کہ ہر کام کی ابتدا کرتے وقت بسم اللہ کہین۔بسم اللہ کے ساتھ جو کلمات مروج ہین اُن مین دو بہت مشہور ہین۔

۱۔بسم اللہ الرحمن الرحیم (شروع کرتا ہون) خدا کے نام سے۔جو الرحمن اور الرحیم ہے۔یہ آیت کھانا شروع کرتے وقت یا کوئی نیا کپڑا پہنتے وقت یا کوئی کام شروع کرتے وقت کہی جاتی ہے۔قرآن مجید کے ہر سورہ کی ابتدا مین سوائے سورۂ توبہ کے یہ آیت لکھی ہوئی ہے۔اس مقدس صحیفہ کے تتبع مین۔مذہبی کتابون کی ابتدا بھی اسی آیت سے تبرکاً و تیمناً کی جاتی ہے۔

اس امر مین کہ یہ آیت جزو قرآن ہے یا نہین۔قراء کا اختلاف ہے۔قراء مکہ و کوفہ و حجاز کہتے ہین کہ بسم اللہ صرف سورۂ فاتحہ کی آیت ہے، لیکن دوسری جماعت کے نزدیک سورۂ برات کے علاوہ بسم اللہ ہر سورت کا جزو ہے۔قراء مدینہ و بصرہ اور کوفہ کا مذہب ہے کہ بسم اللہ جزو قرآن تو ہے مگر کسی سورت کی آیت نہین بلکہ ایک جداگانہ آیت ہے،

۲۔بسم اللہ۔اللہ اکبر (شروع کرتا ہون مین) خدا کے نام سے جو سب سے بڑا ہے۔یہ کلمہ وقت ذبح اور وقت جہاد بولا جاتا ہے اس لئے کہ موقع ناطع رحم ہین۔

(۵۴) **بشارت** (ع) خوش خبری۔مسلمانون کا یقین ہے کہ توریت اور انجیل اور دیگر کتب سابقہ مین آنحضرت صلعم کے مبعوث برسالت ہونے کی صاف صاف بشارتین مذکور ہین۔چنانچہ ہم ان مین سے ہر ایک کتاب مین سے دو دو بشارتین نقل کرتے ہین۔

(الف) کتاب توریت (۱) استثنار (کتاب پنجم۔باب ۱۸۔آیت ۱۵) مین ہے کہ خدا نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ تیرے بھائیون مین مثل تیرے نبی مبعوث کرون گا اور اپنا کلام اُس کے مُنہ مین دون گا۔اور جو کچھ مین اُس سے کہون وہ اُن سے کہدے گا۔چونکہ بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسمٰعیل ہین اور بنی اسمٰعیل مین سوا حضور علیہ السلام کے کوئی نبی نہین ہوا۔اسی لئے آیات مندرجۂ بالا مین جس نبی کی بشارت دی گئی ہے وہ آنحضرت صلعم ہین۔علاوہ ازین آنحضرت صلعم شریعت و عدالت قوم کی بادشاہت مین حضرت موسیٰ کے مثیل و سہیم بھی ہین اور دونون پیغمبر صاحب ہجرت۔صاحب شریعت اور صاحب جہاد بھی ہین۔

۲۔استثناء (کتاب پنجم باب ۳۳۔آیت ۲) اور کہا خدا سینا سے نکلا اور سعیر سے چمکا۔اور فاران کے پہاڑ سے ظاہر ہوا۔اس کے ہاتھ مین شریعت روشن تھی ساتھ لشکر ملائکہ کے آیا۔فاران مکہ کے پہاڑ کا نام ہے، فاران کے متعلق بعض علمائے نصاریٰ نے بہت سی دور از کار تحقیقین نکالی ہین (دیکھو فاران)

(ب) کتب انجیل (۱) یوحنا (باب اول آیات ۲۵-۲۰) قریش نے حضرت یحییٰ سے دریافت کیا کہ تو کیون بپتسمہ دیتا ہے جبکہ تو نہ مسیح ہے۔نہ الیاس ہے نہ وہ نبی ہے۔ان آیات سے ثابت ہے کہ علمائے یہود اس زمانہ مین تین نبیون کے ظہور کے منتظر تھے (۱) مسیح (۲) الیاس

(۳) وہ نبی۔ انجیل سے ثابت ہے کہ یوحنا نے یوشع کو مسیح بتایا اور مسیح نے یوحنا کو الیاس کہا۔ اب تیسرے نبی کا ظہور باقی تھا جو کتب سابقہ مین "وہ نبی" اور مسلمانون کی زبان پر آنحضرت صلعم کے خطاب سے یاد کیے گئے ہین۔

۲۔ یوحنا (باب ۱۴۔ آیات ۲۸-۲۶) مین ہے کہ میرے بعد فارقلیط آوے گا اور تم کو وہ باتین یاد دلاویگا جو مین نے تم سے کہین تھین لیکن بالفعل جو انجیل کے نسخے موجود ہین اُن مین پیریکلیطاس لکھا ہوا ہے۔ لیکن قرین قیاس نہین کہ حضرت عیسیٰ نے یہ یونانی لفظ بولا تھا۔ کیونکہ ان کی زبان عبرانی تھی۔ اس لئے یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہو کہ انہون نے فارقلیط کا لفظ فرمایا ہوگا یہی رائے بشپ ارنس اور گاڈفری ہیگنیس وغیرہ کی بھی ہے لیکن جب انجیلین یونانی مین لکھی گئین تب اس کی جگہ یونانی لفظ لکھا گیا یا نہیم ابتدا مین اس لفظ کا ترجمہ پیریکلوطاس لکھا گیا تھا۔ جو ٹھیک فارقلیط کے لفظ کا ترجمہ ہے اور جس کا ترجمہ عربی زبان مین ٹھیک ٹھیک لفظ "احمد" ہے۔

اس بحث کے سلسلہ مین گاڈفری ہیگنیس نے ایک قول فیصل لکھا ہے وہ لکھتے ہین کہ اگر یہ وہی لفظ ہے جو اس زمانہ کے عیسائی کہتے ہین اور اس کے معنی بھی روح القدس کے ہون تو مسلمان عیسائیون سے کہین گے کہ تم کہتے ہو کہ انجیل مین بشارت ہو کہ روح القدس آوینگے یہ درست ہو کہ "روح القدس" آئی مگر حضرت محمدؐ صلعم مین جن کو روح القدس سے الہام ہوتا تھا۔

(ج) ہندو دھرم کی معتبر کتابون مین بھی حضور علیہ السلام کی بشارات موجود ہین اتھروید مین اللہ اپنشد موجود ہے جس کو بریا جلستی کتاب برہمنانِ کلکتہ نے وید مین تسلیم کیا ہے اور ستیارتھ پرکاش مین بھی سوامی دیانند نے اللہ اپنشد کو وید مین ہونا تسلیم کیا ہے۔ (اگرچہ اسی کو الحاقی کہا ہے) اس وید کے کلکی پران مین ہے کہ سنبلدیپ (ممالک عرب و بیت المقدس جہان سنبل کی روئی بکثرت ہوتی ہی) مین کلجگ مین کلکی اوتار بارہوین چاند سدھی ماہ بیساکھ مین دو گھڑی دن چڑھے پیدا ہوگا۔ اور اُس زمانہ مین ساکھ دیپ (ممالک خراسان و ایران میں) عادل بادشاہ کا راج ہوگا۔ اور متھرا۔ کاشی۔ کنوج مین ملیچھون کا راج ہوگا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام ۱۲ ربیع الاول کو دو گھڑی دن چڑھے نوشیروان عادل کے عہد مین اور جبکہ متھرا۔ کاشی۔ قنوج مین ملیچھون کا راج تھا پیدا ہوے۔ کلکی اوتار کے باپ کا نام وشنو دیس (وشنو اللہ دیس معنی عبد۔ عبد اللہ) اُنکی ماں کا نام سومتی (امانت دار) ہوگا۔ چنانچہ حضور کے والد ماجد کا نام عبد اللہ اور والدہ ماجدہ کا نام آمنہ تھا۔ پہلے پہاڑ کی کھوہ مین تپسیا کرے اول حضور غار حرا مین عبادت کرتے تھے۔ اور پرش رام (پرش بمعنی دوست۔ رام بمعنی اللہ یعنی روح الامین سے تعلیم حاصل کرے۔ سنبل دیپ (عرب) کی رانی وکیل کی معرفت بیاہ کا پیغام دے۔ عرب کی بیگم حضرت خدیجہ نے اپنے وکیل کی معرفت آپ کو پیغام نکاح بھیجا (ماخوذ از رسالہ صوفی)

(۵۵) **بُشریٰ** (ع) مژدہ۔ بشارت۔ کتب احادیث مین بُشریٰ سے قبول اسلام پر بشارت مراد لی گئی ہے۔ چنانچہ محدث دہلوی نے اس حدیث کی تفسیر مین کہ "قبول کرو بشارت اے بنو تمیم" (المشکوٰۃ کتاب الفتن۔ باب بدء الخلق و ذکر انبیاء علیہم السلام) مین بُشریٰ سے مراد قبول اسلام پر بشارت لی ہے۔

۲- بُشریٰ- نام ہو اس شخص کا جس نے حضرت یوسف کو چاہ کنعان سے نکالا تھا۔

(۵۶) **بَصیر** (ع) بہت بڑی دانائی رکھنے والا اور ہر شے کو اسکی کُنہ تک جاننے والا- خدائے تعالیٰ کے نودونہ اسماء مین سے ایک اسم ہے-

(۵۷) **بصیرت** (ع) بینائی دل کی جس طرح بصارت بینائی آنکھ کی اصطلاح تصوف مین بصیرت دل کی قوت کا نام ہے جو نور قدس کے ساتھ روشن ہوتی ہے اور قوت کے ذریعہ اشیا کی حقیقت اور اندرونی حالتین دل پر کھل جاتی ہین - اس قوت بصیرت کا نام حکمانے عاقلہ ونظریہ و قوت قدسیہ کہا ہے (تذکرۃ السلوک مصطلحات صوفیہ)

قرآن مجید مین دو مقامات پر بصیرت سے مراد حجت لی گئی ہے - سورۂ یوسف (پ ۱۳ رکوع ۱۲- آیت ۱۰۸) کہہ تو یہ ہے میری راہ- پکارتا ہون تم کو خدا کی طرف اور مین بصیرت (یعنی حجت ظاہرا) ہون اس کے لیے جو میری متابعت کرے اور پاک ہے اللہ اور مین مشرکین سے نہین ہون-

۲- سورۂ قیامت (پ ۲۹ رکوع اول آیت ۱۴) بلکہ آدمی اپنے نفس پر حجت ہے-

(۵۸) **بَصرہ**- شہر کا نام ہے- بصرہ کی وجہ تسمیہ مین اہل لغت لکھتے ہین کہ بصرہ عربی زبان مین نرم پتھریلی زمین کو کہتے ہین اور اُس مقام پر ویسی ہی زمین تھی لیکن معجم البلدان مین ایک مجوسی فاضل کا قول نقل کیا گیا ہے جو زیادہ قرین قیاس ہے اور وہ یہ کہ اصل مین یہ لفظ بس راہ تھا جس کے معنی فارسی مین بہت سے راستون کے ہین- چونکہ یہان سے بہت سی راہین ہر طرف کو تہین اس لئے اہل عجم اس کو اس نام سے موسوم کرتے تھے- اس کی تصدیق زیادہ تر اسلیے بھی ہوتی ہے کہ اس کے آس پاس شاہان عرب کی جو عمارتین تیار کرائی تھین ان کے نام بھی فارسی زبان مین رکھے تھے- مثلاً خورنق- اور سدیر (ماخوذ از الفاروق)

۱۴ھ / ۶۳۵ء مین حضرت عمر کے حکم پر عتبہ بن غزوان نے بندرگاہ ایلہ کے قریب ایک شہر بسایا جو اب بصرہ کہلاتا ہے- بعد مین ایک نہر بھی دجلہ سے کاٹ کر بصرہ تک لائی گئی- چونکہ بصرہ کی زمین کنکریلی تھی اور اسی کے اردگرد چارہ وپانی کا کافی سامان تھا- اس لیے قبایل عرب جوق جوق اس شہر مین آبسے اور اس کی آبادی بہت جلد ترقی کر گئی- علم وفضل کے اعتبار سے بھی یہ شہر مردم خیز قطعہ نکلا اور اسکی زمین سے ایسے چند عالم وفاضل پیدا ہوے جنھون نے عربیت کی بنیاد رکھی- علم لغت کی سب سے پہلی کتاب ،،کتاب العین،، بصرہ ہی کے عالم جید خلیل بصری کی یادگار ہے- عربی علم عروض اور موسیقی کی بھی انھین سے ابتدا ہوئی-

(۵۹) **بَطحا**- وہ زمین جو پانی کی گذرگاہ ہو اور جسمین سنگریزہ بھی ہون-

۲- نام ہے وادی کا جو مکہ معظمہ کے قریب ہے-

۳- بعض اوقات بطحا سے مراد مکہ معظمہ بھی لیتے ہین-

(۶۰) **بعاث** (جنگ بعاث) ہجرت سے چھ سال قبل خزرج اور اوس کے درمیان جنگ بعاث واقع ہوئی تھی اور دونون خاندان کے تمام نامور اس جنگ مین کام آئے- گو تعداد مین خزرج زیادہ تھے لیکن اوس کو فتح حاصل ہوئی-

(٦١) **بعث** (ع) لغوی معنی اٹھنا - مراد قیامت -

(٦٢) **بعث و نشر** (ع) کنایہ روز قیامت سے کہ اسدن تمام آدمی قبرون سے اٹھینگے اور ہر طرف پراگندہ اور منتشر ہو جاوینگے -

(٦٣) **بعثت** (ع) بیداری - اصطلاحًا درجۂ نبوت پر فایض ہونا صاحب تفسیر القرآن نے بعثت انبیاء سے ملکۂ نبوت کا قوی ہوتے ہوتے پوری قوت پر پہونچ جانا - اور اس سے وہ ظہور مین آنا جو اس کا مقتضی ہوتا ہے مراد لیا ہے -

آنحضرت صلعم کی عمر کے ۴۰ سال قمری پر ایکدن اوپر ہوا تو ۹ - ربیع الاول سنہ ۴۱ میلادی مطابق ۱۲ - فروری سنہ ۶۱۰ء کو بروز دوشنبہ روح الامین خدا کا حکم نبوت لیکر آنحضرت صلعم کے پاس غار حرا مین آئے جہان آپ ریاضت اور عبادت کیا کرتے تھے غار حرا مکہ سے تین کوس کے فاصلہ پر ہے - جہان آپ اکثر دن و رات قیام فرماتے تھے - بلکہ ماہ رمضان کا پورا مہینہ وہین استغراق مین بسر ہوتا تہا - ابتدائے وحی بماہ ربیع الاول ہوئی - لیکن نزول قرآن بماہ رمضان المبارک - نزول قرآن اور ابتدائے وحی کا درمیانی زمانہ تقریبًا ۶ ماہ ہے جسمین رویائے صادقہ آتے رہتے تھے (رحمۃ اللعالمین) حضرت موسٰی کو بھی ۴۰ سال پورے ہونے پر نبوت ملی تھی (کتاب الاعمال مشمولہ انجیل)

آنحضرت صلعم کی بعثت سے منشاء الٰہی یہ تہا کہ دنیا مین فقط خدائے واحد کی عبادت ہو یعنی حیات انسانی کا ہر لمحہ عین منشائے الٰہی کے مطابق رہے اور صحیح فطرت اختیار کرے چنانچہ خدائے تعالی نے آنحضرت صلعم کو سورۃ المدثر (پ ۲۹) کی ابتدائی آیات مین حکم دیا ہے کہ -

۱ - نافرمانون کو اُن کی خطرناک حالت سے آگاہ کیا جائے

۲ - اللہ کی ربوبیت اور کبریائی اور عظمت اور جلال کو آشکارا کیا جائے -

۳ - لوگون کے اعتقاد باطل اور اخلاق ظاہری و باطنی کی نجاستون سے پاک رکھنے کی تعلیم دیجائے -

۴ - پاکیزگی - صفائی اور پاکدامنی سکھائی جائے -

(٦٤) **بُعد** (ع) دوری - تصوف مین بُعد سے مراد غفلت و دوری حق تعالی سے اور جہل و نادانی عرفان سے ہے -

(٦٥) **بعل** (ع) لغوی معنی قوت کے ہین - اسی لحاظ سے مجازًا آقا کے معنی اور اس کے بعد شوہر کے معنی مین مستعمل ہوا ۲ - بت کا نام ہے - سورۂ صافات (پ ۲۳ رکوع ۴ آیت ۱۲۳) مین ہے کہ بعل کو پکارتے ہو اور سب سے اچھا پیدا کرنے والے کو چھوڑتے ہو - صاحب ارض القرآن لکھتے ہین کہ عرب کا مشہور دیوتا ہبل جو قریش کا خدائے اعظم تہا اسی بعل کی تحریف ہے جس کو عمرو بن لحی شام سے لایا تہا - مفسرین اور مورخین کا بیان ہے کہ بعل حضرت الیاس کی قوم کا بت تہا لیکن صاحب ارض القرآن اس تحقیق کو عمومیت کے ساتھ بدلتے ہین اور کہتے ہین کہ بعل صرف قوم الیاس مین نہین بلکہ اکثر مشرقی سامی قومون مین پوجا جاتا تہا - بعلبک جو ملک شام کا قدیم شہر ہے اور جس کو مسلمانون نے ۱۵ھ / ۶۳۶ء مین فتح کیا تھا اسی بعل کی طرف منسوب ہے -

ایک اور روایت بعلبک کی وجہ تسمیہ مین یہ بھی ہے کہ چونکہ بعل کے معنی سامی زبان مین آفتاب کے ہین

شہر مین آفتاب کی پرستش ہوتی تھی اسی لئے شہر کو بعلبک کہتے ہین
روایتون مین ہے کہ بعل دیوتا سونے کا تھا۔ چودہ ہاتھ لمبا
اور چار منہ والا بعل کے لئے مذبح۔ قربان گاہ اور ہیکل بنے تھے
لوبان اور دیگر بخورات ان مین جلائے جاتے تھے۔ اولاد کو
بھی اسی کی خاطر آگ مین ڈال دیتے تھے۔

مستشرقین یورپ کی تحقیق مین ستارہ زحل کا نام بعل تہا
جس کی دوسری مانوس شکل ہبل ہے۔ اس کی مدین مین پوجا
ہوتی تھی اور ابل (اونٹ) کی قربانی اس کے لئے سب سے
بہتر سمجھی جاتی تھی۔

(۶۶) بغداد۔ نام ہے شہر کا جو عراق عرب مین ہے۔ بغداد
کی وجہ تسمیہ مین سب سے قرین قیاس یہی ہے کہ وہ نوشیروان عادل
کا باغ تہا۔ جہان وہ مقدمات فیصل کیا کرتا تھا اور اسیوجہ سے
باغ داد (انصاف کا باغ) کہلاتا تھا۔

بغداد خلفائے عباسیہ کا پایہ تخت تہا خلیفہ منصور عباسی نے
اپنے ہاتھ سے ۱۴۷ھ / ۷۶۴ء (جمادی الاول / جون) مین بغداد کا سنگ
بنیاد رکھا اور عمارات شہر کی تعمیر اصول ہندسہ کے مطابق کرائی
گئی۔ خلیفہ ہارون رشید کے عہد سلطنت مین بغداد کی شان و
شوکت بہت بڑھ گئی تھی۔ تاریخ الفی کا مصنف لکھتا ہے کہ صرف
شہر مین حمام حجام ساٹھ ہزار تھے۔ تیس ہزار مسجدین تھین۔ کل
شہر ۱۶ دروازون پر منقسم تہا۔ اور ہر دروازے کے مابین ۸ میل
کی مسافت تھی۔ مردم شماری ۱۰ لاکھ تھی لیکن اب وہ بغداد جسکی
تمام دنیا مین شہرت تھی اور شاہان یورپ (مثلاً شارلمین) اسکو
اپنا مامن سمجھتے تھے ایک معمولی شہر رہ گیا ہے جو گزشتہ جنگ یورپ

(۱۹۱۴ء / ۱۳۳۳ھ) مین ترکی سلطنت سے علیحدہ ہوکر انگریزون کے
اقتدار مین آگیا ہے۔

(۶۷) **بَقَاء** (ع) زندہ رہنا۔ اصطلاح تصوف مین اللہ کی
قدرت کو ہر شے مین دیکھنا۔ تذکرۃ السلوک مصطلحات صوفیہ۔ سالک
کے برے افعال اور مذموم اخلاق کے زائل ہو جانے کو بقا کہتے
ہین۔ بعض صوفیا فنا (الفنا) کو بقا کہتے ہین۔ باین وجہ کہ وہ
بیخودی جو فنا کہلاتی ہے جاتی رہتی ہے اور سالک افاقہ مین
آجاتا ہے۔ تصوف کے مقامات مین فنا و بقا متقابل مقام ہین۔
مقام فنا مین تو خضوع مسکینی اور انکسار کی کیفیت غالب ہوتی
ہے اور مقام بقا مین جلال و عظمت کی۔

(۶۸) **بَقَاء باللہ** (ع) صوفیہ کے نزدیک بقاء باللہ ایک مقام
ہے جسمین سوائے رویت حق تعالیٰ کے غیریت مطلقاً آنکھون سے
اٹھ جاتی ہے اور عارف صفات بشری سے فانی ہوکر صفات
حق تعالیٰ کے ساتھ باقی رہتا ہے۔

(۶۹) **بَقَرہ**۔ لغوی معنی گائے کے ہین۔ خواہ نر ہو خواہ مادہ بقرہ
کے معنی ایک گائے یا بیل کے ہین۔ اس مین تائے وحدت ہے
تائے تانیث نہین۔ بقر بفتحتین مشتق ہے بقر ساکن الاوسط سے
جس کے معنی پھاڑنے والے کے ہین اور چونکہ بیل زمین کو پھاڑتے
ہین یعنی کاشت کرتے ہین اس لئے بقر کہلاتے ہین۔ بقرہ کی
جمع بقر ہے۔

۱-۲ البقر۔ قرآن شریف کی دوسری سورت کا نام ہے۔
چونکہ اس سورت مین بنی اسرائیل کو اس بیل کے ذبح کرنے
کا حکم دیا گیا ہے جسکو انہون نے بطور سانڈ کے چھوڑ رکھا تھا اور چونکہ

اُن کا یہ فعل ایک قسم کی گاؤپرستی تھی جو شرک کو عیان کر رہی تھی اس لئے
قطع شرک کے لئے بقر کا ذبح کرنا ضروری تہا۔ یہ حکم ذبح اس سورت
کی ترسٹھوین آیت رکوع ۸ مین مذکور ہے۔

یہ سورہ مدینہ منورہ مین نازل ہوی جہان یہود رہتے تھے
ان کی معلومات کی رعایت سے تخلیق آدم (علیہ السلام) اور حضرت
موسیٰ اور اُن کے زمانہ مابعد کے واقعات اس مین پہلے بیان کئے
ہین۔ بنی اسرائیل کی خرابیون پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے ان کی
تحریفات لفظی ومعنوی کو واضح کرکے دکھلایا گیا ہے اور پھر اسلام
کی دعوت دیگئی ہے اخیر مین احکام شرعی محکوم ہین۔

(۷۰) **بقیع الغرقد** (ع) اس کو البقیع وخبث البقیع بھی کہتے ہین
بقیع الغرقد مدینہ منورہ کا قبرستان ہی۔ جہان آنحضرت صلعم راتون
کو تشریف لیجاتے اور مدفونون کے حق مین دعاے مغفرت فرماتے اس
قبرستان مین غرقد کے درخت بکثرت ہین اور اسی وجہ سے بقیع الغرقد
کہلاتا ہے۔

(۷۱) **بُکا** (ع) بالمد آواز کے ساتھ رونے کو کہتے ہین اور بالکسر
اشک ریزی یعنی بغیر آواز کے آنسو بہانے کو۔ رونا ایک تو موت کی
سختیان۔ قبر کا عذاب۔ اور قیامت کی مصیبتین اور دوزخ کی آفتین
یاد کرکے ہوتا ہے۔ اور چونکہ یہ گریہ خشیت الٰہی۔ خوف ذوالجلال
کے باعث اور گناہون کی مغفرت کے لئے ہوتا ہے۔ اسی لئے
جائز ہے۔

ایک رونا کسی بزرگ کی وفات حسرت آیات پر ہوتا ہے۔
اگر یہ رونا اشک ریزی کی شکل اور اسی غم کے باعث ہے جو دلپر
گذرتا ہے تو مباح ہے۔ چنانچہ حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلعم نے
جب ابراہیم (صاحبزادہ آنحضرت صلعم) کو حالت نزاع مین دیکھا
تو آنکھون سے آنسو جاری ہوے۔ اور عبدالرحمن بن عوف کے
کہنے پر کہ یا حضرت آپ روتے ہین فرمایا کہ تحقیق یہ رونا رحمت ہے
(المشکوٰۃ۔ کتاب الجنایز باب البکار فصل اول) عوام مین مشہور ہے
اور اصولاً صحیح بھی ہے کہ رونے سے دلکا اضطراب اور قلق کم ہو جاتا
ہے۔

لیکن میت پر بلند آواز سے میت کے اوصاف بیان کرکے
رونا ناجائز ہے۔ چنانچہ روایت ہے ابوسعید خدری سے کہ
لعنت کی رسول خدا صلعم نے نوحہ کرنے والی عورت کو اور نوحہ سننے
والی عورت کو (المشکوٰۃ کتاب الجنایز باب البکار فصل دوم)
اہل تشیع کے نزدیک مصائب امام حسین ودیگر ائمہ معصومین
کی تکالیف پر بکا کرنا موجب ثواب ہے اور رونے والا و رلانے
والا دونون داخل حسنات ہوتے ہین۔

(۷۲) **بِکر** (ع) کنواری عورت۔ جمع ابکار آتی ہے (دیکھو ابکار)
بکر بالفتح بمعنی جوان اونٹ اور بضم جمع ہے بکرہ کی بمعنی صبح

(۷۳) **بُکم** (ع) بہرہ۔ جمع ابکم کی (دیکھو ابکم)

(۷۴) **بلادِ اسلام** (ع) ممالک اسلامیہ یعنی وہ ممالک
جنمین احکام شریعت محمدی نفوذ پذیر ہون۔ بلاد اسلام کہلاتے
ہین۔

(۷۵) **بلاد العرب** (دیکھو عربستان)

(۷۶) **بلال**۔ آپکا نام بلال کنیت ابو عبداللہ ہے آپکے
والد بزرگوار کا نام رباح ہے آپ ملک حبش کے باشندہ تھے۔
آپکا قد لمبا۔ جسم چھریرہ اور رنگ سیاہ تہا آواز بہت بلند و موثر

تھی حضرت بلال سابقین اولین میں سے تھے یعنی اُن لوگوں میں سے جنہوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی۔ شروع میں آنحضرت صلعم دعوت اسلام پوشیدہ کیا کرتے تھے لیکن جب بحکم خدا دعوت اسلام آپنے آشکارا کردی تو کفار مسلمانوں کے جان و مال کے دشمن ہوگئے۔ اور انہیں طرح طرح کی اذیتیں دینے لگے۔ اُن بلاکشان اسلام میں حضرت بلال بھی تھے۔ آپ امیر بن حلف کے غلام تھے اور جب اسکو معلوم ہوا کہ آپ مسلمان ہوگئے ہیں تو آگ بگولہ ہوگیا اور سخت اذیتیں دینے لگا۔ بالآخر حضرت ابوبکرؓ نے آپ کو خرید کر آزاد کردیا۔ حضرت بلال کو مسجد نبوی کا پہلا موذن ہونے کا فخر حاصل ہے۔ آنحضرت صلعم کو آپ سے بیحد محبت تھی۔ اور آپ کو ملک حبش کا پہلا ثمرہ کہا کرتے تھے۔ آپ کی وفات ۲۰ھ / ۶۴۰ء میں بمقام دمشق ہوئی اور باب الصغیر میں مدفون ہوے۔

ابن بطوطہ اور ہندوستان کے اکثر سیاحوں نے دمشق میں آپ کے مزار کی زیارت کی ہے اور مزار کے حالات لکھے ہیں۔ آپنے ۶۰ سال کی عمر پائی۔

(۷۷) **بَلَدَہ۔ بَلَد** (ع) شہر۔ کتب احادیث میں بلد و بلدہ سے مراد مکہ معظمہ لیا گیا ہے اور عمومیت تخصیص سے بدل گئی ہے۔

(۷۸) **بلعَم باعُور** (ع) غیر اسرائیلی عالم کا نام ہے جو مستجیب الدعوات تھا۔ مفسرین کے نزدیک سورۂ اعراف (پ ۹ رکوع ۲۲۔ آیت ۱۷۴) میں جس شخص کا شیطان کے اغوا میں آکر گمراہ ہوجانا بتلایا گیا ہے۔ وہ بلعم باعور ہے۔ یہ روایت اسلامی نقطہ نظر سے کوئی باوقعت نہیں ہے اس لیے کہ وہ اسرائیلیات سے ماخوذ ہے۔ جو یہودیوں کی خرافات سے مملو ہیں۔

زمانہ حال میں جامع ازہر کے ایک عالم نے حضرت لقمان کی شخصیت پر ایک مضمون لکھا ہے اور تورات کی سند پر ثابت کیا ہے کہ باعور اور لقمان ایک ہی مسمی کے دو اسم ہیں۔ اس نظریہ کی تائید پیرس کے جمعیۃ الشرقیہ کے سرگرم رکن ڈاکٹر جی ڈرنبرگ بھی کرتے ہیں۔ اس تحقیق کے قبول کرنے میں جو دقت پڑتی ہے وہ یہ کہ قرآن مجید میں حضرت لقمان کو ایک موسن کامل اور حکیم کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے لیکن توراۃ بلعم باعور کو کفار کی جماعت کا ایک فلسفی بتاتی ہے۔ لیکن جو فعل اس کی طرف منسوب کرتی ہے یعنی خدا کے حکم سے آزاد بد دعا نہ کرنا، اُس کے صاحب ایمان ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ پس توراۃ کا بلعم باعور اور عربوں کے لقمان حکیم ایک ہی مسمی کے دو نام ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ بلعم باعور کو مومن کامل تسلیم کرلیا جائے اور محرف توراۃ کے متضاد بیانات کو کوئی اہمیت نہ دی جائے۔

(۷۹) **بلقیس** لفظی دلالت کے لحاظ سے بلقیس عربی نام نہیں ہے بلکہ یونانی الاصل نام معلوم ہوتا ہے لیکن مسلم مورخین اور ارباب تفاسیر نے یہودیوں کی تقلید میں ملکہ سبا کا نام بلقیس ہی اختیار کیا ہے۔ اہل حبش اس ملکہ کو ماکدہ کہتے تھے۔

کتب سماوی میں ایک شہزادی کا ذکر ہے جو بارگاہ سلیمانی میں آئی لیکن توراۃ (ترگوم) اور انجیل کے بیانات جو اس شہزادی کے ملک کی حد کو تعین کر رہے ہیں متفق علیہ نہیں ہیں۔ ترگوم اسکا ملک فلسطین کے مشرق میں (جوئش انسائیکلوپیڈیا بمضمون سَبا) اور انجیل فلسطین کے جنوب (یمن) میں بتاتی ہیں (انجیل متی باب ۱۲ ورس ۴۲ و لوقا باب ۱۱ ورس ۳۲) یوسیفوس اسرائیل کی تاریخ میں ملکہ سبا کو مصر و حبش کی شہزادی لکھتا ہے۔ ایک دوسری فرو گذاشت جو ان کتب میں

میں پائی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس ملکہ کا خاندان بھی نہیں بتایا
گیا ہے پس ایسی حالت میں وہی بیان صحیح تسلیم کیا جائے گا۔
جو روایات عرب کے موافق ہو۔ اور وہ یہ کہ ملکہ سبا یمن (جنوب فلسطین)
کی شہزادی تھی۔

ملکہ سبا کا نام قرآن مجید میں دو بار آیا ہے۔ اول سورہ نحل (پ ۱۹
رکوع ۲۔ آیت ۲۳) میں حضرت سلیمان کے قصہ میں۔

دوم۔ سورہ سبا (پ ۲۲ رکوع ۲۔ آیت ۱۵) میں سیل عرم کے
ذکر میں۔

سورہ نحل میں ملکہ سبا کا مذہب آفتاب پرست بتایا گیا ہے۔
لیکن بارگاہ سلیمانی میں داخل ہوتے ہی مومنہ بنجاتی اور حضرت
سلیمان کی ملکہ ہو جاتی ہے۔

(۸۰) بلوغ و بلوغیت۔ بلوغ لغت میں بمعنی وصول ہے اور
اصطلاح میں عبارت ہے انتہاے طفلی سے (دیکھو بالغ)

(۸۱) بنت العنب۔ بنت الکرم (ف) شراب کو کہتے ہیں اسلئے
کہ عنب کرم انگور کو کہتے ہیں اور چونکہ عرب اور فارس میں انگور
ہی کی شراب بنتی ہے اسی لئے یہ تخصیصی معنی پیدا ہو گئے۔ کلام مجید نے
شراب نوشی کو حرام کر دیا ہے (سورہ بقر پ ۲ رکوع ۲۵۔ آیت ۲۰۶)
اور سورہ مائدہ (پ ۷ رکوع ۱۲۔ آیت ۹۲) اور یہ امتناعی حکم ہجرت
کے تیسرے یا چوتھے برس نازل ہوا ہے اور ۶ھ ۶۹۱ء میں شراب
کی خرید و فروخت بھی حرام ہو گئی (صحیح بخاری باب تحریم بیع الخمر الخ)

(۸۲) بنت لبون (ع) لغوی معنی دودھ دینے والے کی بیٹی۔ وہ
اونٹنی جو دو برس کی ہو اور جس کی ماں دوسرے جھول کے بچوں کو دودھ
پلاتی ہو۔ بنت لبون کہلاتی ہے۔ جب اونٹوں کی تعداد ۳۵ سے لیکر
۴۵ تک ہو تو نصاب زکوٰۃ ایک بنت لبون ہے۔

(۸۳) بنت مخاض (ع) حاملہ کی بیٹی۔ وہ اونٹنی جو ایک برس
کی ہو اور اس کی ماں پھر حاملہ ہو جائے۔ بنت مخاض کہلاتی ہے۔
۲۵ سے ۳۵ اونٹوں پر نصاب زکوٰۃ ایک بنت مخاض ہے۔

(۸۴) بنی اسرائیل۔ حضرت یعقوب کی اولاد۔ عبرانی زبان
میں اسرائیل حضرت یعقوب کا لقب ہے۔ حضرت ابراہیم نے جب
وطن یعنی شہر بابل چھوڑا تو چند روز کی سرگردانی کے بعد آپ ارض
کنعان میں آباد ہو گئے۔ آپ کے فرزند حضرت اسحاق کے دوسرے
بیٹے یعقوب کی اولاد جو ایک بیٹی اور بارہ بیٹے پر مشتمل تھی ارض
کنعان میں پھولی پھلی اور بنی اسرائیل کے نام سے موسوم ہوئی۔
جب حضرت یوسف بن حضرت یعقوب شاہ مصر (فرعون) کے نائب
بن گئے تو حضرت یعقوب پورے خاندان کے ساتھ جو تعداد میں ۷۰
نفر تھے کنعان سے ہجرت کر کے مصر میں فروکش ہوئے وہاں یہ نسل
اور بھی زیادہ بڑھی اور ۱۲ اسبطون یعنی قبیلوں میں منقسم ہو گئی۔
بنی اسرائیل کی فزونی نسل مصر والوں (یعنی قبطیوں) کی آنکھ میں
کھٹکی اور انہوں نے اس نسل کو برباد کرنے کے منصوبے باندھے اور
ان کو تختہ مشق ستم بنایا۔ ان مظالم کا سد باب کرنے کے لئے انہیں
بنی اسرائیل میں سے خدائے تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو مبعوث
کیا اور وہ تمام بنی اسرائیل کو فرعون مصر کے پنجے سے چھڑا کر اپنے
قدیم آبائی وطن ارض کنعان کی طرف چلے۔ مصر سے روانگی
الہامی کتب میں .... خروج سے تعبیر کی گئی ہے جو باختلاف
روایات حضرت صلعم سے ۲۰۷۱ یا ۲۰۶۱ سال پیشتر عمل میں
آئی۔ مصر میں بنی اسرائیل کے قیام کی مدت میں بھی اختلاف ہے

بعض روایتون سے ۴۳۰ سال اور بعض روایتون سے ۲۱۵ سال معلوم ہوتے ہین۔

تائید ایزدی شامل حال تھی کہ حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو بخیریت تمام مصر سے باہر نکال لائے۔ لیکن اُن کو اپنی زندگی مین موعودہ زمین یعنی ارض کنعان مین پہونچنا نصیب ہوا بنی اسرائیل کی طبیعتون مین غلامی اس قدر سرایت کر گئی تھی کہ اگر اتفاق سے جنگل مین کھانا یا پانی نہین ملتا تو حضرت موسیٰ کو سخت صلواتین سناتے۔ کتاب خروج (توراۃ) کا مطالعہ کیجئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ بنی اسرائیل کی پست ہمتی کی داستان سے مملو ہے ....

...... قرآن مجید کی سورۂ مائدہ (پ ۶ رکوع ۴) مین بھی اُن کی پست ہمتی کا خاکہ پیش کیا گیا ہے خصوصاً ستائیسوین آیت کا وہ ٹکڑا کہ "بس تم اور تمھارا خدا (دونون) جاؤ اور لڑو۔ ہم تو یہین بیٹھے رہین گے"، اُن کی بزدلی کی عبرت انگیز تصویر پیش کر رہا ہے۔ ذلت گوارا کی۔ دشت نوردی اختیار کی۔ لیکن جبارین کے مقابلہ کی ہمت اُن مین پیدا نہ ہوئی۔

۴۰ سال کی دشت نوردی کے بعد حضرت موسیٰ کا انتقال (۵۵۰ ابراہیمی / ۱۴۵۰ ق م) مین ہوگیا۔ اور بنی اسرائیل مین بھی دشت نوردی کے باعث استقلال اور شجاعت پیدا ہوگئی۔ بالآخر حضرت یشوع (خلیفہ حضرت موسیٰ) کی سرکردگی مین بنی اسرائیل نے کنعان فتح کیا۔ ابتداءً ان مین ایک طرح کی جمہوریت قائم ہوئی اور بنی اسرائیل کے بارہ سبطون مین سے ہر ایک سبط اپنے قاضی کے ماتحت تمدنی زندگی بسر کرتا تھا۔ یہ عہد حکومت (یعنی عہد قاضیان) سنہ ۲۵۷۰ آفرینش سے سنہ ۲۹۰۵ آفرینش تک رہا۔ اور اس سوا تین سو

برس کے زمانہ مین بنی اسرائیل کی تمدنی حالت بہت کچھ سنبھل گئی اور انہین فتوحات کا جوش پیدا ہوا لہٰذا حضرت شموئیل نبی سے درخواست کی کہ وہ ایک بادشاہ مقرر کرین تاکہ بنی اسرائیل اُسکے زیر حکم جہاد کرین۔ چنانچہ سنہ ۲۹۰۵ آفرینش مین طالوت (شاول) پہلا بادشاہ منتخب ہوا۔ طالوت کے بادشاہ ہونے کا واقعہ قرآن مجید (سورہ بقر پ ۲ رکوع ۳۲) مین بھی مذکور ہے۔ اس کے بعد حضرت داؤد (۹۴۵ ابراہیمی / ۱۰۵۵ ق م) بادشاہ ہوے پھر اُن کے فرزند سلیمان (۹۴۵ ابراہیمی / ۱۰۵۵ ق م) تخت نشین ہوے ان کے زمانہ حکومت مین بنی اسرائیل کی سیاسی قوت اوج کمال کو پہونچگئی تھی۔ حضرت سلیمان نے خدائے تعالیٰ سے ایسی بادشاہت کے عطا کرنے کی دعا کی تھی جو پھر اُن کے بعد کسیکو نہ ملے اور ان کی اس دعا کو شرف قبولیت حاصل ہوا۔ حضرت سلیمان نے مسجد اقصیٰ کی تکمیل سنہ ۱۰۰۵ تمام کی۔ یہ حرم الٰہی کی دوسری تعمیر ہے جو حضرت ابراہیم کی تعمیر یعنی خانہ کعبہ کے بعد خدائے وحدہٗ لاشریک کے لئے بنائی گئی۔

حضرت سلیمان کے انتقال کے بعد سلطنت بنی اسرائیل دو حصون مین منقسم ہوگئی یعنی بنی اسرائیل کی نکبت اور بربادی کا تخم بو دیا گیا۔ ارض فلسطین مین جس کا مستقر بیت المقدس تھا رجعام تخت نشین ہوے۔ یربعام نے ایک جداگانہ سلطنت قائم کی جسکا مستقر شہر سامرہ تھا۔ ان دون حکومتون مین سے سامرہ کی اسرائیلی سلطنت کا خاتمہ تاجدار نینوا یعنی شلمانصر کے ہاتھون سنہ ۷۲۰ ق م (یعنی ۱۲۹۱ سال قبل ولادت محمدیؐ) مین ہوا۔

شلمانصر کے حملہ کا سبب اسرائیل بادشاہ ہوشع کی سازش تھی جو اُس نے فرعون مصر "سو" سے پیدا کرنا چاہی تھی۔ حالانکہ وہ

نینوا کی باج گذاری قبول کر چکا تھا۔ شلما نصر نے ہوشع کے قتل پر ہی اکتفا نہ کی۔ بلکہ اُن دس سبطون کو مع زن و فرزند پکڑ کر لیگیا۔ اور تحقیق طور پر نہین کہا جا سکتا کہ یہ دسون سبط کیا ہوے۔ اور کن قومون مین جذب ہو گئے۔ زمانۂ حاضرہ کے محققین یہ رائے ظاہر کر رہے ہین کہ اہل کشمیر اور افغانستان اُن دس گم شدہ اسباط کی اولاد ہین۔ اور اپنی رائے کی تائید مین افغانون کی قومی روایات انکی شکل و شباہت لباس۔ اخلاق و عادات۔ اور اُن کے بعض شہرون کے نام مثلاً خیبر پیش کرتے ہین۔ جو اُن کے اسرائیلی ہونے کی تائید کر رہے ہین۔

دوسری سلطنت بیت المقدس کا خاتمہ۔ بابل کے فرمان روا بخت نصر کے ہاتھون ۵۸۸ ق م (یعنی آنحضرت صلعم کی پیدائش سے ۱۱۵۹ سال قبل) مین ہوا۔ بخت نصر بھی اُن اسرائیلیون کو جو جنگ مین قتل ہونے سے بچ رہے تھے قید کر کے بابل لیگیا۔ ان قیدیون مین حضرت ذوالکفل بھی تھے۔ حضرت ذوالکفل کے بعد حضرت عزیر کی نبوت آتی ہے جس کا زمانہ ۱۱۰۰ سال قبل ولادت محمدی ہے ۵۴۶ ق م مین جب ایران کے بادشاہ کیخسرو نے بابل کو تباہ کیا ہے تو بنی اسرائیل کو قید سے نجات ملی۔ اور انہون نے حضرت عزیر کی ماتحتی مین بیت المقدس کی تعمیر ۵۳۶ ق م مین دوبارہ شروع کی۔ اور ۲۱ سال مین اختتام کو پہونچائی۔ حضرت عزیر نے حضرت موسیٰ کی شریعت کو از سر نو زندہ کیا۔ یعنی توریت کے واقعات کو اپنے حافظہ کی مدد پر مورخانہ حیثیت سے قلمبند کیا۔ اُن کا انتقال ۴۵۷ ق م مین ہوا۔ اُن کے بعد حضرت نحمیا نے نبیم یعنی بنی اسرائیل کی مقدس کتب کے سلسلہ دوم کو مع زبور تدوین کیا۔ گویا یونانیون نے بنی اسرائیل کو برباد کرنے کی کوشش کی لیکن انہون نے یہودا مقابی کی ماتحتی مین زبردست مقابلہ کر کے اس بلا کو ٹالا۔ اور مقدس کتب مین سلسلہ سوم یعنی کیتیم کا اضافہ ہوا لیکن زمانۂ امن دیرپا نہ ثابت ہوا۔ اور رومیون سے مقابلہ کرنا پڑا جنہون نے ، ستمبر ۷۰ء مین بیت المقدس کو فتح کر کے شہر کے ساتھ ہیکل سلیمانی کو بھی مسمار کر دیا۔ اور مقدس صحیفون کو "حرم" سے نکال کر روما مین بطور یادگار فتح لے گئے۔ اُس دن کا دن ہے اور آج کا دن پھر بنی اسرائیل کو ملکی اقتدار حاصل نہ ہوا۔ اور ہمیشہ مفتوح قوم کی حیثیت سے زندگی بسر کرنا پڑی۔ ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ وباؤ بغضب من اللہ یعنی اُن پر ذلت اور محتاجی ڈالی گئی۔ اور وہ غضب الٰہی کے مستحق ہو گئے۔
(سورۂ بقر پ اول رکوع ۷ آیت ۵۸)

(۸۵) **بنیامین** (ف) بروزن اسرافیل۔ حضرت یعقوب کے بیٹے کا نام جو حضرت یوسف کے حقیقی بھائی تھے قرآن مجید مین صریحاً تو بنیامین کا نام نہین آیا لیکن کنایۃً سورہ یوسف (پ ۱۳ رکوع ۹ - آیت ۶۵) مین ہے۔

(۸۶) بوادہ۔ سالکین کی باتین جو خوشی و غم کی باتین جو دل پر یکایک نوبت بہ نوبت آئین (تذکرۃ السلوک مصطلحات صوفیہ)

(۸۷) بوتراب (ع) مٹی کا باپ۔ مخفف ہے ابوتراب کا۔ حضرت علی کی کنیت ہے۔ مرقوم ہے کہ ایک دن آنجناب مسجد نبوی کے فرش پر سو رہے تھے کہ رسول مقبول صلعم تشریف فرما ہوے۔ اور آپکے رخسارے اور چشم کو خاک آلود دیکھ کر آپ کو بیدار کرنے کے لیے یا ابا تراب فرمایا۔ اُس روز سے یہ کنیت مقرر ہوئی اور جناب امیر اس کنیت پر فخر کیا کرتے تھے۔

(۸۸) **بوحنیفہ** (ع) کنیت ہے امام اعظم نعمان بن ثابت کوفی کی (ابوحنیفہ)

(۸۹) **بوذر** کنیت ہے۔ آپ کا اصلی نام جندب بن جنادہ ہے عرب کے قبیلۂ غفار سے تھے۔ آپ اسلام کے اوائل زمانہ مین قبل ہجرت مشرف باسلام ہوے آپ آنحضرت صلعم کے صاحب مرتبت صحابی ہین۔ کتب احادیث اور تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوذر بہت کھرے اور منہ پر صاف بات کہنے والے تھے۔ خدا کے حکم کے بموجب حق بات کہنے مین کسی کا لحاظ نہین کرتے تھے۔ امیر ہو یا غریب بُرا کام کرتے دیکھتے تو کھُلم کھُلا ٹوک دیتے۔ چنانچہ امیر معاویہ کو انکی شام کی گورنری کے زمانہ مین جب دانکی (ابوذر) ماتحتی مین جہاد پر بھیجے گئے تو ہمیشہ بلاخوف وخطر ان کی غلطیون پر نصیحت کیا کرتے تھے۔ امیر معاویہ عاجز آگئے اور حضرت عثمان کو لکھ بھیجا کہ ابوذر غفاری بڑی سخت توہین کر رہے ہین۔ چنانچہ حضرت عثمان نے انکو مدینہ بلا لیا۔ ابوذر جو تو پہنچ گئے لیکن ابوذر جن کے ناز بردار خود حضرت رسول خدا صلعم تھے دین کی خاطر خفا ہونے کے عادی ہو گئے تھے اس لئے انھون نے حضرت عثمان کو بھی ان کی غلطیون پر تنبیہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت عثمان نے ابوذر کو جلاوطن کر دیا۔ آپنے صحرائے زبدہ مین سکونت اختیار کی اور وہین انتقال کیا۔

(۹۰) **بوعلی سینا**۔ بوعلی کنیت شیخ الرئیس لقب حسین نام ہے آپ مشہور اور مستغنی عن الصفات حکیم ہین۔ آپ کے والد عبداللہ ثقات بلخ مین سے تھے اور وہان کے عامل بھی رہے۔ نوح ابن منصور کے زمانہ مین شہر بلخ مین سکونت اختیار کی اور بوعلی ۳۷۰ھ / ۹۸۰ء مین تولد ہوے۔ بوعلی نے ۱۶ یا ۱۷ سال کی عمر مین علوم مروجہ مین کافی دستگاہ حاصل کر لی اور درجۂ فضیلت کو پہونچ گئے اور ۲۱ سال کی عمر سے تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کر دیا علم کا شاید ہی کوئی شعبہ ہو جس پر بوعلی کی نادر تصنیف نہ ہو لیکن فلسفہ حکمت اور منطق مین تو وہ تصانیف موجود ہین جن کی نظیر نہین ملتی۔ القانون فی الطب اور کتاب الشفا آپکی اُن تالیفات مین سے ہین جن سے مغرب اور مشرق دونون نے بہت فائدہ حاصل کیا۔ آپنے ۴۲۹ھ / ۱۰۳۶ء مین وفات پائی آپکی قبر ہمدان مین موجود ہے۔

(۹۱) **بوسہ** (ف) چومنا پیار۔ اصطلاح تصوف مین جذبۂ باطنی کو کہتے ہین۔

(۹۲) **بولس** (ع) درجات دوزخ مین سے ایک ہے جسمین مغرور لوگ رکھے جاوینگے اور جنکو آب زرد جو دوزخیون کے زخم سے برآمد ہوگا پلایا جائیگا۔

(۹۳) **بہتان** (ع) افترا۔ دوس۔ قرآن مجید مین دو مقامات پر یہ لفظ آیا ہے۔ سورۂ نساء (پ ۵ رکوع ۱۶۔ آیت ۱۱۲) مین خدا فرماتا ہے کہ جو کوئی گناہ کرتا ہے اور پھر کسی بے گناہ کے ذمہ لگاتا ہے تو وہ بہتان عظیم اٹھاتا ہے۔

۲۔ سورۂ نور (پ ۱۸ رکوع ۲۔ آیت ۱۵) جب تم نے اُس کو سنا تو کیون نہین کہا کہ ہمین سزاوار نہین ہے کہ (یہ بات) منہ سے نکالین سبحان اللہ یہ تو بڑا بہتان ہے۔

کنز العمال (حصہ دوم) مین ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو شخص مسلمان مرد یا عورت کو تنگ کرے یا اُس کی نسبت ایسی بات بیان کرے جو اُس مین نہ ہو تو اُس کو خداوند تعالے

ایک آگ کے ٹیلے پر اُس وقت تک کھڑا رکھے گا جب تک وہ
اُس بات سے عہدہ برآ نہ ہو جو اُس نے کہی تھی۔ دوسری حدیث
مین ہو کہ جس کے گھر چوری ہو جاتی ہے وہ بیگناہون پر تہمت رکھتے
رکھتے خود چور سے بڑھ کر گنہگار ہو جاتا ہے (غیبت)

(۹۴) بہجت (ع) خوشی و تازگی۔ اصطلاح تصوف مین اُن
واردات کو کہتے ہین کہ جو غیب سے صاحب کسب کے دل پر واقع
ہوتی ہین۔

(۹۵) بہشت (ف) جنت۔ باغ (جنت)

(۹۶) **بوہرے**۔ بوہرہ گجراتی زبان کا لفظ
ہے جسکے معنی تاجر کے ہین چونکہ یہ لوگ اہل بازار تھے اسلئے
اس لقب سے یاد کئے جانے لگے (قلائد الجواہر
فی احوال البواہر۔ گفتار پنجم)

واضح رہے کہ سلطنت فاطمیہ مصریہ کے زوال سے جو ۵۶۷ھ / ۱۱۷۱ء
مین ابن ایوب صلاح الدین کے ہاتھون عمل مین آیا کچھ سال پیشتر
یعنی ۵۲۶ھ / ۱۱۳۱ء مین حضرت طیب بن حضرت آمر باحکام اللہ خلیفہ مصر
کی دعوت ملک یمن مین شروع ہوئی۔ چونکہ حضرت اپنے پدر عالی مقام
کے انتقال کے وقت دو سال کے تھے اور ان کے چچا الحافظ الدین اللہ
نے مسند خلافت مصریہ پر متمکن ہوتے ہی ان کے قتل کی فکر شروع کر دی تھی
اس لئے ابن مدین کے ہمراہ آپ (امام طیب) مستور ہو گئے۔ سیدتنا ملکہ حرہ
اور داعی ذویب نے امام مستور کے نام سے ملک یمن مین اشاعت کا کام
جاری رکھا۔ اس ستر سے ائمہ ظاہری کا خاتمہ ہو گیا اور دعاۃ مطلقین
کا دور شروع ہوا۔

ہندوستان مین مذہب اسمعیلیہ کی باقاعدہ اشاعت کا سلسلہ
پانچوین صدی ہجری سے شروع ہوتا ہے اور خلیفہ (مولانا) المستنصر
باللہ المتوفی ۴۸۷ھ / ۱۰۹۵ء فاطمیہ مصریہ نے سیدنا علی ابن محمد الصلیحی کو
مذہب اسمعیلیہ شیعہ کی اشاعت کے لیے یمن کو بھیجا جہان انہون نے
مساعی جمیلہ سے سیاسی اقتدار حاصل کر لیا حتی کہ ۴۵۵ھ / ۱۰۶۳ء
مین سارے قلمرو یمن کے مالک بن گئے۔ سیدنا علی ابن محمد الصلیحی نے
اپنے کئی نائب سندھ اور گجرات مین اسی غرض سے بھیجے کہ وہ اپنے
ہم مذہبون کو مسائل مذہبی کی تعلیم و تلقین کرین۔ ان مبلغین مین سے
جو ہندوستان کی طرف بھیجے گئے مولائی عبداللہ بھی تھے جو کھمبات
مین بحری راستہ سے وارد ہوئے (ماخوذ از فیصلہ بمبئی ہائی کورٹ
بمقدمہ نمبر ۳۱ و بابت ۱۹۱۷ء جزو نمبر ۲۷)

تاریخ دعوت حق کے سلسلہ مین جو کاغذات اڈیٹر صاحب رسالہ
نسیم سحر، جبلپور نے شائع کئے ہین انکے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے
کہ شیخ عبد بعد ہندوستان کے ایک نومسلم فرد تھے جو داعی احمد کے پہلے
دورہ پر جو بحکم خلیفہ مستنصر باللہ کیا گیا تھا مصر گئے انکے ہمراہ داعی نورالدین
بھی تھے اور وہ بھی نومسلم تھے۔ جب یہ دونون حضرات علوم مین باکمال ہو گئے
تو پھر داعی احمد کے ساتھ جن کا مزار کھمبات مین ہے ہندوستان واپس آئے
غرضکہ دعاۃ یمن کی ماتحتی مین ہندوستان بھی تبلیغ کا ایک مرکز
قرار دیا گیا اور جو مبلغین مذہب یہان کام کرتے تھے وہ نائب کے لقب سے
ممتاز ہوتے تھے۔ انکی تبلیغ صوبہ گجرات مین زیادہ کامیاب ثابت ہوئی
امام طیب کے مستور ہو جانے پر دعوت مستعلیہ کا صدر مقام یمن تھا جہان داعی
کا تقرر بموجب نص کے عمل مین آتا تھا کہ سلسلہ ایک داعی سے دوسرے تک مین منتقل ہوتے ہوئے
خلف عن سلف داعی عماد الدین ادریس بن حسن المتوفی ۸۷۲ھ / ۱۴۶۷ء
تک پہونچا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب یہ بات کہی جانے لگی کہ دعوت ہندوستان

میں منتقل ہونے والی ہو۔ اسی خیال کی بنا پر ہند سے چار عالم یمن میں بلائے گئے جو حضرات دعاۃ کی خدمت میں تادیب و تہذیب پاکر مرتاض ہوئے اور علوم دینیہ میں کمال حاصل کر کے واپس آئے بالآخر وہ زمانہ بھی آگیا کہ دعوت یمن سے ہند کو منتقل ہوئی اور ۹۷۴ھ/۱۵۶۶ء میں سیدنا جلال الدین شمس الدین بن الحسین پہلے ہندی داعی ہیں جن کا مسکن احمد آباد (گجرات) تھا۔ احمد آباد کے بعد جام نگر۔ مانڈوی۔ اجین۔ برہان پور کو بھی صدر مقام ہونے کا شرف حاصل ہوا اور بالآخر شہر سورت مستقل طور سے صدر مقام ہو گیا ہو۔ جماعت بوہرہ یا بالفاظ دیگر فرقہ مستعلی مذہب اسمٰعیلیہ شیعہ کی ایک شاخ ہو جو خلفاء فاطمیین مصریہ کا مذہب تھا ان خلفاء نے کم و بیش سوا دو سو سال سلطنت کی ہو انکی تاریخ علوم و فنون اور فتوحات سے لبریز ہو انکے عہد میں اسمٰعیلی پرچم شمالی افریقہ۔ مراکش۔ ٹیونس۔ الجزائر پر لہراتا ہوا صقلیہ (سسلی) اور مالٹا پر سایہ فگن تھا (دیکھو اسمٰعیلیہ فاطمیہ) چونکہ بوہرے حضرت علی مرتضیٰ کو وصی رسول اللہ تسلیم کرتے ہیں جو باستقلال رسول کے بعد کا عہدہ ہو اور جسکے بعد ائمہ کا شمار آتا ہو اس لیے ان کے اماموں کی ترتیب یہ ہو کہ۔

(۱) حضرت حسن مجتبیٰ (۲) حضرت حسین الشہید کربلا (۳) حضرت امام زین العابدین (۴) حضرت امام محمد باقر (۵) حضرت امام جعفر صادق (۶) حضرت امام اسمٰعیل (۷) حضرت امام محمد (۸) حضرت امام عبداللہ (مستور) (۹) حضرت امام احمد (مستور) (۱۰) حضرت امام حسین (مستور) (۱۱) حضرت امام مہدی (بانی دولت فاطمیہ مصریہ) (۱۲) حضرت امام قائم (۱۳) حضرت امام منصور (۱۴) حضرت امام معز (۱۵) حضرت امام عزیز (۱۶) حضرت امام حاکم (۱۷) حضرت امام ظاہر (۱۸) حضرت امام مستنصر (۱۹) حضرت امام مستعلی (۲۰) حضرت امام آمر (۲۱) حضرت امام طیب (مستور) ان ائمہ میں سے سترہ ائمہ تو ظاہر ہوا اور چار مستور ہیں۔ ائمہ مستور کے ناموں کے آگے لفظ مستور خطوط وحدانی میں لکھدیا ہو ستر سے مراد انکی اصطلاح میں دشمنوں سے پوشیدہ ہو جانے کے ہیں لیکن مبلغین مذہب کو ان ائمہ مستور کا نام اور مسکن معلوم رہتا تھا۔ ستر کی غایت مثل تقیہ کے حفاظت خود اختیاری ہوا امام طیب جو سلسلہ ائمہ کے آخری امام ہیں ستر کے بعد ابتک کوئی امام ظاہر نہیں ہوا لیکن بوہروں کا عقیدہ ہے کہ انکی نسل سے امام دنیا میں ہمیشہ موجود رہتے ہیں اور یہ کہ وہ کسی دن ظہور فرمائیں گے اور تا زمانہ ظہور امام اپنے نائب کے ذریعے سے اپنی دعوت کا انتظام کرتے رہتے ہیں جنکو داعی مطلق کہتے ہیں۔ ایام ستر میں امام مستور کے ہمراہ جو عملہ رہتا ہو وہ باب۔ حجت اور داعی البلاغ پر مشتمل ہوتا ہو پس امام کے کشف پر داعی کا مرتبہ چوتھے درجہ پر آجاتا ہو۔

مذہب اسلام میں مسئلہ امامت نہایت اہتم بالشان مسئلہ ہے بلکہ مسلمانوں کی سیاسی بعدہٗ مذہبی تفریق کا باعث بھی یہی مسئلہ ہوا قبل اس کے کہ ہم اس مسئلہ پر شیعی نقطۂ نظر سے کچھ تحریر کریں اُن تفریقوں کا ذکر مقدم سمجھتے ہیں جو فرقہ اسمٰعیلیہ (شیعہ) میں پیدا ہو گئیں۔ (۱) نزاریہ۔ یہ جماعت خلیفہ مستنصر باللہ فاطمیہ مصریہ (المتوفی ۴۸۷ھ/۱۰۹۵ء) کے بعد انکے بڑے بیٹے نزار اسمٰعیلیہ کو امام تسلیم کرتی ہے اہل اسکندریہ خلیفہ ممدوح کے انتقال پر شاہین شاہ ملقب بہ افضل وزیر المستعلی نے نزار پر فوج کشی کی اور صحتیاب ہو کر نزار کو قتل کر دیا (نظام الملک طوسی ۵۱۶ھ) چونکہ شیخ الجبل حسن ابن صباح نزار کی امامت کا معتقد تھا اس طرح جماعت نزاریہ کا وجود قائم رہا اور ہندوستان کے خوجے اسی جماعت سے وابستہ ہیں اور ہز ہائینس سر آغا خان کو اپنا امام حاضر تسلیم کرتے ہیں (دیکھو خوجے) (۲) فرقہ مستعلیہ میں بھی ۹۹۹ھ/۱۵۸۹ء میں تفریق پیدا ہو گئی۔ سیدنا داؤد بن عجب شاہ کے انتقال پر ایک جماعت نے سیدنا داؤد بن قطب شاہ کو داعی مطلق تسلیم کیا اور داؤدی کہلائی۔ داؤدی جماعت کی دعوت کا صدر مقام سورت (ہندوستان) ہو۔ دوسری جماعت نے سیدنا سلیمان کو داعی تسلیم کیا۔ یہ جماعت سلیمانیہ کہلاتی ہوا اور اس کی دعوت کا صدر مقام یمن ہو۔ اس جماعت کے

داعی مطلق داعی البلاغ ہونے کے مدعی ہین۔

اہل تشیع کے نزدیک وجوب امامت کا طریقہ نص ہو انکا عقیدہ ہو کہ جس طرح خدا ے تعالیٰ ابنیاء کو منتخب فرماتا ہو اسی طرح نبی حسب ارشاد باری تعالیٰ وصی (امام) کو نامزد کرتا ہو۔ بوہرے اس عقیدے کے بھی پابند ہین کہ وصی امام کو اور امام داعی کو نص کرکے مقرر کرتا ہو۔ امام کی غیبت مین ایک داعی دوسرے داعی پر نص کرکے اپنا جانشین نامزد کرتا ہو اسی طرح دعاۃ مطلقین کا سلسلہ جاری رہتا ہو۔ بوہرونکا عقیدہ ہو کہ امام معصوم ہوتا ہو اور داعی کالمعصوم اس لئے دونون غلطی سے مبرا ہوتے ہین پس داعی مطلق رسول و وصی اور امام کے درمیان مین باقی نہ رہنے سے نیابت خداوندی کے فرایض ادا کرتا ہو۔ داعی مطلق ہمیشہ منصوص طریقہ سے مقرر ہوتا رہا ہو اور اس امر مین مستعلی و اسمٰعیلی اصول کبھی نظر انداز نہین کیے گئے۔ گو سر آدم جی پیر بھائی کی اولاد اور انکے ہمراہیون نے بمبئی ہائی کورٹ مین نص کے مسئلہ کو معاندانہ شکل مین اٹھایا تہا لیکن ثابت نہ کر سکے کہ ایک بھی داعی غیر منصوص طریقہ سے دعوت پر قابض ہوا (دیکھو فیصلہ کا جزو نمبر ۵۴۲ بمقدمہ نمبر ۴۱ و بابت ۱۹۱۷ء منفصلہ ۲۱۔ مارچ ۱۹۲۱ء)

داؤدی بوہرہ مین میثاق کا مسئلہ نہایت اہم سمجھا جاتا ہو اور اسی پر داعی اور انکے تعلقات کا دار و مدار ہو۔ بوہرہ سن بلوغ کو پہونچنے پر بابعد مین اقرار کرتا ہو کہ اس کا تن۔ من۔ دھن خدا کے قبضہ اقتدار مین ہو اور داعی مطلق دنیا مین خدا کے نائب ہونے کی حیثیت سے اس کے تن من دھن کا مالک ہو اس فرقہ کے نقطہ نظر سے اسلام کے یہ معنی ہین کہ مومن ہر بات مین خدا پر توکل کرے اور اس کا پورے طور پر مطیع اور فرمان بردار ہو جائے یہی میثاق کی ابتدا ہی حضرت آدم کے زمانہ ہی سے خدا اور مومنون کے درمیان یہی رشتہ ہی جو بائع اور مشتری مین ہو۔ اس عقیدہ پر جن آیات قرآنی سے استدلال لایا جاتا ہو امنین سے بعض یہ ہین (۱) تحقیق اللہ نے اپنے بندون سے خرید کیا ہو انکی جانون اور مالونکو بعوض جنت کے (سورہ ال توبہ پ ۱۱ رکوع ۱۴۔ آیت ۱۱۲) (۲) پیغمبر کا مومنین پر اس سے زیادہ حق ہو جتنا وہ اپنی ذات پر رکھتے ہین (سورہ ال احزاب پ ۲۱ رکوع اول آیت ۶) علماء اسلام نے قوم بوہرہ کے تمدنی اخلاقی اور معاشرتی حالات قلم بند کئے ہین انکا خلاصہ یہ ہو کہ (۱) یہ قوم مومن پاکیزہ روزگار ہو۔

۲۔ اس قوم مین نشی اشیاء سے اجتناب اس درجہ بڑہا ہوا ہو کہ تمباکو تک ممنوع ہے۔

۳۔ یہ قوم بالعموم سادہ زندگی بسر کرتی ہو۔

۴۔ یہ قوم اپنے مذہبی اصول پر سختی سے پابند ہو۔ روزہ۔ نماز۔ حج زکواۃ وغیرہ ارکان اسلام کی پابندی مین مستعد نظر آتی ہو۔

۵۔ اس قوم مین اتحاد اور اخوت کی مثال قابل رشک ہو ایک فرد کی تباہی کل قوم کی بربادی سمجھی جاتی ہو۔

۶۔ اپنے تمام مراسم مین عام اس سے کہ دینی ہون یا دنیوی اپنے پیشواے قوم (داعی مطلق) کے فرمان اور ہدایت کی محتاج رہتی ہو۔

۷۔ یہ قوم بڑی حد تک متواضع منکسر المزاج۔ صلح کل۔ امن جو ہو (ماخوذ از مجالس المومنین۔ قلائد الجواہر فی احوال البواہر و معیار دفاطمی دعوت اسلام)

شاہان مغلیہ کے عہد مین بھی قوم بوہرہ اپنی امن جو اور غیر سیاسی زندگی کے باعث ممتاز رہی ہو چنانچہ فرمان شہنشاہ نصیر الدین ہمایون مورخہ بست و یکم ربیع الاول ۹۴۵ھ و فرمان شہنشاہ جلال الدین اکبر مورخہ یکم ماہ دی الٰہی ۱۰۳۱ اور ابو مظفر نور الدین محمد جہانگیر مورخہ ۱۹ شہر جمادی الاول ۱۰۱۹ھ اس امر پر شاہد عادل ہین اسی سلسلہ مین گرامی نامہ

مورخہ ۹ مارچ ۱۸۵۳ء جو سیدنا عبدالقادر نجم الدین نے ایجنٹ گورنر صاحب سورت کے نام تحریر کیا تھا قابل ملاحظہ ہی جسمین قوم بوہرہ کے اُن تعلقات پر روشنی ڈالی گئی ہی جو حکام دولت انگلشیہ سے قائم رہی ہین۔ یہ گرامی نامہ اور تینون متذکرہ بالا فرمان "نسیم سحر" جبلپور مین شائع ہو چکے ہین۔

رسالہ "البیان" سے جو سیدنا طاہر سیف الدین صاحب کے بیانات پر جو آپنے عدالت عالیہ بمبئی مین بمقدمہ نمبر ۱۳۱ ۹ بابت ۱۹۱۷ء دیے ہین مشتمل ہو چند ضروری اقتباسات درج کیے جاتے ہین۔

۱۔ علم کے تین درجے ہین (۱) ظاہر (۲) تاویل (۳) حقیقت بنین سے علم ظاہر عام علم ہی جس کے تحت مین حجت۔ اخبار۔ فقہ و جغرافیہ کی تعلیم دیجاتی ہی (۲) علم تاویل پوشیدہ علم ہے (۳) علم حقیقت یہ اعلیٰ تر پوشیدہ علم ہے (ص ۲ و ۳)

۲۔ رقعہ۔ ایک طویل تحریر کا نام ہی جسمین مغفرت کی دعائین اور کلام مجید کی آیتین ہوتی ہین۔ رقعے دو ہین۔ ایک طویل دوسرا مختصر طویل تحریر متوفی بوہرہ کے سینہ پر کفن کے اندر رکھ دیجاتی ہی۔ داعی مطلق یا اس کا عامل اس پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھتا ہی۔ اور مختصر تحریر متوفی کے داہنے ہاتھ مین دی جاتی ہی۔ اس مین تین سادی جگہین چھوڑ دی جاتی ہین جنمین داعی ماذون اور مکاسر کے نام لکھدیے جاتے ہین (ص ۴۷)

۳۔ دعاۃ سود لیتے اور دیتے تو نہین مگر دعائم الاسلام کی تحریر کے بموجب ضرورت کے وقت سود لینے اور دینے دونون کی اجازت ہی (ص ۱۱۶)

۴۔ شفاعت۔ داعی کے وسیلہ سے خدا سے کی جاتی ہے۔ داعی امام کے ذریعہ سے اور امام خدا سے شفاعت کرتا ہی (ص ۲۲۳) لیکن جنت کے مدارج قوت شفاعت کی کمی و بیشی پر منحصر نہین ہین (ص ۲۲۴)

رسالہ صحیفۃ الصلوٰۃ مین جو بوہرون مین اعمال کی مستند کتاب ہی

تمام داعیون کے نام مع ان کی تاریخ وفات اور جائے دفن درج ہین۔ عصر حاضر کے داعی مطلق سیدنا طاہر سیف الدین ہین جو سلسلۂ دعاۃ مین اکیاون وین داعی ہین۔ آپ ۲۰ ذیقعدہ $\frac{۱۳۰۴ھ}{۱۸۸۶ء}$ مین پیدا ہوے اور اپنے عم بزرگوار کی وفات پر $\frac{۱۳۳۴ھ}{۱۹۱۵ء}$ مین سجادہ نشین ہوے۔ آپکی مشغولیت کا پروگرام صاحب "معیار" نے جو تحریر کیا ہی اس کا خلاصہ یہ ہی کہ داؤدی بوہرون کے تمام معاملات اور ان کے قضایا کا فیصلہ۔ مدارس کی نگرانی۔ اوقاف کا انتظام مساجد کی تعمیر و مرمت۔ غلون کا حساب کتاب آپ کی خاص توجہ سے سرانجام پاتے ہین۔ ۶۶ عمال کی جو مختلف شہرون مین مامور ہین درخواستین سننا۔ اور مناسب حکم صادر فرمانا۔ اور تقریباً ۳ لاکھ بوہرون کی معاشرتی و روحانی زندگی کی نگہداشت کرنا آپ کے فرض منصبی کے فرایض مین داخل ہین۔ مزید بران تصنیف و تالیف اور علمی مشغولیت بھی آپ کا خاص شغل ہے (معیار ص ۵۰-۵۱)

(۹۷) بُہلُول (ع) نام ہے ایک عارف کامل اور ولی صادق کا آپکے والد کا نام عمر العاقل ہے۔ آپ ابو وہب کینت کرتے تھے اور کوفی الاصل تھے اور بقول صاحب تاریخ گزیدہ ہارون الرشید عباسی کے اعمام مین سے تھے۔ آپ حضرت جعفر صادق علیہ السلام کے تلمیذ خاص تھے اور اپنے عہد مین صاحب اجتہاد و فتویٰ۔ آپنے کسی مصلحت سے خود کو دیوانہ بنا رکھا تھا۔ علماء امامیہ اثنا عشریہ کا قول ہے کہ ہارون رشید حضرت امام موسیٰ کاظم (جو ائمہ اثنا عشر مین ساتوین امام ہین) کے قتل کا فتوی چاہتا تھا اور مفتیان زمان کو اس امر پر مجبور کر رہا تھا اسلئے آپنے اپنے تئین دیوانہ بنا لیا تاکہ ایک بیگناہ کے خون کا مواخذہ گردن پر نہ آئے۔

(۹۸) بیت (ع) گھر۔ جمع بیوت۔ ملک عرب مین رہنے کے لئے
ایام جاہلیت اور اسلام کے ابتدائی زمانہ مین جو گھر تعمیر کیے جاتے تھے
وہ عموماً جرید یعنی کھجور کی شاخون کے ہوتے تھے جن پر اونٹون کے بالون
کے بُنے ہوے پردے ڈال دیئے جاتے تھے۔ جو دروازہ کا کام دیتے
تھے۔ امرا کے مکانات کی دیوارین خشت خام سے تعمیر ہوتی تھین اور
خرمے کے پتے جن پر مٹی کا گلاوہ دیدیا جاتا تھا چھت کے کام مین
آتے تھے۔

آنحضرت صلعم کے مسکن مبارک کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ جب آپ نے
مدینہ منورہ مین مسجد نبوی کی ۱ھ / ۶۲۲ء مین بنیاد ڈالی تو اسی کے
اطراف مین چھوٹے چھوٹے حجرے تعمیر کرائے۔ اور اُن ہی حجرون
مین آنحضرت صلعم کے اہل وعیال جب وہ مکہ سے آئے تو اقامت
گزین ہوے۔ ان حجرون کا صحن یا گھر کی مردانہ نشست مسجد نبوی تھی۔

آخر ایام مین آنحضرت صلعم کی نو بیویان تھین اور الگ الگ
حجرون مین رہتی تھین جن مین نہ صحن تھا نہ دالان اندر ضرورت کے
الگ الگ کمرے تھے۔ ہر حجرہ کی وسعت عموماً چھ سات ہاتھ سے
زیادہ نہ تھی۔ دیوارین مٹی کی تھین اور چھت کھجور کی شاخون اور
پتون سے چھائی ہوئی تھی۔ بارش سے محفوظ رہنے کے لئے بال کے
پردے لپیٹ دیے جاتے تھے۔ بلندی اتنی تھی کہ آدمی کھڑا ہو کر چھت
کو ہاتھ سے چھو سکتا تھا۔ گھر کے دروازے پر پردہ یا ایک پٹ کا کواڑ
ہوتا تھا۔

ان حجرون کے علاوہ ایک بالاخانہ بھی تھا جس کو حادیث
مین "مشربہ" کہا گیا ہے۔ جب آنحضرت نے ایلاء کیا تھا اور زینہ پر گھوڑے
پر سے گر کر چوٹ کھائی تھی تو ایک مہینہ اسی مین اقامت فرمائی اس
بالاخانہ پر جو سامان آرایش رکھا ہوا تھا وہ مندرجہ ذیل چیزون پر
مشتمل تھا۔

۱۔ چٹائی کا بستر۔
۲۔ چمڑے کا ایک تکیہ تھا جس مین کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی
۳۔ کھونٹیون پر ادھر ادھر چند کھالین لٹکی ہوئی تھین

آنحضرت صلعم کو گھر کی دنیوی آرایش بھی پسند خاطر نہ تھی۔
ایک بار حضرت عائشہ نے دیوارون پر دھاری دار رنگین کپڑے منڈھ
تو آپ سخت ناراض ہوے اور فرمایا کہ ہم کو دولت اس لئے نہین دی گئی ہے
کہ اینٹ پتھر کو کپڑے پہنائین (ماخوذ از سیرۃ النبی حصہ دوم)

حضرت عمرؓ کے عہد تک یہ تمام حجرے اپنے حال پر قائم رہے
حضرت عثمانؓ کے زمانہ مین بعض حجرے توڑ کر مسجد نبوی مین داخل
کر لئے گئے ۸۸ھ / ۷۰۶ء مین جبکہ حضرت عمر بن عبد العزیز مدینہ کے حاکم
تھے تو یہ تمام حجرے بجز حجرۂ عائشہ کے کہ وہ مدفن نبوی ہے توڑ کر مسجد
نبوی مین ملا دیے گئے۔

آیت حجاب (سورۂ احزاب پ ۲۲ رکوع ۷۔ آیت ۵۵) مین
عورتون سے پس پردہ گفتگو کرنے کا حکم ہے اور اسی سورہ کی آیت ۵۹
مین عورتون کو نقاب ڈالنے کی تاکید ہے۔ جب اس طرز معاشرت پر
شان وشوکت کا اظہار کیا گیا تو تعمیرات مین بھی تغیر لابد ہو گیا۔ اور
مسلمانون کے مکانات عموماً دو حصون مین منقسم ہو گئے۔ ایک حصہ مردانہ
کہلاتا ہے اور دوسرا حصہ زنانہ یعنی حریم۔ حالانکہ اسلام کی دینی اور
دنیوی برکتون سے مستفیض ہو کر عرب دنیا کے ایک بڑے حصے پر
حکمرانی کرگئے اور اُن کا فن تعمیر بھی ترقی کے فلک الافلاک تک پہونچ
گیا تھا جس کا ثبوت ان کے محلات اور وہ زندہ یادگارین ہین جو انکے

مفتوحہ ممالک مین تاایندم باقی ہین لیکن انکے مکانات کے مردانہ اور زنانہ حصے ہمیشہ جدا جدا رہے اور اب بھی ہین۔

۲. بیت بمعنی شعر، جمع ابیات۔

(۹۹) **بیت البرید** (ع) ڈاک خانہ۔ امیر معاویہ کے زمانہ سے پہلے ڈاک کا کوئی انتظام نہ تہا۔ انہون نے مختلف مقامات پر تیز گھوڑے مقرر کیے جنکے ذریعہ سے خبر رسانی مین نہایت آسانیان پیدا ہو گئین۔ لغت مین برید کا اطلاق بارہ میل کی مسافت پر ہوتا ہو۔ غالباً ۱۲ میل کے فاصلے پر گھوڑے مقرر کئے گئے ہون اسی لئے اس صیغہ کا نام برید رکھا گیا ہو۔ خلفاے عباسیہ کے عہد میں ڈاک کا انتظام نہایت مکمل تہا شاہی ڈاک کے ہمراہ رعایا کے خطوط اور ہر قسم کی مراسلتین روانہ ہوتی تھیں مگر کسی قسم کا محصول لیا جانا ثابت نہین۔

(۱۰۰) **بیت اقصیٰ** (ع) مکان جو بہت دور ہو۔ یہ ایک مسجد ہو ملک شام میں جسکی بنیاد حضرت داؤد نے ڈالی اور جسکو حضرت سلیمان نے ۱۰۰۵ ق م میں تمام کو پہونچایا۔ یہ مسجد چونکہ اہل مکہ سے فاصلے پر ہو بانیوجہ مسجد اقصیٰ یا بیت اقصیٰ کہلاتی ہو۔ مسجد کی عمارت جسکا طول ۶۰۰ گز اور عرض ۴۰۰ گز ہو شاندار ہو۔ جب ۳۳۶ء مین بیت المقدس عیسائیون کے زیر اقتدار آگیا تو اس مقام پر جہان ہیکل سلیمانی تھی ایک گرجا حضرت مریم کے نام پر بحکم شاہ جسٹینن المتوفی ۵۶۵ء تعمیر کیا گیا لیکن جب $\frac{۱۷ھ}{۶۳۶ء}$ میں عربون کا قبضہ بیت المقدس پر ہوا تو حضرت عمرؓ کے حکم سے اس کنیسہ کو مسجد مین تبدیل کر لیا گیا۔ اور $\frac{۷۲ھ}{۶۹۱ء}$ مین ایک قبہ جس کو عرب قبۃ الصخرہ اور عوام مسجد عمرؓ کہتے ہین تعمیر ہوا۔ یہ مسجد زلزلہ مین ایک بار منہدم ہو گئی تھی اور $\frac{۱۶۹ھ}{۷۸۵ء}$ مین دوبارہ تعمیر کی گئی۔ صلاح الدین فاتح بیت المقدس نے پھر اس کی تجدید $\frac{۵۸۳ھ}{۱۱۸۷ء}$ مین کی (بیت المقدس)

(۱۰۱) **بیت الحرام** (ع) خانہ کعبہ واقع مکہ معظمہ۔ خانہ کعبہ کو بیت الحرام اس لئے کہتے ہین کہ بسبب تعظیم کے بہت سی چیزین خداتعالیٰ نے اس مقدس مقام مین حرام کی ہین جو دوسری جگہ حرام نہین یہی متبرک عمارت عبادت الٰہی کی غرض سے بنائے جانے کے باعث (بیت اللہ) اور کعب شکل کی عمارت ہونے کی وجہ سے کعبہ کہلاتی ہے۔

(۱۰۲) **بیت الحکمت** (ع) حکمت کا گھر۔ اصطلاح تصوف مین اُس قلب کو کہتے ہین کہ جس مین اخلاص حقانی غالب ہو (کنوز الاسرار القدم)

(۱۰۳) **بیت الحمد** (ع) وہ مکانات جو شیر خوار بچون کے لئے جنت مین تیار رکئے جاتے ہین بیت الحمد کہلاتے ہین۔ چونکہ یہ مکانات متوفی کے والدین کو بھی ملین گے بعوض اُس حمد و تسلیم کے جو انہون نے کی ہے اس لئے ان مکانات کا نام بیت الحمد رکھا گیا ہے۔

(۱۰۴) **بیت الشرف** (ع) بلندی و بزرگی کا گھر۔ نجومیون کی اصطلاح مین وہ برج جسمین سات سیارون مین سے کسیکو شرف اور سعادت حاصل ہو۔ جیسے شرف آفتاب کا حمل مین زہرہ کا حوت مین عطارد کا سنبلہ مین مریخ کا جدی مین۔ زحل کا میزان مین۔

(۱۰۵) **بیت العتیق** (ع) پُرانا گھر یعنی خانہ کعبہ یہ نام کعبہ کا بلحاظ اُس کی قدامت کے ہے۔

خانہ کعبہ بناے ابراہیم ہو اور حضرت مسیح سے ایک ہزار نوسو اکیس سال پیشتر کی عمارت ہے۔ یونانی مورخ ڈایوڈورس نے اپنی تاریخ مین کعبہ کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اسکے اعلیٰ درجہ کے تقدس کا احترام تمام عرب کرتے تھے بنائے خانہ کعبہ کے نوسو اکیاسی سال بعد دوسری متبرک عمارت بیت المقدس ہے جس کو اہل کتاب کا قبلہ ہونے کا شرف حاصل ہو اور جسکی بنا حضرت داؤد نے ڈالی اور حضرت

سلیمان نے ۵ءء ق م مین اس کو اتمام کو پہونچایا - سویلیزیشن آف اینشینٹ انڈیا Civilization of Ancient India

مین مختلف علما کی شہادت جمع کرکے مولف کتاب مسٹر آر سی دت نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ہندوستان کی تہذیب کا پہلا دور جو وید کا ابتدائی زمانہ ہے مسیح سے چودہ سو برس سے دو ہزار سال پیشتر کا زمانہ تھا لیکن اس دور مین کوئی مندر نہ تھا - لہذا معلوم ہوا کہ تعمیر کعبہ کے وقت آریاورت مین بھی کوئی معبد نہ تھا - یہ تمام تاریخی شہادتین خانہ کعبہ کو بیت العتیق کہلائے جانے کا ثبوت پیش کر رہی ہین اور بتلا رہی ہین کہ کعبہ اکیلی اور پہلی مسجد تھی جو خدائے واحد کی عبادت کے لئے بنائی گئی - قرآنی آیت (اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ ۔۔۔ (سورہ آل عمران پ۴ رکوع ۱۰ - آیت ۹۵) بھی اس بیان کی تصدیق کرتی ہے -

بعض عیسائی مصنفین خصوصاً سر ولیم میور نے اس حقیقت سے انکار کیا ہے لیکن حضرت اسمٰعیل کا مکہ معظمہ کے قریب آباد ہونا - اور ابراہیمی و اسمٰعیلی نماز کے طریقے جس کو طواف کہتے ہین عربون مین پایا جانا ایسے واقعات ہین جن سے چشم پوشی نہین کی جا سکتی ہے - صاحب خطبات احمدیہ نے اس مبحث پر اپنے خطبہ مین دلچسپ بحث کی ہے

(۱۰۶) **بیت القدس** (ع) پاک گھر اصطلاح تصوف مین اہل قلب کو کہتے ہین جو تعلق غیر حق سے پاک ہو

(۱۰۷) **بیت المال** (ع) وہ مکان جس مین اہل اسلام کا مال جمع ہو ابراہیم حلبی کے نزدیک بیت المال المسلمین کا اختصار کرکے بیت المال بنالیا ہے - بیت المال کی آمدنی کی مدات یہ ہین -

(۱) صدقات -

۲ - غنیمت -

۳ - جزیہ

۴ - مال لاوارث -

۵ - معدنیات یا وہ خزانہ جو زمین مین مدفون ہو -

ان مدات سے مندرجہ ذیل مصارف سرانجام پاتے ہین

۱ - صدقات - اس کا مصرف سورۂ توبہ (پ۱۰ رکوع ۸ - آیۃ ۶۰) مین بیان کر دیا گیا ہے یعنی فقیرون - مساکینون - عاملون (زکوٰۃ وصول کنندگان) مولفۃ القلوبون - مسافرون - قرضدارون اور غلامون کے آزاد کرنے مین - صدقات زکوٰۃ خرچ ہون -

۲ - مال غنیمت - اس کا اختیار بادشاہ وقت کو ہے کہ جس طرح چاہے تقسیم کردے - مال غنیمت عموماً رفاہ عام کے کامون مین اور عمارات (مفید عام) کی تعمیرون مین خرچ کیا جاتا ہے -

۳ جزیہ کا مال جمہور اسلام کے فائدہ کے لئے خرچ کیا جاتا ہے اور عمال و حکام کے مصارف اور قضات و فقہا کی تنخواہین اور سپاہیون کی پنشنین جزیہ کی رقم سے دلائی جاتی ہین - اور آلات جنگ بھی اسی مد سے خریدے جاتے ہین -

۴ مال لاوارث کو بیمارون مصیبت زدون اور اطفال غیر حلال اور غربا و مساکین کی پرورش مین صرف کرتے ہین - پل - سرائین سرائے وغیرہ بھی اسی جائداد سے بنائی جاتی ہین -

۵ کانون و مدفون خزانے کی آمدنی مال غنیمت کے مد اخل سے ہے لہذا اس کا صرفہ بھی ان ہی کامون مین ہوتا ہے جن مین مال غنیمت خرچ ہوتا ہے -

چونکہ اہل تشیع نے حکومت دینی کو سلطنت دنیوی سے بالکل

علیحدہ کرلیا ہے اور اس تفریق کا اثر مسئلہ انتقال الی بیت المال سے
بخوبی ظاہر ہے یعنی انکے نزدیک کوئی مال ضبط ہو کر بیت المال مین
نہین جاسکتا۔ لاوارث کی جائداد امام زمان کو ملتی ہے۔ غیبت امام
کے زمانہ مین نائب امام یعنی مجتہد العصر کو ملیگی جو اس جائداد کو اسی
مقام کے غربا و مساکین پر تقسیم کرے گا۔ جہان وہ لاوارث شخص
سکونت رکھتا تھا یا جہان وہ پیدا ہوا تھا۔ (ماخوذ از شریعت محمدی
مصنفہ سید امیر علی صاحب)

(۱۰۸) **بیت المعمور** (ع) نام ہے ایک مسجد کا جو فلک چہارم پر
خانہ کعبہ کے ٹھیک محاذ مین ہے (لغات کشوری)

شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ بالغہ مین تحریر فرماتے ہین کہ
بیت المعمور کی حقیقت وہ الٰہی تجلی ہے جس کی طرف بندگان خدا
کی دعاؤن اور سجدون کا رُخ ہوتا ہے۔

(۱۰۹) **بیت المقدس** (ع) پاک گھر۔ یہ وہی متبرک شہر ہے جس کو
یہود و نصاریٰ یروشلم یا ایلیا کہتے ہین۔ بیت المقدس کی وجہ تسمیہ یہ ہے
کہ وہ مقام انسانون کو اُن کے گناہون کی آلائش دُور کرکے مقدس
بنادیتا ہے۔ بیت المقدس کا قدیمی نام یرتجو ہے جس کو یونانی جیرکو
کہتے ہین۔ اس شہر کو حضرت داؤد نے یبوسیون سے چھینا اور پایہ تخت قرار دیا۔
بیت المقدس کا ذکر کنایتہً قرآن مجید کی مندرجہ ذیل سورتون
مین ہے۔

۱۔ سورۂ بقر (پ اول رکوع ۶۔ آیت ۵۵) مین ہے اور یاد
کرو جب ہم نے کہا کہ اس شہر مین جاؤ اور پھر اُس مین سے سیر ہو کر
کھاؤ جہان چاہو الخ۔ مفسرین نے اس شہر کا نام اریحا یعنی بیت
المقدس بتایا ہے۔ یہ وہ شہر ہے جسمین بنی اسرائیل حضرت یوشع
کی ہمراہی مین داخل ہوئے۔

۲۔ سورۂ بقر (پ ۳ رکوع ۳۵۔ آیت ۲۶۱) مین ہے گویا کہ
گذرا ایک شہر پر ایسی حالت مین کہ وہ سر کے بل گرا ہوا تھا یعنی ویران
پڑا تھا۔ الخ۔ مفسرین کہتے ہین کہ وہ شخص حضرت عُزیر تھے جنہون نے
بیت المقدس کو بخت نصر کے جلادینے اور ڈھادینے کے بعد حالت
ویرانی مین دیکھا تھا۔ لیکن تاریخ سے مطابقت کرنے پر بجائے حضرت
عزیر کے حضرت نحمیا کا ہونا زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔
(تفسیر القرآن)

۳۔ سورۂ روم پ ۲۱ کی ابتدائی آیتون مین ایرانیون کا بیت
المقدس پر قبضہ پا جانے کا ذکر ہے۔

۴۔ سورۂ بنی اسرائیل (پ ۱۵ رکوع اول آیت اول) مین ہے
کہ لیگیا اپنے بندے کو ایک رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کو یعنی بیت
المقدس کو۔

۵۔ سورۂ ق (پ ۲۶ رکوع ۲۔ آیت ۴۰) مین ہو کہ اور سُن جس
دن پکارنے والا (اسرافیل) پاس کے مکان سے پکارے گا۔ علامہ
حسین مکان سے مراد بیت المقدس لیتے ہین۔

مسجد بیت المقدس کی بنا حضرت داؤد نے ڈالی اور حضرت سلیمان نے
سنہ ۱۰۰۵ ق م اختتام کو پہونچائی۔ بیت المقدس کی مسجد جس کو عرب مسجد
اقصیٰ کہتے ہین بنی اسرائیل کی تنہا عبادت گاہ تھی۔ حضرت سلیمان کے
بعد ان کی جان نشینی کے سلسلہ مین بیت المقدس خانہ جنگیون کا صدر
مقام بن گیا تھا۔ اور بالآخر بنی اسرائیل کے اسباط مین تفرقہ پڑگیا اور
دو جداگانہ سلطنتین قائم ہوگئین۔ انمین سے ایک سلطنت کو سنہ ۷۲۲ ق م
مین نینوا کے بادشاہ نے تباہ کردیا اور دوسری سلطنت کو سنہ ۵۸۶ ق م

یعنی بخت نصر تاجدار بابل نے برباد کر دیا۔ اور بیت المقدس کو جو بنی اسرائیل کا معبد تھا اور جہاں حضرت سلیمان نے الواح توریت اور تبرکات کو محفوظ رکھا تھا۔ جلا کر خاکستر بنا دیا۔ اور بنی اسرائیل کو گرفتار کرکے بابل لیگیا۔ کیخسرو شاہ ایران نے بابل کو فتح کرکے یہودیوں کو آزاد کیا اور تعمیر بیت المقدس کی اجازت دی ۔ ۵۳۲ء ق م میں حضرات عزریا و نحمیا کی کوششوں سے بیت المقدس کی تعمیر تکمیل کو پہونچی لیکن ۲۰۰ برس بعد یونانیوں کی فتوحات کا سیلاب آیا اور ۱۶۸ء ق م میں انطاکیہ کے یونانی بادشاہ نے بیت المقدس کو یونانی دیوتا زیوس کا مندر بنا دیا۔ مقدس صحیفوں کو جلا دیا اور توریت کی تلاوت حکماً بند کر دی۔ یہودیوں نے اس آفت کو بدقت تمام ٹالا تھا کہ رومیوں کی تلوار چمکی جنھوں نے دوستی کے پردے میں یہودیوں کو یونانیوں کے پنجۂ ظلم و ستم سے نجات دلاکر اپنا غلام بنا لیا۔ ٹائیٹس رومی نے ستمبر ۷۰ء کو بیت المقدس فتح کرکے شہر کے ساتھ ہیکل سلیمانی کو بھی مسمار کر دیا۔

کتب سماوی کا مطالعہ اس امر کو واضح کر رہا ہے کہ بیت المقدس ہی وہ زمین ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں سے کیا تھا اور بالآخر وعدہ پورا ہو کر رہا لیکن وہ اس کے اہل ثابت نہ ہوئے اور دنیا کی عزت و حکومت کے ساتھ یہاں کی بادشاہت ان سے بھی چھین لی گئی۔ پھر مسیحی دور شروع ہوا۔ اس کے بعد مسلمان وارث ہوئے۔ قرآن مجید نے خصوصیت کے ساتھ مسلمانوں کو اس وراثت کی بشارت دی تھی۔ سورۂ انبیاء (پ ۱۷، ارکوع ۷۔ آیت ۱۰۵) میں ارشاد ہوتا ہے۔ اور البتہ ذکر کے بعد ہم نے زبور میں لکھ دیا کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔ البتہ اس میں عبادت کرنے والی قوم کے لئے

پیغام رسانی ہے۔ حضرت ابن عباس و دیگر صحابہ سے مروی ہے کہ اس آیت میں ارض (زمین) سے مقصود بیت المقدس (فلسطین) ہے احادیث بھی بیت المقدس کے احترام کا مسلمانوں کو حکم دیتی ہیں بخاری و مسلم میں ہے کہ بہ نیت طاعت و زیارت سفر کا قصد اور اہتمام کرنا درست نہیں ہے مگر ان تین جگہوں کے لئے یعنی مسجد حرام مسجد نبوی اور مسجد اقصےٰ۔

بیت المقدس کے بعض تاریخی واقعات کا خاکہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

سنہ عیسوی	واقعات
۳۳ء	بیت المقدس میں بقول نصاریٰ حضرت عیسیٰ کا مصلوب ہونا۔
۷۰ء	ٹائیٹس کا بیت المقدس کو فتح کرنا۔
۱۳۶ء	قیصر ہیڈرین کا بیت المقدس کو ایلیا کا خطاب دینا۔
۳۳۶ء	بیت المقدس کا مسیحی حکومت میں شامل ہونا کلیساؤں کی تعمیر
۶۱۴ء	خسرو ثانی والی فارس کا بیت المقدس کو فتح کرنا (دیکھو سورۂ روم پ ۲۱)
۶۲۸ء	شاہ ہرکولیس کا بیت المقدس میں فاتحانہ داخلہ۔
۶۳۶ء مطابق ۱۷ھ	سفرونیس بطریق کا بعد شرائط صلح بیت المقدس کا حضرت عمر کے سپرد کرنا۔ حضرت عمر کا بطریق اور اہل شہر کے ساتھ حسن سلوک۔ گرجاؤں کا نصاریٰ کے قبضہ میں رہنے کا حکم اور دیگر مراعات۔
۶۹۱ء / ۷۲ھ	بیت المقدس قبۃ الصخرہ کی تعمیر جس کو عوام مسجد عمر

سنہ	واقعہ
	کہتے ہین۔
۸۰۰ء / ۱۸۴ھ	شاہ شارلیمین (بادشاہ فرانس) کے سفیر کا بیت المقدس مین آکر فقراء کو خیرات تقسیم کرنا اور خلیفہ ہارون رشید کا سفیر بیت المقدس کی کنجیان بھیجنا۔
۸۲۰ء / ۲۰۵ھ	قوم ابوحرب کا بیت المقدس پر عارضی قبضہ۔
۹۶۹ء / ۳۵۸ھ	فاطمی خلیفہ المعز کا بیت المقدس کو فتح کرنا۔
۱۰۷۰ء / ۴۷۰ھ	ملک شاہ کی فوج کا بیت المقدس کو لوٹنا۔
۱۰۸۴ء / ۴۷۷ھ	ترکمانون کے سردار ارتک کا بیت المقدس کا فرمانروا ہونا۔
۱۰۹۸ء / ۴۹۱ھ	بیت المقدس پر فاطمی خلفار کا دوبارہ قبضہ۔
۱۰۵۵ء / ۴۹۲ھ	دوسری صلیبی جنگ چالیس ہزار عیسائی گردیڈرس کا حملہ کرکے بیت المقدس پر قابض ہونا دس ہزار مسلمانون کا تہ تیغ کرنا۔ گاڈفرے کا تخت پر بیٹھنا او مسیحیت کا آغاز
۱۱۸۷ء / ۵۰۱ھ	بادشاہ صلاح الدین ایوبی کا بیت المقدس فتح کرکے۔ فاتح بیت المقدس کا خطاب پانا۔
۱۲۱۹ء / ۶۱۶ھ	ان شرائط کی صلح کی رو سے جو شہنشاہ فریڈرک کے ساتھ ہوئین بیت المقدس کا عیسائیون کو دیا جانا
۱۲۳۹ء / ۶۳۶ھ	مسلمانون کا بیت المقدس کو فتح کرنا۔
۱۲۴۳ء / ۶۴۰ھ	عیسائیون کو مقام غازہ پر شکست اور مسلمانون کا بیت المقدس پر قبضہ۔
۱۲۷۷ء / ۶۷۵ھ	سلطنت مسلی مین بیت المقدس کا شامل ہونا۔
۱۵۱۷ء / ۹۲۳ھ	سلطان سلیم خان اول نے اپنے مقبوضات مین بیت المقدس کو داخل کرلیا۔
۱۵۴۲ء / ۹۴۹ھ	سلطان سلیم خان اوّل نے موجودہ فصیل نبوائی۔
۱۸۳۲ء / ۱۲۴۸ھ	محمد علے بادشاہ والی مصر کا بیت المقدس پر قبضہ
۱۸۴۰ء / ۱۲۵۶ھ	سلطان عبدالمجید خان کا بیت المقدس پر قبضہ۔
۱۹۱۷ء / ۱۳۳۸ھ	جنگ یورپ مین بیت المقدس پر اتحادیون کا قبضہ۔

(۱۱۰) بَیع (ع) بیچنا۔ مول لینا۔ یہ لفظ لغت اضداد سے ہے اور دونون معنون مین مستعمل ہے۔ بیع لغوی مین تبادل مال کا مال سے شرط نہین لیکن فخرالاسلام نے کہا ہے کہ بیع لغت مین عبارت ہے تملیک المال بالمال سے۔ شرع مین بیع عبارت ہے باہم بدلنے سے ایک مرغوب چیز کو ویسی ہی دوسری مرغوب چیز سے۔ (دُرمختار)

بیع کی حلت اور اس کا جواز کلام اللہ سے ثابت ہے۔ چنانچہ سورۂ بقر (پ ۳ رکوع ۳۸۔ آیت ۲۷۸) مین ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ۔ اللہ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام۔

بیع کے تین ارکان ہین۔ رکن اول عاقد ہے یعنی معاملہ کرنے والا تاجر کو چاہیے کہ چار شخصون سے معاملہ نہ کرے۔

اوّل۔ لڑکا۔

دوم۔ مجنون۔

سوم۔ غلام

چہارم۔ اندھا۔

اسلیے کہ لڑکا اور مجنون غیر مکلف ہین۔ غلام آزاد نہین اور اندھا بن دیکھی ہوئی چیزون کی خرید و فروخت کرتا ہے غلام

بیع کرسکتا ہی بشرطیکہ مالک نے اجازت دیدی ہو۔ رکن دوم بیع کا وہ چیز ہے جس کا معاملہ ہوتا ہو یعنی مال کا ایک کے پاس سے دوسرے کے پاس جانا خواہ وہ ثمن ہو یا مبیع۔ اسمین چھ شرطین ہین۔

۱۔ وہ مال اپنی ذات سے نجس نہ ہو۔ مثلاً سور۔ گوبر۔ پاخانہ ہوگا تو بیع درست نہ ہوگی۔

۲۔ وہ چیز کارآمد ہو بالفاظ دیگر حشرات الارض یعنی چوہے اور سانپ کی بیع جایز نہیین۔

۳۔ معقود الیہ عاقد کی ملک ہو یا مالک کی اجازت سے اس کا عقد ہوتا ہو۔

۴۔ معقود الیہ ایسی چیز ہو کہ جو حوالہ کی جاسکے جو چیز حساً حوالہ نہ کی جاسکے اس کی بیع درست نہ ہوگی۔ مثلاً غلام مفرور کی بیع جایز نہین۔

۵۔ مبیع متعین ہو یعنی مقدار اور وصف معلوم ہو۔

۶۔ اگر بیع پر ملک معاوضہ کی جہت سے ہوئی ہو تو وہ قبضہ مین آجانا چاہیئے۔ رکن سوم ایجاب قبول ہے۔ ایجاب قبول ایک ہی مجلس مین صیغۂ ماضی مین ہون۔ اور بعد مجلس ایجاب کے قبول کرنے سے بیع ثابت نہ ہوگی۔ ایجاب سے رجوع کا بائع کو اُس وقت تک اختیار رہتا ہے جب تک مشتری قبول نہ کرے۔ جب ایجاب قبول دونون ایک ہی مجلس مین ایک ساتھ واقع ہون تو بیع لازم ہوجاویگی۔ اور سوائے خیار کی صورت کے اور کسی حالت مین بائع اور مشتری کو اختیار باقی نہین رہتا۔ اگر بائع اور مشتری مین بیع صرف دادوستد سے ہوا اور زبان سے کچھ نہ کہا گیا ہو تو امام شافعی کے نزدیک اس طرح کی بیع سرے سے نہین ہوتی۔ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مقرر چیزون مین ایسی بیع درست ہے اور اس کو بیع تعاطی کہتے ہین۔

اگر روپیہ یا اشرفی کے بدلے مین اسباب خریدا گیا ہے تو پہلے مشتری کو حکم ہوگا کہ قیمت حوالہ کرے اور بعد ازان بائع کو اسباب دینے کا۔ لیکن اسباب کے بدلے مین اسباب اور روپیہ اشرفی کے بدلے مین روپیہ اور اشرفی خریدا گیا ہے تو دونون معاً ایک دوسرے کو دینگے۔

واضح ہو کہ بیع کا اقتضا یہ ہے کہ قطعی ہو۔ لیکن بعض مقامات پر خیار جایز رکھا گیا ہے یعنی مبیع کے واپس کرنے کا اختیار باقی رہتا ہے۔

خیار کے لئے سب سے بڑی شرط یہ ہے کہ خریدار کی ناواقفیت یا ضعف بصر کی وجہ سے یا کسی سبب سے فروخت شدہ مال کی اصلی حالت معلوم نہوا اور بیع کے بعد اصلی حالت معلوم ہو تو بیع ناجایز ہوگی فروشندہ کا فرض ہے کہ معاملہ کے وقت مال فروختنی مین جو کچھ خرابی یا عیب ہو اُسے اچھی طرح نمایان کرے۔ کسی چیز کو دھوکہ دیکر بیچنا حرام ہے۔ خیار کے مفصل احکام کتب فقہ مین درج ہین۔

واضح ہو کہ بیع جایز اور ناجایز بارہ قسم پر ہے۔

۱۔ بیع نافذ یعنی طرفین مین مال ہو اور عاقدین اہلیت بیع کی رکھتے ہون۔

۲۔ بیع موقوف یعنی غیر کی چیز بے ولایت اور بے اجازت بیچنا۔

۳۔ بیع فاسد یعنی جس کی اصل صحیح ہوئے اور وصف درست نہ ہو۔

۴۔ بیع باطل جس کی اصل بھی صحیح نہ ہووے اور وصف بھی درست نہ ہو۔

۵۔ بیع مقائضہ یعنی عین کو بدلہ عین کے بیچے جیسے کپڑے کو کتاب کے بدلہ مین بیچنا۔

۶۔ بیع صرف یعنی نقد کو نقد کے بدلہ مین دینا۔

۷۔ بیع سلم یعنی دین کو بیچے بدلہ عین کے یعنی غلہ کو روپیون کے بدلہ مین بیچنا۔

۸۔ بیع مطلق یعنے دست بدست بیچنا۔ اسیوقت قیمت دینا اور اسیوقت مال لینا۔

۹۔ بیع مرابحہ یعنی اصل لاگت پر ایک نفع معین کرکے بیچنا۔

۱۰۔ بیع تولیت یعنی لاگت پر بیچنا بغیر نفع کے۔

۱۱۔ بیع وضیعت یعنی اصل لاگت سے نقصان پر بیچنا۔

۱۲۔ بیع مساومت یعنی جس کے ثمن پر بائع اور مشتری راضی ہوجائین بدون لحاظ پہلی قیمت کے۔ ان بیوع کی مختصر تشریح مسایل کے ذریعہ سے کی گئی ہے۔ جو آیندہ صفحات پر درج ہین۔

جاننا چاہیئے کہ بیع کا فسخ کرنا اقالہ کہلاتا ہے اقالہ فسخ ہے بائع اور مشتری کے حق مین اور سوائے ان کے اور شخصون کے حق مین بیع جدید ہے۔ (دیکھو اقالہ)

واضح ہو کہ سود لینا باتفاق اُمت حرام ہے اور تحریم کے لئے نص قرآنی بھی موجود ہے لیکن اور بھی چند بیع ہین جو فاسد ہین مثلاً

۱۔ بیع مزابنہ اور وہ یہ ہے کہ درخت پر کے کھجور کو اٹکل سے بیچے۔ اور اسیطرح محاقلہ یعنی گیہون کو جو بالی مین ہین اُن گیہون کے معاوضہ مین اٹکل سے بیچے جو کٹے ہوے ہین۔ اور یہ حکم ہر میوہ کو شامل ہے۔

۲۔ بیع ملامسہ اُسے کہتے ہین کہ بائع و مشتری نرخ کرین ایک چیز کا اس شرط پر کہ جب اس کو مشتری چھولیوے تو بیع لازم ہو جاوے۔

۳۔ بیع مصافقہ بیع مصاۃ کہتے ہین کہ مشتری جب اُس پر کنکر رکھ دیوے تو بیع لازم ہو جاوے۔

۴۔ بیع منابذہ یعنی جب مبیع کو مشتری کے پاس پھینکدے تو بیع لازم ہو جائے۔

مندرجہ بالا بیوع مین سے تین اخیری بیوع ایسے افعال کے ساتھ منعقد ہوتے ہین جو شل ہوئے کے ہین۔ یہ بیوع زمانہ جاہلیت مین مروج تھین لیکن آنحضرت صلعم نے ان بیوع سے منع فرمایا ہے۔

بعض ایسے حقوق بھی ہوتے ہین جو عرف مین مبیعہ مین داخل سمجھے جاتے ہین اور وہ حقوق وہ ہین جو مبیع کے تابع ہون اور مبیع کے واسطے ضروری ہون نہ کہ مقصود ہون جیسے مکان اور گھر کا لفظ کہ اس مین عملہ۔ عمارت اور اس کے مفاتیح داخل ہونگے۔

غیر مناسب ہوگا اگر چند ضروری مسایل متعلقہ بیع کتب فقہ سے نقل کر دیئے جائین۔

مسئلہ ۱۔ اگر مبیع مال نہ ہو مانند مردار۔ خون۔ یا حر۔ یا ام الولد یا مکاتب یا مدبر کے تو بیع اُس کی باطل ہے۔ اسی طرح مال تو ہو لیکن متقوم (یعنی وہ مال جو شارع کے نزدیک قیمت نہ رکھتا ہو مانند شراب اور سور کے) ہو اور عوض مین روپیون کے بیچا جائے تو بیع باطل ہوگی۔ اگر عوض مین اسباب کے بیچا جاے تو بیع اسباب کی فاسد ہوگی۔ اور بیع شراب اور سور کی باطل۔ بیع

باطل مین مشتری مبیع کا مالک نہین ہوتا - برعکس بیع فاسد کے کہ قبضہ کے بعد مالک ہو جاتا ہے اور قیمت کی ادائگی نقود کے اعتبار سے واجب ہوتی ہے لیکن فسخ اس کا واجب ہے -

مسئلہ ۲ - دودھ کا تھنون مین بیچنا باطل ہے -

مسئلہ ۳ - اُس جانور کا اُڑتی ہوئی حالت مین بیچنا جایز نہین جو عادت واپس آنے کی نہ رکھتا ہو - اسی طرح اُس مچھلی کی جو پکڑی نہین گئی بیع جایز نہین اور نہین ہے جایز بیچنا حمل لونڈی کا یا جانور کا -

مسئلہ ۴ - جو بیع کہ آپس مین نزاع کا باعث ہو فاسد ہے

مسئلہ ۵ - بیع شرط فاسد کے ساتھ فاسد ہے اور شرط فاسد وہ ہے کہ بمقتضائے عقد نہو -

مسئلہ ۶ - دیتے وقت کم دینا اور لیتے وقت جھکتا لینا حرام ہے

مسئلہ ۷ - اُن چیزون کی خرید و فروخت حرام ہے جنکی غایت حرام ہے -

مسئلہ ۸ - کتون کے بعض قسمون کی خرید و فروخت جیسے شکاری اور محافظتی (یعنی رکھوالے) جایز ہے - اور بلی کی خرید و فروخت بھی جایز ہے -

مسئلہ ۹ - کوئی شخص کچھ خریدتا ہے اور نرخ مشخص کرتا ہے تو پہلے شخص کے معاملہ کے طے ہونے تک دوسرا شخص اپنا معاملہ موقوف رکھے -

مسئلہ ۱۰ - مُردار کی چربی کا بیچنا جایز نہین لیکن بیچنا نجس تیل کا امام ابو حنیفہ کے نزدیک جایز ہے - لیکن دیگر ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جایز نہین - فقہائے امامیہ بھی نجس تیل کی فروخت کو جایز بتاتے ہین لیکن جلانے کے لئے ہو -

مسئلہ ۱۱ - اقل قیمت بیع کی ایک پیسہ ہے اور جو چیز مالیت مین ایک پیسہ سے بھی کم ہوگی (جیسے ٹکڑا روٹی کا) تو اس کے عوض مین بیع جایز نہین -

(۱۱۱) **بیع الوفا** - بیع الوفا کی صورت یہ ہے کہ کوئی جنس بیع کرے ہزار درہم مین مثلاً اس شرط پر کہ جب بائع مشتری کو ثمن پھیر دے تو مشتری اس کو جنس مبیع پھیر دے - بیع الوفا کو شافعی مذہب مین رہن معاد کہتے ہین اور مصر مین بیع الامانت بولتے ہین اور شام مین بیع الاطاعت (درمختار)

بیع الوفا کے جواز یا عدم جواز کے بارہ مین مختلف اقوال ہین لیکن ہندوستان مین رہن کی ایک قسم بیع الوفا بھی مروج ہے -

امام ابو حنیفہ کے نزدیک منجملہ اقسام بیع کے ایک بیع الوفا ہے یعنی بائع مشتری کے ہاتھ ایک چیز فروخت کرے اس شرط پر کہ جب بائع مشتری کو ثمن پھیر دیوے تو مشتری اس کو مبیع پھیر دیوے اس صورت مین مشتری کو روز فسخ تک مبیع سے نفع اٹھانا درست ہے

بعض علما بیع الوفا کو رہن قرار دیتے ہین اور حکم رہن سے کسی حکم مین جدا نہین سمجھتے - پس ان کے نزدیک مشتری کو مبیع سے فائدہ اٹھانا درست نہین -

فتاوای نسفی مین ہے کہ بیع وفا ایک حیلہ ہے سود لینے دینے کا اس لئے یہ بیع تقوی اور احتیاط کے خلاف ہے -

(۱۱۲) **بیعت** (ع) لغت مین معاہدہ کرنے کو کہتے ہین اور متکلمین کی اصطلاح مین ہاتھ عہد و پیمان کے ساتھ دینا - چونکہ ہاتھ پر ہاتھ رکھنا بائع اور مشتری کے بین دین سے کلی مشابہت رکھتا ہے

اس لئے اس طریقہ کو بیعت کہتے ہین۔

آنحضرت صلعم نے تین قسم کی بیعتین حسب نص صریح لین یعنے۔

۱۔ بیعت برائے اسلام

۲۔ بیعت برائے جہاد۔

۳۔ بیعت برائے ترک معاصی۔ چنانچہ ان بیعتون کا ذکر قرآن پاک مین موجود ہے۔

۱۔ سورہ فتح (پ ۲۶ رکوع اول آیت ۱۰) تحقیق کہ جو لوگ بیعت کرتے ہین آپ سے (محمد صلعم) وہ اللہ سے بیعت کرتے ہین اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھون پر ہے اور جو عہد شکنی کرتا ہے اپنی ذات کی مضرت پر عہد توڑتا ہے اور جس نے اس کام کو پورا کیا جس پر اللہ سے عہد کیا تہا اس کو اللہ عنقریب اجر عظیم عطا کرے گا۔

۲۔ سورہ فتح (پ ۲۶ رکوع ۳۔ آیت ۱۸) خدا راضی ہوا اُن ایمان والون سے جنھون نے درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کی اور اُن کے دلون کا اخلاص اُس سے ظاہر ہوگیا۔ اور اُن کے دلون کو طمانیت اور تسکین دیدی اور بڑی بڑی فتوحات اور غنائم کا وعدہ کیا۔

۳۔ سورہ ممتحنہ (پ ۲۸ رکوع ۲۔ آیت ۱۲) اے نبی جب آوین آپکے پاس مسلمان عورتین عہد کرنے کو اس بات کا کہ اللہ کو کسی کا شریک نہ ٹھہراوین اور چوری نہ کرین اور اپنی اولاد کو قتل نکرین اور تہمت اور بہتان نہ لگاوین اور کسی حکم مین تیری نافرمانی نکرین تو اُن سے بیعت قبول کیجئے اور اُن کے لیے اللہ سے معافی چاہیے۔

آنحضرت صلعم نے بیعت سلوک بھی لی ہے جیسا کہ ابن ماجہ نے عوف بن مالک شجعی سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے چند فقرا اور مہاجرین سے اس امر پر بیعت لی کہ لوگون سے کسی چیز کا سوال نہ کرین۔ ایک اور حدیث احمد بن مردویہ نے عبادہ بن صامت سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے ہم سے اس بات پر بیعت لی کہ دُکھ سکھ مین فرمانبردار رہین اور سختی ہو یا فراخی راہ خدا مین خرچ کرتے رہین اور لوگون کو امر معروف بتاتے اور نہی عن المنکر سے منع کرتے رہین۔ اور اللہ کے معاملہ مین حق بات کے کہنے سے نہ چوکین اور کسی کی ملامت سے نہ ڈرین اور جبکہ آنحضرت صلعم مدینہ مین تشریف لائین تو انکی اطاعت کرین اور انکو اُن چیزون کے گزند سے بچاوین جیسے اپنی جانون اپنی عورتون اور بال بچون کو بچاتے ہین۔ اور ہمارے لئے جنت ہے اور جو شخص عہد کو پورا کرتا ہے تو اللہ اُسے فرمان برداری کا بدلہ عطا کرتا ہے۔

بیعت کا طریقہ آنحضرت صلعم نے یہ اختیار کیا تہا کہ مردون کے ساتھ مصافحہ فرماتے لیکن عورتون سے بیعت اولاً کلام کیساتھ لیجاتی بعد ازان پانی کے ایک لبریز پیالے مین آنحضرت صلعم دست مبارک کو ڈالتے اور ڈبو کر نکالتے تھے۔ آپ کے بعد عورتین اُسی پیالہ مین ہاتھ ڈالتی تہین اور بیعت پختہ ہو جاتی تھی۔

بیعت کی ابتدا تو آنحضرت صلعم نے فرمائی اور اولاً بیعت اسلام وغیرہ لی گئی۔ آنحضرت صلعم کے بعد بیعت خلافت پر سلف نے اکتفا کیا بعد ازان خرقہ کی رسم جاری ہوئی بعض حضرات صوفیہ بیعت کو فرض سمجھتے ہین اور بعض مستحب۔

ملک عرب مین صوفیون کی بیعت اس نہج پر مروج ہے کہ

پیراپنے سیدھے ہاتھ کی ہتھیلی کو مُرید کے سیدھے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھتاہے اوراپنی انگلیون کو مُرید کی انگلیون سے ملا دیتاہے۔ پھر سورۂ الحمداورچند آیات قرآنی کی تلاوت کی جاتی ہے۔ طالب کہتاہے اللہم انی اشہدک الخ پھرپیراس کے حق مین دعاکرتاہے اورچندضروری باتین بتائی جاتی ہین (تذکرۃ السلوک)

(۱۱۳) **بیضہ** (ع) امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگرکوئی شخص انڈے خریدے اور توڑنے پرمعلوم ہون کہ وہ گندے ہین تووہ بائع سے پوری قیمت لینے کا مجاز ہے (ہدایہ جلد دوم) اگرپرندے نے انڈے ایک شخص کی زمین پر دیے توجوان کو پاوے گا اُس کی مملوک ہوجاوین گے (نورالہدایہ کتاب البیوع)

(۱۱۴) **بیّنہ** (ع) اس کی جمع بینات ہے۔ لغوی معنی دلیل اوربرہان کے ہین۔ سورت قرآنی کانام جو تیسوین پارہ مین ہے۔ فضایل قرارت مین ہے کہ اس سورہ کا تلاوت کرنے والا شرک سے پاک رہے اورقیامت مین باایمان اُٹھاوے حساب وکتاب اس کاآسان ہو۔

(۱۱۵) **بیوہ** (ف) رانڈ جس کا شوہر مرگیاہو۔ (ازلغۃ)

فصل بائے فارسی

(۱۱۶) پارسی (ف) ملک فارس یعنی ایران کا رہنے والا تاریخ شاہد ہے کہ ایرانی پارسیون اور ہندوستانی آریون کے مورث اعلیٰ ایک زمانہ مین ایک ہی جگہ رہتے تھے اور ایک ہی طریق کے پابند تھے۔ ان کی زبان بھی قریب قریب یکسان تھی۔ جب جدائی کی گھڑی آئی تو ایک نے ایران مین ڈیرے ڈالے اور دوسرے نے اُس قطعۂ زمین مین قیام کیا جس کو زبان ژند مین سپتیا ہندا یعنی سات ندیون والا ملک کہتے ہین اور جس کو یونانیون نے محرف کر کے انڈیا کہا اور اب ہندوستان مشہور ہے زبان ژند اور ویدی سنسکرت کی مطابقت کی بنا پر کہا جاتا ہے کہ برہمنون اور پارسیون کے بھجنون کی زبان ایک ہی قوم کے دو مختلف گروہون کی زبان ہے۔ بالفاظ دیگر جو فرق ہے وہ لب و لہجہ کا ہے۔ ورنہ زبان حقیقتاً ایک ہے۔ اس لسانی مطابقت کے علاوہ رسومی موافقت بھی موجود ہے یعنی پارسیون کا مقدس دھاگہ جس کو کستی کہتے ہین اور ہندوؤن کا متبرک دھاگہ جس کو جنیو کہتے ہین حیرت انگیز مماثلت رکھتے ہین۔

پارسی مذہباً مجوسی یعنی آتش پرست ہین۔ پیغمبر زرتشت نے جو ابقول مورخین اہل فرنگ چھٹی صدی قبل مسیح مین پیدا ہوے تھے۔ کواکب پرستی (صابئیت) اور بت پرستی کی درمیانی راہ آتش پرستی کو انسانی نجات کا ذریعہ بتایا اور آگ کو خدائے ذو الجلال کا منظہر قرار دیکر اس کی پوجا کا حکم دیا۔ پیغمبر زرتشت نے اپنی تلقینات کی بنیاد وہ الہامی کتاب "اوستا" بتائی جو اُن پر (اُن کے ارشاد کے مطابق) منجانب اللہ نازل ہوئی تھی۔ اور جس کا ترجمہ خود انہون نے کیا اور ژند نام رکھا۔

فی زماننا پارسیون کے معمول بہ علاوہ "اوستا و ژند" کے اور بھی چند صحیفے ہین یعنی۔

۱۔ یاسنا۔

۲۔ ونديداد۔

۳۔ وسپراد۔

۴۔ یاشت۔ ہین ان مین سے یاسنا کے دو حصے ہین۔ ایک یاسنا قدیم اور ایک جدید۔ یاسنا قدیم مین پانچ کتابین ہین اور یہ پانچون کتابین پیغمبر زرتشت کی تصنیف ہین۔ انمین دعائین مناجاتین اور اخلاقی، مذہبی مضامین ہین۔ یاسنا جدید شرح ہے یاسنا قدیم کی۔ ....

...... اس شرح مین طریقۂ عبادت کی تشریح کی گئی ہے۔

۲-وتدیداد مین بائیس باب ہین - یہ پارسیون کا فقہ ہے جس کو مُوبدون نے تدوین کیا مسٹر ہاوک اس مجموعہ کی ترتیب کا زمانہ ایک سو برس قبل ولادت مسیح بتاتے ہین -

۳-ویسپرد مشتمل ہے ۲۳ بابون پر جنمین مختلف دعائین درج ہین -

۴-یاشت مجموعہ حمد وثنا کا نام ہے یہ تعداد مین چھوٹے چھوٹے ۳۰ رسالے ہین منجملان کے ہرمز اشت سب سے افضل ہے -

علاوہ ان چار مجموعون کے اور بھی پندرہ مذہبی رسایل ہین جو پارسیون کے مذہبی نظام کی رُوح روان ہین - ان رسایل کے مجموعہ کو دستاتیر کہتے ہین - جو پندرہ بزرگون کے تحریر کردہ نامجات ہین -

ان نامجات مین صفات باری تعالی - مسایل فلسفہ مسایل الٰہیات حکماے یونان اور فواید کواکب پرستی و آتش پرستی وغیرہ مندرج ہین (ماخوذ از خیر الکلام فی احوال العرب الاسلام)

دین زرتشتی مین سب سے بڑی بدعت بہمن اردشیر نے جو کیخسرو کا بھائی تھا اختراع کی یعنی اس معبود کی پرستش جس کا نام منصراع تھا اور جس کی شکل نیم مرد اور نیم عورت کی تھی شروع کی - دوسری بدعت جس نے دین زرتشتی کی چول ڈھیلی کر دی مزدک کی کوششون کا نتیجہ ہے جو چھٹی صدی عیسوی کے ابتدائی زمانہ مین معمول بہ ہگئی مزدک نے اپنے مخترعہ اور مجوزہ عقائد کی بنیاد آزادی پر رکھی اور مال وعورت کو (جو دنیا مین باعث قتال ومنازعت ہین) مباح اور آزاد کر دیا - اور بہت سے محرمات دین زرتشتی کو حلال اور جائز بنا دیا - علاوہ ازین اُسنے دنیا کے دو صانع ایک یزدان اور دوسرا اہرمن قرار دیے یزدان فاعل خیر اور مالک بہشت ہے اور اہرمن فاعل شر اور مالک دوزخ - اہرمن کی تمام مخلوق فانی ہے اور یزدان سزاوار عبادت ہے -

مزدکی تعلیمات کا نتیجہ یہ ہوا کہ مذہبی نظام کی ابتری کے علاوہ یاسی بدنظمی بھی پیدا ہوگئی اور سرزمین ایران مین فتنہ وفساد کا مادہ ترقی کرنے لگا - بالآخر نوشیروان عادل نے نہایت تدبر اور حکمت عملی سے مزدک کو قتل کر ڈالا اور ہزارہا بدمزگیون کو پیوند خاک کر دیا - مجوسیت مین جو ثنویت کا عقیدہ پایا جاتا ہے وہ مزدک کی تعلیم ہی کی یادگار ہے -

چونکہ ثنویت توحید باری تعالی کی منافی ہے اس لئے قرآن مجید نے اس عقیدہ کا ابطال ضروری سمجھا چنانچہ -

۱-سورۂ نحل (پ ۱۴ رکوع ۷- آیت ۵۲) مین ہے کہ خدا نے فرمایا کہ دو خدا نہ بناؤ - خدا تو ایک ہی ہے -

۲-سورۂ انبیا (پ ۱۷ رکوع ۲- آیت ۲۲) اگر زمین وآسمان مین خدا کے سوا اور معبود ہوتے تو زمین وآسمان کبھی کے برباد ہوگئے ہوتے -

پارسی قوم دنیا کی حکمران قومون مین نہایت ممتاز حیثیت رکھتی تھی اور ان کی سلطنت ایک نہایت قدیم سلطنت تھی - آغاز اسلام سے پیشتر عرب کا نہایت زرخیز خطہ یعنی یمن ایرانی سلطنت کا ایک صوبہ تھا اور جس وقت یمن مین اسلام پہونچا ہے تو صنعا کے گورنر باذان تھے جو شرف باسلام ہوے -

عربون کا عروج نہایت شد ومد اور سرعت کے ساتھ ہوا

اور تھوڑے ہی زمانہ مین وہ قرب و جوار کی مملکتون پر قابض ہوگئے۔ سلطنت ایران پر پہلا حملہ جو عربون نے کیا وہ ۱۵ھ / ۶۳۶ء مین ہوا اور ۳۱ھ / ۶۵۱ء تک کل ایرانی سلطنت پر اسلامی پرچم لہرا گیا۔ عربون کی ان فتوحات سے خیرہ چشم ہوکر فردوسی پکار اٹھتا ہے کہ ؎

زشیر شتر خوردن و سوسمار　　عرب را بجائے رسید است کار
کہ تخت کیان را کنند آرزو　　تفو بر تو اے چرخ گردون تفو

سچ ہے توتی الملک من تشاءُ و تعز من تشاء وبیدک الخیر۔

(۱۱۷) پردہ (ف) اوٹ۔ عرب کے زمانۂ جاہلیت اور ابتدائی زمانۂ اسلام مین عورتین بے نقاب کھلے منہ مردون کی محفلون اور بازارون مین آجایا کرتی تھین لیکن بعد مین وہ آزادی قائم نہین رہی۔ اور اب احکامات قرآنی کے ماتحت حجاب کا حکم نافذ ہوا جس نے پردہ کا رواج پیدا کیا۔

قرآن پاک مین دو سورتین ہین جن مین وہ احکامات درج ہین جن کا تعلق پردہ سے ہے۔

اول۔ سورۂ احزاب اور دوم۔ سورۂ نور۔

سورۂ احزاب (پ ۲۲ رکوع ۷۔ آیت ۵۵) مین ہے کہ (اے مومنین) جب تم اُن عورات (پیغمبر صلعم) سے کسی فائدہ کی بات کو پوچھو تو تم اُن سے پردہ کے پیچھے سے پوچھو۔ آگے چل کر اسی سورۂ احزاب (رکوع ۸۔ آیت ۵۹) مین ہے کہ اے نبی تم اپنی ازواج سے اور اپنی لڑکیون سے اور مومنون کی بیبیون سے کہدو کہ وہ اپنے اوپر نقاب ڈال لیا کرین یہ زیادہ مناسب ہے تاکہ وہ پہچان لی جاوین اور ستائی نہ جاوین اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

سورۂ نور (پ ۱۸ رکوع ۴۔ آیات ۳۱-۳۰) مین ہے کہ مومنین سے کہدو کہ وہ اپنی نگاہین جھکا لیا کرین اور شرمگاہون کی حفاظت کرین یہ زیادہ پاکیزہ بات ہے اور اللہ خبردار ہے جو کچھ وہ کرتے ہین۔ مومن عورتون سے کہدو کہ وہ اپنی نگاہین نیچی کر لیا کرین۔ اور اپنی عصمت کی حفاظت کرین اور اپنی زینت ظاہر نہ کرین۔ سوائے اُس کے جو (مجبوراً) ظاہر ہو جائے۔ وہ اپنے دوپٹون کو سینہ پر ڈال لیا کرین اور اپنی زینت ظاہر نہ کرین سوائے اپنے شوہرون اور باپون وغیرہ وغیرہ کے۔

سورتون کی نزولی ترتیب کے اعتبار سے۔ سورۂ احزاب کا نزول پہلے اور سورۂ نور کا نزول بعد مین ہے (کشاف الہدے صفحات ۱۸۱ و ۱۸۲) یہ ترتیب نزول حجاب کے احکام کو تاریخی حیثیت سے پیش کر دیتی ہے۔ علاوہ ازین ان آیات شریفہ مین اولاً مردون کو تہذیب اخلاق کا مسئلہ تعلیم کیا گیا ہے بعدہٗ عورتون کو مخاطب بنا کر ان کو ایک زاید حکم یہ بھی دیا گیا ہے کہ وہ اپنی زینت کو غیر مرد پر ظاہر نہ کرین اس باب مین کہ زینت کیا ہے علماء کا سخت اختلاف ہے۔ بعض علماء اُس سے زیور مراد لیتے ہین بعض علماء اعضائے جسم اور بعضے دونون کو زینت مین داخل کرتے ہین۔

آیات مندرجہ بالا پر غور کرنے سے چند اہم نتائج مستنبط ہوتے ہین۔

۱۔ عورتون کے لئے چار دیواری کے اندر بند رہنے کا حکم

کہین نہین ہے۔

۲- وہ مناسب اور ضروری پردہ کے ساتھ باہر نکل سکتی ہین

۳- پردہ ایسا ہونا چاہئے جو زینت کے اظہار کا مانع ہو۔

۴- اگر کوئی ایسا حصہ جسم کھل جائے جو چلنے مین پوشیدہ نہ کیا جا سکے تو کوئی حرج نہین جیسا کہ سورہ نور کے الفاظ الا ما ظہر منہا (جو مجبوراً ظاہر ہو جائے) سے ثابت ہے۔ (ماخوذ از رسالہ نگار)

ابتدائے اسلام مین عورتین جب باہر جاتین تو برقعہ اوڑھ لیتین لیکن انکی آزادی قائم تھی۔ وہ خلفاء کے خطبون حضرت علی مرتضیٰ ابن عباس اور دیگر بزرگان دین کے وعظون مین شرکت کرتین لیکن جب خلفائے بنی امیہ کے عہد مین بادہ خواری کے ساتھ ناچ رنگ کی مجلسین بھی گرم ہونے لگین تو ولید ثانی (المتوفی ۱۲۶ھ / ۷۴۴ء) کے عہد مین شریف خاندانون کی مستورات پردہ مین رہنے لگین۔ ایک عالی دماغ مورخ ارقام کرتا ہے کہ "حرم" کی رسم دراصل ولید ثانی کے عہد مین شروع ہوئی جس نے رومی بادشاہون کی تقلید مین خانگی کاروبار کے لئے مخنث (خواجہ سرا) نوکر رکھے اور ان کو عورتون کی عصمت کا محافظ مقرر کیا گیا خلیفہ قادر باللہ عباسی (المتوفی ۴۲۲ھ / ۱۰۳۰ء) کے عہد مین رسم پردہ عام ہو گئی لیکن صحرائی زندگی کی سادگی اور آزادی ایک حد تک قائم رہی (تاریخ اسلام (اردو) آنریبل سید امیر علی)

اس مین شک نہین کہ وہ پردہ جو آج کل ہندوستان مین مروج ہے عربون مین نہ کبھی تھا اور نہ آج تک ہے اس پردہ کی ابتدا شاہان اسلام کے عہد مین ہوئی اور اس کا بڑا سبب حاکم و محکوم اور فاتح و مفتوح مین ایک حد فاصل قائم کرنا معلوم ہوتا ہے مروجہ پردہ کی ایجاد مین مشرقی ممالک خصوصاً ہندوستان کے رسم و رواج کا اثر بھی شامل ہو مثلاً ہندو عورتون کا گھونگھٹ نکالنا یعنی اوڑھنی یا دوپٹہ کے آنچل کو چہرہ پر اس طرح لٹکانا کہ چہرہ بالکل چھپ جائے۔ ہندوستان مین مسلمانون کی آمد سے قبل موجود تھا جب اس طرز معاشرت پر شان و شوکت اور عظمت و جبروت کا اظہار کیا گیا تو چار دیواری کا پردہ پیدا ہو گیا۔ اور پھر یہی پردہ لوازمۂ عزت و شرافت قرار پا گیا۔

اس دور جدید مین یورپ کے اثر سے متاثر ہو کر مسلمانون مین ایک ایسی جماعت پیدا ہو گئی ہے جس کا یہ خیال ہے کہ پردہ کا مسئلہ اسلام کے اُن مسایل مین سے ہے جنکو ضرورت و مصلحت کے لحاظ سے بدلتے رہنا چاہئے اس لئے ملک و تمدن کے اقتضاء کے بموجب اب جبکہ پردہ مضرت رسان ثابت ہو رہا ہے تو اس کو ترک کر دینا چاہئے۔

اس جماعت نے جو نقصانات پردہ کے بتائے ہین اُن کا ملخص یہ ہے کہ:-

۱- پردہ عورت کی صحت کو کمزور کر کے اس کے اعصابون کو ضعیف بنا دیتا ہے۔ اعصاب کی کمزوری۔ اخلاقی قوتون مین مخل ہو کر پردہ نشین عورت کو اپنے جذبات نفسانی کا شکار بنا دیتی ہے۔

۲- پردہ کی وجہ سے خواہان مرد اپنی آیندہ بیوی کو دیکھ نہین سکتا اور یہی امر کثرت طلاق اور زوجین مین باہمی کدورت کا بڑا سبب ہوا کرتا ہے۔

۳- پردہ عورت کو اُس کی فطری حریت سے محروم بنا دیتا ہے اور اس کو اپنی اعلیٰ درجہ کی تعلیم و تربیت کامل سے روک دیتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پردہ نشین عورتین ایسی قابل مائین نہین بن سکتین جو اپنی اولاد کی تربیت اعلیٰ پیمانہ پر کر سکین۔

ان اعتراضات کے جواب حامی پردہ نسوان یہ دیتے ہین کہ:-

اے پردہ نشین عورتیں نہ مریض ہیں اور نہ ضعیف الاعصاب بلکہ وہ بحیثیت مجموعی بے نقاب پھرنے والی عورتوں سے کہیں بڑھ کر تندرست ہیں۔

اگر پردہ عورتوں میں کوئی اعصابی کمزوری پیدا کرتا ہے تو مسلمان عورتوں میں جو تیرہ سو برس سے پابند پردہ ہیں یہ کمزوری علم بائی لوجی (علم الحیات) کی رو سے نسلاً بعد نسلٍ ترقی کرتے ہوئے بدرجۂ اتم سرایت کر جاتی اور وہ عصمت مآب خواتین کمزوری اور ناتوانی کی زندہ مثالیں بن جاتیں۔ علاوہ ازیں اگر پردہ مضر صحت ہوتا تو عورتوں کے فوت ہونے کی تعداد طبعًا مردوں سے بڑھی ہوئی رہتی لیکن محکمۂ تندرستی وحفظان صحت کے شمار و اعداد اس زیادتی پر دلالت نہیں کرتے۔ اب رہا یہ قول کہ پردہ نشین ضبط نفس پر قادر نہیں رہتیں ایک ایسا قول ہے جو علم سائکالوجی (علم نفسیات) کے قواعد کا بطلان کر رہا ہے۔ یہ بات تو ہر شخص جانتا ہے کہ نفسانی خواہشوں کا زور اسی وقت زیادہ ہوتا ہے کہ جب انسان ان خواہشات کو ابھارنے والے اسباب میں گھرا ہوا ہے اور اسکی عقل سلیم اس وقت ہوا وہوس سے مغلوب ہو جاتی ہے جب اس کو اپنا مطلوب بآسانی میسر آ جائے پس ظاہر ہے کہ نفسانی جذبات کو اشتعال دینے والے سامان ایک بے نقاب لیڈی کو بمقابلہ پردہ نشین خواتین کے زیادہ بہم پہونچتے ہیں پس یہ کہنا کہ پردہ نشین عورت اپنی خواہشات نفسانی کی لونڈی بنی رہتی ہے برعکس نہند نام زنگی کافور کا مصداق ہے۔

۲۔ یہ خیال کہ پردہ زوجین کی باہمی ناچاقی اور کثرت طلاق کا سبب اعظم ہے تجربہ کی بنا پر صحیح نہیں ہے۔ بفرض محال پردہ کو کثرت طلاق کا بڑا سبب تسلیم کر لیں تو ان ممالک میں جہاں مستورات کو کامل آزادی ملی ہوئی ہو وقوع طلاق اگر کلیۃً نہیں تو بہت حد تک بند ہو جاتا۔ لیکن امریکہ و یورپ کے طلاقوں کا تناسب جو تیرہ شادیوں میں ایک ہے صاف بتا رہا ہے کہ واقعات کیا ہیں۔

۳۔ تیسرے اعتراض کا حل اس بات کو چاہتا ہے کہ پہلے عورتوں کی تعلیم و تربیت کا معیار مقرر کر لیا جائے اور وہ معیار بھی ایسا ہو کہ جو عورت کو اُس کے قدرتی فرائض کی ادائگی میں ممد و معاون ہو۔ قدرت نے عورت کو جس غرض سے پیدا کیا ہے وہ نوع انسان کی افزونی اور اس کی حفاظت و تربیت ہے۔ اس غرض کے حصول کے لئے قدرت نے چار دور قرار دیے ہیں یعنی حمل۔ وضع۔ رضاعت اور تربیت اور ان دَوروں میں سے ہر ایک دَور کا زمانہ عورت کی زندگی کا نہایت اہم اور دشوار زمانہ ہوتا ہے جو اس کو انسانی ضروریات کے انتظام کے قابل نہیں رہنے دیتا پس اس فرض کو یعنی انتظام ضروریات انسانی کو قدرت نے عورت سے ساقط کر کے مرد کے سپرد کر دیا ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ فرائض منزلی عورت کے سپرد کیے اور فرائض تمدنی مرد کے ذمہ قرار دیے ہیں۔ اس لیے عورت کو ایسی تعلیم دینا جو اس کو طبعی فرائض کے ادا کرنے میں معاون ہو حقیقی تعلیم کہی جا سکتی ہے لہذا عورتوں کو ایسی تعلیم دینا جو ان کو ڈاکٹر یا انجنیر بنائے حقیقت میں ایسی تعلیم ہے جو عورت کو عورت نہیں رکھتی بلکہ مرد اور عورت کے مابین ایک تیسری جنس کا نمونہ بنا دیتی ہے حقیقی تعلیم تو وہی ہو سکتی ہے جو عورت کو ڈاکٹر یا انجنیر بنانے کے بجائے عالی حوصلہ اور روشن خیال ڈاکٹروں اور انجنیروں کی ماں بنائے۔ اس غرض کے حاصل کرنے کے لئے لڑکی کی سات سال کی عمر سے لیکر بارہ سال کی عمر تک کی تعلیم و تربیت کفایت کرتی ہے یعنی ان پانچ سال میں لڑکی عقلمند، مہذب اور صاحب سلیقہ بن سکتی ہے۔ پس عورت کو آزادی عطا کر کے ان کو

مردون کے مشاغل مین مساویانہ درجہ پر شریک کرنا اور ان کو ڈاکٹر یا انجنیر بنانا حقیقت مین عورتون کو معاشرت کے اصلی اصول زوجیت سے نفرت دلانا ہے اور بس (ماخوذ از المراۃ المسلمہ)

چونکہ پردہ کا بحث نہایت وسیع ہے اور مزید وضاحت کا محتاج ہو کہ:-

۱-عورت کیا ہے-

۲-عورت کے قدرتی فرایض کیا ہین-

۳-کیا مرد و عورت جسمانی طاقت مین مساوی ہین-

۴-کیا عورتین عملی دنیا مین مردون کے ساتھ شریک ہوسکتی ہین-

۵-کیا عورت کو مردون سے پردہ کرنا چاہیے-

۶-کیا پردہ عورتون کے لیے غلامی کی علامت اور فطری آزادی کا منافی ہے-

۷-کیا پردہ عورتون کی ترقی و کمال کا مانع ہے-

۸-کیا موجودہ مادی مدنیت کی عورتین کامل عورتین ہین-

۹-مسلمان عورتون کی تعلیم کا احسن طریقہ کیا ہے-

اس لیے ہم ناظرین سے التماس کرین گے کہ وہ المراۃ المسلمہ مولفہ علامہ فرید وجدی آفندی کا بالاستیعاب مطالعہ کرین- علامہ موصوف نے یہ رسالہ در المراۃ والمراۃ الجدیدہ" (مولفہ مسٹر قاسم امین بک کے جواب مین تحریر کیا ہے- مسٹر قاسم امین بک نے بھی اپنے رسالہ جات متذکرہ بالا مین آزادی نسوان پر نہایت ہی دلفریب اور دلنشین طریقہ پر بحث کی ہے- ان رسالہ جات کے اُردو مین تراجم بھی شایع ہو گئے ہین-

مشرق و مغرب کی تمدنی تاریخ صاف بتا رہی ہے کہ عورتون کے لیے کچھ نہ کچھ احتیاط اور تحفظ کا رواج ہر قوم مین موجود ہے- غالباً بطور تمناے شرافت و شان امارت ہر دور کی معاشرتی ضرورتون کے لحاظ سے بڑھتا چلا گیا- جہان تک تاریخ رہنمائی کرتی ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شدید قسم کا پردہ اولاً یونانیون مین مروج ہوا (تاریخ اخلاق یورپ مولفہ لیکی جلد دوم باب پنجم)

ان کے بعد رومانی آئے اور انھون نے بھی اپنے شباب تمدن مین یونانی پردہ کو قائم رکھا- ان کے بعد عربون کا عروج ہوا- ان مین پردہ کی ابتدا تو آیہ حجاب (سورۂ احزاب پ ۲۲ رکوع ۸) کے نزول کے بعد ہوئی لیکن اسلامی فتوحات کا جب دائرہ وسیع ہو گیا اور مسلمانون کا تمدن دنیا پر مسلط ہونے لگا تو ان مین پردہ نے حرم کی شکل اختیار کر لی جو اس وقت تک موجود ہے اور یورپ کے تخیل حریت نسوانی کا سخت منافی ہے-

۲-پردہ کے معنی مقامات موسیقی کے بھی آتے ہین- جیسے پردۂ عشاق-

(۱۱۸) **پرویز** (ف) فتح مند- نام خسرو بادشاہ کا جو نوشیروان کا پوتا تھا- دعوت اسلام کے سلسلہ مین آنحضرت صلعم نے ایک مکتوب خسرو پرویز شاہ فارس کو بھی لکھا تھا- اس مکتوب کو حضرت عبد اللہ بن حذافہ السہمی کے ہاتھ روانہ کیا- خسرو پرویز سخت برہم ہوا اور مکتوب مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا (دیکھو اکاسرہ)

(۱۱۹) **پری** (ف) دیو- مگر عرف حال مین حسینہ عورت کو جو نہایت خوبصورت ہو پری کہتے ہین-

(۱۲۰) **پنج ارکان** (ف) دین کے پانچ رکن یعنی کلمۂ طیبہ- نماز- روزہ- حج- زکوٰۃ (اسلام)

(۱۲۱) **پنج حس** (ف) دریافت کرنے کی پانچ قوتین- یعنی سننا دیکھنا- سونگھنا- چکھنا- اور چھونا-

(۱۲۲) **پنج دعا** (ف) پانچ وقت کی نماز یعنی صبح- ظہر- عصر- مغرب

(۱۲۳) پیر (ف) بوڑھا۔ بڑی عمر کا آدمی۔ اصطلاح تصوف میں شیخ اور مرشد کامل کو کہتے ہیں۔

(۱۲۴) پیغامبر (ف) سندیسا لانے والا۔ پیغامبر۔ ہر سندیسا لانیوالے کو کہتے ہیں خواہ سندیسا آدمی کا آدمی کی طرف ہو یا خدا کا اپنے بندوں کی طرف۔

ان ذوات مقدسہ میں جو خدا کا سندیسا بندوں کی ہدایت کیلئے لائے ہیں سب سے پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام اور سب سے آخری حضرت محمد صلعم ہیں۔

تمام پیغمبروں کی صحیح تعداد کا تو پتہ نہیں لگتا لیکن جن پیغمبروں کے اسماے مبارک قرآن مجید میں آئے ہیں ان کی تعداد پچیس ہے اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ حضرت آدم علیہ السلام۔
۲۔ حضرت ادریس علیہ السلام۔
۳۔ حضرت نوح علیہ السلام۔
۴۔ حضرت ہود علیہ السلام۔
۵۔ حضرت صالح علیہ السلام۔
۶۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام۔
۷۔ حضرت لوط علیہ السلام۔
۸۔ حضرت اسمعیل علیہ السلام
۹۔ حضرت اسحاق علیہ السلام۔
۱۰۔ حضرت یعقوب علیہ السلام۔
۱۱۔ حضرت یوسف علیہ السلام۔
۱۲۔ حضرت ایوب علیہ السلام۔
۱۳۔ حضرت شعیب علیہ السلام
۱۴۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام۔
۱۵۔ حضرت ہارون علیہ السلام۔
۱۶۔ حضرت ذوالکفل علیہ السلام
۱۷۔ حضرت داؤد علیہ السلام۔
۱۸۔ حضرت سلیمان علیہ السلام۔
۱۹۔ حضرت الیاس علیہ السلام
۲۰۔ حضرت یوشع علیہ السلام۔
۲۱۔ حضرت یونس علیہ السلام۔
۲۲۔ حضرت ذکریا علیہ السلام۔
۲۳۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام۔
۲۴۔ حضرت عیسٰے علیہ السلام
۲۵۔ حضرت محمد مصطفٰے صلعم۔

بلحاظ اس خصوصیت کے جو ہر نبی کی ذات سے وابستہ تھی علمائے اسلام نے کل پیغمبروں کو تین طبقوں میں تقسیم کیا ہے۔

طبقۂ اول حضرت آدم سے حضرت نوح تک۔

طبقۂ دوم حضرت نوح سے حضرت موسیٰ تک۔

طبقۂ سوم حضرت موسیٰ سے حضرت محمد صلعم تک۔

طبقۂ اول کی حلال اور حرام کی بابت کوئی شریعت نہ تھی صرف کچھ اوراد و ورد وظائف اور آداب تھے۔

طبقۂ دوم سے حلال اور حرام کا سلسلہ شروع ہوا اور عبادت کے لئے شریعت مقرر ہوئی۔ جیسا کہ سورۂ شوریٰ (پ ۲۵ رکوع ۲ آیت ۱۲) اور حدیث شفاعت سے واضح ہوتا ہے۔ اس طبقے کے پیغمبر جنکی آنکھوں کے سامنے صرف خدا کے جلال کا جلوہ تھا خشیت

الٰہی کی تعلیم دیتے تھے اور طبقہ سوم کے پیغمبر محبت الٰہی کی طرف بلاتے تھے۔لیکن آنحضرت صلعم کی ذات مبارک مین یہ دونون پہلو یعنی خشیت الٰہی اور محبت الٰہی بیک نظر آتے ہین۔

حضرت نوح سے حضرت موسیٰ تک جو انبیا گزرے ہین اُن کو مشرکون اور کافرون سے جہاد کا حکم نہ تہا۔بلکہ وہ نافرمان بندے ایک عام عذاب کے ذریعہ سے ہلاک کئے جاتے تھے۔لیکن حضرت موسیٰ پہلے پیغمبر ہین جن کو جہاد کا حکم ہوا اور وہ عام عذاب کا طریقہ بند ہوگیا۔یہ حکم جہاد آنحضرت صلعم کے عہد تک قائم رہا اور تا قیامت قائم رہے گا۔البتہ حکم جہاد کی وہ سختی جو حضرت موسیٰ و دیگر انبیائے بنی اسرائیل کے زمانہ مین تھی کم ہوگئی اور وہ احکام جو آنحضرت صلعم پر نازل ہوئے نہایت نرم اصول پر مبنی ہین۔

(۱۲۵) **پیل** (ف) ہاتھی۔جانوران حرام مین ہاتھی بھی ہے۔
(نور الہدایہ و جامع الجعفری)

(۱۲۶) **پیل محمود** (ف) نام ہے اس ہاتھی کا جو ابرہہ کے لشکر مین تہا جبکہ وہ خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کے لئے مکہ پر حملہ آور ہوا تہا (دیکھو ابرہہ و اصحاب فیل) یہ ہاتھی محمود نسل کا تہا۔جو ہاتھیون کی ایک عظیم الخلقت نوع تھی جو اب دنیا سے ناپید ہوگئی۔انگریزی زبان مین اس نسل کا نام مامتھ ہے۔عرب نے معرب کرکے محمود بنا لیا (ماخوذ از رحمۃ للعالمین بحوالہ تاریخ الدول العرب)

(۱۲۷) **پیمانہ** (ف) پیمایش کا آلہ۔ناپ۔اصطلاح تصوف مین وہ چیز جس سے انوار غیبی کا مشاہدہ ہوسکے۔

باب تائے فوقانی

(۱۲۸) تا (ع) نرم خاک۔ اور فارسی مین "تا" کے معنی اُس تک
اور تاکہ آتے ہین۔ تصوف مین خصوصًا شطاریون کی اصطلاح مین
سانس کو ناف کے نیچے سے سختی کے ساتھ لمبا کھینچنے کو کہتے ہین تاکہ حرارت
کی افزونی کا باعث ہو۔ عبدالرزاق کاشی کی اصطلاحات مین مذکور
ہے کہ یہ کنایہ ہے ذات سے باعتبار تعینات اور تعددات کے۔
(تذکرۃ السلوک مصطلحات صوفیہ)

(۱۲۹) **تابعین** (ع) جمع ہے تابعی کی اور تابعی کے معنی فرمانبردار
کے ہین۔ اصطلاح محدثین مین وہ مسلمان جنھون نے اصحاب آنحضرت
صلعم مین سے ایک یا زیادہ سے ملاقات کی ہو۔ تابعین کہلاتے
ہین (لغات کشوری) ایک صاحب نے تابعین کی تعریف ان الفاظ
مین کی ہو کہ وہ لوگ جنھون نے آنحضرت صلعم کی زیارت کا شرف تو
حاصل نہین کیا لیکن صحابہ کی زیارت کی اور اُن سے مستفید ہوئے
عام اس سے کہ وہ آنحضرت کے زمانہ مین ہون مگر زیارت کا موقع نہین
ملا یا عہد نبوی کے اخیر مین پیدا ہوے اس لئے آپ سے مشرف نہو
یا آپ کی وفات کے بعد پیدا ہوے۔ یہ سب بزرگوار تابعین مین
داخل ہین (رسالہ معارف) تابعین کی روایت کردہ احادیث مستند
تسلیم کی جاتی ہین۔

(۱۳۰) **تابوت** (ع) صندوق۔ جمع توابیت۔ سورۂ بقر
(پ ۲ رکوع ۳۲۔ آیت ۲۴۹) مین ہو۔ اور انکو ان کے نبی
نے کہا کہ بیشک اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمھارے
پاس وہ صندوق (تابوت) جس مین تمھارے پروردگار کی طرف سے
تسکین ہو اور جس مین آل موسیٰ و آل ہارون کا بقیہ ہے آجاویگا
اس کو فرشتے اٹھا لاوینگے اس مین بے شک تمھارے لئے نشانی ہو
گر تم ایمان والے ہو"

یہ تابوت ڈھائی ہاتھ لمبا اور ڈیڑھ ہاتھ چوڑا اور اتنا ہی
اونچا تھا۔ اور نہایت گران بہا لکڑی کا بنا ہوا۔ تابوت سکینہ کا
واقعہ توریت کی کتاب سموئیل مین بھی درج ہے۔ لیکن بعض واقعات
مین تقدم و تاخر ہو گیا ہو۔ اس کتاب کے باب ۴ درس ۲ مین ہے
کہ بنی اسرائیل اور فلسطیون مین بمقام ابن عزیر لڑائی ہوئی اور
فلسطی تابوت کو چھین لیگئے لیکن وہ اس کو مختلف مقامات پر منتقل
کرتے رہے تاکہ بنی اسرائیل تابوت کو چھین نہ سکین وہ مقامات
جہان تابوت منتقل ہوتا رہا کتاب سموئیل (اول) مین درج ہین
بالآخر جب فلسطی کمزور ہو گئے تو تابوت کو ایک گاڑی مین لاد کر معہ زرد
تحایف کے بیت الشمس کی سرحد مین جو بنی اسرائیل کا ایک شہر
فلسطیون کی سرحد پر تھا چھوڑ آئے اور اس طرح تابوت سکینہ عہد
طالوت مین بنی اسرائیل کے پاس آگیا۔ جمہور مفسرین کا خیال ہے
کہ اس گاڑی کو جس مین تابوت سکینہ تھا فرشتے ہانک کر لائے
تھے بعض کا بیان ہو کہ حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد تابوت سکینہ کو

فرشتے اوپر اٹھائے ہوئے تھے اور طالوت کو لاکر دیا۔لیکن صاحب تفسیر القرآن ان قیاسات کو غلط کہکر لکھتے ہین کہ چونکہ تابوت سکینہ کا ہاتھ آنا امر دشوار تھا اس لیے شموئیل پیغمبر نے تقویت قلب کے لیے کہدیا کہ اس کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہون گے اور یہ وہ جملہ ہے جو ایسے موقعون پر استعمال کیا جاتا ہے (ماخوذ از تفسیر القرآن)

اس سوال کا جواب کہ بقیہ آل موسیٰ و آل ہارون سے اس تابوت مین کیا تھا۔صاحب جلالین لکھتے ہین کہ۔

۱۔ دو تختیان توریت کی۔

۲۔ عصاے موسیٰ۔

۳۔ حضرت ہارون کی نعلین و عمامہ۔

۴۔ ایک مرتبان مین "من" (ترنجبین) کا نمونہ تھا جو بنی اسرائیل کی غذا کے لئے خدا نے نازل کیا تھا۔

۲۔ تابوت کے معنی مردہ کے کفن یا صندوق کے بھی ہین۔اسلام مین حضرت فاطمۃ الزہرا کا پہلا جنازہ ہے جو تابوت مین اٹھایہ ۱۱ھ/۶۳۲ء کا واقعہ ہے۔

۳۔ تابوت ان تعزیوں کو بھی کہتے ہین جو ایام محرم مین اٹھائے جاتے ہین (محرم) المختار نے ابن زیاد سے انتقام خون حسین علیہ السلام لینے کے لئے ایک لشکر بہ سرداری ابراہیم بن اشتر تیار کیا۔اس محاربہ مین ایک تابوت چادر سے ڈھکا ہوا خچر پر رکھکر ساتھ کیا گیا۔گو ابن زیاد کا لشکر تعداد مین زیادہ تھا لیکن تابوت کی موجودگی نے جو جوش ابراہیم بن اشتر کے لشکر مین پیدا کر رکھا تھا اس کا مقابلہ شامی لشکر نہ کر سکا اور بھاگ نکلا۔ابن زیاد قتل ہوا اور کامیابی ابراہیم بن اشتر کو حاصل ہوئی جو اس تابوت کے باعث ہوئی۔کہا جاتا ہے کہ تعزیہ کی ابتدا اسی تابوت سے ہوتی ہے۔

۴۔ تابوت سے مراد وہ صندوق خاص بھی ہے جس مین فرعون مصر کے خوف سے مادر موسیٰ نے حضرت موسیٰ کو بند کرکے دریاے نیل مین بہا دیا تھا۔اس واقعہ کا ذکر قرآن مجید کی سورۂ طٰہٰ پ ۱۶ رکوع ۲۔آیت ۳۹) مین ہے کہ جب تیری مان کی طرف ہم نے الہام کیا جو کچھ کہ الہام کرنا تھا کہ اس لڑکے کو صندوق (تابوت) مین بند کرکے دریا مین ڈال دے الخ

(۱۳۱) تاج (ع) بادشاہی ٹوپی۔جمع تیجان۔تاج کو بعض لوگ سر کا ایک زیور بتاتے ہین مگر اصل مین یہ ایک زیور نہین بلکہ زیور تمام مرصع اور مکلل ٹوپی کا نام ہے۔جو امتیاز کے لئے پہنی جاتی ہے۔ابتدا صرف بادشاہ ہی تاج پہنتے تھے لیکن زمانہ ما بعد مین شاہزادون۔امیرون اور معزز لوگون کو بھی حسب حیثیت تاج عطا کئے گئے۔اس امر کا پتہ لگانا کہ تاج کا موجد کون ہے نہایت مشکل ہے۔ہندوؤن مین ہم راماین اور مہابھارت کے زمانہ مین بھی مکٹ (تاج) کا رواج پاتے ہین مگر توراۃ کی بنا پر تاج کی ایجاد کا سہرا فرمان روایان نینوا (اشوریا) کے سر باندھا جا سکتا ہے چنانچہ علامہ مسعودی مروج الذہب مین لکھتے ہین کہ دنیا مین سب سے پہلے جس نے تاج پہنا وہ اشوریا کا بادشاہ سوسان تھا لیکن اس بیان کا دوسرا رخ بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ کیومرث پہلا ایرانی بادشاہ ہے جس نے تاج کو ایجاد کیا اور پہنا۔اس قول کی سند بھی ایرانی مسعودی کے بیان سے پیش کرتے ہین۔

تاج ابتدا مین پتون کا ایک ہار تھا جو سر مین لپیٹ لیا جاتا تھا بعد مین پھولون کا اضافہ ہوا لیکن جب قدرتی سادگی کو جواہرات اور سونے چاندی کی چمک نے دبا دیا تو تاج بھی مرصع اور جڑاؤ تیار

ہونے لگے۔ مرصع تاجون کی سب سے پہلی وضع یہ تھی کہ ایک پٹی مین
ایک ہیرا نصب کیا جاتا اور وہ پٹی سر مین لپیٹ کر پیچھے کی طرف
باندھی جاتی اور ہیرا پیشانی کے اوپر چمکتا رہتا۔ یونان کے سب سے
بڑے دیوتا جوپیٹر مصر کے یونانی فرمان روا بطلیموس اور ایران
شام کے بادشاہون کی مورتون پر اسی وضع کا تاج نظر آتا ہے
ہندوستان کے قدیم راجاؤن کے تاج بھی نہایت ہی قیمتی اور
مرصع بجواہر ہوتے تھے۔

تاج کا رواج ایرانی۔ یونانی اور رومی قومون مین ایک
عرصۂ دراز سے پایا جاتا ہے۔ یونانی اور رومیون مین تو یہ رواج
نہایت تعمیم کے ساتھ موجود تہا اور ہر وہ شخص جو کوئی قومی خدمت
انجام دے تاج پانے کا مستحق ہو جاتا تہا۔

عرب جاہلیت مین بھی تاج کا وجود ثابت ہوتا ہے چنانچہ
والی حیرہ و کندہ نے ساسانیون سے اور بنی غسان نے رومیون سے
تاج حاصل کیے تھے لیکن ظہور اسلام کے بعد چونکہ حکمرانی اور امارت
محض قوم کی نگہبانی اور خدمت گزاری کا نام ہو گیا تہا اس لیے
آنحضرت صلعم اور آپ کے جانشین خلفاء راشدین نے کبھی تاج سر پر
نہین رکھا لیکن جب اسلامی خلافت بادشاہت سے مبدل ہو گئی
تو مسلمان بادشاہون نے تاج کے عوض تاج کی کلغیان مرصع جیغون
کے ساتھ شاہی عمامون مین لگائین۔ سلاطین آل عثمان (ترک)
شاہان ہند اور فرمان روایان عجم کے تاج بھی کلغی دار عمامے تھے۔
ان کلغیون کا رواج بھی خلفاے بنی امیہ اور خلفاے بنی عباس
کے عہد تک ثابت نہین ہوتا۔ ایرانی سلاطین مین خصوصًا
اخیر زمانہ مین ایک لمبی۔ اونچی کنگرہ دار ٹوپی کا رواج معلوم ہوتا ہے
لیکن اس کو تاج سے کوئی تعلق نہین تھا (ماخوذ از رسالہ گداز)

۲- اس کلاہ کا نام جو مشائخ پہنا کرتے ہین تاج رکھا گیا ہو۔

(۱۳۲) **تاراج** (ف) لوٹ۔ غارت۔ اصطلاح صوفیہ مین اختیار
سالک کا سلب ہونا تاراج کہلاتا ہے۔

(۱۳۳) **تاریخ** (ع) کسی چیز کا وقت ظاہر کرنا۔ یا کسی واقعہ یا
حادثہ کا علم حاصل کرنا۔ لیکن اصطلاح حال کے مطابق اہل زمانہ
کے گزشتہ واقعات و حالات کے اس بیان کو تاریخ کہتے ہین جو
روایتًا صحیح ہون اور روایتًا ان کی صحت کی تصدیق ہو سکے۔ قدیم
مورخین اسلام نے جسقدر تاریخین لکھی ہین ان مین سلسلہ سند واقعات
و حالات درج کر دیے ہین لیکن امام ابن خلدون جو آٹھوین
صدی ہجری مین گذرا ہے اور فن تاریخ کا امام مانا گیا ہے درایت
کو تاریخ کی اصل چیز بتاتا ہے تاکہ فن تاریخ کی غرض و غایت سے
انسان فائدہ اٹھا سکے اور گذشتہ واقعات اور حالات سے تجربہ
حاصل کر کے اُن خار دار راستون سے خود کو بچا سکے جو اُمم سابقہ
کی بربادی کا باعث ہوے ہین۔

قدیم اور وحشی انسان کی تاریخ موجود نہین نیم شایستہ ہو جانے
کے بعد بھی انسان مین تاریخ لکھنے کی قابلیت پیدا نہین ہوئی
لیکن تمدن کے ارتقا کے ساتھ ساتھ تاریخی مسالہ موجود ہو جاتا
ہے اس لئے صرف انھین قومون نے فن تاریخ مین ترقی کی
جن کا تمدن سریع الانقلاب اور جلد جلد ترقی کرنے والا ثابت
ہوا ہے۔

مندرجہ بالا قیاس پر تاریخ کی عمر چار ہزار سال کی قرار دی
جا سکتی ہے اور توریت مقدس کی تاریخی کتابون کو فن تاریخ کی تعمیر کا

خشت اولین تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ یہودیون کا تاریخی زمانہ ختم نہ ہونے پایا تھا کہ یونانیون کا عہد شروع ہوا یونانیون کے جانشین رومی ہوے اور ان کے بعد عربون نے میدان تاریخ مین قدم رکھا۔ عربون کے بعد سے تا ایندم رشتہ تاریخ منقطع نہین ہوا۔

تاریخ باعتبار طرز عبارت تین قسمون مین منقسم کی جاسکتی ہے تاریخ قدیم یا شاعرانہ تاریخ جس کو یونانیون نے ایجاد کیا۔ تاریخ متوسط جس کی بنا صحت روایت پر ہے اور جو خاص عربون کی ایجاد ہے اور تاریخ جدید جو درایت کو اصل اصول تسلیم کرتی ہے۔

ہم اس مقام پر صرف تاریخ متوسط سے جو عربون کی ایجاد ہے بحث کرینگے ضمنی طور پر تاریخ قدیم و جدید کا تذکرہ بھی آجائے گا۔

تاریخ متوسط مین عربون کا سارا زور روایت کی صحت پر صرف ہوا ہے رنگینی اور شاعرانہ طرز کے بجاے اس مین متانت اور سنجیدگی کو زیادہ دخل ہے۔ عرب مورخ جب یہ دیکھتا ہے کہ کوئی واقعہ روایتی طور پر پایۂ تصدیق کو پہونچ جاتا ہے تو وہ بلاکم و کاست بیان کردیتا ہے واقعات کو درایتاً جانچنا اور صحیح استدلال سے منطقی نتائج استخراج کرنا البتہ وہ اپنے فرض مین داخل نہین سمجھتا۔ اس قسم کی تاریخ گو موجودہ زمانہ کے مذاق کے موافق اعلیٰ درجہ کی نہ سمجھی جاے لیکن اس مین یہ خوبی ضرور ہے کہ واقعات کا اصلی خط و خال معلوم ہوجاتا ہے اور مورخ کے ذاتی مذاق اور تعصبات کا اس پر کچھ اثر نہین پڑتا (ماخوذ از رسالۂ آفتاب)

عرب اولاً گذشتہ واقعات اور قبایل کی لڑائیان زبانی یا اشعار مین محفوظ رکھتے تھے اس لیے صحت قائم نہ رہ سکی ورنہ واقعہ کی صحیح تاریخ معلوم ہوسکی البتہ ظہور اسلام کے بعد عربی تاریخ نے نیا قالب اختیار کیا اور مسلمانون نے ملکی و مذہبی تاریخ لکھی ملکی تاریخ کو تاریخ اور مذہبی تاریخ کو سیر کہتے ہین۔ فن سیرت مین ایک شاخ موسوم بہ علم رجال قائم کی جس کی رو سے رواۃ کی ثقاہت سے بحث کیجاتی ہے یہ علم رجال عربون کا حصہ ہے اس علم کی بدولت کم از کم ایک لاکھ اشخاص کے حالات قلم بند ہوگئے۔ اور اگر ڈاکٹر اسپرنگر کے قول کا اعتبار کیا جائے تو یہ تعداد پانچ لاکھ تک پہونچتی ہے۔ اس علم مین طبقات الصحابہ ایک جامع اور مفصل کتاب ہے جس کو محمد بن سعد (المتوفی ۲۳۰ھ/۸۴۴ع) نے تصنیف کیا۔ اس کے بعد طبقات الشعراء ہے جسکو ابن قتیبہ (المتوفی ۲۷۶ھ/۸۸۹ع) نے ترتیب دیا۔

اہل اسلام نے سیر کی طرف سب سے پہلے توجہ کی اور اس کی وجہ بھی ظاہر ہے کہ وہ علم قرآن تفسیر اور تدوین احادیث مین مشغول ہوے تو ان کو آنحضرت صلعم کے سوانح ذاتی اور واقعات اور اخلاق کا تذکرہ کرنا لابدی ہوگیا۔ اس لئے انھون نے سیرۃ نبی پر قلم اٹھایا اور سب سے پہلے جس شخص نے اس کو کتابی شکل مین مدون کیا وہ محمد بن اسحاق ہے جس کی وفات ۱۵۱ھ/۷۶۸ع مین ہوئی۔ صاحب کشف الظنون اولیت کا سہرا محمد بن مسلم کے سر باندھتے ہین اور لکھتے ہین کہ اس نے ۱۲۴ھ/۷۴۱ع مین سب سے اول ایک کتاب مغازی مین لکھی یعنی اس نے غزوات آنحضرت صلعم اور ان کے متعلقات کو قلم بند کیا۔ ایک قول یہ بھی پایا جاتا ہے کہ پہلا شخص جس نے مغازی اور سیر مین کتاب لکھی وہ عروہ بن الزبیر ہے اس کی وفات ۹۳ھ/۷۱۲ع مین ہوئی پھر وہب بن منبہ (المتوفی ۱۱۴ھ/۷۳۲ع) نے اس فن مین دوسری کتاب لکھی لیکن یہ کتابین ضائع ہوگئین اور اقدم تصنیف آنحضرت صلعم کے احوال مین سیرۃ ابن ہشام (المتوفی ۲۱۳ھ/۸۲۸ع) ہے یہ کتاب

سیرت ابن اسحاق سے منقول اور ماخوذ ہے۔

سیرۃ اور مغازی کے بعد مسلمانون نے وہ تاریخی کتابین لکھین جن کا تعلق فتوحات ممالک سے تھا۔ انمین فتوح البلدان اور فتح الامصار بلاذری (المتوفی ٢٨٩ھ/٩٠١ء) قابل ذکر ہین غرضکہ نصف صدی ہجری تک مسلمانون کے پاس تاریخ کی کتابین، طبقات۔ مغازی۔ سیر اور فتوح مین تھین لیکن اب اُن کی جولانی طبع نے ایک اور نیا میدان پیدا کیا؛ وہ قوم اور ممالک کے حالات کی طرف متوجہ ہوے چنانچہ یعقوبی (المتوفی ٢٧٧ھ/٨٩٠ء) نے ایک تاریخ دو جلدون مین ان حالات پر لکھی۔ پہلی جلد مین اقوام قدیم مثلاً یہود۔ ہنود۔ یونانی اور فارسی وغیرہ کی تاریخ ہے اور دوسری جلد مین اسلام کے ابتداے زمانہ سے لیکر معتمد باللہ عباسی تک کے حالات درج ہین جو ٢٥٦ھ/٨٦٩ء مین سریر آراے خلافت ہوا ہے۔ اس کے بعد ابن جریر طبری نے جو مشہور مفسر بھی ہین اور جن کی وفات ٣١٠ھ/٩٢٢ء مین ہوئی ہے فن تاریخ مین ایک کتاب لکھی جو تاریخ کبیر کے نام سے موسوم ہے۔ یہ کتاب سن وار حالات اور واقعات پر ترتیب دیگئی ہے اور ٣٠٢ھ/٩١٤ء تک کے واقعات بیان کئے گئے ہین۔ طبری کی وفات کے بعد فرغانی نے تاریخ کبیر مین اضافہ کیا اور ٣١٢ھ/٩٢٤ء تک کے حالات قلم بند کردیے۔ تاریخ کبیر کے بعد مروج الذہب مصنفہ مسعودی (المتوفی ٣٤٦ھ/٩٥٧ء) کا نمبر آتا ہے۔ مسعودی نے اپنی کتاب مین علاوہ تاریخی حالات کے شہرون۔ دریاؤن اور حیوانات کے حالات کا بھی مفصل تذکرہ لکھا ہے۔ اس کے بعد حمزہ اصفہانی نے سنی الملوک الارض لکھی جس کا سن تالیف ٣٥٠ھ/٩٦١ء ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی متعدد تصانیف فن تاریخ مین ہوئین لیکن انمین کوئی جدت نہین ہوئی بلکہ اپنے سلف کی صداے بازگشت ہین۔

اب زمانہ نے دوسرا پلٹا کھایا اور دولت اسلامیہ عربیہ کی جگہ ترکون، کردون اور بربریون کی سلطنتین قائم ہوئین۔ ان انقلابات نے فن تاریخ کے سکون کو توج سے بدل دیا۔ چنانچہ ابن اثیر کی مشہور تصنیف الکامل انہین انقلابات کی یادگار ہے۔ ابن اثیر کی وفات ٦٣٠ھ/١٢٣٢ء مین ہوئی ابن اثیر کے بعد ابوالفداء (المتوفی ٧٣٢ھ/١٣٣١ء) نے الکامل کا خلاصہ کیا۔ اس خلاصہ کے ساتھ ساتھ ادباء اور علماء کے حالات اور ایام جاہلیت کے واقعات کا بھی اضافہ کیا۔ حالات کی ترتیب سن وار قائم کی۔

تاریخ ابوالفداء کا خلاصہ ایک دوسرے مورخ عمر وبن وردی (المتوفی ٧٤٩ھ/١٣٤٨ء) نے کیا۔

غرضکہ ساتوین صدی ہجری کے اختتام تک گو فن تاریخ نے خاصی ترقی کرلی تھی اور اس فن کے ہر شعبہ پر متعدد تصانیف موجود تھین لیکن ان سب کا دارومدار روایت پر تھا۔ درایت سے ان تالیفات کو کچھ تعلق نہ تھا کہ امام ابن خلدون (المتوفی ٨٠٨ھ/١٤٠٥ء) میدان مین آتا ہے اور تاریخ نویسی کا اصل اصول درایت کو قرار دیتا ہے۔ ابن خلدون پہلا مورخ ہے جس نے فلسفۂ تاریخ پر قلم اٹھایا اور عربون کے عروج و زوال کے اسباب اور وجوہ نہایت متانت اور قابلیت سے بیان کیے۔ ابن خلدون کے اس بنیادی فلسفۂ تاریخ نے یورپ مین جاکر عظیم الشان برگ و بار پیدا کئے چنانچہ دور حاضر مین مطالعہ تاریخ کا صحیح مفہوم اسباب و علل کے دریافت کرنے اور انہین نتائج وغیرہ سے وابستہ کرنے کے علاوہ اقوام و ملل کی ترقی و تنزل اور عروج و پستی پر ان کی داغی

اجتماعی مذہبی اور سیاسی روشنی مین بحث کرتا ہو۔

تاریخ عالم کے ساتھ ساتھ بعض مورخین نے ایک ایک شہر کے حالات پر بھی مبسوط کتابین لکھی ہین۔ ان مین سے تاریخ بغداد من تصنیف خطیب بغدادی (المتوفی ۴۶۳ھ / ۱۰۷۱ء) تاریخ دمشق من تصنیف ابن عساکر (المتوفی ۵۷۱ھ / ۱۱۷۵ء) اور اخبار مصر القاہرہ من تصنیف ابوالمحاسن اور سیوطی خاص طور پر قابل ذکر ہین۔

عربون کا اپنے معاصرین سے تاریخ نویسی مین گوے سبقت لیجانا محض اس وجہ سے تھا کہ ان کا تمدن سریع الانقلاب رہا۔ جب تک ان کی سلطنتون کے اصول مین تغیر ہوتا رہا ان کے یہان طبری مسعودی۔ ابن الاثیر۔ ابوالفدا اور ابن خلدون جیسے جلیل القدر مورخ پیدا ہوتے رہے لیکن جب ان کا تمدن غایت قصوی کو پہونچکر ساکن ہو گیا اور اس مین زوال کے آثار نمایان ہونے لگے تو مورخون کا وجود بھی عنقا ہو گیا۔

(۱۳۴) تاسیس (ع) بنیاد رکھنا۔ جڑ بنانا۔ اور مضبوط کرنا اصطلاحاً نظام حکومت قائم کرنا۔ قرآن مجید مین تاسیس حکومت کے متعلق چند کلیہ درج ہین جن سے جزئی اور فروعی احکامات استنباط کرنا حکومت کا فرض ہو۔ اساسی اصول یہ ہین۔

۱۔ امانت وحقوق حق دارون کو ملنے چاہئے (سورۂ نساء پ ۵ رکوع ۸۔ آیت ۶۳) مین ہو کہ اللہ تم کو حکم دیتا ہو کہ امانت اس کے مالک کو ادا کرو۔

۲۔ حکومت اسلامی ہو۔ سورۂ آل عمران (پ ۳ رکوع ۳ آیت ۲۶) مین ہو سواے مومنین کے کافرون کو دوست مت بناؤ۔

۳۔ مشورہ پر حکومت مبنی ہو۔ سورۂ شوریٰ (پ ۲۵ رکوع ۴ آیت ۱۔ ۲۹) مشورے کے لئے عامہ مسلمین ہی مکلف نہین ہین بلکہ خود رسول صلعم کے لئے بھی مشورہ ضروری تھا چنانچہ خداے تعالیٰ رسول صلعم کو خطاب کرتے ہوے فرماتا ہے کہ مومنین کے ساتھ مشورہ کرو (سورۂ آل عمران پ ۴ رکوع ۱۷۔ آیت ۱۵۳)

۴۔ حکومت کی اطاعت کرو (سورہ نساء پ ۵ رکوع ۱۱۔ آیت ۸۶) مین اولوالامر کی اطاعت کا حکم ہے۔ ان سیاسی اصول اربعہ کی تحت مین حکومت کا پانچوان اصول علماء اہل سنت نے یہ قائم کیا ہو کہ اسلام خلافت مین وراثت تسلیم نہین کرتا چنانچہ امیر معاویہ کی تشکیل دی ہوئی ارثی خلافت صرف دنیوی سلطنت تسلیم کی گئی ہو۔

(۱۳۵) تانی (ع) تاخیر۔ درنگ۔ حدیث نبوی ہے کہ کامون مین درنگ اور آہستگی کرنی اللہ کی طرف سے ہے یعنی اس کے الہام سے ہے اور جلدی کرنی شیطان سے ہے یعنی اس کے دسوسے (المشکوۃ باب الحذر) لیکن نیک کامون مین تاخیر بہتر نہین (ترمذی) ہر کام کا نیک انجام چاہتا ہے کہ نیک و بد پہلو پر کامل خوض کرکے بہتر پہلو اختیار کیا جاے لیکن عجلت اس خوض کا موقع نہین دیتی اور بالآخر ابتری پیدا کرتی ہے اس لیے کہا گیا ہے کہ ؎

کہ تعجیل کار شیاطین بود

عمل صالح مین جلدی کرنے کا حکم قرآن مجید مین بھی موجود ہے چنانچہ۔

۱۔ سورہ بقر پ ۲ رکوع ۱۸۔ آیت ۱۴۴) مین ہے۔ بس تم دوڑ کر بھلائی کو لو۔

۲۔ المائدہ (پ ۶ رکوع ۷۔ آیت ۵۳) پھر سبقت کرو نیکی مین اللہ کے پاس تم سب کو جانا ہے۔ الخ

(۳۶۶) **تاویل** (ع) بیان کرنا- ایک احتمال کو دو احتمالون مین سے پھیرنا اور رد کرنا- کلام کو ظاہری معنی سے پھیرنا- عموماً تفسیر مرادف لفظ ہے تاویل کا لیکن ارباب تفاسیر نے ان دونون لفظون کے معنی مین فرق قایم کیا ہے اور وہ یہ کہ تفسیر سے مراد تو قرآن مجید کے معنی ظاہر کا کشف کرنا ہے اور تاویل سے مقصود معنی باطن کا سمجھنا-

یہ سوال کہ قرآن مجید مین کہان کہان تاویل جایز ہے اور کہان نہین نہایت اہم اور پیچیدہ ہے- علمار نے اس سوال کے مختلف جواب دیے ہین-

مجسمہ اور مشبہ طریق کے علمار کہتے ہین کہ ایک لفظ کی بھی تاویل جایز نہین یہان تک کہ قرآن مجید مین خدا کے لیے جہان ہات کا لفظ آیا ہے اس سے ہات ہی مراد ہین لیکن علمار باطنیہ کے نزدیک ایک لفظ بھی تاویل سے خالی نہین یہان تک کہ روزہ- نماز- حج اور زکوٰۃ سے بھی ظاہری معنی مراد نہین- یہ دونون قول تو افراط اور تفریط کی حد کو پہونچے ہوے ہین- اسلام کے باقیماندہ فرقون نے "خیر الامور اوسطہا" کو اپنا نصب العین قرار دے کر تاویل کے چند قواعد مقرر کیے ہین-

امام غزالی نے اپنی کتاب "التفرقۃ بین الاسلام والزندقۃ" مین تاویل پر ایک طویل اور مدلل بحث کی ہے- ہم اس کا اختصار درج کرتے ہین- امام صاحب نے وجود کے پانچ مدارج قرار دیے ہین:

۱- وجود ذاتی یعنی وجود خارجی-

۲- وجود حسی یعنی صرف حاسہ مین موجود ہونا مثلاً خواب مین ہم جن اشیا کو دیکھتے ہین ان کا وجود صرف ہمارے حاسہ مین ہوتا ہے یا جس طرح بیمارون کو جاگنے کی حالت مین خیالی صورتین نظر آتی ہین یا شعلۂ جوالہ کا دائرہ جو در حقیقت دائرہ نہین ہے- لیکن ہم کو دائرہ نظر آتا ہے-

۳- وجود خیالی- مثلاً زید کو ہم نے دیکھا پھر آنکھین بند کرلین تو زید کی صورت خواب مین ہماری آنکھون مین پھرتی ہے- یہ وجود خیالی ہے-

۴- وجود عقلی یعنی کسی شے کی اصلی حقیقت- مثلاً جب ہم کہتے ہین کہ یہ چیز ہمارے ہاتھ مین ہے اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہماری قدرت اور اختیار مین ہے تو قدرت اور اختیار ہاتھ کا وجود عقلی ہے-

۵- وجود شبہی یعنی وہ شے موجود نہین لیکن اس کے مشابہ ایک چیز موجود ہے-

ان اقسام کے بیان کرنے کے بعد امام صاحب تاویل کے اصول بتاتے ہین اور لکھتے ہین کہ جن اشیار کا ذکر شریعت مین ہے اول اس کا وجود ذاتی جاننا چاہیے- اگر کوئی دلیل قطعی موجود ہو کہ وجود ذاتی مراد نہین ہوسکتا تو وجود حسی- پھر خیالی- پھر عقلی پھر شبہی-

سرسید احمد نے امام صاحب کی متذکرہ بالا کتاب پر تبصرہ کرتے ہوے لکھا ہے کہ "خدا اور رسول کے کلام کے لیے تو خود انہی کے کلام سے انہین کے منشا و مراد سے- انہی کے سیاق کلام سے- انہی کی سباق عبارت سے انہی کے اصول "مقررہ" سے انہی کے کلام کی تفسیر سے- انہی کے کلام سے دلیل و برہان قائم کر کے اثبات کو تحقیق کرنا چاہیے کہ ان الفاظ کے کیا معنی ہین اور ان سے کیا مراد ہے حقیقی یا مجازی یا استعارہ ذاتی یا حسی، یا خیالی یا عقلی

یا شبہی پس جو تحقیق ہو وہی اسکے حقیقی معنی یعنی مراد قایل ہی بلا تاویل و بلا رد و قدح۔ پس یہی اصلی قانون ہی جو کلام پاک سے متعلق ہو سکتا ہی (ماخوذ از تہذیب الاخلاق)

(۱۳۷) تبارک اللہ (ع) پاک اور بزرگ ہی اللہ۔ اس کلمہ کا استعمال مدح مین بوقت تعجب کیا جاتا ہی۔

(۱۳۸) تبذیر (ع) بے اندازہ خرچ کرنا۔ گھانس کا زمین سے اگنا۔ عرف شرع مین کسی چیز کو اُس کے مصرف کے علاوہ خرچ کرنے کو تبذیر کہتے ہین۔ سورہ بنی اسرائیل (پ ۱۵ رکوع ۳۔ آیت ۲۸) مین ہی کہ مبذرین (یعنی بیجا خرچ کرنے والے) اخوان الشاطین ہین" یہ نہایت سخت وعید ہی اور اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ تبذیر ایک شدید جرم ہی۔ تبذیر کی مزید وضاحت ہم ایک مثال کے ذریعہ سے کرتے ہین تاکہ تبذیر کا مفہوم بخوبی سمجھ مین آجاے۔ یہ امر ظاہر ہی کہ دولت نفس کے ضروری آرام و آسایش۔ عزیز و اقارب کی اعانت اور اعمال حسنہ کی بجا آوری مین خرچ کرنے کے لئے ہے۔ اگر یہی دولت محض دنیوی عزت۔ جاہ و نمایش یا اور کسی ایسے ہی دکھلاوے کے کام مین لٹائی جاوے تو یہ فضول خرچی اصطلاح قرآن مین تبذیر سے تعبیر کی جاوے گی۔

(۱۳۹) تبرّا (ع) نفرت کرنا اور بیزار ہونا کسی کے افعال بد اور عادات رذیلہ کے سبب سے کوئی شخص اس سے علیحدگی اختیار کرے تو کہا جاتا ہی کہ اس شخص نے تبرا کر لیا یعنی الگ ہو گیا۔

تبرا مذہب شیعی کی خصوصیات مین سے ہے۔ اہل تشیع کا عقیدہ ہی کہ ظالمون سے نفرت اور بیزاری ظاہر کی جاوے یعنی اُن لوگون سے جو کسی چیز کو ایسی جگہ رکھ دین کہ وہ جگہ اس کے رکھنے کی نہ ہو۔ یا اس چیز کو ایسے شخص کے سپرد کر دین جو اس کا اہل نہ ہو شیخ صدوق نے ظالمون کے متعلق اپنا عقیدہ یہ تحریر کیا ہے کہ یہ لوگ ملعون ہین۔ بیزاری اور نفرت ان سے واجب ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ ظالمون کا روز قیامت کوئی مددگار نہ ہوگا۔ (سورہ آل عمران پ ۴ رکوع ۲۰ آیت ۱۹۲) پھر فرماتا ہے۔ "کوئی شخص اس سے بڑھ کر ظالم نہیں ہے جو خدا پر جھوٹ بولے یہ لوگ خدا کے حضور مین پیش کئے جاوینگے اور گواہی دینے والے کہین گے۔ یہی وہ لوگ ہین جنھون نے اپنے پروردگار پر جھوٹ بولا تھا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ ان ظالمون پر خدا کی لعنت ہے جنھون نے خدا کی راہ سے اُس کے بندون کو روکا اور اُس مین کجی ڈالنی چاہی۔ یہ لوگ آخرت کے منکر تھے۔ سورۂ ہود (پ ۱۲ رکوع ۲۔ آیت ۱۸) ماخوذ از رسالہ عقاید شیخ صدوق)

(۱۴۰) تُبّع (ع) شاہان یمن کا لقب تھا۔ جمع تبابعہ۔ لغویین عرب کے نزدیک تُبّع۔ تبع یا تبعیت سے مشتق ہے جس کے معنی پیروی کرنا یا پیرو کے ہین یہ بھی ممکن ہی کہ تبع عربی لفظ بمعنی متبوع ہو یعنی جس کی لوگ پیروی کرین۔ لیکن بہ تحقیق جدید یہ حبشی لفظ ہے جس کے معنی قادر اور صاحب قوت کے ہین۔ مزید تحقیق سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ یہ لفظ اصلاً سبائی یا حمیری ہے اور وہان سے انہین معنون (یعنی قوت و غلبہ) مین حبشی زبان مین منتقل ہوا ہے (ارض القرآن)

قرآن مجید مین لفظ تبع دو بار آیا ہی اور دونون بار یہ لفظ جبروت و عظمت اور قوت و زور کے اظہار کے موقعہ پر لایا گیا ہے پہلی آیت مین قوم تبع کو جبار قومون مین سے بتایا گیا ہے اور دوسری آیت مین قریش کو تنبیہ کی گئی ہے کہ قوت اور طاقت پر غرور کرنے کا انجام

وہی ہوتا ہی جو قوم تبع کا ہوا چنانچہ

۱- سورۂ ق (پ ۲۶ رکوع اول آیت ۱۴) مین ہو اس سے پہلے نوح کی قوم اہل رس۔ ثمود۔ عاد۔ فرعون۔ برادران لوط اہل ایکہ اور تبع کی قوم نے جھٹلایا۔

۲- سورہ دخان (پ ۲۵ رکوع ۲- آیت ۳۵) مین ہے کہ یہ (قریش) بہتر ہین یا تبع کی قوم یا جو قومین اُن سے پہلے گذرین۔ ہم نے ان کو برباد کیا کہ وہ نافرمان تہین۔

رواۃ عرب نے تبابعۂ یمن کی نسبت عجیب وغریب داستانین ان کی فتوحات اور ملک گیری کے سلسلے مین بیان کی ہین لیکن محقق ابن خلدون ان داستانون کو محض خیالی بتاتے ہین۔

موجودہ تحقیقات سے جس کی بنیاد ان کتبات پر ہے جو مستشرقین یورپ نے ڈھونڈھ کر نکالی ہین یہ بات پایہ ثبوت کو پہونچ جاتی ہو کہ تبابعہ (جو ملوک سبا و ریدان وحضر موت ہین) ۲۷۰ء سے ۵۲۵ء تک نہایت عظمت وجبروت کے ساتھ حکومت کر چکے ہین۔

ملوک تبابعہ کا مذہب اولاً کواکب پرستی تہا ۳۳۰ء مین جب یمن کے مقابل افریقی ساحل پر مصری رومیون کے اثر سے عیسائیت نے پر و بال پیدا کئے تو یمن بھی ان اثرات سے محفوظ نہ رہ سکا اور اہل نجران نے بتسمہ قبول کر لیا۔ لیکن سیاسی کشمکش کے باعث تبابعہ حمیر یہودیت کے زیادہ حامی تھے۔ یہی وجہ ہو کہ سوا عبد کلیل (۴۵۵ء-۴۵۹ء) کے اور کسی تبع نے عیسائی مذہب قبول نہین کیا۔

(۱۳۴۱) **تبع تابعین** (ع) وہ لوگ جنھون نے تابعین سے ملاقات کی ان کی روایت کردہ احادیث کو محدثین تنقید کی کسوٹی پر کس لینے کے بعد قبول کرتے ہین۔

(۱۳۴۲) **تَبَنّی** (ع) بیٹا بنانا گود لینا۔ سورۂ احزاب (پ ۲۱ رکوع اول آیت ۴) مین ہو کہ "اور اللہ نے کسی کے اندر دو دل نہین بنائے ہین اور اللہ نے ان بیویون کو جن کو تم ماں کہہ بیٹھے ہو تمھاری مائین نہین بنایا اور نہ تمھارے منہ بولے بیٹون کو تمھارا بیٹا بنایا ہے۔ یہ تمھاری باتیں تمھارے منہ کی اللہ سچ کہتا ہے اور وہی راستہ بتاتا ہے" پس اسلامی شریعت مین کسی قسم کا متبنیٰ معتبر نہین۔

مشرکین عرب کا اعتقاد تہا کہ لاولد مرنا نجات اُخروی کا مانع ہو اس لئے وہ اس شخص کو جو لاولد مرتا تہا "ابتر" یعنی دُم بریدہ کے مکروہ لقب سے یاد کرتے تھے۔ یہی عقیدہ پارسیون اور اہل ہنود مین بھی ہے اور زمانہ سلف مین رومی بھی اسی عقیدہ کے قایل تھے اس لئے تبنیت کا رواج نہایت قدیم زمانہ سے پایا جاتا ہے۔ لیکن اسلام نے پسر مجازی اور پدر مجازی مین ویسی قرابت کو جایز نہین رکھا جیسی کہ حقیقی اور پشتینی مین ہوتی ہو۔

مسئلہ تبنیت مین اسلامی قانون انگریزی قانون سے مماثلت رکھتا ہے۔

(۱۳۴۳) **تبوک**۔ شام اور وادی القری کے درمیان ایک قصبہ کا نام تبوک ہو جس کو ۱۲ھ / ۶۳۳ء مین مسلمانون نے فتح کیا۔ قبل ازین آنحضرت صلعم کی معیت مین ۹ھ / ۶۳۰ء مین تبوک پر فوج کشی کر چکے تھے لیکن قیصر روم کی سپاہ کا پتہ نہین لگا۔ اور آنحضرت صلعم جنکے جلو مین ۳۰ ہزار صحابہ تھے سرحد پر امن قایم کر کے اور ۲۰ روز قیام فرما کر واپس مدینہ تشریف لے آئے۔ اس غزوہ مین بعض چھوٹی چھوٹی عیسائی حکومتون سے سیاسی معاہدات قایم ہوے جس سے سرحد پر امن کا اطمینان بڑھ گیا۔ حجاز ریلوے کا تبوک آجکل ایک مشہور اسٹیشن ہو (اسلامی اٹلس)

(۱۴۴۴) **تُتُن** (ع) تنباکو۔ ترکی و عربی مین تتن۔ ملک شام کے بعض
حصص مین تبغ اور ہندوستان مین تنباکو کہتے ہین۔ اس کے پتے
گدھے کے کان کے مشابہ ہوتے ہین۔

تنباکو کے رواج کے متعلق ایک روایت دیکھی گئی ہے جس کی تاریخی
سند تو نہین ملی لیکن دلچسپی کے لحاظ سے قابل اندراج ضرور ہے۔ کہا جاتا
ہے کہ پہلے پہل کسی طبیب نے اپنے کسی مریض کے لئے اس کا دھوان تجویز
کیا تھا اور کوئلون پر اس کے پتے ڈال کر کسی نلی سے اس کا دھوان کھینچنے
کو بتایا تھا۔ ہوتے ہوتے لمبی گردن والی چلم تک نوبت پہونچی پھر اس کے
نیچے بانس کی نلی تجویز ہوئی۔ پھر اس نلی کے نیچے ایک صراحی اور دوسری
نلی بنائی گئی۔ ایک رات وہ صراحی پرنالے کے نیچے رہ گئی۔ رات کو بارش
کی وجہ سے اس صراحی مین پانی بھر گیا۔ حسب معمول جب مریض اس تنباکو
کو استعمال کرنے لگا تو اس مین گڑگڑ کی آواز سنائی دی مریض نے
حیران ہو کر آواز کا سبب معلوم کیا۔ تو سوائے پانی کے اور کوئی سبب معلوم
نہ ہوا۔ بالآخر ایک شاندار حقہ بن گیا۔ جو اس وقت تک چلا آتا ہو۔

تنباکو سترہوین صدی عیسوی مین ترکستان۔ عرب اور ایشیا کے بعض
دیگر حصص مین مروج ہوئی اور بہت جلد مقبول عام ہو گئی۔

جس طرح تاش کھیلنا قمار بازی کا دیباچہ ہے اُسی طرح حقہ نوشی
تمام نشون کی ابتدا ہو۔ صاحب خلاصۃ التواریخ لکھتے ہین کہ جہانگیر بادشاہ
نے حقہ نوشی کے نقصانات پر خیال کر کے تنباکو نوشی کی سخت ممانعت کی اور
بذریعہ ایک فرمان کے عدول حکمی کی سزا ہونٹ کا قطع کرنا مقرر کی اسیطرح
ملکہ انگلستان یعنی ایلیزبتھ نے بھی تمباکو کی روک تھام مین تحریری حکم نافذ کیا۔

اطبا کہتے ہین کہ تنباکو نوشی کے مضار کے مقابلہ مین فوائد صفر کا
درجہ رکھتے ہین اور حقہ پینے والے بالعموم امراض سینہ مین مبتلا پائے
جاتے ہین (ماخوذ از رسالہ ارسطو)

اہل اسلام مین استعمال تنباکو کی نسبت مختلف اقوال پائے جاتے
ہین اہل حدیث اس کے غیر مشروع ہونے کے قایل ہین فرقہ اسمٰعیلیہ مین
بھی تنباکو نوشی ناجایز قرار دی گئی ہے وجہ حرمت غالباً وہ سرور ہے
جو تنباکو پینے سے حاصل ہوتا ہو۔ غایۃ الاوطار مین جو فقہ حنفیہ کی
مستند کتاب ہے تنباکو نوشی کو حرام لکھا ہے بعض علما اس کو مباح
قرار دیتے ہین لیکن اُس کے پینے اور نہ پینے کو برابر خیال کرتے ہین۔

ہندوستان مین تنباکو کی مقبولیت کا اندازہ اس امر سے
ہو سکتا ہو کہ وہ مساجد تک مین پی جاتی ہے لیکن افغانستان یا وسط
ایشیا کے دیگر ممالک اس رواج سے مستثنیٰ ہین۔ اخوند سوات نے
بھی تنباکو کی ممانعت اس وجہ سے کر دی ہے کہ وہ نشہ اور فرحت خیز
سرور پیدا کرتی ہے جو مفتر یعنی عقل مین فتور پیدا کرنے والا ہوتا ہے
رسالہ "ارسطو" مین لکھا ہے کہ تنباکو کی پیداوار کے لحاظ سے
امریکہ کو اول درجہ حاصل ہو۔ ہندوستان دوسرے درجہ پر ویسٹ
انڈیز اور جاپان تیسرے درجہ پر ہین۔ یورپ مین بھی ہر سال کافی
مقدار مین تنباکو کاشت ہوتا ہے اور ساری دنیا کے لئے ایک سال
کے واسطے تقریباً ۲۰ لاکھ من تنباکو کی ضرورت پڑتی ہو۔

(۱۴۴۵) **تَثَاوُب** (ع) جمائی۔ دہن درہ۔ جمائی کے متعلق جو
حدیث ابوہریرہ سے مروی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا چھینک
کو دوست رکھتا ہے اور جمائی کو مکروہ۔ پس تم مین سے جس کسی کو
جمائی آئے تو اس کو دباؤ جہان تک ممکن ہو (اگر روک لینے پر قادر نہو
تو اپنے بائین ہاتھ کی پشت منہ پر رکھ دو) جو کوئی جمائی لینے کو منہ کھولتا
ہو تو شیطان خوش ہوتا ہو (المشکوٰۃ کتاب الآداب باب العطاس والتثاؤب)

واضح ہو کہ حق تعالیٰ کا چھینک کو دوست رکھنا اور جماہی کو مکروہ ان کے نتیجے اور ثمرے کے اعتبار سے ہے۔ چھینک دماغ کی بیداری اور قوائے مدرکہ کی صفائی کا باعث ہوتی ہے لیکن جماہی سے غفلت کسالت اور بدفہمی پیدا ہوتی ہے۔

(۲۴۶) تثلیث (ع) تین حصوں میں تقسیم کرنا۔ نصاریٰ کے فرقہ تثلیثیہ کا اعتقاد ہے کہ خدائے تعالیٰ تین کا تیسرا ہے یعنی الوہیت میں باپ۔ بیٹا اور روح القدس مساوی الحیثیت ہیں اس عقیدۂ تثلیث کا ابطال قرآن مجید میں متعدد مقامات پر کیا گیا ہو مثلاً۔

۱۔ سورۂ نسار (پ ۶ رکوع ۲۳۔ آیت ۱۶۹) میں ہو کہ اے اہل کتاب اپنے دین میں حد سے مت بڑھو۔ اور خدائے تعالیٰ کی نسبت سوا حق کے کوئی بات مت کہو مسیح عیسیٰ بن مریم تو صرف اللہ کا رسول ہو اور اس کا کلمہ جس کو اس نے مریم کی طرف ڈالا تھا اور (پیدا کی ہوئی) روح ہو پس تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور تین (ثلثہ) مت کہو۔

۲۔ سورۂ مائدہ (پ ۶ رکوع ۱۰۔ آیت ۷۷) میں ہو کہ بے شک کافر ہوئے جنھوں نے کہا کہ اللہ تین میں کا ایک ہے (ثالث ثلثۃ) اور کچھ نہیں ہے مسیح ابن مریم مگر رسول۔ گذر چکے ہیں اس سے پہلے بہت رسول اور اسکی ماں سچی دل سے خدا کی ماننے والی ہے اور وہ دونوں کھانا کھاتے تھے (یعنی بشر تھے) الخ

۳۔ سورۂ مائدہ (پ ۷ رکوع ۱۶۔ آیت ۱۱۶) میں ہے کہ۔ اور جب کہے گا اللہ اے عیسیٰ ابن مریم کیا تونے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھکو اور میری ماں کو دو خدا مانو اللہ کے سوا۔ الخ

مسئلہ تثلیث دین عیسوی کا مسلم مسئلہ ۳۲۵ء میں جب نیقیہ کی مشہور کونسل منعقد ہوئی تسلیم کیا گیا۔ اس کونسل میں یہ بحث چھڑی کہ الوہیت میں مسیح کا کیا درجہ ہے۔ آیا اقالیم ثلاثہ (باپ۔ بیٹا اور روح القدس) مساوی الحیثیت ہیں یا انمیں فرق مراتب ہو۔

پادری اریوس کی رائے یہ تھی کہ بیٹا باپ کے مانند ازلی نہیں ہو سکتا لیکن یہ صدا نقارخانہ میں طوطی کی آواز بن کر خالی گئی اور کونسل نے بالاتفاق یہ فیصلہ کیا کہ جو شخص باعتقاد یہ کہو کہ کسی وقت میں خدا کے فرزند کا وجود نہ تہا یا پیدا ہونے سے قبل وہ موجود نہ تہا یا وہ نیست سے ہست کیا گیا یا کسی ایسے مادہ یا جوہر سے اس کی تخلیق ہوئی جو ربانی نہیں ہو یا وہ مخلوق یا متغیر ہے تو ایسے شخص کو کلیسا مقدس ملعون قرار دیتا ہے۔ اس فیصلے کا صادر ہونا تھا کہ قیصر قسطنطین کی تیغ خون آشام اس کی حمایت میں بے نیام ہو گئی۔ اور تلوار کے زور سے تثلیث کے عقیدہ کی اشاعت شروع ہوئی۔

اس کونسل میں جو فیصلہ ہوا وہ مسیح ابن مریم کی الوہیت کے بارہ میں تہا۔ لیکن "ماں" اس وقت تک اس شرف سے محروم تھی یہاں تک کہ ایک صدی گذر گئی لیکن اس زمانہ میں رومی یونانی اور مصری توہمات اور رسومات مسیحیت میں اپنا اثر پیدا کرتے رہے اور بالآخر حضرت مریم کی پرستش بھی بحیثیت خدا کی ماں کے جزو دین بن گئی۔ حالانکہ قسطنطنیہ کے بطریق نسطور نے ۴۲۷ء میں اس بدعت کے خلاف آواز بلند کی لیکن میدان رقیبوں کے ہاتھ رہا۔ اور صرف یہی نہیں ہوا کہ حضرت مریم کی پرستش قایم ہوئی بلکہ انکا درجہ حضرت مسیح سے برتر تسلیم کیا گیا۔ اس خوش اعتقادی نے یہاں تک ترقی کی کہ دسویں صدی عیسوی میں حضرات مریم کی خاص پرستش رومن کیتھلک چرچ میں شروع ہو گئی اور روز شنبہ

اس عبادت کا دن قرار پایا۔

چونکہ مسئلہ تثلیث کی اشاعت بزور تلوار قیصر قسطنطین نے کی تھی اس لئے عقل کا دخل ایک گناہ عظیم قرار پایا۔ حقیقتاً مسئلہ تثلیث اپنی جہلیت اور اعجوبیت کے لحاظ سے عقدۂ لاینحل ثابت ہوا ہی علماے نصاری تو اس مسئلہ مین عقلی گفتگو کرنا گناہ عظیم سمجھتے ہین لیکن علماے اسلام نے اس گتھی کو سلجھانے کی کوشش کی ہی۔ ان کی محنت کا ثمرہ ذیل مین درج ہی۔

۱۔ صاحب بیضاوی لکھتے ہین کہ تثلیث مین اللہ المسیح اور مریم داخل ہین اور نیز یہ کہ نصارے اب سے مراد باپ یا اللہ کی روح اور ابن سے مراد بیٹا یا اللہ کا علم اور روح القدس سے مراد خدا کی زندگی لیتے ہین۔

۲۔ صاحب "انسان کامل" لکھتے ہین کہ انجیل کا آغاز اسم اب ابن اور ام کے ساتھ ہی پس قوم نصارے نے اس کلام کے ظاہری معنی لئے اور انھون نے یہ گمان کیا کہ اب، ابن اور ام سے روح، مریم اور عیسی مراد ہین پس انھون نے کہا کہ اللہ تین کا تیسرا ہے (سورۂ مائدہ پ ۶ رکوع ۱۰۔ آیت ۷۷) اور یہ نہ جانا کہ اب سے اسم اللہ اور ام سے کُنہہ ذات کہ جس کو ماہیت الحقایق کہتے ہین اور ابن سے کتاب یعنی وجود مطلق مراد ہی کیونکہ وہ ماہیت کنہہ کی فرع اور نتیجہ ہی اور اسیواسطے اللہ فرماتا ہے "وعندہ ام الکتاب (سورۂ رعد پ ۱۳ رکوع ۲۔ آیت ۳۹)

۳۔ صاحب غیاث اللغات اقنوم کی تشریح مین لکھتے ہین کہ اصطلاح نصاری مین اقنوم تین ہین۔ وجود حیات اور علم اور انکو اب، ابن، اور روح القدس کہتے ہین۔

(۱۴۷) **تثویب** (ع) واپس آنا (۲) بدلہ دینا (۳) مزدوری دینا (۴) کپڑے سے اشارہ کرنا (۵) نماز کی طرف بلانا۔ اصطلاح مین صبح کی اذان مین دوبار الصلوٰۃ خیر من النوم کہنا۔

(۱۴۸) **تجرد** (ع) اکیلا رہنا۔ مرد کا بغیر عورت کے زندگی گذارنا تجرد کی اصلی خوبی آزاد رہنا ہے اور یہ آزادی اُن طبائع کو جو بندش سے جلد متاثر ہو جاتی ہین نہایت مرغوب اور پسند خاطر ہوتی ہی اور صرف تزوتج کا خیال ہی انکے لئے سوہان روح بنجاتا ہی۔ دیکھا گیا ہی کہ مجرد عموماً عمدہ دوست۔ عمدہ آقا اور عمدہ غلام ثابت ہوتے ہین لیکن عمدہ رعایا نہین بن سکتے۔ عہدۂ قضا اور کرسئی انضاف پر بھی مجرد کامیاب تہی ثابت نہین ہوے۔

امام غزالی نے احیاء العلوم مین ایک باب نکاح پر باندہا ہی جو نکاح کے فوائد اور نقصانات پر مشتمل ہی فوائد کا تذکرہ تو تزوتج کے تحت مین آویگا انشاء اللہ تعالی لیکن محاسن تجرد جنکو نقصانات نکاح سے تعبیر کیا جاتا ہی یہ ہین۔

۱۔ حلال روزی کا حاصل کرنا۔

۲۔ اہل قرابت کی ایذا سے بری ہونا۔

۳۔ یاد الہی مین استغراق کا پیدا ہونا اور زن و فرزند کی محبت سے آزاد رہ کر صرف خدا ہی کی عبادت مین مشغول ہو جانا۔ لیکن حق یہ ہی کہ تجرد کی خوبیان تزوتج کی فضیلت کے مقابلہ مین ماند پڑجاتی ہین۔

(۱۴۹) **تجارت** (ع) سوداگری۔ بیوپار۔ تجارت کا مفہوم یہ ہی کہ کسی چیز کو کم دامون مین خرید کر زیادہ دامون مین بیچا جاوے اور اس کی زیادتی کو ذریعۂ معاش بنایا جاسے اس زیادتی کو جو فرد حجت

کی قیمت مین بمقابلہ خرید کی قیمت کے حاصل ہوتی ہو ربع یا فائدہ کہتے ہین - فائدہ حاصل کرنے کی دو ہی صورتین ہین -

اول یہ کہ کوئی چیز خرید کر نرخ بازار گران ہونے تک روکی جائے دوسری یہ کہ ایک جگہ کی چیز دوسری جگہ جہان اس کی زیادہ قدر ہو اور اچھی قیمت پائے لیجا کر فروخت کرین - تجارت کی شکل اول مین احتکار کو شارع علیہ السلام نے باطل خوری پر محمول کرکے حرام کردیا ہو لیکن شکل دوم کے جواز مین آیات قرآنی موجود ہین مثلاً

۱- سورۂ بقر (پ ۳ رکوع ۳۸ - آیت ۲۷۶) حلال کیا اللہ نے سوداگری کو اور حرام کیا سود کو - الخ

۲- سورہ بنی اسرائیل (پ ۱۵ رکوع ۸ - آیت ۶۸) تمھارا پروردگار وہ ہو جو تمھاری کشتی کو دریا مین روان کرتا ہو تاکہ تم اس کے فضل سے اپنی روزی تلاش کرو (یعنی تجارتون کے مال دریا مین لیے پھرتے ہو اور طرح طرح کے منافع حاصل کرتے ہو) بیشک وہ خدا تم پر مہربان ہو یعنی تمھارے مشکل کامون کو آسان کرتا ہو اور اسباب ایحتاج کو مہیا کرتا ہو -

تجارت کے متعلق آنحضرت صلعم کا ارشاد ہو کہ سچا اور امین مسلمان تاجر قیامت کے دن شہیدون کے ساتھ ہوگا - ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے قریش کو نصیحت فرمائی کہ ایسا نہ ہو کہ اغیار تم کو تجارت مین دبالین یاد رکھو کہ تجارت نصف معیشت ہو - ایک حدیث مین ہو کہ سب سے اچھی معاش تاجرون کی معاش ہے جو کہ اپنے بیان مین جھوٹ نہ بولین اور جب امین بنائے جائین تو خاین نہ بنین اور جب وعدہ کرین تو خلاف نہ کرین اور جب خریدین تو دوسرے کے مال کی برائی نہ کرین - اور جب بیچین تو لفاظی نہ کرین اور جب ان پر کسی کا مطالبہ واجب ہو تو امروز فردا نہ کرین اور جب ان کا مطالبہ دوسرون پر ہو تو سخت تقاضہ نہ کرین کپڑے کی تجارت کرو - اسوجہ سے کہ جو کپڑے کے تاجر ہین وہ یہ بات پسند کرتے ہین کہ لوگ خوش اور آسودہ رہین (کنز العمال)

مولوی سید سلیمان صاحب ندوی نے اپنی تالیف ارض القرآن مین ایک باب تجارت العرب قبل الاسلام پر باندھ کر تجارت عرب کی تاریخ پر روشنی ڈالی ہے - ہم اس باب کا ملخص ہدیۂ ناظرین کرتے ہین -

واضح ہو کہ عرب کا زیادہ تر حصہ غیر آباد اور سنگستانی ہے اس لئے طبعًا زراعت سے زیادہ تجارت سے مناسبت رکھتا ہو - علاوہ ازین عرب کے تمام تر آباد حصے تین طرف سے بحری سواحل پر واقع ہین - یعنی مغرب مین بحرین اور عمان خلیج فارس پر - شمال مین حضرموت اور یمن بحر عرب پر اور شرق مین حجاز و مدین بحر احمر پر واقع ہین - ان قدرتی اسباب نے عربون کو اپنے تجارتی تعلقات کے ہندوستان حبش - ایران بابل (عراق) شام - مصر اور یونان سے قائم کرنے مین معتدبہ امداد پہنچائی ہے - توراۃ اور یونانی تواریخ شاہد ہین کہ عربون نے اس جغرافی تحدید اور طبعی سہولتون سے خوب فائدہ اٹھایا - قرآن مجید مین بھی ان اعراب اولی کی ایک شاہ راہ تجارت کو امام مبین سے تعبیر کررہا ہو (دیکھو سورۂ حجر پ ۱۴ رکوع ۵ - آیت ۷۹) اور یہ وہ راستہ ہو جو حجاز ہو کر یمن سے شام کو جاتا ہو اور عرب کی تمام بڑی بڑی آبادیان اس کے داہین بائین واقع تھین جن مین سے اصحاب الایکہ اور موتفکہ (یعنی حضرت لوط کے گاؤن جو بحر میت کے قریب تھے) اسی راستہ پر آباد تھے -

اہل عرب کی تجارت کا سرمایہ عمومًا تین قسم کی چیزین ہوتی تھین

۱۔کھانے کا مسالہ اور خوشبودار چیزین۔

۲۔سونا۔جواہرات اور لوہا۔

۳۔چمڑا۔کہال۔زین پوش۔بھیڑ بکری۔انمین سے خوشبودار اشیاء جنکی کاشت یمن مین ہوتی تھی بعض مسالجات۔سونا۔جواہرات اور کہانین خاص عرب کی پیداوار تہین۔یونانی مورخین اگاتھرشیدس اور تھیوفراسٹس مندرجہ بالا بیان کی تصدیق کرتے ہین۔اہل عرب مین ہمدانی نے بھی نہایت تفصیل سے عرب کی پیداوار پر بحث کی ہے۔

علاوہ ان خارجی تعلقات کے جو اہل عرب کو طبعی سہولتون کے لحاظ سے حاصل تھے۔اندرون ملک مین بھی بڑی بڑی منڈیان قائم تہین۔قریہ (بحرین یا یمامہ) شبوہ (حضرموت کا پایہ تخت) قانہ (حضرموت کا بندرگاہ) خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہین۔ان منڈیون کے علاوہ عرب کے تیرہ مقامات پر بڑے بڑے بازار لگا کرتے تھے جنمین عکاظ ایام جاہلیت کا سب سے بڑا بازار تھا۔جو نجد اور عرفات کے بیچ مین لگتا تھا۔

قبایل عرب مین قریشی بلحاظ تجارت کے ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔انکو تجارت سے حد درجہ شغف تھا۔اور کاشت کاری کو ذلیل ترین پیشہ سمجھتے تھے۔قریش کی تاجرانہ ترقی کی انتہا یہ تھی کہ بیوہ اور نا چار عورتین تک اس مین اپنا سرمایہ لگاتی تہین اور دوسرون کو اپنا زر دیتی تہین کہ وہ اس سے تجارت کرین اور نفع مین شریک ہون چنانچہ حضرت خدیجۃ الکبری جو قریش کی ایک بیوہ خاتون تہین اسی طریقہ سے تجارت کرتی تہین۔ان کا سامان تجارت ہر سال شام کو جایا کرتا تھا آنحضرت صلعم نے قبل بعثت انکے سرمایہ سے تجارت کی ہے۔

اسلام کے بعد بھی قریش کی تجارتی سرگرمی افسردہ نہین ہوئی۔بلکہ نص قرآنی نے اس کو اور بھی تیز کر دیا۔چنانچہ صحابہ کرام سے مہاجرین نے علی العموم تجارت کو اپنا پیشہ بنا لیا تھا۔

اسباب تجارت پر اسلام نے زکوۃ مقرر کی ہے جسکا نصاب تجارتی اسباب کے مختلف الحیثیت ہونے کے باعث جدا جدا ہے۔نقد مال پر چالیسوان حصہ ہے۔زکواۃ کے احکام مین سے ایک حکم یہ بھی ہے کہ ظاہری مال مثل مویشی۔نقدی اور اسباب تجارت کی درآمد برآمد پر زکوۃ لی جاوے وہ اسباب تجارت جنسے اندرون شہر تجارت کی جاوے زکوۃ سے مستثنیٰ ہین۔

(۱۵۰) **تجرید** (ع) تنہائی۔اصطلاح تصوف مین خودی اور بیگانگی کو اپنے سے دور کر کے مخلص ہو جانا۔اور خود کو حق تعالیٰ کی خودی مین ملا دینا تجرید کہلاتا ہے (کنوز اسرار القدم) بعضے صوفیا نے تجرید اور تفرید مین یہ فرق بتایا ہے کہ علایق اور خلایق کے مٹا دینے کا نام تجرید ہے اور اپنی ہستی کے مٹا دینے کا نام تفرید (تذکرۃ السلوک مصطلحات صوفیہ)

(۱۵۱) **تجلی** (ع) روشن اور آشکارا کرنا۔فارسیون کی اصطلاح مین تجلی سے مراد نور الہی ہے جو کوہ طور پر حضرت موسیٰ پر ظاہر ہوا تھا۔

صوفیون کی اصطلاح مین جو کچھ دلون پر غیب کے نورون سے کھلے تجلی کہلاتا ہے۔تجلی کی کئی قسمین ہین اور ان کی تشریحات تذکرۃ السلوک سے نقل کی جاتی ہین۔

تجلی اعظم سے مراد بقول شاہ ولی اللہ صاحب فیض واجبی ہے صاحب فتوحات کی اصطلاح مین اس کا نام حقیقت محمدی ہے۔

تجلی ذاتی اس کو کہتے ہین جس کا مبداء ذات ہو اور کسی صفت کا صفات مین سے اس کے ہمراہ اعتبار نہ کیا جائے۔اگرچہ وہ بغیر ذریعہ اسماء و صفات

حاصل نہ ہو سکے اس لئے کہ خاص ذات مین کسی موجودات پر تجلی نہین فرمائی گئی بلکہ اسم یا صفت کے پردہ مین تجلی ہوتی ہے۔

تجلی شہودی ۔ وجود حق کا ظہور ہے کہ جس کو اسم نور کہتے ہین ۔ یہ ظہور حق تعالیٰ کا صور اسمار کے ساتھ موجودات مین ہے اور ان موجودات کا ظہور نفس الرحمٰن ہے۔

تجلی صفاتی اس تجلی کو کہتے ہین جس کا مبدا صفات الٰہی مین سے کوئی صفت ہو اس حیثیت سے وہ صفت ذات الٰہی سے متعین ہو۔

(۵۲) **تحریر** (ع) (۱) لکھنا (۲) غلام آزاد کرنا (دیکھو کتابت (۳) بیٹے کو مسجد کی خدمت کے لئے نامزد کرنا (لغات فیروزی)

(۵۳) **تحریف** (ع) بدل ڈالنا ۔ امام رازی نے اپنی تفسیر کبیر مین تحریف کے معنی تبدیل کرنا ۔ بدل ڈالنا ۔ یا کسی چیز کو سچائی سے علیحدہ کرنا تحریر کئے ہین ۔ علمار اسلام نے تحریف کی دو قسمین بتائی ہین ایک تحریف لفظی ۔ دوسری تحریف معنوی ۔ تحریف لفظی سے مراد الفاظ کا بدل دینا ہے اور تحریف معنوی سے عبارت ہے۔

قرآن مجید نے جہان یہود و نصاریٰ کے موجودہ عقاید باطلہ کا ابطال کیا ہو وہان یہ بھی بتایا ہے کہ انکی مروجہ کتب سماوی تحریفات سے مملو ہین ۔ چنانچہ سورہ مائدہ (پ ۶ رکوع ۳ ۔ آیت ۱۶) مین ہو کہ "وہ کلام کو اپنی جگہ سے بدل دیتے ہین"۔

تحریف کتب یہود و نصاریٰ کے متعلق علمار اسلام کے دو قول پائے جاتے ہین ۔ ایک قول تحریف معنوی پر دلالت کرتا ہے اور دوسرا قول تحریف لفظی پر ۔ تحریف معنوی کے جو بزرگوار قایل ہین ان مین حضرت ابن عباس ۔ امام بخاری اور شاہ ولی اللہ (فوز الکبیر) قابل تذکرہ ہین ۔ تحریف لفظی کے جو بزرگوار قایل ہین انمین یہ ڈیپٹی نواب علی (صحف سماوی)

اور صاحب حجۃ الاسلام نے اپنی تالیفات مین متعدد مثالین تحریف لفظی کی پیش کی ہین ۔ مختصر یہ کہ علمائے سلف زیادہ تر تحریف معنوی کے قایل ہین انکے نزدیک علمائے نصاریٰ و یہود نے الفاظ کی غلط تاویلین کی ہین لیکن علمائے جدید جنکے اقوال زیادہ تر محققین علمائے نصاریٰ سے ماخوذ ہین تحریف لفظی کو نہایت شد و مد سے پیش کر رہے ہین ۔

محققین علمائے نصاریٰ اس بات کے قایل ہین کہ توریت و انجیل کا وہ کلام جو حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ پر نازل ہوا تھا بجنسہ محفوظ نہین رہا اسلئے کہ وہ عبرانی زبان مین تھا لیکن بجائے اس کے روایت بالمعنی یا ترجمے کے طور پر وہ کلام محفوظ کیا گیا یہی وجہ ہو کہ مروجہ اناجیل کے بیانات مین اکثر مقامات پر تصادم واقع ہو گیا ہو۔

انسائیکلو پیڈیا برٹنیکا (طبع جدید جلد سوم) مین بائیبل پر ایک مبسوط اور عالمانہ مضمون درج ہے جس کی ایک سرخی "جمع و ترتیب انجیل" سے ہم چند فقرات کا ترجمہ درج کرتے ہین ۔ لکھا ہے کہ :۔

"یسوع اور اس کے حواریون کی کتاب مین اصل مین توراۃ تھین اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یسوع اور اس کے حواری دونون انہین کتابون پر قانع تھے ۔ غالباً دو سو برس بعد دستاویز ایسی تحریرین نظر آتی ہین جنکو کتب عیسوی کہہ سکتے ہین ۔

اب ان توراۃ کی بھی اصلیت سن لیجئے یعنی جنکی طرف ابھی ابھی اشارہ کیا گیا ہو اور جو یسوع اور اس کے حواری دونون کی معمول بہ رہ چکی ہین ۔ ہم اس اصلیت کے انکشاف کے لئے بھی انسائیکلوپیڈیا برٹینکا (طبع جدید جلد دوم) کے مضمون بائبل کی طرف رجوع کرتے ہین ۔ لکھا ہو کہ "یہود محض عبرانی نسخہ کی پیروی کرتے تھے جس کی نسبت یہ مشہور تھا کہ غالباً دوسری صدی عیسوی مین جمع کیا گیا اور بعد ازان

احتیاط سے محفوظ رکھا گیا۔ لیکن اس نسخہ مین چند تحریفین تو ایسی ہین جو صاف نظر آتی ہین اور غالباً ایک کافی تعداد تک ایسی تحریفین اور بھی موجود ہین جنکی شاید اب کبھی پورے طور پر قلعی نکل سکے۔

(۱۵۴) **تحریم النسب** (ع) یعنی حرام بسبب نسب کے۔ ان عورتون کو جو قرابت کے سبب سے حرام ہین اصطلاح شریعت مین محرمات تحریم النسب کہتے ہین اور یہ عورتین کسیوقت مین حلال نہین ہوتین۔ تحریم النسب مین سات قسم کی عورتین داخل ہین۔

۱۔ ماں۔ نانی۔ پرنانی۔ دادی۔ پردادی اوپر تک۔
۲۔ بیٹی۔
۳۔ پوتیان اور نواسیان نیچے تک۔
۴۔ بہنین حقیقی یا سوتیلی یا ماں جائی۔
۵۔ بھانجیان۔ بھتیجیان اور انکی نسل۔
۶۔ پھوپھیان خواہ اپنی ہون یا باپ کی یا دادا کی یا نانا کی۔ لیکن پھپھی کی پھپھی کبھی حرام نہین ہوتی۔
۷۔ خالہ اپنی۔ ماں کی خالہ اسیطرح اوپر تک لیکن خالہ کی خالہ ضرور نہین کہ حرام ہو۔

جس طرح کہ مردون پر سات عورتین حرام ہین اسی طرح عورتون پر بھی سات مرد حرام ہین یعنی۔

۱۔ باپ۔ دادا۔ پردادا۔ نانا۔ پرنانا۔ اوپر تک
۲۔ بیٹا۔
۳۔ پوتا اور نواسہ کسی طبقہ کے ہون۔
۴۔ بھائی حقیقی ہو یا سوتیلا یا ماں جایا۔
۵۔ بھتیجہ بھانجہ اور انکی اولاد۔
۶۔ اپنا چچا اور باپ و ماں و دادا اور نانا کا چچا اسیطرح اوپر تک
۷۔ اپنا ماموں۔ ماں۔ باپ۔ دادا اور نانا کا ماموں اسیطرح اوپر تک (جامع عباسی)

(۱۵۵) **تحقیق** (ع) کسی شے کی ماہیت سے آگاہ ہونا۔ اصطلاح تصوف مین ذات حق تعالیٰ کو جاننا از روے اسماء و صفات کے اس لئے کہ از روے ذات ادراک باری تعالیٰ محال ہے۔ تحصیل علم عرفان علم حقایق اشیا بھی تحقیق مین داخل ہے۔

(۱۵۶) **تحکیم** (ع) پنچ مقرر کرنا۔ تحکیم قضا کی فرع ہے اور محکم یعنے پنچ کا رتبہ قاضی سے کم تر ہے اس لیے کہ قاضی کا حکم عام ہے اور محکم کا حکم اسی پر عاید ہوتا ہے جس نے اس کو پنچ بنایا۔ رضاے متخاصمین وقت تحکیم شرط ہے نہ کہ وقت اجراے حکم (فتاوی عالمگیری)

سورہ نساء (پ ۵ رکوع ۸۔ آیت ۶۳) مین ہے کہ خدا تم کو حکم کرتا ہے کہ تم امانتین۔ امانت دار کو پہونچا دو اور جب لوگون مین حکم کرنے لگو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو (تحکموا بالعدل) اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے یقیناً اللہ سنتا دیکھتا ہے۔" پس تحکیم نص قرآنی سے ثابت ہے لیکن محکم مسلمان۔ عاقل۔ آزاد بالغ اور عادل ہو۔ اندھا۔ گونگا۔ محدود فی القذف محکم نہین بن سکتے۔

پنچایت کا فیصلہ ان امور مین جن کا تعلق جان و مال اور آبرو سے براہ راست ہے یعنی حدود و قصاص اور دیت مین درست اور صحیح نہین ہے اور باقی مقدمات مین صحیح ہے (نور الہدایہ)

فتاوی عالمگیری مین ہے کہ تحکیم اس امر مین صحیح ہے جس کے فعل کا متخاصمین کو اختیار ہے یعنی حقوق العباد مین صحیح ہے اور حقوق اللہ مین جایز نہین۔

(۱۵۷) **تحلیق** (ع) سر منڈوانا۔ اس ضمن مین کوئی قطعی حکم
تو نہین ہو لیکن فضیلت سر منڈوانے کو دی گئی ہو۔ لیکن حج وغیرہ
کے احرام مین سر منڈوانا فرض ہو۔ روایت ہے ابن عمر سے کہ آنحضرت
نے منڈوانا بعض حصۂ سر کا منع فرمایا ہے۔ (المشکوٰۃ کتاب اللباس
باب الترجل)

(۱۵۸) **تحلیل** (ع) کسی جگہ اترنا۔ کسی چیز کے اجزا کھول دینا۔
حلال و مباح کرنا۔ مسئلہ تحلیل کی تشریح ہم بذریعہ ایک مثال کے
کرتے ہین۔ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق بائن دی جس کے باعث
وہ اس پر اس وقت تک کے لئے حرام ہو گئی جب تک کوئی دوسرا شخص
اُس سے نکاح نہ کرے اور وہ عورت اس نکاح سے اپنے دوسرے
شوہر کی وفات یا اس کے طلاق دیدینے کی وجہ سے اس قابل ہو
کہ پہلے شوہر سے نکاح کر سکے۔ شرعاً پہلے شوہر کے لئے اس عورت سے
نکاح کی تو صرف وہی مندرجہ بالا صورتین ہو سکتی ہین لیکن تیسری
صورت یہ بھی ہو سکتی ہو کہ جب پہلے شوہر نے طلاق دیدی اور پھر دوبارہ
نکاح مین لانے کی خواہش کی تو اس کی خاطر سے ایک شخص نے
نکاح پڑھایا اور نکاح کے بعد اس کو طلاق دیدی تاکہ اس طرح وہ
اپنے پہلے شوہر کے لئے جائز و حلال ہو سکے۔ جمہور فقہاے اہل السنن و
جمیع فقہاے امامیہ شیعہ تو اس نکاح کو جو تحلیل کے لئے کیا گیا ہو فاسد
کہتے ہین کیونکہ ناکح و منکوح باہم متمتع نہین ہوے لیکن بعض
فقہاے اہل السنن یعنی سعید ابن المسیب کے نزدیک دوسرے خاوند کی
وطی شرط نہین بلکہ فقط نکاح کافی ہے۔ (نور الہدایہ کتاب الطلاق
باب رجعت)

۲۔ فرقہ امامیہ شیعہ کی خصوصیات مین سے تحلیل کنیز بھی ہے یعنی مالک
اپنی کنیز سے دوسرے شخص کی وطی حلال کر سکتا ہے۔ گو علماے شیع
مین تحلیل کی اصلیت کے بارہ مین اختلاف ہو کہ آیا تحلیل نکاح مین داخل
ہو یا ملک مین۔ تحلیل کنیز کی چھ شرطین ہین۔

۱۔ ایجاب۔
۲۔ قبول۔
۳۔ تحلیل کرنے والا اس لونڈی کا مالک ہو۔
۴۔ مالک دیوانہ طفل مست۔ بیہوش اور مفلس (اصطلاح فقہ مین) نہ ہو۔
۵ جس پر وطی حلال کی جاوے وہ شخص اس بات کے قابل ہو یعنی مسلمان لونڈی کا کافر شخص پر مباح کر دینا جائز نہین۔
۶۔ کنیز شوہر دار نہ ہو۔

جب یہ شرطین پوری ہون تو جون ہی مالک نے کہا کہ مین نے
تجکو اس کنیز سے وطی کرنا حلال کیا تو وطی حلال ہو جاوے گی۔ اگر بوسہ
لینا یا کام کرنا حلال کیا ہو تو دخول جائز نہین۔ اس کنیز سے جو اولاد
پیدا ہو گی اگر باپ آزاد ہو اور مالک نے اس کی ملکیت کا دعوہ بھی نہین
لیا ہو تو وہ آزاد ہو (جامع عباسی)

(۱۵۹) **تخلّی** (ع) خالی ہونا۔ صوفیہ کی اصطلاح مین تخلی یا تخلیہ
سے مراد روح کو ان کدورتون سے پاک صاف کرنا ہو جو بسبب مجاورت
قالب عنصری روح کو عارض ہوتی ہین۔ صوفیہ نے نفس قلب اور
روح کے انجلا کے لئے علیحدہ علیحدہ اصطلاحین قائم کی ہین چنانچہ صفائی
روح کو تخلیہ کہتے ہین (کنوز الاسرار القدم)

(۱۶۰) **تدبیر** (ع) کسی کام کے پیچھے پڑنا۔ غور کرنا۔ انجام کا سوچنا۔ تدبیر
ایک خاصیت ہو جو قدرت نے انسان کی طبیعت مین پیدا کی ہے۔

اور جو انسان کو کامیابی کے سیدھے راستہ کی طرف راہ دکھاتی ہے جسطرح دفع مضرت اور جلب منفعت کے لئے کوشش کرنا ہر ذی روح کا قدرتی خاصہ ہے اسی طرح تدبیر کرنا انسان کا قدرتی خاصہ ہے۔

ہم اس مقام پر چند آیات قرآنی کا ترجمہ درج کرتے ہین جنمین کوشش و تدبیر کرنے کی اجازت یا تاکید یا تعریف کی گئی ہے۔

۱۔سورہ بقر (پ ۲، رکوع ۲۵۔ آیت ۱۹۴) تم پر اے حاجیو کوئی الزام نہین ہے اگر تم سفر حج مین خدا کے رزق کو تلاش کرو (یعنی تجارت وغیرہ کے ذریعہ سے معاش بھی پیدا کرو اور حج بھی کرو تو کچھ مضایقہ نہین)

۲۔سورہ انبیاء (پ ۳۰ رکوع اول آیت ۱۱) ہم نے تمھارے لئے دن کو کمائی کرنے کا وقت بنایا ہے۔

۳۔سورہ جمعہ (پ ۲۸ رکوع ۲۔ آیت ۱۰) پھیل جاؤ زمین پر اور خدا کا رزق تلاش کرو۔

۴۔سورہ رعد (پ ۱۳ رکوع ۲۔ آیت ۱۲) خدا تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہین بدلتا جب تک وہ آپ اپنی حالت نہ بدلین۔

۵۔سورہ النجم (پ ۲۷ رکوع ۳۔ آیت ۴۰) انسان کو وہی ملتا ہے جو اس نے سعی کی ہے۔

۶۔سورہ دہر (پ ۲۹ رکوع اول آیت ۲۲) تمھاری کوشش خوب کامیاب ہوتی ہے۔

۷۔سورہ بقر (پ ۱ رکوع ۱۶۔ آیت ۱۳۵) وہ امت گزر گئی جو کچھ اسنے کمایا تھا اُسے ملیگا جو تم کماؤگے وہ تمھین ملیگا۔

علاوہ ازین اور بھی بہت سی آیتین، حدیثین اور اقوال سلف ہین جو تدبیر کرنے کی تاکید کرتے ہین۔

بدقسمتی سے فی زمانا مسلمانون مین یہ خیال راسخ ہوگیا ہے کہ تدبیر سے کچھ نہین ہوسکتا ہے انکا عقیدہ ہے کہ تقدیر و توکل کسب و تدبیر کے منافی ہین۔ یہ ان کی غلطی ہے۔ تقدیر اور توکل کے صحیح مفہوم سمجھ لینے کے بعد بخوبی روشن ہوجاتا ہے کہ تدبیر اور توکل و تقدیر مین کوئی منافات نہین۔

۲۔اصطلاح فقہ مین تدبیر سے مراد مالک کا اپنے بندے کو اپنے وفات کے بعد پورا آزاد کردینا ہے۔

تدبیر کی دو شرطین ہین۔ پہلی شرط تدبیر کے صیغے کو قصداً کہنا اور دوسری شرط تدبیر کا صفت اور شرط سے خالی ہونا ہے جب ان سب صورتون مین مملوک مدبر ہوگیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کا ہبہ اور بیع جائز نہین لیکن امام شافعی کے نزدیک جایز ہے (نورالہدایہ، کتاب العتاق باب تدبیر)

مدبر کے چند احکام کتب فقہ سے نقل کیے جاتے ہین۔

۱۔خواجہ کو جایز ہے کہ مدبر غلام سے خدمت لے اور اجارہ کرائے اسیطرح اس کو لونڈی مدبر کا نکاح کردینا یا خود اس سے وطی کرنا جایز ہے (نورالہدایہ)

۲۔تدبیر وصیت کا حکم رکھتی ہے۔ اس مین رجوع جایز ہے۔ (جامع الجعفری)

۳۔مدبر غلام بعد وفات آقا اس کے متروکہ کے تیسرے حصہ سے آزاد ہوجاے گا۔

۴۔اگر بندے کے بعض جزو کو مالک تدبیر کرے تو پورہ بندہ آزاد نہ ہوگا جیسا کہ حالت عتق مین ہوتا ہے اس لئے کہ تدبیر وفات کے بعد کی عتق کی وصیت ہے اور اس وقت کا عتق نہین (جامع الجعفری)

۵-اگر مدبر اپنے مالک کے پاس سے بھاگ جائے تو اس کی تدبیر باطل ہو جاوے گی (جامع الجعفری)

۶-جو کچھ مدبر غلام کمائے گا وہ اس کے مالک کا مال ہوگا (جامع الجعفری)

۷-اگر کوئی شخص مدبر غلام پر ایسا الزام دھرے جو قتل سے کم ہو اور اس الزام کے سبب سے قیمت کا تفاوت الزام دھرنے والے کے ذمہ ہو تو اس قیمت کے تفاوت کا مالک اسی غلام کا مالک ہوگا اور تدبیر باطل نہ ہوگی اور اگر مدبر غلام مارا جائے گا تو اس کی تدبیر باطل ہو جائے گی اور اس کی قیمت اس کے مالک کی ہوگی (جامع الجعفری)

۸-جب مدبر غلام کسی پر الزام دھرے تو اس الزام کی قیمت اس غلام کی گردن پر آئے گی-اور اس کے مالک کو اس کی الزام کی قیمت دیکر چھڑا لینا پہونچتا ہو-

۹-مدبرہ لونڈی کی تبعیت میں حمل آزاد ہو جاتا ہو-

تدبیر کرنے والا بالغ، عاقل صاحب قصد-اور مختار ہو-پس اس شخص کی تدبیر جس پر جبر کیا گیا ہو صحیح نہیں ہو-نابالغ لڑکا بشرطیکہ ممیز ہو اور دس برس کی عمر رکھتا ہو تو تدبیر کرسکتا ہو (جامع الجعفری)

(۱۶۱) تراویح (ع) واحد ترویح بمعنی راحت دینا-اصطلاح میں وہ نماز ہو جو ماہ رمضان میں پڑہی جاتی ہو-نماز عشار کے بعد وتر کے قبل تراویح کی ۲۰ رکعتیں سنت ہین اور ہر چار رکعت کے بعد جتنی دیر مین کہ اس کو پڑہتا رہا ہو اتنی دیر بیٹھے-چونکہ ترویحہ ہر چار رکعت کو کہتے ہین اس حساب سے ۲۰ رکعات مین ۵ ترویحے ہوے ہر ترویحہ مین دو سلام ہین (نور الہدایہ)

یہ امر متفق علیہ نہیں ہے کہ تراویح سنت ہین یا مستحب-تعداد رکعت مین بھی اختلاف ہو-بعض روایتون مین ۲۰ رکعتین اور بعض مین آٹھ منقول ہین شیخ ابن الہمام نے ان روایتون کی تطبیق اس طرح کی ہے کہ غالباً آٹھ اور بعد ازان ۲۰ رکعت قرار پائین (نور الہدایہ)

مولوی عبد السلام ندوی نے ایک مبسوط مضمون بدعت پر لکھا ہو جو رسالہ الندوہ مین شائع ہوا ہو-مولوی صاحب لکھتے ہین کہ غالباً مذہبی حیثیت سے اسلام مین پہلا تغیر رکعات تراویح کا اضافہ تھا جسکو خود حضرت عمرؓ نے کیا تھا-آگے چل کر مولوی صاحب "بدعات رمضان شریف" کی سرخی قائم کرکے لکھتے ہین کہ صحابہ کے زمانہ مین تراویح کے متعلق صرف اس قدر اضافہ ہوا تھا کہ آٹھ رکعت سے ۲۰ رکعت ہوگئیں-لیکن آیندہ چل کر تراویح اس قدر مہتم بالشان چیز ہوگئی کہ اس پر فرض کا دہوکہ ہونے لگا-رسول اللہؐ نے اسی خوف سے تراویح جماعت کے ساتھ نہیں پڑہی تھیں لیکن حضرت عمرؓ نے اس کو باجماعت کر دیا-آگے چلکر لوگون نے اس مین اور بھی اضافہ کئے-

اہل تشیع نماز تراویح کو بدعت عمری کہتے ہین اس لئے وہ تراویح نہیں پڑہتے-

(۱۶۲) ترسا (ف) آتش پرست-اصطلاح تصوف مین ترسا اس سالک کو کہتے ہین کہ صفات ذمیمہ (نفس امارہ) سے خلاصی پاکر صفات حمیدہ کے ساتھ متصف ہو (کنوز الاسرار القدم)

(۱۶۳) ترسا بچہ (ف) اصطلاح تصوف مین اُن واردات غیبی کو کہتے ہین جو عالم غیب سے سالک کے دل پر وارد ہوتی ہین-

(۱۶۴) تُرک (ف) جمع اتراک-ترک و تاتار-مغل اور ترکمان یہ سب ایک ہی خاندان کے مختلف شخصون کے نام ہین-چین مین ترکی قومون کو ہیانگ-نو کہتے ہین-قدیم یونان اور روم مین انکا نام سیتیا یا سکاتیا ہے

اور عبرانی زبان مین انکو ماجوج کہتے تھے۔ قرآن مجید سورہ کہف رپ ۱۶ رکوع ۱۱۔ آیت ۹۳) مین ہو کہ انھون نے کہا اے ذوالقرنین یاجوج اور ماجوج زمین مین فساد کرنے والے ہین الخ اس مقام پر یاجوج و ماجوج سے بھی تاتاری نسلین مراد ہین۔ (تفسیر القرآن)

ان تاتاری نسلون کے حسب و نسب مین مورخین کا اختلاف ہے لیکن محققین نے انکو ترک بن یافث بن نوح کی اولاد بتایا ہی۔

توریت (کتاب پیدائش باب نہم درس دوم) مین یافث کے ایک بیٹے کا نام ماغوغ لکھا ہی اور یہی لفظ عربی مین آکر ماجوج بن گیا بعض ترکی مورخین نے خود کو بنی قسطورہ سے منسوب کیا ہی تاکہ ترک عربی النسل بن جائین لیکن کوئی معتبر تاریخی شہادت اس ثبوت مین پیش نہین کرسکے۔

ترکون کے قبایل اس کثرت سے ہین کہ انکا اندازہ کرنا دشوار ہی انکا اصلی مسکن ملک چین روس اور دشت قبچاق تہا۔ علامہ ابن خلدون کا بیان ہے کہ معمورہ عالم کے ربع شرقی شمالی مین ترکون کی قوم مابین چین، ترکستان اور خوارزم تک اور شاش۔ فرغانہ۔ ماوراالنہر بخارا سمرقند اور ترمذ مین آباد تھے۔ اور مختلف قبیلون اور گرگون مین منقسم چونکہ یہ تشعب اور ان کے ابتدائی حالات نہ تو دلچسپ ہین اور نہ اس مختصر مین انکی تفصیل کی گنجایش اس لئے ہم ترکی نسل مین سے صرف اس قوم کا حال تحریر کرتے ہین جو دور حاضر مین ترکی ممالک پر قابض ہی اور عثمانیہ کے نام سے موسوم۔

کارخانۂ قدرت کی بوقلمونی دیکھو کہ جب مغلون نے کشت وخون اور غارت گری کا بازار ایشیا مین گرم کر رکھا تہا تو قدرت ایک ترکی خاندان کو یورپ پر حکمرانی کرنے کے لئے تیار کر رہی تھی تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ $\frac{\text{۶۲۴ھ}}{\text{۱۲۲۶ء}}$ مین قاآنی نسل کا ایک ترک امیر نامی سلیمان شاہ بن قیا الپ بلدۂ ماہان سے جو بلخ کے قریب واقع تہا ارض روم مین آیا۔ اس کے ساتھ ۵۰ ہزار آدمیون کی جمعیت تھی۔ ارض روم سے حلب ہوتے ہوے جب اپنے اصل وطن کو مراجعت کر رہا تہا تو دریاے فرات کے عبور کرتے وقت سلیمان شاہ غرق ہوگیا۔ اس کی لاش نکالی گئی اور قلعۂ جعبر کے سامنے دفن کی گئی۔ یہ مقام اس آوارہ وطن کی یادگار مین "ترک مزارسی" کے نام سے اسوقت تک موجود ہے۔

سلیمان شاہ کے چار بیٹے تھے۔ باپ کی اس ناگہانی وفات کے باعث انمین تفرقہ پڑگیا۔ چنانچہ ایک بیٹا ارطغرل اپنے ایک بھائی اور چار سو گھرانے کو ہمراہ لیکر سلطان علاءالدین کیقباد سلجوقی کے دربار مین آیا سلطان بلاد قرمان کا بادشاہ تہا اور شہر قونیہ پایہ تخت تہا۔ یہ وہی قونیہ ہی جو اپنے زندہ جاوید عارف مولوی معنوی (محمد جلال الدین) کے مدفن ہونے کے باعث شہرت دوام حاصل کرچکا ہی سلطان نے ارطغرل کی نہایت تعظیم اور توقیر کی اور شاہی خدمت بھی سپرد ہوئی ارطغرل $\frac{\text{۶۸۰ھ}}{\text{۱۲۸۱ء}}$ مین راہی ملک بقا ہوا۔ ارطغرل کے انتقال پر اس کا ایک بیٹا مسمی عثمان جو $\frac{\text{۶۵۷ھ}}{\text{۱۲۵۹ء}}$ مین پیدا ہوا تہا ملازمت شاہی سے مشرف کیا گیا عثمان کی وفادارانہ خدمت اور خداداد قابلیت نے اس کو سلطان کا منظور نظر بنادیا۔ اور تھوڑے عرصہ مین وہ ریاست کے سیاہ وسفید کا مالک بنگیا۔ سلطان نے عثمان کو غازی کا لقب بھی عنایت کیا $\frac{\text{۶۹۹ھ}}{\text{۱۲۹۹ء}}$ مین جب علاءالدین سلجوقی نے تاتاریون سے شکست کھائی اور اسی

صدمہ سے جان بحق تسلیم ہوا تو رعایا نے عثمان غازی کو تخت پر بٹھا دیا سلطان عثمان غازی نے تخت نشینی کے بعد مرحوم سلطان کی دختر سے جو اپنے والدین کی تنہا یادگار تھی عقد نکاح کر لیا - یہ رشتہ مناکحت استحکام ریاست کے لئے بیحد مفید ثابت ہوا - اور اس سلطنت کی بنیاد پڑ گئی جس کے قائم کرنے کیلئے قدرت نے سلیمان شاہ سے اپنا وطن مالوف چھڑا دیا تھا - یہی وہ سلطنت ہے جو فی زماننا دولت عثمانیہ کے نام سے موسوم اور ریاستہائے یورپ میں ۳۲ دا تول مین زبان کی حیثیت رکھتی ہے - اس سلطنت کا نام عثمانیہ اپنے بانی اول غازی عثمان خان کے نام پر رکھا گیا (ماخوذ از تذکرۃ الکرام)

دولت عثمانیہ دن دونی اور رات چوگنی ترقی کرتی چلی گئی قیصر قسطنطنیہ ایک جنگ کے دوران مین ترکون سے امداد کا طالب ہوا لیکن ترکون نے اعانت کرنے سے انکار کر دیا اور موقعہ پاکر اسکی سلطنت مین سے ایشیائے کوچک کے بعض زرخیز حصے اپنی سلطنت میں شامل کر لئے اسی پر اکتفا نہین کی بلکہ قسطنطنیہ پر حملہ کی تیاری کرنے لگے - ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ "فلک در چہ خیال" اپنا دوسرا منصوبہ رکھتا ہے ترک قسطنطنیہ کی فتح کا خواب دیکھ رہے تھے کہ امیر تیمور لنگ نے جو تومہ خان مغل کی اولاد مین تھا انکے علاقون پر حملہ کر دیا - مقام انقرہ پر سخت جنگ ہوئی - ترک ہار گئے - اور انکا سلطان بایزید یلدرم (۸۰۴ھ/۱۴۰۲ء) مع اپنے فرزند موسیٰ کے گرفتار کر لیا گیا - اس شکست کا نتیجہ یہ ہوا کہ ترکون کی فتوحات یکلخت رک گئین -

چونکہ اس خاندان کے قیام کا باعث کوئی اتفاقی امر نہ تھا بلکہ قدرت کا زبردست ہاتھ اپنی مددنش کر رہا تھا اس لئے یہ بہادر اولو العزم قوم پھر ابھری اور ۸۵۷ھ/۱۴۵۳ء مین سلطان محمد ثانی نے قسطنطنیہ کو فتح کر ہی لیا اور اپنا پایہ تخت بنایا - اور سینٹ صوفیہ پر بجائے صلیب کے ہلالی پرچم اڑنے لگا -

ترکی فتوحات کا سیلاب بڑھتا چلا جاتا تھا ۹۲۳ھ/۱۵۱۷ء مین سلطان سلیم خان اول نے مصر کو بھی فتح کر لیا - والی مکہ کے بیٹے ابی البرکات نے حرمین شریفین کی کنجیان سلطان کے حوالہ کین اور خلیفۃ المسلمین تسلیم کیا - چنانچہ خطبہ مین سلطان کے نام کے ساتھ حامی دین - و خادم الحرمین والشریفین کا لقب اضافہ کیا گیا -

سولہوین صدی عیسوی کے وسط مین سلطان سلیمان اول (۹۲۲ھ/۱۵۲۰ء تا ۹۴۷ھ/۱۵۴۰ء) کے عہد مین ترکی سلطنت عروج پر پہونچ گئی - یورپ کی تمام قومین ترکون کا لوہا مان گئی تھین - فرانس اور انگلستان ان سے دوستی کے خواہشمند رہا کرتے تھے - لیکن سلیمان کے مرتے ہی سلطنت مین زوال شروع ہوا - جو آجتک چلا جا رہا ہے - گزشتہ دو سو سال کے عرصہ مین کوئی ایسا دس سال کا زمانہ خالی نہ گیا ہوگا جس مین ترکی فوج کو شکست پر شکست نہوئی ہو اور صوبے پر صوبے ان کی حکومت سے نہ نکل گئے ہون - بالآخر سلطان محمود خان (۱۲۳۳ھ/۱۸۰۸ء تا ۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء) نے انیسوین صدی عیسوی کے شروع مین ان دماغی ترقیون سے جو دوسرے ملکون مین ہو رہی تھین کچھ فائدہ اٹھایا اور اصطلاحین جاری کین - جبکہ یورپ کی دوسری قومین جلد جلد ترقی کرکے فلک الافلاک پر پہونچگئی تھین تو ترکون مین بھی احساس پیدا ہوا اور مختلف انجمنین جن مین انجمن اتحاد و ترقی قابل ذکر ہے قائم کین ترکان احرار نے ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء مین سلطان عبد الحمید خان کو معزول کرکے سلطان محمد خامس کو تخت خلافت پر بٹھایا اور آئینی حکومت کی

بنیاد ڈالی۔ سلطان محمد خامس کا زمانہ نہایت پُرآشوب رہا۔ ایطالیہ نے ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳ء مین طرابلس پر حملہ کیا اور ۱۳۲۳ھ/۱۹۱۴ء مین ترکون کو جنگ یورپ مین شریک ہونا پڑا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان مقبوضات یعنی جزیرۃ العرب بیت المقدس۔ نجف اشرف کربلائے معلیٰ اور بغداد وغیرہ پر اغیار کا قبضہ ہوگیا۔ ابھی جنگ جاری تھی کہ محمد خامس نے انتقال کیا۔ سلطان وحید الدین ان کی جگہ سریر آرائے خلافت ہوئے۔ جرمنی نے ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۷ء مین اتحادیون سے صلح کرلی اور سلطان نے بھی چند ایسی شرائط پر دستخط کردیے جن سے ترکون کی آزادی سلب ہوجاتی تھی۔ یہ حال دیکھ کر ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء مین ترکان احرار نے ایک جمہوری سلطنت انقرہ (انگورہ) مین قائم کرکے اور غازی مصطفےٰ کمال پاشا کو قائد اعظم منتخب کرکے سلسلۂ جنگ کو جاری رکھا اور دنیا کو بتادیا کہ ترک جیسی بہادر اور آزادی کی شیدائی قوم غلام نہین بن سکتی۔

بالآخر ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۲۲ء/۱۳۴۱ھ کو ترکی نمایندگان اور اتحادی نمایندگان نے التوائے جنگ پر دستخط کردیے۔ جزوی معاملات کو ترکون نے طے کرکے خلیفہ وحید الدین کو معزول کردیا جو نومبر ۱۹۲۲ء مین قسطنطنیہ سے فرار ہوگئے۔ اور مالٹا بعدہٗ مکہ معظمہ مین پہونچے۔ ترکون نے ان کے فرار ہوجانے پر سلطان عبدالحمید خان ولیعہد دولت عثمانیہ کو کثرت رائے سے خلیفہ منتخب کیا۔ ادہر اتحادیون نے ترکون کی جانبازکوششون اور ان کامیابیون کو دیکھ کر جو وہ یونان کے مقابلہ مین حاصل کررہے تھے ۲۴۔ جولائی ۱۹۲۳ء/۱۳۴۲ھ کو بمقام لوزان ایک معاہدہ کرلیا جس سے اس جنگ کا جو ۱۹۱۴ء مین شروع ہوئی تھی خاتمہ کردیا۔

جب ترکان احرار کو اس خفیہ سازش کا پتہ لگا جو سلطان عبدالحمید خان اندرون سلطنت اپنے سلطانی اختیارات کو حاصل کرنے کے لئے کررہے تھے تو انھون نے پارلیمنٹ کے جلاس مین اس مسئلہ پر بحث کی اور بالآخر ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء مین خلیفہ عبدالحمید کو کثرت رائے سے معزول کردیا اور خلافت سے بھی دست برداری کا اعلان کرکے سلطنت عثمانیہ کو جمہوری سلطنت بنادیا چنانچہ اب سلطنت جمہوریہ یعنی حاکمیت ملیہ کے قائد اعظم مصطفےٰ کمال پاشا اور اس کا پایہ تخت انقرہ (انگورہ) مقرر ہوا۔ خلافت کا مسئلہ دنیائے اسلام کے زیر غور رہے اور تاایندم کوئی فیصلہ نہین ہوا ہے۔

مورخین کا اس امر مین اختلاف ہے کہ ترک اسلام کب لائے اور کیونکر لائے۔ یہ امر تو محقق ہے کہ ۲۱ھ/۶۴۱ء مین مسلمانون نے ترکون پر پہلی مرتبہ فوج کشی کی اور غالباً ۱۸۳ھ/۷۹۹ء تک اسلامی حملے ہوتے رہے لیکن فتح و شکست کا قطعی فیصلہ کبھی نہین ہوا۔ خدا کی شان دیکھو کہ جو قوم تلوار سے زیر نہین ہوئی اس کی گردن صداقت کے جلال نے آستانہ اسلام پر ۳۱۰ھ/۹۲۲ء مین خود بخود جھکادی تفصیل اس اجمال کی جیسے کہ علامہ مسعودی نے لکھی ہے یہ ہے کہ الماس خان بن سلکی خان بادشاہ نے جو دولت بلغاری کا بانی اور صقالیہ پر حکمران تھا ۳۱۰ھ/۹۲۲ء مین اسلام قبول کیا۔ یاقوت حموی نے احمد بن فضلان کی جو عبارت معجم البلدان مین نقل کی ہے اس سے بھی مندرجہ بالا بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔

اسلام کے ساتھ جو سلوک تاتاری قوم نے کیا وہ تاریخ

مین اپنی نظیر آپ ہے - دیکھو چنگیز خان کی اولاد مین ہلاکو
خان اسلام کا سخت دشمن پیدا ہوتا ہے اور دارالسلام بغداد کو
برباد کرکے خلافت اسلامیہ کا اقتدار مٹا دیتا ہے لیکن اسلام کا
یہ عجیب وغریب معجزہ اور حق کی طاقت کا شاندار ظہور ملاحظہ ہو
کہ اسی چنگیز خان کی اولاد مین برکہ خان پیدا ہوتا ہے جو
خلافت اسلامیہ کے اقتدار کو جو ہلاکو خان مخرب بغداد اور قاتل خلیفہ
المستعصم باللہ ۶۵۷ھ / ۱۲۵۹ع کے ظالمانہ دست برد سے مٹ گیا تھا دوبارہ
قائم کرتا ہے اور ہلاکو خان کے خلاف سلطان مصر سے اتحاد قائم کرکے
اس کی آیندہ کوششون کو ناکامیاب کر دیتا ہے - اس اتحاد کا
بہترین ثمرہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ آگے چل کر مسلمان اور ترک مرادف
الفاظ بن جاتے ہین - چنانچہ یورپ کی جنتری مین آج بھی
رمضان مبارک کا نام ترکی مہینہ لکھا جاتا ہے - اور چار صدی
پیشتر تو عام طور پر نبی عربی صلعم کا نام ترکون کا پیغمبر کہا جاتا تہا -

(۱۶۵) ترکہ (ع) لغت مین معنی متروک ہے اصطلاح مین ترکہ وہ مال
ہے جس کے عین سے غیر کا حق متعلق نہو گیا ہو (دیکھو وصیت)

(۱۶۶) ترویہ (ع) سیراب کرنا - آٹھوین تاریخ ذالحجہ کو ترویہ کہتے ہین اسلئے
کہ عرب اس تاریخ مین اونٹون کو سیراب کرتے ہین تاکہ دسوین تاریخ کو قربانی کرین -
احکام حج مین ہے کہ حاجی ترویہ ۸ - ذالحجہ کو صبح کے وقت
مکہ سے منا کو روانہ ہو اور عرفہ یعنی نوین ذالحجہ کو فجر تک وہین ٹھہرے
اور وہان سے عرفات کو جاے -

۲- ترویہ کے معنی فکر و تردد کے بھی ہین حضرت ابراہیم نے
رویاے صادقہ مین دیکھا کہ مین اپنے فرزند کو ذبح کر رہا ہون
وہ شب خواب ذی الحجہ کی آٹھوین تہی حضرت ابراہیم تمام روز
فکر و تردد مین رہے پس اسی سبب سے اس روز کو ترویہ کہتے ہین

(۱۶۷) تُرّہات (ع) باطل چیزین جمع ہے تُرّۃ کی اصطلاح
تصوف مین شطحیات مشائخ کو کہتے ہین -

(۱۶۸) تزکیہ (ع) لغوی معنی پاک کرنا - اصطلاح فقہ مین (۱)
صدقہ دینا یا زکواۃ ادا کرنا (۲) شاہد کے چال چلن کے بارے
مین تحقیقات کرنا جس شخص کے سپرد یہ خدمت ہوتی ہے وہ مزکی
کہلاتا ہو جو قاضی کی طرف سے ہر محلہ مین شہود کی کیفیت بیان
کرنے کے لئے مقرر ہوتا ہے -

۲- اصطلاح تصوف مین غیر کو دل مین جگہ نہ دینا یعنی
نفس کو صفات ذمیمہ کے عیوب سے پاک کرنا اور خیال غیر اور ماسوائے
اللہ سے درگذر کرنا تزکیہ کہلاتا ہے -

(۱۶۹) تزویج (ع) جوڑا لگانا - عورت کو مرد اور مرد کو عورت
دینا - تزویج ضد ہے تجرد کی - امام غزالی نے احیاء العلوم مین
تزویج یعنی نکاح کے فوائد مجملاً پانچ بتاے ہین -

۱- اولاد کا ہونا -
۲- شہوت کا توڑنا -
۳- گھر کا انتظام -
۴- اپنے قبیلہ کا زیادہ ہونا -
۵- عورتون کے ساتھ رہنے مین نفس پر مجاہدہ کرنا -

اور ان فوائد پر احادیث اور اقوال سلف سے استدلال لاے
ہین - ترغیب نکاح یعنی تزویج کرنے کے لئے امام صاحب نے وہ آیات
قرآنی پیش کی ہین جو بصیغہ امر وارد ہوتی ہین مثلاً جو تم مین مجرد
ہین ان کے نکاح کردو اور جو تمہارے غلام اور لونڈیان نیک ہین

ان کے بھی (سورۂ نور پ۱۸ رکوع ۴- آیت ۳۲)

آنحضرت صلعم کی حدیث جس کو ابو یعلی نے بروایت ابن عباس بیان کیا ہو کہ نکاح میری سنت ہے اور جس نے میری سنت سے اعراض کیا اس نے مجھ سے اعراض کیا تزویج کو وجوب کے درجہ پر پہونچا دیتی ہو- (نکاح)

(۱۷۰) تسبیح (ع) خدائے تعالی کی پاکی بیان کرنے کو تسبیح کہتے ہین- اصطلاح مین سبحان اللہ کہنا تسبیح کہلاتا ہو- حدیث مین ہو کہ جس شخص نے سبحان اللہ وبحمدہٖ کا ورد دن مین سو بار کیا تو اس کے گناہ دور ہو جاتے ہین- اگرچہ وہ دریا کی جھاگ کے مانند ہون (المشکوٰۃ- کتاب اسماء عزوجل- باب ثواب التسبیح والتحمید الخ فصل اول)

۲- سو دانون کی پروئی ہوئی مالا کو تسبیح یا سبحہ کہتے ہین تسبیح مین عموماً سو دانے پروئے جاتے ہین تاکہ ورد اسماء باری تعالی مین شمار قائم رہ سکے-

صاحب مظاہر حق لکھتے ہین کہ تسبیح اس طرح کی کہ اب متعارف ہو- آنحضرت صلعم کے عہد مبارک مین نہ تھی- گٹھلیون یا سنگ ریزون سے شمار کا کام لیا جاتا تھا- یا ڈورے مین گرہین دیجاتی تھین (سبحہ)

(۱۷۱) تسلیم (ع) اطاعت مین گردن جھکانا یا کسیکو حوالہ کر دینا- تسلیم اور اسلام ایک ہی لفظ مسلم سے مشتق ہین- تسلیم سے مراد ہے کہ انسان رب الارباب کے آگے گردن جھکا دے- اس انقطاع اور انقیاد حقیقی کے ساتھ گویا وہ اپنی کسی شئے کا (خواہ اندرونی ہو خواہ خارجی) مالک نہین رہا بلکہ ہر شئے اسی قدرت الہیہ کی تابع ہو گئی جس کے حکم پر گردن جھکا دی گئی ہے-

قرآن مجید مین تسلیم متعدد مقامات پر اطاعت کرنے اور سونپ دینے کے معنی مین آیا ہے مثلاً سورۂ بقر پ۲ رکوع ۳۰ آیت ۲۳۲) اگر تم چاہو اپنے بچہ کو کسی دایہ سے دودھ پلواؤ تو اس مین تم پر گناہ نہین- بشرطیکہ دستور کے مطابق ان کی اُجرت کو جو دینا کیا تھا وہ ان کے حوالہ کر دو (سلّمتم)

۲- سورۂ آل عمران (پ۴ رکوع ۱۶- آیت ۱۴۲) اس آسمان و زمین مین کوئی نہین- جو ناچار دین الہی کا حکم بردار نہ ہو-

صاحب اخلاق جلالی نے تسلیم کی تعریف یہ لکھی ہے کہ خدا کے احکام اور قوانین شرعی اور طریقہ پیغمبری اور ان کے امثال پر جو شریعت کے اماموں اور طریقت کے مشایخون سے موسوم ہین راضی رہے اور ان کو اچھی نیت سے قبول کرے اگرچہ وہ اس کی طبیعت کے موافق نہ ہون تسلیم کی مندرجۂ بالا تعریف کو سورۂ نساء کی اس آیت کی تفسیر کہہ سکتے ہین جس مین خدا فرماتا ہو "اور تسلیم کرین میرے حکم کو تسلیم ظاہر (پ۵ رکوع ۹- آیت ۶۴)

۳- اصطلاح صلوٰۃ مین وہ سلام جو نماز کے اخیر مین پڑھا جاتا ہے یعنی "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" تسلیم کہلاتا ہو-

۴- اصطلاح تصوف مین تسلیم کہتے ہین دل اپنے نفس کو حق تعالے کے سپرد کرنا اور اطاعت حق مین گردن رکھنا اور خود کو ہمہ تن فنا کر کے معشوق حقیقی مین مستغرق رہنا- اور خود عاشق (عین معشوق) بن کر اپنے سے بے خبر رہنا تسلیم اعلیٰ مقام ہے ان مقامات پنجگانہ مین سے جو سلوک مین اولیاء کرام نے مقرر کیے ہین (کنوز الاسرار القدم)

(۷۲) **تسمیع** (ع) سننا- اصطلاح صلوٰۃ مین رکوع کے بعد سیدھے کھڑے ہو کر اور پیٹھ (پشت) کے جوڑون کو برابر کرکے "سمع اللہ لمن حمدہ" کہنا تسمیع کہلاتا ہے (صلوٰۃ)

(۷۳) **تسمیہ** (ع) لغوی معنی نام رکھنا- حدیث مین ہے کہ ساتوین روز بچہ کا نام رکھین- بہترین نامون مین انبیا اور امامون کے نام ہین لیکن اچھا نام وہ ہے جو عبودیت پر مشتمل ہو مثلاً عبد الکریم-

۲- اصطلاح مین بسم اللہ الرحمن الرحیم کہنے کو تسمیہ کہتے ہین- قرآن مجید کی ہر سورت کی ابتدا مین سوائے سورۂ توبہ کے تسمیہ لکھا ہوا ہے مفسرین کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ تسمیہ ان سورتون کی ایک آیت ہے جس کی ابتدا مین وہ لکھا گیا ہے لیکن دوسری جماعت نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آیتون کے شمار سے خارج رکھا ہے- جماعت ثانی کی تبعیت مین صاحب نجوم الفرقان نے بھی تسمیہ پر شمار آیت کا نہین لگایا ہے-

تسمیہ ہر نیک کام کی ابتدا مین کہنا سنت موکدہ ہے- البتہ قربانی کے وقت صرف بسم اللہ ہی کہنا چاہیئے اس لئے کہ فعل قربانی دافع امان اور قاطع حیات ہے- لیکن ذابح تسمیہ سے ذکر خالص کا ارادہ کرے- اگر دعا کا اختلاط ہو گیا تو ذبیحہ حلال نہین ہے-

آداب طعام مین ہے کہ ابتدا بسم اللہ الرحمن الرحیم سے کرین اور اختتام پر الحمد للہ کہین-

(۷۴) **تسنیم** (ع) لغوی معنی وہ چیز جو محدب اور دونون کنارون کی طرف جھکی ہوئی ہو- تسنیم نام ہے ایک نہر کا جو بہشت مین ہے- سورۃ التطفیف (پ ۳۰ رکوع اول آیت ۲۸) مین ہے کہ اس کی آمیزش چشمۂ تسنیم سے ہے- ابن عباس سے روایت ہے کہ تسنیم نام ہے اس پانی کا جو عرش کے نیچے سے بہشت مین گرتا ہے اور وہ بہشت کی تمام شرابون اور پانیون سے افضل ہے-

(۷۵) **تشبیہ** (ع) کسی دوسرے سے مثال دینا یعنی مشابہ و ہمشکل کرنا- اسلام کا ایک فرقہ جو مشبہ کے نام سے موسوم ہے اس بات کا قایل ہے کہ خدائے تعالیٰ صفات مین مخلوق کے ساتھ مشابہ ہے لیکن اسلام کے دوسرے فرقے تشبیہ و تعطیل کی نفی کرتے ہین (تنزیہ)

(۷۶) **تشریق** (ع) دھوپ مین گوشت خشک کرنا- عید الضحیٰ کے دنون کو ایام تشریق کہتے ہین (دیکھو ایام تشریق) ایام تشریق کی وجہ تسمیہ مین جو اقوال لکھے جا چکے ہین ان مین سے دو قول اس مقام پر نقل کئے جاتے ہین-

اولاً یہ کہ قربانیون کا گوشت انہی دنون مین منیٰ مین سکھایا جاتا ہے-

ثانیاً خود قربانیان سورج چڑھنے کے بعد کی جاتی ہین-

(۷۷) **تشطیح** (ع) بیجائی کرنا- اصطلاح تصوف مین ظاہر شرع کے مخالف کلمات کہنا-

(۷۸) **تشہد** (ع) لغوی معنی شہادت دینا- اصطلاح مین کلمۂ شہادت پڑھنا یعنی اشہد ان لا الہ الا اللہ کہنا- نماز مین التحیات پڑھنا- نماز مین تشہد واجب ہے- دو رکعتی نماز مین ایک مرتبہ اور تین رکعتی و چار رکعتی نماز مین دو مرتبہ تشہد پڑھا جاتا ہے علمائے حنفیہ کا عمل تشہد حضرت عبد اللہ بن مسعود پر ہے لیکن شافعیہ کا معمول بہ تشہد ابن عباس ہے- علمائے امامیہ تشہد مین علاوہ کلمات شہادتین کے محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیجنا واجب جانتے ہین-

(۷۹) **تشیع** (ع) اپنے کو شیعہ کہنا اور مذہب شیعیت کا دعوے

کرنا (شیعہ)

(۱۸۰) **تشییع** (ع) مسافر کو راہ تک پہونچانا، جنازہ کے پیچھے چلنا — یثرب مین چند ثنیات (یعنی ٹیلے) تھے جو ثنیات الوداع کہلاتے تھے۔ اور اہل یثرب جنازہ کو وہان تک رخصت کرنے آیا کرتے تھے۔ آنحضرت صلعم ۱۲۔ ربیع الاول سنہ ۱ھ (جمعہ) کو یثرب مین جنوبی جانب سے داخل ہوے اور ثنیۃ البول ثنیۃ لجابر اور ثنیۃ مروان کو عبور فرمایا ان ثنیات کا ذکر سیعاہ (باب ۱۲ ورس ۱۱) مین بھی ہو اور یہ وہی مقامات ہین جن پر کھڑے ہو کر انصار کی معصوم لڑکیون نے آنحضرت صلعم کے داخلۂ یثرب کی خوشی مین پر جوش گیت گائے تھے۔

(۱۸۱) **تصفیہ** (ع) صفا کرنا، صفائی کرنا، اصطلاح تصوف مین دل کو غیر حق تعالیٰ سے اور اپنی خودی سے پاک کرنا، ور سوائے حق تعالیٰ کے دل مین کسی اور کو جگہ نہ دینا۔ تصفیہ کہلاتا ہے۔

(۱۸۲) **تصوف** (ع) پشمینہ پہننا۔ ماخوذ صوف یعنی پشم سے شیخ ابو نصر سراج نے اپنی تصنیف "کتاب اللمع" مین تفصیلی بحث لفظ صوفی اور اس کے اشتقاق پر کی ہے۔ لفظ صوفی کی تحقیق مین مختلف اقوال پائے جاتے ہین۔ ایک گروہ کے نزدیک لفظ صوفی دراصل صفوی تھا، کثرت استعمال سے زبان پر صوفی چڑھ گیا ابو الحسن قناد کا خیال تھا کہ صوفی صفا سے مشتق ہو اور اس کا اطلاق اہل صفا پر ہوتا ہو، ایک بزرگ کا مقولہ ہے کہ جو لوگ کدورت بشریت سے پاک و صاف کر دیے گئے ہین وہ صوفی کہلاتے ہین بعض کا قول ہو کہ صحابہ مین سے جو اہل صُفّہ کہلاتے تھے وہ صوفی کے لقب سے موسوم ہوے کسی بزرگ کی رائے مین ان لوگون کا لباس انبیاء علیہم السلام کی تقلید مین صوف کا ہوتا تھا۔ اس لئے صوفی کہلائے۔ امام ابن خلدون اپنے مقدمۂ تاریخ مین اپنا اتفاق اخیر قول سے ظاہر کرتے ہین اور لکھتے ہین کہ یہ فرقہ ان لوگون سے متایز ہونے کے خیال سے جن کا لباس شان عشرت پسندی لئے ہوے ہوتا تھا۔ موٹے جھوٹے اونی کپڑے پہنتا رہا ہے۔

علامہ ابو ریحان بیرونی نے کتاب "الہند" مین لفظ صوفی کے متعلق لکھا ہے کہ تصوف کا لفظ دراصل حرف س سے تھا جس کا مادہ سوف اور جس کے معنی یونانی زبان مین حکمت کے ہین۔ لیکن دوسری صدی ہجری مین جبکہ یونانی زبان کا ترجمہ عربی مین ہوا تو یہ لفظ عربی مین آیا۔ اور چونکہ حضرات صوفیہ مین اشراقی حکماء کا انداز پایا جاتا تھا۔ اس لئے لوگون نے انکو "سوفی" یعنی حکیم کہنا شروع کیا۔ رفتہ رفتہ سوفی سے "صوفی" ہو گیا۔ صاحب کشف الظنون کی عبارت بھی اسی کے قریب قریب ہے، چنانچہ تصوف کے ذیل مین لکھا ہے کہ حکماے اشراقین مشرب اور اصطلاح مین صوفیہ کے مشابہ تھے۔

تصوف کی ماہیت اور حقیقت کے متعلق سو سے زاید اقوال پائے جاتے ہین جو تقریباً ڈہائی صدیون کے خیالات کا نچوڑ ہین۔ معروف کرخی (۲۰۰ھ / ۸۱۵ء) کی پہلی تعریف سے لیکر ابو سعید ابوالخیر (۴۴۰ھ / ۱۰۴۸ء) کی اخیری تعریف تک جملہ تعریفات ہمارے پیش نظر ہین۔ تعریفات سب ہی قسم کی ہین کسی مین معرفت کا رنگ نظر آتا ہو کسی مین ہمہ اوست کی جھلک پائی جاتی ہے کسی بزرگ نے زہد فقر اور تصوف تینون کو خلط ملط کر دیا ہو۔ ان تعریفات

مین سے ہم صرف چند تعریفین نقل کرتے ہین۔

۱۔ معروف کرخی ۲۰۰ھ/۸۱۵ء تصوف کے معنی یہ ہین کہ حقایق کو اخذ کیا جائے اور ان باتون کو جو خلقت کے ہاتھ مین ہین چھوڑ دیا جائے۔

۲۔ ابو سلیمان دارانی (۲۱۵ھ/۸۳۰ء) تصوف وہ ہے کہ جس کی وجہ سے ایسے افعال سرزد ہون جن کو سوائے خدا کے کوئی نہ جانے۔

۳۔ ذوالنون مصری (۲۴۵ھ/۸۵۹ء) اہل تصوف وہ ہین جنھون نے خدائے بزرگ و برتر کو تمام چیزون پر ترجیح دی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدائے بزرگ و برتر نے ان کو تمام چیزون پر فوقیت بخشی۔

۴۔ ابو محمد ادیم (۳۰۳ھ/۹۱۵ء) تصوف نفس کو باری تعالیٰ کی مرضی پر چھوڑ دینے کا نام ہے۔

۵۔ ابوبکر شبلی (۳۳۴ھ/۹۴۵ء) تصوف ضبط قوئی است و مراعات انفاس و دم کشی۔

۶۔ ابو سعید بن ابی الخیر (۴۴۰ھ/۱۰۴۹ء) تصوف سے مراد ہے کہ جو کچھ سر مین ہے نکال دے اور جو کچھ ہاتھ مین ہے دیدے اور جو پیش آوے برداشت کرے۔

تصوف کی تاریخی نشو و نما کو بیان کرنے کے لئے ہم پروفیسر رنالڈ نکلسن کے مضمون کو اپنا ماخذ بناتے ہین۔ پروفیسر کو کتب تصوف سے ذوق نہین بلکہ شغف ہے۔ آپ نے جنرل آف دی رایل ایشاٹک سوسائٹی کے لئے تصوف پر ایک مضمون تیار کیا تھا جس کا ترجمہ اردو کے رسالہ ”دکہن ریویو“ (بابت ۱۹۰۸ء) مین بھی شائع ہو چکا ہے۔ ہم اس مضمون کا ملخص درج ذیل کرتے ہین۔

۱۔ راضی بہ رضائے الٰہی ہونے اور جستجوے کنہ ذات باری کے معنون مین تصوف ان زاہدانہ رجحانات کا ماحصل تھا جو اسلام مین بہ زمانہ حکومت بنی امیہ پیدا ہو گئے تھے۔ اس طریقہ کی ابتدا سنت اسلام کے مطابق ہوئی اسلئے اس دور کے صوفیہ توکل و رضا۔ صبر و شکر مین ید طولے رکھتے تھے۔

۲۔ یہ زہد اگرچہ مسیحی اثرات سے آزاد نہ تھا لیکن بحیثیت مجموعی اسے اسلام کا ماحصل قرار دیا جا سکتا ہے اور جو تصوف اس سے پیدا ہوا وہ بھی اسلامی الاصل ہی۔ اس دور ثانی مین لفظ صوفی نے رواج پایا۔ اور ابو ہاشم پہلا شخص ہے جو صوفی کے نام سے موسوم ہوا۔

امام ابوالقاسم قشیری رسالۂ قشریہ مین لکھتے ہین کہ اس وقت اہلسنت کے طبقۂ خاص نے جو ذکر الٰہی مین مشغول اور غفلتون سے دور رہتا تھا اپنے لئے اہل تصوف کی اصطلاح قائم کی لیکن پروفیسر نکلسن کی رائے ہے کہ یہ لفظ اس افتراق کو ظاہر کرتا ہی جو زہد و سنت مین پیدا ہونا شروع ہوا۔ اور عجب نہین کہ ابو ہاشم کا تعلق اس خانقاہ سے ہو جو مسیحی امرا کے زیر اثر قائم ہوئی تھی۔ اوجسکا ذکر نفحات الانس (جامی) مین موجود ہی لیکن ابراہیم ادھم ۱۶۱ھ/۷۷۷ء داؤد الطائی ۱۶۵ھ/۷۸۱ء فضیل بن عیاض ۱۸۷ھ/۸۰۳ء کے مقولون مین زہد آمیز اور رضا انگیز تصوف پایا جاتا ہے۔

جو اس دور کے تصوف کو اسلامی الاصل ثابت کرتا ہے۔

(۳) دوسری صدی ہجری کے خاتمہ پر تخیل کی ایک نئی رو تصوف میں دوڑنی شروع ہوئی، یہ خیالات جو غیر اسلامی ہین اور بلحاظ نوعیت مسیحی تصوف سے تعلق رکھتے ہین۔ معروف کے اقوال مین پائے جاتے ہین۔ وہ خیال کرتے ہین تو خدا کا - رہتے ہین تو خدا کے یہان اور معاملہ کرتے ہین تو خدا کے ساتھ (تذکرۃ الاولیاء) (۲) عارف کو لذت حاصل نہین تو نہ ہو اسکی ذات تو سراپا لذت ہے (تذکرۃ الاولیاء) اس تعریف کا مقابلہ ابراہیم ادہم کی تعریف سے کرو۔ ابراہیم ادہم کہتے ہین کہ عارف کی علامت یہ ہے کہ اس کے خیالات زیادہ تر خدا کے دھیان مین صرف رہتے ہین۔ اس کے اقوال خدا کی تعریف و تمجید کے لیے وقف ہین۔ اس کے افعال عبادات ہین اور اس کی نگاہ خدا کی طاقت اور قدرت کی باریکیون پر جمی رہتی ہے۔ یہ مقابلہ صاف بتلا رہا ہے کہ تصوف جو حصول نجات کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ اب حقیقت کے ذوق سے آشنا ہونے لگا۔

(۴) تیسری صدی ہجری کے نصف اول مین ان خیالات کو بہت ترقی ہوئی اور وہ طریقۂ صوفیہ کے جزو اعظم بن گئے۔ اس ترقی کی تفصیل مندرجۂ ذیل دفعات مین درج ہے۔

(الف) جس شخص نے عقائد صوفیہ کو مستقل طور پر مدون و متشکل کیا۔ وہ ثوبان بن ابراہیم ذو النون مصری ہین (۲۴۵ھ / ۸۵۹ء) یا زیادہ صحت کے ساتھ یون کہا جاسکتا ہے کہ ابو سلیمان الدارانی نے بنیاد رکھی اور ذو النون مصری اور ان کے جانشینون نے ان عقائد صوفیہ کو مدون کردیا۔ بعض محققین بایزید بسطامی (۲۶۱ھ / ۸۷۴ء) کو یہ شرف دیتے ہین لیکن یہ قول صحیح نہین معلوم ہوتا۔ ذو النون مصری کی تلقین کہ وہ خدا کی سچی تسبیح و تمجید کا منشا یہ ہے کہ ذاکر معبود کے تصور مین ضم ہو جائے، یا یہ کہ "عاشق الٰہی کو شراب شوق کا پیالہ دیا جاتا ہے" اولیت کا شرف بایزید بسطامی کے لیے باقی نہین رکھتی۔

(ب) جن تاریخی حوالی مین ان عقائد کا اٹھان ہوا۔ ان سے صاف ظاہر ہے کہ اس دور کے تصوف کا ماخذ فلسفۂ یونان ہی کہا جاتا ہے کہ تصوف اور ویدانیت کا تطابق باہمی اسکو ہندی الاصل ثابت کررہا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہندی تخیل کا اسلامی تصوف پر براہ راست جو اثر پڑا۔ اگرچہ اس کے اہم ہونے مین کلام نہین لیکن تاریخی لحاظ سے اس اثر کو یونانی اور شامی اثرات سے موخر اور ان کا تابع سمجھنا چاہیے۔ اس لیے کہ ابو سلیمان الدارانی اور ذو النون مصری اور ان کے جانشینون کی عمرین شام اور مصر مین گذری ہین اور جنکی رگون مین ایرانی یا ہندی خون کا ایک قطرہ بھی نہ تھا۔

(ج) تصوف کا وہ پہلو جس کا مقصد بجائے زہد و رضا کے معرفت ذات باری ہے، فلسفہ اشراقیہ جدید اور مذہب اور یہ کے اثرات سے پیدا ہوا ہے۔ اس لئے کہ یہ وہ زمانہ ہے کہ تصوف کا متذکرہ بالا پہلو ترقی کرکے ۱۹۸ھ اور ۲۴۷ھ کے درمیان کے پچاس سال مین انتہائے کمال کو پہونچ جاتا ہے۔ اس نصف صدی مین مامون، معتصم، واثق اور متوکل کا زمانہ ہے۔ مغربی ایشیا پر یونانی تخیل نے عموماً اور فلسفہ اشراقیہ جدید نے خصوصاً بہت بڑا اثر ڈالا ہے۔ (د) جس طرح تصوف کا وہ عنصر جو جستجوئے کنہ ذات باری سے تعلق رکھتا ہے، یونانی ہے، اسی طرح ہمہ اوست کے وہ انتہائی خیالات جو بایزید بسطامی کیوجہ سے اول اول آئے، ایرانی یا ہندی ہین جو نکہ بایزید بسطامی ایرانی نژاد تھے۔ اور اپنے ہم وطنون کے مذہبی جذبات و رجحانات کے مظہر اتم ہونے کی قابلیت رکھتے تھے۔ اس سے اول اول

اونھون نے تصوف مین عقیدۂ ہمہ اوست کا وہ غلو آمیز عنصر شامل
کیا جو ساسانیون کے دور مین بھی عام طور سے ایران مین رائج
تھا۔ یہ عنصر حقیقت مین ایران و ہندوستان کے متفقہ تخیل کا نتیجہ
تھا۔ بایزید بسطامی کے اقوال مین (جو ان کی طرف منسوب کیے
گئے ہین) مسئلہ فنا اور مسلک ہمہ اوست کی جھلک صاف صاف
نظر آرہی ہے۔

مسئلہ فنا غالباً نروان سے ماخوذ ہے جو بودھ مذہب کا رکن
اعظم ہے (۵)۔ تیسری صدی ہجری کے خاتمہ پر طریقہ صوفیہ کی باقاعدہ
طور پر تدوین اور تنظیم ہوئی۔ خانقاہین بن گئین۔ پیری مریدی
ہونے لگی۔ اس طریقہ کے اصولون کا درس دیا جانے لگا۔ اس کے
قواعد و آداب مقرر ہو گئے۔ اس امر کی کوشش کی گئی کہ تصوف
دوبارہ اسلامی نقطہ پر آجائے۔ بیان کیا جا چکا ہے کہ بایزید بسطامی
اور ان کے پیرو طیفوری اپنی گفتار اور کردار کے لحاظ سے مست الست
تھے۔ لیکن اسی زمانہ کے دوسرے صوفیہ جنید بغدادی (۲۹۷ھ)
کے ہم صفیر ہو کر مستی پر ہوشیاری کو ترجیح دینے لگے۔ اس امر کا اعلان
علی روس الاشہاد کر دیا گیا تھا کہ متصوفانہ تخیل بلکہ احساسات روحانی
و مقامات طریقت کا معیار بجز قرآن و سنت نبوی کے اور کچھ نہین
ہو سکتا۔ چنانچہ جنید بغدادی کا قول کہ تصوف یہ ہے کہ ذکر ہو لیکن
حضور قلب کے ساتھ۔ وجد کی حالت طاری ہو لیکن آیت و حدیث
سن کر اور عمل ہو لیکن با پابندی قرآن و سنت،، ثبوت مین پیش
کیا جا سکتا ہے۔

آج ایک عام خیال یہ پھیلا ہوا ہے کہ تصوف اسلام سے الگ
ایک مستقل نظام مذہبی کا نام ہے۔ ہمارے فاضل پروفیسر نکلسن بھی
اس غلط فہمی مین مبتلا نظر آتے ہین۔ اس جماعت کے خیال مین
تصوف، یونان، مصر، ایران اور ہندوستان کے روحانی اثرات
کے مجموعہ کا نام ہے جسمین بعد کو اسلامیت کے عناصر بھی مخلوط
کر دیئے گئے۔ لیکن یہ خیال تمام تر غلط ہے گو تصوف کی موجودہ مسخ شدہ
شکل، یونانی اوہام، ایرانی تخیلات ہندی مراسم اور دیگر غیر اسلامی
عناصر کا ایک معجون مرکب ہے۔ جسکے صرف بعض اجزاء اسلامی کہے
جا سکتے ہین لیکن حقیقت مین تصوف اپنی اصلی خالص، اور غیر
آمیز صورت مین اسلام کی کامل ترین صورت کے مرادف ہے۔
بیرونی عناصر کا امتزاج صرف اس وقت شروع ہوا جب تصوف
دور انحطاط مین آ چکا تھا۔ اکابر صوفیہ کی تصانیف یعنی کتاب اللمع
کشف المحجوب۔ رسالہ قشیریہ، عوارف المعارف وغیرہا کا مطالعہ
اس نظریہ کو ثابت کر رہا ہے کہ ابتداً مسائل تصوف کے ماخذ
کتاب اللہ و سنت نبوی تھے (ماخوذ از تصوف اسلام)

تصوف گو ابتداً علم و عمل کا نام تھا لیکن رفتہ رفتہ ایک
مستقل علم بن گیا اور اس کا دوسرا نام علم باطن قرار پایا۔ اس علم باطن
کے نتائج عجیب و غریب ہین۔ جو مقامات سے تعبیر کیے جاتے ہین۔ اشیاء
کا ادراک جو عام طور پر استنباط و استدلال سے حاصل ہوتا ہے تصوف
مین الہام اور مکاشفہ سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ الہام اور مکاشفہ کا اثر ہے
کہ صوفیہ ان چیزون کو دیکھتے ہین جن کو اہل ظاہر جانتے ہین۔ ارسطو
دلائل سے ثابت کرتا ہے کہ سچ اچھی چیز ہے لیکن خود سچ کے خلاف
کہ جاتا ہے لیکن صوفی کی زبان سے بلا قصد سچ ہی نکلتا ہے۔ فلسفی
کے پاس عقلی دلائل ہین کہ شکر مین مٹھاس ہے لیکن صوفی چکھ کر بتلاتا
ہے کہ شیرین ہے (صوفی، فقیر) اسلامی تصوف مین علمی حیثیت سے
مندرجۂ ذیل سرخیان قائم کی گئی ہین۔

(الف) موضوع تصوف۔ تصوف کا موضوع افعال قلبیہ ہین

جنکو دوسرے لفظون مین احوال وجدانیات بھی کہتے ہین (ب) تصوف کے حدود واربعہ۔ شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت ہین۔

(ج) ارکان تصوف۔ ان مین سے چند یہ ہین۔

(۱) تجرید التوحید۔ یعنی یہ سمجھنا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ واحد ویگانہ ہے۔ نہ اس کے کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ اور نہ اسکے مثل اور برابر کا کوئی ہے۔

(۲) فہم السماع۔ خدا اور رسول کے کلام اور دین کے احکام کو نہ صرف سمع علم سے سننا بلکہ سمع حال سے سننا اور سن کر محض اس کے علم پر اکتفا نہ کرنا بلکہ اسکے مطابق بخلوص دل سراپا عمل بن جانا۔

(۳) حسن القشرۃ۔ بہترین زندگی بسر نا یعنی پاکیزہ اور اسلامی زندگی

(۴) ایثار الایثار۔ دوسرون کی بھلائی اور ان کے فائدے کو اپنی بھلائی اور فائدے پر مقدم رکھنا اور اس اقدام مین تمیز وتخصیص کو راہ نہ دینا بلکہ تمام مخلوق کے ساتھ بلاتفریق یگانہ وبیگانہ یہی طریقہ برتنا۔

(۵) ترک الاختیار۔ خدا نے بندون کو جو اختیار دیے ہین۔ ان کا اقبال کرتے ہوے اپنے کو خدا کے سپرد کر دینا اور اس کے احکام کی بجا آوری مین اینٹ پتھر کی طرح بن جانا یعنی اس کے احکام کے خلاف حرکت تک نہ کرنا۔

(۶) سرعۃ الوجد۔ ان چیزون سے جو دل کے پاکیزہ جذبات کو برانگیختہ کرنے والی ہین جیسے ذکر، تلاوت، اور نماز وغیرہ، ان سے ایک لحظہ غافل نہ ہونا۔ ان چیزون کو دل مین راہ نہ دینا۔ جو اللہ کے اوامر اور نواہی کے سننے مین حارج ہون جیسے فحش ولغو۔

(۷) کشف عین الخواطر۔ دل مین جو خیالات گذرین انکی تحقیق وتفتیش کرنا اور ان مین سے جو حق ہون ان پر عمل کرنا اور جو باطل ہون انکو دل سے باہر نکال ڈالنا۔

(۸) سیرۃ الاسفار۔ سبق آموزی وعبرت پذیری کے لیے دیار وامصار مین چل پھر کر سیر وسیاحت کرنا۔

(د) اصطلاحات واشارات تصوف۔ دیکھو مصطلحات صوفیہ

(ہ) رجال تصوف۔ یعنی وہ بزرگوار جنھون نے تصوف کو باقاعدہ علم بنا دیا۔ (ماخوذ از رسالۂ تصوف لاہور)

(۱۸۳۳) **تصویر** (ع) صورت۔ صورت گری۔ کسی چیز کی صورت اور شکل تیار کرنا۔ دنیا کی قومون مین ایک مدت مدید سے تصویر کا رواج پایا جاتا ہے۔ خصوصاً انسانی عادات واطوار اور مذہبی جذبات ومعتقدات کے اظہار مین تو تصویر سے معتدبہ امداد لی گئی ہے۔

وادیٔ نیل کے آثار قدیمہ مین ایسی تصویرین بکثرت ملتی ہین۔ جو اُس زمانہ کے رسم ورواج اور طریق معاشرت پر بخوبی روشنی ڈال رہی ہین۔ اہل مصر کے مانند دنیا کی تمام بڑی بڑی قومون نے اس قسم کے آثار چھوڑے ہین۔ اہل عرب نے بھی ایام جاہلیت مین اس طرف توجہ کی تھی۔ چنانچہ صوبۂ یمن مین جو قدیم کتبات اور تصاویر برآمد ہوئی ہین وہ ان کی معاشرت اور مذہبی معتقدات کا آئینہ کہی جا سکتی ہین۔ لیکن زمانہ اسلام کے بعد اہل عرب نے فن تصویر کے ساتھ کوئی قابل ذکر اعتنا نہین کیا

کتب احادیث وفقہ مین تصاویر کے جواز وعدم جواز پر طویل بحثین درج ہین۔ جن کا اختصار یہ ہے کہ (۱) عبادت کیلیے چیزون کی تصویر کشی جائز نہین۔ خواہ وہ تصاویر ذی روح کی ہون یا غیر ذی روح کی۔ ان تصاویر کا بحیثیت معبود کے کام مین لانا اور انکو خدا کا شریک ٹھیرانا۔ ان کی حرمت کو قطعی طور پر ثابت کرتا ہے۔ (۲) تصاویر کا استعمال اس طریقے پر جو کفار کے طریقہ عبادت وتعظیم اصنام سے مشابہ ہو جائز نہین۔ ان کا محل عظمت مین

رکھنا حرام ہے البتہ معمولی قابلیت سے آویزان ہون تو کچھ مضائقہ نہیں۔

(۳) کسی ذی روح کی تصویر ایسی مکمل نہ ہو کہ بغرض محال اگر اُس مین جان ڈالدیجاوے۔ تو وہ اصلی شکل وصورت اختیار کرلے۔ بس وہ تصاویر بلکہ مجسمے جائز الاستعمال قرار دیئے گئے ہین۔ جن کے سر کاٹ دیئے جائین یا دھڑ علیحدہ کردیا جائے یا نصف کاٹ دیے جائین۔

احادیث ومجتہدات آئمہ مین تصاویر سے مراد ذی روح کی تصویرین لی گئی ہین۔ جو کپڑے پر کڑھی ہون۔ عرف شرع مین اس شخص کو جو حیوانات کی تصویر کاڑھے مصوّر اور غیر ذی روح کے نقش ونگار بنانے والے کو نقاش کہتے ہین۔ مصورون کے لیئے آنحضرت صلعم نے سخت عذاب کی اطلاع دی ہے (المشکواۃ۔ کتاب اللباس۔ باب تصاویر)

مسلمانون نے اگرچہ مستقل حیثیت سے فن تصویر کی طرف توجہ نہین کی تاہم آثار قدیمہ کے مطالعہ وتفحص سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس فن سے بے خبر نہ تھے۔ ثبوت مین چند تاریخی حالات رسالہ الندوہ سے نقل کیئے جاتے ہین۔

مسلمانون نے اپنے عروج وترقی کے دور مین جوان کی تہذیب اور شایستگی کا زمانہ کہا جاتا ہے۔ بغداد۔ قرطبہ۔ طلیطلہ۔ غرناطہ۔ اور اشبیلیہ مین حیوانات کی مورتین اور سوارون کے مجسمے جابجا نصب کیئے تھے۔ چنانچہ خلیفہ المقتدر باللہ عباسی کا قصر دار الشجرہ جو چوتھی صدی ہجری کے اوائل مین تعمیر ہوا۔ اور خلیفہ الناصر کے محلات جن مین مختلف چوپاؤن۔ اژدہون اور چڑیون کی طلائی مورتین زیب وزینت کے لیئے نصب تھین۔ اشبیلیہ اور غرناطہ کے شاہی محلات اور خلفاء بنی فاطمہ کے گران قیمت فراش اور زرتار پردے جن پر مشاہیر وسلاطین کی تصویرین ہوتی تھین اور ہر تصویر پر صاحب تصویر کا نام اور اس کی مدت حکومت درج ہوتی تھی۔ قابل تذکرہ کارنامے ہین۔

مسلمانون مین بالتصویر کتابون کا رواج نہ تھا۔ اور اس کی وجہ وہی مذہبی ممانعت تھی جو تصویر کشی کی حرمت پر دلالت کرتی ہے۔ تاہم مسلمانون نے اس صنف خاص مین جو کچھ کیا ہے۔ وہ مختصراً حوالہ قلم ہے۔

(۱) جغرافیہ یا کرۂ ارض کے عام حالات کے متعلق باتصویر کتابین اور نقشے چوتھی صدی ہجری مین تیار کیئے۔ چنانچہ اصطخری کی کتاب الاقالیم مین چند نقشے درج ہین۔

(۲) مسلمانون نے جب یونانی اور فارسی طبی کتابون کا ترجمہ کیا تو بعض اعضائے انسانی اور نباتات کی تصویرین بھی ان کتابون سے نقل کین۔ کتاب الاقرابادین والمفردات الطبیہ مین جو چھٹی صدی ہجری مین لکھی گئی ہے۔ نباتات اور ادویہ کی تصویرین اصلی شکل وصورت مین قدرتی رنگ اور روغن کے ساتھ بنائی گئی ہین۔ جو کمال فن پر دلالت کرتی ہین۔ تمام آلات جراحی ودواسازی کی تصویرین بھی اس کتاب مین موجود ہین۔

کتاب تشریح العین (من تصنیف ابن اسحاق) مین جو ۵۹۲ھ مین تحریر کی گئی ہے۔ متعدد رنگین تصاویر کے ذریعہ سے آنکھ کی رطوبت۔ عضلات وحرکات کو نہایت خوش اسلوبی سے بتایا ہے۔

(۳) علم الساعات والعمل بنا کے مصنف رضوان بن محمد الخراسانی نے اپنی کتاب مین گھڑی کے ہر پُرزے وٹکڑے کی تصویر دی ہے۔ اسکے علاوہ الجامع بین العلم والعمل مین بھی جو آٹھوین صدی ہجری مین ابوالعزبن اسمٰعیل نے تالیف کی تھی۔ ایک سو سے زائد تصویرین ہین جنکے ذریعہ سے ہندسی اشکال سمجھائے گئے ہین۔ ان کتابون کے نسخے خدیو مصر کے کتبخانہ مین موجود ہین۔

(۴) علم ادب کی مصور کتابون مین سب سے قدیم مقامات حریری کا نسخہ ہے جو ۶۵۴ھ کا لکھا ہوا ہے اور برٹش میوزیم مین محفوظ ہے۔ اس نسخہ مین ۸۱ رنگین تصویرین ہین لیکن جب عربون سے یہ فن منتقل ہوکر ایرانیون اور تیموریون مین آیا تو عام طور پر مصور کتابون کا مذاق پھیل گیا اور روم۔ ایران اور مشرق اقصیٰ کے مختلف مناظر پیش کیے گئے۔ شاہنامہ۔ تیمور نامہ۔ کلیات سعدی۔ ظفر نامہ وغیرہ مین مختلف مناظر و اشخاص کی تصویرین موجود ہین۔

دور حاضرہ کی اولیات مین سے فن فوٹوگرافی ہے۔ اور یہ فن۔ تصویر کشی کے حکم مین آتا ہے یا نہین حل طلب مسئلہ ہے۔ موجودہ دنیاء اسلام کے روشن خیال علماء نے فوٹوگرافی کو جائز قرار دیا ہے۔ وجہ حلت غالباً یہ معلوم ہوتی ہے کہ فوٹوگرافی فی نفسہٖ عکاسی ہے جسکو تخلیق اعضاء سے کچھ سروکار نہین ہے۔

(۱۸۴) تَطَوُّع (ع) حکم ماننا۔ عرف شرع مین اُس چیز کا بجالانا جو واجب نہ ہو بلکہ مستحب اور نفل مین سے ہو۔

(۱۸۵) تَطْہِیر (ع) پاک کرنا۔ طہارت سے مراد یہ ہے کہ جسم اور لباس ہر قسم کی ظاہری اور معنوی نجاست سے پاک ہو۔ سورہ مدثر (پ ۲۹۔ رکوع اول آیت ۴) مین طہارت کا حکم دیا گیا ہے۔ اور یہ حکم توحید کے بعد دوسرا اسلامی حکم ہے جو واجب کیا گیا ہے گو بعض مفسرین نے "فطہر" سے مراد دل کی طہارت لی ہے تاہم یہ لفظ ظاہری طہارت اور پاکیزگی کو بھی شامل ہے جن چیزون سے ازالہ نجاست ہوتا ہے۔ وہ عموماً پانی۔ آگ اور مٹی ہین (طہارت)

(۱۸۶) تَعْرِیب (ع) عجمی لفظ کو عربی بنانا (۲) کھجور کی شاخین کاٹنا۔ (۳) بات کو خطا سے پاک کرنا (۴) پیچھے دیکھنا (۵) کسی کی جستجو مین متردد ہونا۔

(۱۸۷) تعذیب (ع) دُکھ دینا۔ سزا دینا۔ شرع نے تعذیب کے تین طریقے مقرر کیے ہین۔ اول حد۔ دوم قصاص۔ سوم تعزیر۔ ان مین سے حدود سزائے معین ہے۔ جو شارع نے خدا تعالیٰ کے حقوق کیلئے واجب کی ہے۔ قصاص مین قاتل کو مقتول کی عوض مین قتل کیا جاتا ہے یا زخم کی عوض مین زخم لگایا جاتا ہے اور تعزیر ایسی عقوبت یا اہانت ہے کہ اسکی مقدار اکثر اصل شرع سے معین نہین ہوتی بلکہ حاکم شرع کی رائے پر مفوض ہوتی ہے۔

قانون حدود و تعزیرات کا منشاء جان۔ مال اور آبرو کا تحفظ ہے اسلیے یہ قوانین کم و بیش ہر قوم مین پائے جاتے ہین اور منتظمانہ حکومت کا قیام ان ہی قوانین کے نفوذ کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ عرب جاہلیت مین بھی قتل و قصاص اور دیت کے کچھ قوانین موجود تھے۔ اور یہود کے پاس تو حدود و تعزیرات کا مجموعہ ایک مکمل شکل مین موجود تھا لیکن منتظمانہ حکومت کی عدم موجودگی نے ان قوانین کو مردہ کر رکھا تھا، جب اسلام مین سیاسی قوت پیدا ہوئی تو حدود و تعزیرات کے قوانین ۶ھ ۶۲۷ء سے نازل ہونا شروع ہوے اور سب سے پہلے قتل عمد و قتل شبہ کی وضاحت کی گئی (سورۂ بقر پ ۲۔ رکوع ۲۲ آیت ۱۷۳)

بعدہ راہزن کے لیے حد مقرر ہوئی (سورہ مائدہ - پ۶ - رکوع ۵ آیت ۳۵) اور تحفظ مال کے خاطر سارق کے لیے قطع ید کا حکم ہوا (سورہ مائدہ - پ۶ - رکوع ۶ - آیت ۴۲) اور حد قذف کے ذریعہ سے آبرو کی حفاظت کی گئی (ماخوذ از سیرۃ النبی)

(۱۸۸) **تعزیت** **تعزیہ** (ع) ماتم پرسی کرنا - یعنی مصیبت زدہ کو صبر کرنے کو کہنا اور اسکی تسلی کرنا - تعزیت کرنا مستحب ہی لیکن ایکبار سے زیادہ نہ کرے - تعزیت کا وقت مرنے سے تین دن تک ہی لیکن اگر تعزیت کرنیوالا یا مصیبت زدہ غائب ہو تو ملاقات ہونے پر تعزیت کرنے مین مضائقہ نہین تعزیت کے مستحب الفاظ یہ ہین - اللہ تعالیٰ میت کو بخشے اور اسکے گناہون سے درگذر کرے اور اپنی رحمت مین ڈہانکے اور تجکو صبر نصیب کرے اور تجکو ثواب کرامت کرے - بہترین الفاظ تعزیت کے وہ ہین جو آن حضرت صلعم سے مروی ہین یعنی اللہ ہی کی ملک ہے جو چیز کے لیے اور اُسکی کی ملک ہے جو چیز کر دے - اور ہر چیز اسکے نزدیک ایک وقت مقررہ کیلیے ہی - اگر کافر مر جائے اور قرابتی اس کا مسلمان ہو تو تعزیت اس طرح کرے کہ بہت دے اللہ تعالےٰ ثواب تجکو اور اچھی تسلی دے - اگر قرابتی کافر اور میت مسلمان ہو تو یون کہے "اچھی دے اللہ تسلی تجھے اور تیری میت کو بخشے اور اگر میت اور قرابتی دونون کافر ہون تو کہے " اللہ تجھکو بدلہ دے اور تیرے لوگ اللہ کم نہ کرے (مظاہر حق)

مصیبت کے لیے تین روز تک بیٹھنا جائز ہے لیکن اس میعاد کا ترک اولی ہے - مُردون کے لیے سیاہ کپڑے پہننا اور مصیبت کے وقت کپڑے پھاڑنا مکروہ ہے - اگر عورتین سیاہ کپڑے پہنین تو مضائقہ نہین - اہل میت کے لئے کھانا پکا کر بھیجنے مین بھی مضائقہ نہین ہے - مُنھ کو نوچنا - بالون کو بکھیرنا - سر پر مٹی ڈالنا اور سینہ و زانو کا پیٹنا اور قبرون پر چراغ روشن کرنا رسوم جاہلیت ہین اس لئے باطل (مظاہر حق)

(۲) ماتم کرنا یعنی بغیر نوحہ و چلانے کے مردہ پر رونا جائز ہے لیکن چلا کر رونا یا مُردے کے محاسن بیان کرکے باآواز بلند بکا کرنا مکروہ ہے - آن حضرت صلعم نے جب جناب ابراہیم (صاحبزادے آن حضرت صلعم) کو حالت نزاع مین دیکھا تو آپکی آنکھون سے آنسو جاری ہوے اور عبد الرحمٰن بن عوف کے کہنے پر آپنے فرمایا کہ تحقیق یہ رونا رحمت ہے (المشکوٰۃ - کتاب الجنایز - باب البکاء - فصل اول)

(۳) چونکہ تعزیہ کے معنے تسلی دینے کے ہین اس لئے اس مجموعہ کو جو لکڑی - کاغذ اور ابرک سے تیار کیا جاتا ہے مجازی معنی مین تعزیہ بولتے ہین - اس لیئے کہ اس سے عزاداران حسین ع کو ایک گونہ تسکین ہوتی ہے اور امام حسین ع کے روضہ کی نقل آنکھون کے سامنے آجاتی ہے (محرم) حضرت امام حسین ع کے واقعہ شہادت کی یادگار ہین - اہل تشیع مین تعزیت کا رواج واقعہ شہادت کے بعد ہی سے پایا جاتا ہے اور مظلومیت حسین ع پر رونا رُلانا سعادت دارین کا موجب سمجھا جاتا ہے خلیفہ عبد الملک (۶۵ھ لغایت ۸۶ھ) کے عہد حکومت کے ابتدائی زمانہ مین جب المختار ابن ابو عبیدہ ثقفی نے انتقام حسین ع کے لیے خروج کیا تو ابراہیم بن اشتر کے زیر کمان ایک لشکر ابن زیاد کے قتل کرنے کو روانہ کیا - اس محاربہ مین ایک

تابوت بھی تھا جو چادر سے ڈھکا ہوا تھا اس تابوت کی موجودگی سے لشکر ابراہیم بن اشتر مین سخت جوش پیدا ہو گیا اور بالآخر شامی لشکر کو جو تعداد مین بہت زیادہ تھا شکست دی۔ کہا جاتا ہی کہ یہی تابوت تعزیہ داری کی اصل ہے۔

تعزیہ داری کی ابتدا عالم اسلام مین معز الدولہ وزیر خلفاء عباسیہ نے کی ہی۔ وزیر ممدوح نے ۱۰ محرم ۳۵۲ھ ۹۶۳ء کو یہ حکم عام دیدیا تھا کہ دوکانین بند کیجاوین۔ خرید فروخت کا کام روکدیا جاوے۔ لوگ نوحہ کرین۔ کمل کا لباس پہنیں اور عورتین بھی نوحہ کرین۔ اور اب یہی وہ چیزین ہین جو موجودہ تعزیہ داری کی حقیقت مین داخل ہین۔

(۱۸۹) تعزیر (ع) سزا دینا۔ تعزیر مشتق ہی عذر سے جسکے معنی زجر و توبیخ کرنے کے ہین۔ اصطلاح شرع مین تعزیر ایسی عقوبت یا اہانت ہی جسکی مقدار اکثر اصل شرع سے معین نہین ہوتی بلکہ حاکم وقت کی رائے پر موقوف ہوتی ہے۔ چونکہ تعزیر کا مقصد اصلاح نفس ہی جو طبائع انسانی کے لحاظ سے مختلف طریقون سے عمل پذیر ہوتی ہے اسے حاکم وقت ہی بہتر شخص سمجھا گیا ہی۔ جو ملزم کی طبیعت کا اندازہ لگاکر خواہ زجر و توبیخ پر اکتفا کرے یا اسکے درے لگوائے۔ تعزیر کی مقدار حد سے زائد نہین ہوسکتی (دیکھو دفعہ ۷ مندرجہ ذیل)

تعزیر کا جواز آیات قرآنی سے ثابت ہے۔ خداء تعالی انے شوہر کو اجازت دی ہے کہ وہ اپنی منکوحہ کو راہ راست پر لانے کیلیے تعزیر دے (دیکھو سورۂ نساء۔ پ۵۔ رکوع ۶۔ آیت ۳۸) آنحضرت صلعم نے بھی ایک شخص کو جو حلف دروغی مین ماخوذ تھا تعزیر دی ہے۔

(۲) فتاوائے شافعی مین ہے کہ تعزیر کے چار درجے قائم ہوسکتے ہین۔ پہلا درجہ یعنی وہ تعزیر جو شریف ترین انسان کے لیے ہونا چاہیئے۔ مثلاً بادشاہون۔ شاہزادون۔ علماء اور فضلاء کے لیئے صرف زجر و توبیخ بھی کافی ہے۔ دوسرا درجہ یعنی وہ تعزیر جو شرفا یعنی فوج کے حکام صوبے کے عمال کے لیئے ہو وہ یا تو زجر و توبیخ ہونا چاہیئے یا مجرم کو دروازہ عدالت تک گھسیٹا جائے اور ملامت کیجائے۔ تیسرا درجہ وہ تعزیر جو متوسط لوگون یعنی تجار اور دوکانداروں کے لیئے کفایت کرتی ہی۔ وہ معمولی ضرب یا حبس ہی۔ چوتھا درجہ یعنی وہ تعزیر جو معمولی درجے کے آدمیون کو دیجائے وہ ضرب شدید۔ یا حبس بامشقت ہونا چاہیئے۔

(۳) امام ابو یوسف کا قول ہی کہ خلیفہ وقت تعزیر کو مالی شکل مین بدل سکتا ہے یعنی جرم کی اہمیت کے لحاظ سے جرمانہ کرسکتا ہے لیکن دیگر فقہاء نے اس رائے سے اتفاق نہین کیا ہی۔

(۴) تعزیر ان معاملات مین جنکا تعلق تحفظ آبرو یا حقوق رعایا سے ہو مستغیث کے مطالبہ پر موقوف ہے اور سوائے قاضی کے اور کوئی شخص اس فیصلہ کا مجاز نہین۔

(۵) اگر کوئی شخص غلام کو یا ام الولد کو یا کافر کو زنا کی تہمت لگائے تو وہ تعزیر کیا جائیگا نہ کہ محدود اس لیے کہ مقذوف محض نہین ہے۔ اسی طرح اگر مسلمان کو کہے۔ او کافر۔ اے فاسق۔ اے چور۔ اے دیوث۔ اے شرابخوار۔ اے سود خوار۔ اے قحبہ کے جنے تو ان سب صورتون مین تعزیر دی جاویگی (نور الہدایہ) اگر باپ۔ بیٹے پر قذف کرے تو باپ محدود نہ ہوگا۔ اور اسکو بھی تعزیر دی جاویگی۔ (جامع الجعفری)

(۶) اگر کوئی شخص مسلمان کو او گدھے یا او سور کہے تو بعضے

فقہا ا الفاظ کو قذف مین داخل سمجھ کر قذف کی حد عاید
کرتے ہین لیکن بعضے فقہا کی بڑی تعداد ان الفاظ کو مہمل
قرار دے کر تعزیر کا مستوجب بھی قرار نہین دیتی۔

(۷) امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک تعزیر کی انتہائی
مقدار انتالیس ۳۹ کوڑے ہین اس لئے کہ اقل حد کا چالیس
دُرّے ہین غلام کے حق مین۔ لیکن امام یوسف کے نزدیک
پچھتر کوڑے ہین اور وہ اس لئے کہ آزاد کی حد اسّی دُرّے
ہین (نور الہدایہ) فقہاء امامیہ کے نزدیک لڑکے کی تادیب
مین دس دُرّے سے زیادہ لگانا مکروہ ہے (جامع الجعفری)
چونکہ تعزیر کی مقدار حاکم وقت کی رائے پر چھوڑ دی گئی ہی اسلیے
فقہاء نے عموماً اُسکی مقدار کا ذکر نہین کیا ہے۔

(۸) اگر قاضی مناسب سمجھتا ہی کہ دُرّون کی تعزیر کیساتھ حبس
بھی شامل کرے تو شرعاً مجاز ہے۔ اسلیے کہ حبس بھی تعزیر مین
داخل ہے۔ اور ان حضرت صلعم نے ایک مرتبہ ایک ملزم کو تعزیر
مین محبوس کیا تھا۔

(۹) تعزیر مین سخت ہاتھ لگائین اور حد مین ضرب متوسط
مارین۔ ضرب کا تفاوت محض اس لیے ہی کہ تعزیر مین مقدار کم
ہے اس لیے چوٹ مین نرمی روا نہین رکھی گئی۔ ورنہ تعزیر کی
علت غائی (یعنی اصلاح نفس) فوت ہو جائیگی۔ ضرب کی
سختی کے لحاظ سے اول درجہ تعزیر کا۔ دوم حد زنا کا۔ سوم
حد شراب نوشی کا۔ چہارم حد قذف کا درجہ آتا ہے۔

(۱۰) جس شخص پر امام حد یا تعزیر جاری کرین اور وہ مرجائے۔ تو
امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کا خون ضائع ہے یعنی اس کا
خون بہا نہین دیا جائیگا۔ لیکن شوہر اپنی زوجہ کو تعزیر دے
اور وہ مر جائے تو شوہر پر خون بہا لازم ہوگا۔ امام شافعی کے
نزدیک ایسے شخص کے موتکی دیت جو حد یا تعزیر کے باعث ہوئی
ہو بیت المال سے دی جاویگی۔ فقہاء امامیہ بھی اس
مسئلہ مین متفق نہین لیکن قول مختار یہ ہی کہ یہ خون ضائع ہی
اور دیت لازم نہین (حد)

(۱۹۰) **تعقیب** (ع) کسی چیز کو کسی چیز کے بعد کرنا۔ دیر کرنا عرف
عام مین نماز کے بعد بیٹھ کر وظیفہ پڑھنا۔

(۱۹۱) **تعلق** (ع) علاقہ۔ عرف عام مین ملک کا چھوٹا حصہ
یعنی تحصیل۔ تعلقہ یا تعلق کہلاتا ہی۔ ہندوستان مین تعلق
اُس تحصیل کو کہتے ہین جس مین ایسے مواضعات ہون جو مقررہ
لگان ادا کرتے ہون۔ اور تا دائمی مالگذاری قبضہ موروثی ہو
ان تعلقات کی دو قسمین ہین۔ ایک حضوری یعنی ریاست کو
براہ راست لگان دینے والے۔ دوسرے مذکوری یعنی کسی امیر کے
توسط سے مال گذاری ادا کرنے والے۔

(۱۹۲) **تعلیم** (ع) سکھلانا۔ علم پڑھانا۔ فضیلت علم مین جو
آیات قرآنی وارد ہوئی ہین۔ ان مین سے چند یہ ہین (۱) سورۃ البقر
(پ۳۔ رکوع ۳۷۔ آیت ۱۷۲) خدا حکمت (علم) کو دیتا ہی جسکو چاہتا ہے
اور جس شخص کو حکمت (علم) دی گئی پس تحقیق اسکو خیر کثیر عطا ہوئی
ہی۔ اور نصیحت نہین حاصل کرتے مگر صاحبان عقل (۲) سورۃ انعام
(پ۸۔ رکوع ۱۰۔ آیت ۹۱) تحقیق رب تیرا حکمت والا اور علم والا
ہی۔ (۳) سورۃ طہ (پ۱۶۔ رکوع ۶۔ آیت ۱۱۴) اور کہہ ای رب میرے زیادہ
دے مجکو علم۔ احادیث بھی فضیلت علم کو پُر زور الفاظ مین ظاہر
کر رہی ہین۔ مثلاً (۱) علم کی تلاش ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض
ہے (المشکواۃ۔ کتاب العلم)

(۲) ثابت حضرت انس سے روایت کرتے ہین کہ آن حضرت صلعم نے فرمایا کہ جو شخص یہ چاہے کہ ان لوگون کو دیکھے جنکو اللہ تعالیٰ نے دوزخ سے آزاد کردیا ہے تو اُس سے کہدو کہ وہ عالمون اور طالب علمون کو دیکھے۔

(۳) عامر جہنی آن حضرت صلعم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن طلبہ کی سیاہی اور شہدا کا خون تولا جائیگا۔ انمین ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ ہوگی۔ تعلیم کی اصلی غرض وغایت معرفت نفس ہے۔ اور یہی معرفت نفس، معرفت حق اور تمام عالم امکانی کی معرفت کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ تعلیم کسی چیز کو باہر سے نہین ڈالتی بلکہ دل کے سوتون کو کھول کر "اندر"، کے سرچیون چشمہ کا پانی باہر نکالتی ہے۔ دوسرے الفاظ مین یون کہو کہ جو کچھ انسان مین ہے۔ اس کو باہر نکالنا تاکہ روح مجلی اور دل شگفتہ ہوجائے۔ تعلیم کہلاتا ہے۔ غرض تعلیم ذہنی تربیت پیدا کرکے ایک ایسی قوت ارادی پیدا کردیتی ہے جو انسان کو نفس پر حاکم بنا دیتی ہے۔

قرن اولی مین مسلمانون نے یہ قوت ارادی اعتصام بالکتاب والسنۃ کی بدولت پیدا کی تھی اور علم دین ہی ان کا ماوا و ملجا تھا اس دور مین جن علوم کو رواج ہوا وہ نحو۔ معانی۔ لغت۔ فقہ۔ اصول حدیث۔ تاریخ۔ اسماء الرجال۔ طبقات۔ اور ان کے متعلقات تھے۔ فلسفہ اور منطق کی طرف ایک مدت تک عربون نے توجہ نہین کی۔ اور نقلی علوم سے بہرہ اندوز نہین ہوے۔

اسلام مین باقاعدہ تعلم و تعلیم کا آغاز ۱۴۳ھ مطابق ۷۶۰ء مین ہوا۔ اور اول ہی کی دو تین صدیون مین جس بلند پایہ کے مجتہد۔ فقیہ۔ ادیب۔ شاعر۔ فلاسفر اور مورخ پیدا ہوے۔ اُن کے ہمسر زمانۂ مابعد پیدا نہ کرسکا۔ چوتھی صدی ہجری تک کسی کالج یا اسکول کا نام و نشان نہین ملتا۔ بلکہ مسجدون کے صحن۔ خانقاہون کے حجرے۔ اور علماء کے معمولی مکانات ہی اس وقت کے مدرسہ یا دار العلوم تھے۔ اور تعلیم املا کے (جسکو اردو مین لیکچر دینا کہتے ہین) ذریعہ سے دی جاتی تھی۔ یعنی اوستاد ایک بلند مقام مثلاً منبر پر بیٹھ جاتا اور کسی فن کے مسائل زبانی بیان کرنا شروع کرتا۔ طلبہ استاد کے ہی الفاظ مین ان مسائل کو قلم بند کرتے جاتے تھے۔ جو رفتہ رفتہ ایک مستقل کتاب بن جاتی تھی جس کو امالی کہتے تھے۔ جب طلبہ کی زیادہ تعداد کسی حلقۂ درس مین ہوجاتی تو اوستاد کے الفاظ دور والون کو پہونچانے کے لیے مستملی کھڑے کیے جاتے۔ تعلیم کا وقت نماز فجر کے بعد سے شروع ہوتا اور تین چار گھنٹے تک رہتا۔ اور پھر بعد ظہر دو یا زیادہ سے زیادہ تین گھنٹے تعلیم دی جاتی۔

اس دور کی دوسری خصوصیت مجلس مناظرہ کا انعقاد تھا۔ فقہ۔ ادب۔ نحو وغیرہ ہر ایک علم کی جداگانہ مجلسین تھین۔ ان مجالس مین علماء اور طلبہ دونون شریک ہوتے۔ حقیقت یہ ہے کہ مجالس مناظرہ اعلیٰ تعلیم کے لیے بے حد مفید ثابت ہوئین۔ بعض امرا ان مجالس کا انعقاد اپنے دولت خانون پر بھی کرتے تھے۔

اختتام تعلیم پر اُستاد ایک تحریری سند عطا کرتا جس مین طالب علم کی تعلیم کی اجمالی کیفیت اور درس دینے کی اجازت لکھی ہوئی ہوتی تھی۔ اس سند مین طیلسان پہننے کی بھی اجازت درج ہوتی تھی۔ جو علماء کا مخصوص لباس تھا۔

ان مکاتب کے اخراجات عموماً اُن اوقاف سے جو ساجد کے لئے وقف تھے ہوتے تھے۔ غریب اور نادار طلبہ کی کفالت بھی اُن ہی اوقاف سے کی جاتی تھی۔ چونکہ بعض اوقاف نہایت

ہی وسیع جاگیر پر مشتمل ہوتے تھے۔ اس لیے ان کے ملحقہ مکاتب بھی اعلیٰ پیمانہ پر قائم ہوتے۔ قاہرہ کا مشہور اور مستند دار العلوم جو جامع ازہر کے نام سے بقاء دوام حاصل کر چکا ہے ۳۷۸ھ ۹۸۸ء میں قائم ہوا جسکے اخراجات مسجد کے وقف سے ادا کئے جاتے تھے۔ اور اب بھی کیے جاتے ہین۔

عام خیال تو یہ ہے کہ اسلامی دنیا مین اول اول جس شخص نے مدرسہ کی بنیاد ڈالی وہ دولت سلجوقیہ کا وزیر اعظم نظام الملک طوسی تھا جس نے ۴۵۹ھ ۱۰۶۶ء مین بغداد مین ایک مدرسہ قائم کیا جو "نظامیہ بغداد" کے نام سے موسوم تھا اور جسکے علمی نتائج نہایت مہتم بالشان نکلے اور جسکا مالی استحکام نہایت استوار تھا لیکن نفس امر یہ ہے کہ مصر۔ غزنین اور نیشاپور کی علمی درسگاہین اس زمانہ مین قائم ہو چکی تھین، جب بغداد نظام الملک طوسی کا انتظار کر رہا تھا۔ یہ صحیح ہے کہ نظامیہ بغداد کی شہرت نے ان علمی درسگاہون کو دبا دیا تھا اور یہی شہرت اس خیال کا باعث معلوم ہوتی ہے کہ نظام الملک طوسی پہلا شخص ہے۔ جس نے مدرسہ کی بنیاد ڈالی۔

زمانہ وسطی مین جب مسیحی دنیا جہالت کی ظلمات مین پھنسی ہوئی تھی اور ہر قسم کے مفید علوم لوگون کے دماغون سے محو ہو چکے تھے۔ اور یورپ کے تمام قوائے مدرکہ بیکار پڑے ہوئے تھے اُس وقت تمام ممالک مغربیہ کے بادشاہون مین صرف شاہان اندلس علوم نقلیہ و عقلیہ کے علم بردار تھے۔ یہ ان ہی کا دم تھا جو علوم کی حیات کی زندگی کا باعث تھا اور یہی وہ شمع تھی جو کاشانۂ علم و عمل کو منور کئے ہوئی تھی۔ قرطبہ و غرناطہ کی مشہور یونیورسٹیون کے علاوہ صدہا مکاتب قائم تھے۔ جو تشنہ گان علوم کو سیراب کر رہے تھے۔ ان دار العلوم مین قرآن مجید اور اصول فقہ کے علاوہ علوم ہندسہ۔ ہیئت۔ طب

موسیقی اور دیگر فنون لطیفہ بھی سکھائے جاتے تھے۔ ان یونیورسٹیون کی پروفیسری بلا لحاظ مذہب و ملت اُن لوگوں کو دیجاتی تھی۔ جو تعلیمی انہماک مین ممتاز ہوتے تھے۔ (ماخوذ از ہسٹری۔ اف۔ دی۔ مورش ایمپائر ان اسپین) مسلمان اپنے عروج کے زمانہ مین علم کی منزلت اور عظمت اس درجہ کرتے تھے کہ دار الصوبہ کے کتبخانہ کا مہتمم تو کوئی مشہور اور عالی خاندان شخص مقرر کیا جاتا تھا۔ لیکن دار الخلافت کا کتب خانہ تو شاہی خاندان کے ممبر ہی کے زیر اہتمام رہتا تھا چنانچہ خلیفہ الحکم دوم بن عبد الرحمٰن سوم (قرطبہ) کے کتب خانہ کے مہتمم ان کے بھائی عبد العزیز تھے۔ اور سررشتہ تعلیم کے ناظم انکے دوسرے بھائی المنذر تھے۔ اس کتب خانہ کا نام کتاب خانہ مروانی تھا۔ اسکی فہرست چوالیس جلدون مین تھی۔ ممالک اسلامیہ مین اشاعت تعلیم کے لیے بڑے بڑے کتبخانہ قائم تھے۔ ان کتب خانون کی ابتدا تو دولت بنی امیہ کے عہد سے شروع ہوتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ پہلا شخص جس نے کتب خانہ کی بنیاد ڈالی وہ خالد بن یزید معاویہ تھا۔ لیکن کتب خانہ کو اعلیٰ پیمانہ پر جس خلیفہ نے پہونچایا وہ ہارون الرشید عباسی (المتوفی ۱۹۴ھ ۸۰۹ء) ہے۔ خلفاء عباسیہ کی علمی سرپرستی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر وزراء اور امراء بلکہ عام مسلمان بھی بڑے بڑے کتب خانہ رکھتے تھے۔ یہ علمی شوق برابر ترقی کرتا چلا گیا حتیٰ کہ چوتھی صدی ہجری مین تمام ممالک اسلامیہ مین کتب خانہ قائم ہو گئے۔ عام کتب خانون سے قطع نظر کر کے شاہی کتب خانون مین سے المستنصر باللہ (المتوفی ۴۸۷ھ ۱۰۹۴ء) خلیفہ مصر کے کتب خانہ مین اسّی ہزار کتابین۔ قاہرہ کے کتب خانہ مین دس لاکھ کتابین اور طرابلس کے کتب خانہ مین دو لاکھ کتابین تھین لیکن آن قدح بشکست و آن ساقی نماند

(۲) علم تصوف مین تعلیم کہتے ہین مرشد کا مرید کو حقائق اور عرفان سکھانا

(۱۹۳) تعمیرات (ع) عمارت بنانا۔ عہد رسالت کی تعمیرات نہایت سادہ تھین اور وہی سادگی طرۂ امتیاز رہی ان عمارات کی بھی جو صحابہ کے زمانہ مین تعمیر ہوئین۔ لیکن اموی خلفا مین سے جب ولید بن عبدالملک (۸۶ھ؁ ۷۰۵ع) کا زمانہ آیا تو ایسی عمارتین تعمیر ہوئین جو انجینیری کا بہترین نمونہ تھین۔ چونکہ یہ عمارتین زیادہ تر رومیون کی امداد سے بنائی گئی تھین۔ اسلیئے رومی یا ایرانی طرز پر تعمیر ہوئین لیکن بعد کو جب عربی زبان مین علم ہندسہ و ریاضی کی کتابون کے ترجمے شائع ہوے اور مسلمان انجنیر پیدا ہوے تو انہون نے ان دونون طرز تعمیر کو مخلوط کر کے ایک جدید عربی طرز تعمیر پیدا کیا۔ یہ طرز تعمیر چوتھی صدی اور اسکے بعد کی صدیون مین بہت ترقی کرتا رہا عربون نے فن تعمیر مین بہت سی چیزین ایرانیون اور شرقیون سے لین لیکن بہت جلد بند تقلید سے نکل کر انہون نے اپنی خاص اور جدید طرز پیدا کی۔ اس طرز جدید مین چند نئی ایجادین ہوئین یعنی (۱) تعمیر کا مسالہ (۲) ستون اور ان کے پرنالے (۳) محرابین (۴) مینارے (۵) گنبد (۶) آرائشی طاقچے (۷) نسخی گلکاریان اور کتبے (۸) رنگین آرائشین عربون کی تعمیرات کو ہم کئی قسمون مین منقسم کرتے ہین۔ تاکہ اندازہ ہو جائے کہ عربون نے اس خاص فن مین کیا کچھ کیا تقسیم اول۔ طرز عربی قبل از اسلام۔ یہ طرز بالکل صاف نہین ہے، اسکی مثالین یمن کی قدیم عمارات کے کھنڈرون مین اور بعض ان عمارات کے باقیات ہین جو شام کی عربی حکومت مثل غسان وغیرہ کی یادگارون مین پائی جاتی ہین۔ تقسیم دوم۔ طرز شرقی عربی۔ اس نمونہ کی عمارات بلحاظ ممالک درج ذیل ہین۔

(۱) شام مین وہ عمارات ہین جو ساتوین صدی ہجری سے نوین صدی ہجری تک بنائی گئین یا از سر نو تعمیر ہوئین جیسے مسجد اقصی اور جامع دمشق وغیرہ۔

(۲) مصر مین وہ عمارات ہین جو ساتوین صدی ہجری سے دسوین صدی ہجری تک بنی ہین مثلاً مسجد عمرو و مسجد طولون۔

(۳) افریقہ مین جامع مسجد قیروان اور مختلف مساجد الجزائر ہین جو پرانے نمونون پر تعمیر ہوئی تھین۔

(۴) صقلیہ مین وہ عمارتین ہین جو نارمنون کی فتح سے پہلے بنین مثلاً جتنرہ اور قولع کا قصر۔

(۵) اندلس مین مسجد قرطبہ اور طلیطلہ کی عمارات جو دسوین صدی ہجری کے قبل تعمیر ہوئین پیش کیجا سکتی ہین۔

تقسیم سوم، خالص عربی طرز۔

(۱) مصر مین۔ اس ملک مین عربی طرز کی تکمیل دسوین صدی ہجری سے لیکر پندرھوین صدی تک ہوتی رہی ہے مسجد قائت بائی مین اس طرز کا اعلیٰ عروج نظر آتا ہے۔

(۲) اندلس مین۔ اندلس مین طرز عربی بھی ایک صدی سے دوسری صدی تک بدلتی رہی اور درمیانی زمانہ کی قابل تذکرہ عمارت کی سند موجود نہین ہے۔ صرف اشبیلیہ اور غرناطہ کی عمارتین رہ گئین اور یہ عمارتین اس طرز عربی کی عمدہ مثالین ہین۔

تقسیم چہارم، مخلوط عربی طرز۔

(۱) اندلسی عربی طرز عیسائی اور عربی طرز کی آمیزش عیسائیون کے فتوحات کے اوائل ہی مین نظر آنے لگی طلیطلہ کی بہت عمارتون مین یہ ملی جلی طرز نظر آتی ہے۔

(۲) یہودی عربی طرز۔ اسکی مثالین طلیطلہ کی پرانی عمارتون مین

موجود ہین مثلاً سینا ماریا بلانکا اور التراہر تھو وغیرہ جو کسی زمانہ مین یہودیون کی ہیکلین تھین۔

(۳) ایرانی عربی طرز۔ وہ عمارتین جو ایران مین بعد اشاعت اسلام تعمیر ہوئین علی الخصوص مساجد اصفہان۔ اگرچہ ان عمارات مین عربی اثر موجود ہے تاہم ان مین ایک جدت پائی جاتی ہے۔

(۴) ہندی عربی طرز۔ وہ عمارتین جو ان دونون طرزون کی آمیزش سے بنی ہین یہ ہین قطب کی لاٹ۔ ہندر ابن کا مندر علاء الدین کا عالی شان دروازہ۔

(۵) ہندی ایرانی عربی طرز یا مغلئی طرز ہندوستان۔ وہ عمارات جو سلاطین مغلیہ کے وقت مین ہندوستان مین تعمیر ہوئین علی الخصوص تاج بی بی کا روضہ قصر شاہان مغلیہ اور بہت سی مساجد۔ عربی طرز کی جگہ جو ابتداً غالب تھا بہت جلد ایرانی طرز قائم ہوگئی۔ ان عمارتون مین ایک خاص طرز ضرور ہے لیکن واقعی جدت نہین۔

(۱۹۴) **تعوّذ** (ع)، پناہ مانگنا۔ اصطلاح مین شیطان کے شر سے پناہ مانگنا۔ تعوذ پڑھنے سے یہ مراد ہوتی ہے کہ قاری آلائش گناہ۔ نجاست کلمات ممنوع اور ادعاے عبادت سے پاک وصاف ہو جائے۔ اس لیئے کہ اجتناب (از گناہ) عبادت پر مقدم ہے اور ثبوت مین کلمہ طیب لا الہ الا اللہ پیش کیا جاسکتا ہے کہ اولاً حق سبحانہ تعالی نے نفی غیر کی تعلیم فرمائی ہے، پھر اثبات حق کی ہدایت (خلاصہ التفاسیر)

تعوذ کے مختلف صیغے وارد ہوے ہین۔

(۱) اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم من ہمزہ ونفخہ ونفثہ۔

(۲) اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ان اللہ ہو السمیع العلیم۔

(۴) نستعذ باللہ من الشیطان الرجیم۔

تلاوت قرآن کو تعوذ سے شروع کرنا نص قرآنی سے ثابت ہے سورۂ نحل (پ ۱۴ رکوع ۱۳ آیت ۱۰۱) مین ہے "اور جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو"

(۲) ارکان نماز مین قیام (قدرت رکھنے پر) فرض ہے اور حالت قیام مین بعد سبحان کے تعوذ پڑھا جاتا ہے۔ مقتدی تعوذ نہ پڑھے۔ لیکن مسبوق پڑھے اس لیے کہ تعوذ تابع قرارت کا ہے نہ تابع ثنا کا۔ بس جو شخص قرارت کرے وہ تعوذ بھی پڑھے۔ تکبیرات عیدین کے بعد بھی تعوذ پڑھا جاتا ہے (نور الہدایہ)

(۱۹۵) **تعویذ** (ع)، پناہ دینا۔ پناہ مین لانا۔ مجازاً وہ دعا جو لکھکر واسطے حفاظت کے بازو وغیرہ پر باندہین۔ نوعیت حفاظت نے تعویذ کی بھی مختلف صورتین پیدا کردی ہین جنمین زیادہ مروج یہ ہین

(۱) قرآن مجید کو نقرئی یا چرمی حلقہ مین منڈھکر گردن مین پہنتے ہین

(۲) آیات قرآنی مین سے کوئی آیت کاغذ پر لکھکر اور اسپر مخمل یا چمڑا چڑھاکر باندھتے ہین۔ تعویذ اور افسون تین شرطون کے ساتھ جائز ہے۔ ایک یہ کہ کلام اللہ اور اُس کی صفات سے ہو۔ دوسری یہ کہ عربی مین ہو یا اُس زبان مین جس کے معنی معلوم ہون تیسری یہ کہ اعتقاد ہو کہ تعویذ یا افسون بالذات متاثر نہین بلکہ بتقدیر الٰہی اثر کرتے ہین (در مختار)

(۳) اسماے باری تعالی مین سے کوئی اسم لکھکر باندھتے ہین۔

(۴) انبیا علیہم السلام کے اسماء مقدس کے بھی تعویذ لکھے اور باندھے جاتے ہین۔

(۵) کلمہ طیب کو چاندی یا پتھر از قسم عقیق وغیرہ پر کھدوا کر رکھتے ہین۔

(۶) آیات حفظ کو لکھکر باندھتے ہین۔

(۱۹۶) **تَعَیُّن** (ع) مخصوص ہونا۔ ایک چیز کا بہت سی چیزون مین سے۔ علم تصوف مین تعین سے مراد حق تعالی کا دریافت کرنا۔ تعین کا استعمال کئی جگہ پر ہوتا ہے۔ پہلا تعین اولی ہے کہ وہ وحدت ہے یعنی اپنے وجود ہی کو حق تعالی مین پانا یعنی انا کہنا۔ دوسرا تعین تفصیل مین ہے کہ وہ احدیت ہے یعنی پانا ذات کا اپنی ذات مین صفات اپنے کو۔ یہ دو تعین داخلی ہین اور باقی تعینات مثلاً ارواح۔ امثال اور اجسام وغیرہ جو کہ ظہور ہین اسماء۔ صفات اور افعال کے تعینات خارجی ہین (کنوز اسرار القدم)

(۱۹۷) **تَغرِیب** (ع) مغرب کی طرف جانا، جلا وطن کرنا امام شافعی کے نزدیک غیر محصنہ کو زنا کی حد مین سئو درے لگانا اور جلا وطن کرنا ہے۔

(۲) راہ زن کو جلا وطن کرنا نص قرآنی سے ثابت ہے۔ چنانچہ سورہ مائدہ (پ۶۔ رکوع ۵۔ آیت ۳۸) مین ہے کہ نکالے جائین وہ زمین سے یعنی انکو (راہ زن کو) شہر بدر کرین۔

(۱۹۸) **تغلب** (ع) عربی قبیلہ کا نام ہے جو عراق عرب مین سکونت گزین تھا۔ ۹ھ مین جو وفود عرب آن حضرت صلعم کی خدمت اقدس مین آئے۔ ان مین سے بنی تغلب کا وفد بھی تھا۔ یہ وفد سولہ آدمیون پر مشتمل تھا جن مین مسلمان کم اور عیسائی زیادہ تھے۔ یہ وفد ملکی حیثیت سے آیا تھا یعنی اس کا مقصد یہ تھا کہ آن حضرت صلعم کے ساتھ (انکو فاتح تسلیم کرکے) معاہدہ کرے۔ اس معاہدہ کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ عیسائی اپنے آبائی مذہب پر رہین۔

(۱۹۹) **تفاؤل** (ع) فال لینا۔ تفاؤل شگون نیک کے معنی مین مستعمل ہے۔ برخلاف تَطَیُّر کے کہ اسکے معنی فال بد لینے کے ہین (استخارہ)

(۲۰۰) **تفرقہ** (ع) فرق۔ جدائی۔ اصطلاح تصوف مین تفرقہ کہتے ہین قلب کو شک مین ڈالنا اور صفات اور ذات مین فرق کرنا، خلق کو دیکھنا اور حق تعالی کو نہ دیکھنا۔

(۲۰۱) **تفرید** (ع) تنہا ہونا۔ گوشہ پکڑنا۔ اصطلاح تصوف مین غیر حق تعالی کو نظر سے دور کرنا اور حق تعالی کو حق تعالی سے دیکھنا اور اپنی خودی کو اپنی آنکھ سے اٹھا دینا تفرید کہلاتا ہے۔

(۲۰۲) **تفسیر** (ع) بیان کرنا۔ پوشیدہ چیز کا ظاہر کرنا۔ تفسیر مشتق ہے فسر سے جس کے معنی کشف و ظہور اور ضیاء و نور کے ہین لیکن اصطلاح مین آیات قرآنی کا قطعی بیان کرنا تفسیر کہلاتا ہے پس تفسیر مین قرآن شریف کے معنی پر اور آیات کے اسباب نزول پر بحث ہوتی ہے۔ تفسیر کا مرادف لفظ عموماً تاویل قرار دیا گیا ہے لیکن بعض علمائے تفسیر اور تاویل مین دقیق فرق بتلایا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہین کہ قرآن شریف کے معنی ظاہر کے کشف کرنے کا نام تفسیر ہے۔ قرآن مجید کے معنی باطن کا معلوم کرنا تاویل ہے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ قرآن شریف کے حسن معانی و حقائق تک ادراک تفسیر کہلاتا ہے اور جس کو عقل انسانی دریافت نہ کرسکے تاویل ہے۔

عہد رسالت مین جب کوئی سورہ یا آیت نازل ہوتی تھی تو عرب اس کے اسلوب بلاغت و معانی سے واقف ہوجاتے تھے۔ اس لیے کہ وہ عربی زبان مین ہوتی تھی۔ اور چونکہ اس کا نزول اقتضائے حال کے مطابق ہوتا تھا۔ اس لیئے اس کے سمجھنے کے قرائن بھی موجود رہتے تھے۔ اگر تفہیم مین کوئی دشواری پیش آئی تو آن حضرت سے دریافت کرلی جاتی تھی پس،

عہد رسالت اور عہد صحابہ مین علم تفسیر کی چندان ضرورت نہ تھی۔ البتہ تابعین اور تبع تابعین کو تفسیر کی ضرورت محسوس ہوئی لیکن احادیث اور آثار نے بہت حد تک ان کی اس ضرورت کو پورا کیا۔

جب فتوحات اسلامیہ کو وسعت ہوئی اور باضابطہ قوانین واحکام کی ضرورت پیدا ہوئی تو آیات قرآنی کی تشریح کی ضرورت بھی لاحق ہوئی اور علم تفسیر وجود مین آنے لگا۔ جب معارف ذہنیہ نے کتابی صورت اختیار کی۔ تو علم تفسیر بھی مدون ہوا، چنانچہ پہلی تفسیر جس نے کتابی جامہ پہنا مجاہد (المتوفی ۱۰۴ھ / ۷۲۲ء) کی رقم کردہ ہے۔ مجاہد کے بعد بہت سے لوگ اس فن کی طرف متوجہ ہوے جن مین واقدی (۲۰۷ھ / ۸۲۲ء) اور طبری (۳۱۰ھ / ۹۲۲ء) خاص طور پر قابل ذکر ہین۔

فن تفسیر کو علوم اسلامیہ مین جو اہمیت حاصل ہے۔ اسکا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس فن مین جسقدر کتابین لکھی گئین کسی فن مین نہین لکھی گئین۔ چنانچہ صاحب کشف الظنون تین سو کی تعداد بتلا کر لکھتے ہین کہ یہ تعداد کتب تفسیر کی اصلی تعداد سے بہت کم اور بے حد کم ہے۔ ڈاکٹر ارنلڈ اپنی کتاب "اسلام اور عیسائیت" مین تحریر کرتے ہین کہ انہون نے بیس ہزار سے زائد تفسیر کی کتابین طرابلس کے کتبخانہ مین دیکھی تھین۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ آج یہی فن تمام فنون سے زیادہ نادار ہے۔ کیونکہ قدما کی تصانیف جو در حقیقت اس فن کی روح روان تھین سرے سے ناپید ہین یہانتک کہ چوتھی صدی کی ایک تفسیر بھی موجود نہین۔

ذیل مین ہم ان تفسیر کے نام درج کرتے ہین جو اسلام کے دو بڑے فرقون یعنی سنی و شیعہ کی مستدل بہ ہین۔

اہل تسنن

(۱) بغوی (۵۱۵ھ / ۱۱۲۱ء) (۲) زمخشری (۶۰۴ھ / ۱۲۰۷ء) (۳) تفسیر کبیر من تصنیف فخر الدین رازی (۶۰۶ھ / ۱۲۰۹ء) (۴) ابن العربی (۶۲۸ھ / ۱۲۳۰ء) (۵) بیضاوی (۶۸۵ھ / ۱۲۸۶ء) (۶) مدرک (۷۰۱ھ / ۱۳۰۱ء) (۷) حسینی (۹۰۰ھ / ۱۴۹۴ء) (۸) جلالین (۸۶۴-۹۱۱ھ / ۱۴۵۹-۱۵۰۵ء) (۹) مظہری (۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء) (۱۰) عزیزی (۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۳ء)۔

اہل تشیع

(۱) شیخ صدوق (۳۸۱ھ / ۹۹۱ء) (۲) تفسیر کبیر من تصنیف سید محمد رضا (تین جلدین) (۱۱۰۶ھ / ۱۲۰۹ء) (۳) صافی (۶۶۱ھ / ۱۲۶۹ء) (۴) سر الواحد (۷۱۵ھ / ۱۳۱۵ء) (۵) سدرۃ المنتہیٰ من تصنیف میر باقر (۱۰۴۱ھ / ۱۶۳۱ء) (۶) البرہان من تصنیف سید ہاشم (۱۱۶۰ھ / ۱۷۴۷ء)۔

قرون اولیٰ مین جو تفسیرین نقلی اصول پر لکھی گئین۔ ان مین خرافات یہود زیادہ دخل پا گئے ہین۔ چنانچہ مجاہد مقاتل بن سلیمان۔ کلبی ضحاک۔ سدی وغیرہ ان بزرگوارون مین ہین۔ جنہون نے خرافات یہود کو تفسیرون مین داخل کرا دیا۔ وجہ ظاہر ہے کہ اہل عرب اہل کتاب نہ تھے۔ بلکہ جاہل بدوی امی تھے۔ اس لیئے جب کبھی حقائق عالم یا ابتدائے خلقت کے دریافت کرنے کا شوق دل مین پیدا ہوا تو اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے دریافت کرتے اور چونکہ ان کی بتائی ہوئی چیزین حکم و عمل سے متعلق نہین ہوتی تھین۔ اس لیئے قبول کر لی جاتین۔ پس ان مفسرین نے ان منقولات کو بالاستیعاب رطب و یابس معقول و مردود ہو بہو نقل کر دیا۔ لیکن جب علوم ادب منطق

اور فلسفہ کا مسلمانون مین رواج ہوا اور منقولات کو تحقیق
وتدقیق کی کسوٹی پر کسا گیا تو یہ منقولات کھوٹے اور ناقابل اعتماد
ثابت ہوے، اور عقلی مذاق پر تفسیر کی ابتدا ہوئی۔ چنانچہ چوتھی
صدی ہجری مین ابومسلم اصفہانی نے عقلی احوال کے موافق
چودہ جلدون مین ایک تفسیر لکھی جواب ناپید ہے۔ محمد بن عطیہ
قرطبی، زمخشری اور رازی نے بھی اپنی تفاسیر مین عقلی پہلو
کو قائم رکھا ہے۔ بعض محققین نے اس پہلو پر بھی بحث کی ہے
کہ قرآن مجید مین جو قصے منقول ہین وہ تاریخی حیثیت سے
ہین یا عبرت و پند کے لحاظ سے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب
فوز الکبیر فی اصول التفسیر مین لکھتے ہین کہ "پس مقصود ازین
قصص نہ معرفت نفس آنہا است بلکہ مقصود انتقال ذہن
سامع است بوخامت شرک و معاصی و عقوبت خدا تعالیٰ
برآنہا و مطمئن شدن بہ نصرت خدا تعالیٰ۔

(۳۰۲) تفکّر (ع) فکر کرنا۔ سوچنا۔ ایسی تفتیش کرنا جس سے
مقصود مل جائے۔ امام غزالی نے احیاء العلوم مین تفکر کی تعریف
ان الفاظ مین کی ہے کہ دو معرفتون کا حاضر کرنا اس نظر سے
کہ ذریعہ تیسری معرفت کا ہو۔

قرآن مجید بار بار اپنے مخاطبین سے اپیل کرتا ہے کہ (۱)
اُس کے بیان پر غور و فکر کرین اور اس کے سمجھنے مین عقل سے
کام لین۔

(۱) سورہ انعام (پ۷۔ رکوع ۵۔ آیت ۵۰) کہو کہ کیا (عقل کا)
اندھا اور آنکھ والا (یعنی صاحب بصیرت) برابر ہو سکتے ہین۔
تم کیون نہین غور کرتے۔

(۲) سورہ یونس (پ۱۱۔ رکوع ۳۔ آیت ۲۵) غور کرنے والے لوگون
کے لیے ہم اسی طرح اپنی آیتون کی تفصیل کیا کرتے ہین۔

(۳) سورہ روم (پ۲۱۔ رکوع اول۔ آیت ۸) کیا اپنے دل مین فکر
نہین کرتے کہ زمین و آسمان کو اور جو کچھ اُس کے اندر ہے پیدا
نہین کیا گیا ہے۔ مگر عمدگی اور اندازہ شدہ تعین سے اور البتہ
بہت سے لوگ لقاء رب کے منکر ہین۔

صاحبان تفکر کی فضیلت بھی آیات قرآنی مین بیان
کی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ دانش مندون
کے لیے بڑے نشان ہین۔ جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے خدا کو
یاد کرتے ہین اور آسمانون اور زمین کی پیدایش پر غور کرتے
ہین (اور کہتے ہین) کہ اے رب ہمارے تو نے اس کو بیکار نہین
پیدا (سورہ آل عمران۔ پ۴۔ رکوع ۲۰۔ آیت ۱۹۰)

قرآن کریم کے نازل کیے جانے کی ایک غرض یہ بھی تھی
کہ لوگون مین اُس کے ذریعہ سے غور و فکر کا مادہ پیدا کیا جائے۔
چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ہم نے قرآن کو عربی زبان مین
اتارا اور اُس مین طرح طرح کے ڈراوے سنائے۔ تاکہ لوگ
پرہیزگاری اختیار کرین اور اس کے ذریعہ سے ان مین غور
(کرنے کی عادت) پیدا ہو۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آن حضرت صلعم نے
خدا تعالیٰ کی مخلوقات مین غور کرنے کا حکم دیا ہے۔ لیکن ذات
خدا مین فکر کرنے سے منع فرمایا ہے (احیاء العلوم)

(۲) آن حضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ ایک ساعت فکر کرنا۔
ساٹھ سال کی زندگی سے افضل ہے۔

تفکر کے قریب المعنی لفظ تدبر بھی ہے۔ جس سے مراد ہی
کہ کامون کے انجام پر غور کیا جائے۔ مگر فرق اس قدر ہے۔ کہ

تفکر غور کے ذریعہ سے دل کے تصرف کرنے کو کہتے ہین اور جب
یہ تصرف کامون کے انجام مین ہو تو تدبر کہلاتا ہے یعنی تفکر
مین عمومیت اور تدبر مین خصوصیت پائی جاتی ہے۔

(۲۰۴) تقدیر (ع) اندازہ کرنا۔ تقدیر مشتق ہے قدر سے۔
قدر سے مراد وہ اندازۂ معین ہے۔ جو اس علم کے مطابق کیا گیا
ہے۔ جو اللہ کو اس شے کی پیدائش کے بارے مین حاصل ہو۔
پس اس علم و اندازہ کو تقدیر کہتے ہین یا یون کہو کہ موجودات عالم
کو وجود مین لانے کی غرض و غایت کا علمی اندازہ کرنا اور مخلوقات
کی ہر نوع کو اس شاہ راہ پر لگا دینا کہ وہ اپنی خلقت کی غرض و غایت
کو پورا کرتی چلی جائے تقدیر کہلاتا ہے۔

قدر کے ساتھ ایک دوسرا لفظ قضا بھی بولا جاتا ہے جسکے
معنی امر جاری کے ہین۔ احکام قضا و قدر مین باعتبار ان کے
نفاذ پذیر ہونے کے کچھ بھی فرق نہین ہے لیکن اسلام نے
بلحاظ ان کے تقدم و تاخر کے پہلے کو قضا (قطعی و عملی)
اور دوسرے کو قدر (اندازۂ علمی) سے تعبیر کیا ہے۔

عام خیال ہے کہ تقدیر اور تدبیر دو متضاد شے ہین حالانکہ
حقیقت اس کے خلاف ہے۔ حدیث مین ہے کہ آن حضرت صلعم
سے دریافت کیا گیا کہ کیا دوا اور رُقیہ تقدیر الٰہی کو پلٹ دیتے
ہین تو آپ نے فرمایا کہ وہ خود تقدیر الٰہی سے باہر نہین ہین۔
(بخاری و مسلم) ایک دوسری حدیث اسی مطلب کی کہ تدبیر کرنا
تقدیر کے مخالف نہین ہے۔ مشارق الانوار مین بھی درج
ہے۔ غرضیکہ یہ سمجھنا کہ جو کچھ تقدیر مین لکھا ہے اس کو کوئی
عملی طاقت مٹا نہین سکتی اور اسطرح قوائے عملیہ بیکار کر دیے جائین
ارشادات نبی صلعم کی خلاف ورزی ہے۔ بہ نظر تعمق غور کرو
تو معلوم ہو جائیگا۔ کہ اعمال تو خود تقدیر مین اور خدا تعالیٰ انسان
کو جن اعمال کی توفیق دیتا ہے۔ وہی اس کا نوشتہ تقدیر ہے۔
پس یہ خیال کہ جو نفع و ضرر پہونچنے والا ہے وہ ضرور پہونچے گا
خواہ تدبیر کیجاوے یا نہ کی جاوے قطعی غیر شرعی ہے۔

(۲۰۵) تقرب (ع) نزدیکی حاصل کرنا۔ اصطلاح مین اعمال
واجبہ یعنی نماز و صدقہ و قربانی وغیرہ بجا لا کر خدا ذوالجلال کی
نزدیکی حاصل کرنا تقرب کہلاتا ہے۔

(۲۰۶) تقصیر (ع) کوتاہی اور سستی کرنا۔ مجازاً بالون کو چھوٹا کرنا۔
اصطلاحاً احرام حج مین قینچی وغیرہ سے ناخن و بال کٹوانا۔ لیکن
تمام سر نہ منڈوانا تقصیر کہلاتا ہے۔

(۲۰۷) تقلید (ع) حلقہ ڈالنا۔ قربانی کے جانور کے گلے مین پرانی
جوتیان ڈالدی جاتی تھین۔ تاکہ وہ دیگر جانورون سے متمیز ہو جائین
اس حلقہ ڈالنے کو تقلید کہتے ہین۔

(۲) کسی کی پیروی کرنا اور اُس کے قول کو بلا حجت اور بغیر دلیل
کے قبول کر لینا مجازی معنی مین تقلید کہلاتا ہے۔ امور ثابت یا
لوحی مین تو کسی کو بھی اتباع رہبر (یعنی انبیاء علیہم السلام) سے
مفر اور چارہ نہین اور ذاتی رائے پر عمل کرنا کفر و معصیت ہے
البتہ امور اجتہادیہ مین اپنی تحقیق پر عمل جائز ہی نہین۔ بلکہ
واجب ہے بشرطیکہ قوت اجتہاد رکھتا ہو۔ قرآن مجید مین
تقلید باطل اور اقتدار فاسدہ کی مذمت تیس ۳۰ مقامات پر
آئی ہے۔ مثلاً (۱) سورۂ انعام (پ۸ - رکوع ۱۴ - آیت ۱۲۱)
اگر تم نے ان کا کہنا مانا تو تحقیق تم بھی مشرک ہو" (۲) سورۂ دہر
(پ۲۹ - رکوع ۲ - آیت ۲۴) اور نہ کہا مانو ان مین سے گناہگار کا یا کفر
کرنے والے کا، پس ہر مومن کا فرض ہے کہ ہر کس و ناکس کے

قول وفعل پر عمل نہ کرے۔

صاحب مذاہب الاسلام لکھتے ہین کہ چوتھی صدی ہجری سے پہلے کسی مذہب معین کی قید نہ تھی۔ علمار کے لئے تقلید مکروہ سمجھی جاتی تھی لیکن علم دینی کی بے بضاعتی اور جہل کی ترقی نے رفتہ رفتہ تقلید کو عام کردیا اور مذہب ائمہ اربعہ کی تقلید لازم ہوگئی حتی کہ متاخرین اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ قرار پایا کہ اجتہاد ختم ہوگیا اور اب کوئی مجتہد نہین ہوسکتا۔ اس لیے ائمہ اربعہ کی تقلید واجب ہے۔

تقلید کی اس اہمیت کا سبب واحد یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کے خیال مین جب تک کوئی عالم علم فقہ مین اس قیاسی اور فرضی رتبۂ کمال پر فائز نہ ہو جو پہلی۔ دوسری اور تیسری صدی ہجری کے مجتہدین کو حاصل تھا۔ اسوقت تک وہ اجتہاد کا دعویٰ نہین کرسکتا اور نہ مسائل شرعیہ مین رائے زنی کرسکتا ہے گو اہل تشیع کا یہ عقیدہ تو نہین ہے کہ اجتہاد ختم ہوگیا لیکن ان کو مجتہدین کی تقلید نے تنگ خیال بنادیا ہے۔ اور یہ لوگ بھی اصولی مذہب کو ترک کرکے اخباری مذہب کے پابند ہوتے جاتے ہین۔

اس سوال کا جواب کہ اب مسلمان کیون ایک سکتہ کے عالم مین آگئے ہین اور ان کی ترقی کیون رک گئی۔ کورانہ تقلید کی پابندی کہا جاسکتا ہے۔ خدا تعالی فرماتا ہے کہ جب انھین کہا جاتا ہے کہ اسپر چلو جو خدا نے نازل کیا ہے تو کہتے ہین نہین۔ بلکہ ہم چلتے ہین اس پر جس پر ہم نے اپنے باپ دادون کو پایا تو کیا وہ ان کی راہ پر چلے جاوین گے۔ حالانکہ ان کے آبا و اجداد بے عقل اور بے راہ ہی ہون (سورہ بقر پ ۲۔ رکوع ۲۱۔ آیت ۱۶۶) پس

اسی مذموم تقلید نے مسلمانون کی عقل۔ ان کے استدلال اور تفکر کو معطل کردیا ہے اور یہ تنزل اور ادبار جس مین اسوقت مسلمان مبتلا ہین نتیجہ ہے ان احکامات خداوندی کی خلاف ورزی کا جو انہون نے اس کی عطا کردہ قوت استدلال کو بے کار ثابت کرنے مین کی ہے (ماخوذ از تہذیب الاخلاق)

(۲۰۸) تقویٰ (ع) پرہیزگاری۔ محیط المحیط مین تقوی کی تعریف لکھی ہے کہ تقوی اس ملکہ انسانی کا نام ہے جو انسان کو منہیات و منکرات سے روکتا ہے۔ صاحب بیضاوی کہتے ہین کہ سالکین کا انتہائے مراتب کا نام تقوی ہے اور وہ یہ کہ تمام چیزون سے بیزار ہوکر صرف خدا واحد کا ہو رہے۔ ابن عباس کا قول ہے کہ متقی وہ شخص ہے جو شرک اور گناہان کبیرہ اور فواحش سے بچے۔ صاحب مشارق الانوار ایک حدیث کی تشریح مین لکھتے ہین کہ تقوی اور پرہیزگاری اس کا نام ہے کہ آدمی شبہون سے بچے یعنی اُن شبہات سے جو اُس کو کسی شے کے حلال یا حرام ہونے مین پیدا ہوجائین۔ نیز یہ بھی لکھتے ہین کہ آن حضرت صلعم نے فرمایا کہ تقوی فقط ظاہری صفائی کا نام نہین ہے بلکہ تقوی کا مقام دل ہے۔

اصطلاح قرآنی مین تقوی کے معنی ہین خود کو کامل طور پر خدا کے حوالہ کرنا اور اقربا و مساکین کے ساتھ بہ حسن سلوک پیش آنا۔ چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ کچھ شک نہین کہ اللہ حکم دیتا ہے انصاف کرنے۔ نیکی کرنے اور اقربا کے ساتھ اچھا سلوک کرنیکا اور منع کرتا ہے بے شرمیون اور بری باتون اور نافرمانی سے تمھین نصیحت کی جاتی ہے کہ تم سمجھو (سورۂ بقر پ ۲۔ رکوع ۲۱۔ آیت ۱۶۶)

مفسرین نے تقوے کے تین مراتب قائم کیے ہین (۱)

تقوائے عام اور وہ یہ کہ شرک اور کفر سے نفرت اور بیزاری ظاہر کر کے خود کو عذاب دوامی سے بچائے۔ یہ تقوے کی ابتدائی حالت ہے۔ مندرجۂ ذیل آیت مین تقوی کے یہی معنے ہین (۱) پس نازل کیا خدا نے تسکین کو اپنے پیغمبر کے اوپر اور مومنین کے اوپر اور لازم کیا خدا نے کلمہ تقوی اور وہ اس کے سزاوار اور لائق بھی تھے (سورۂ فتح پ ۲۶۔ رکوع ۳۔ آیت ۲۶) (۲) تقوی خاص یہ کہ خود کو ہر قسم کے گناہ کبیرہ اور صغیرہ سے محفوظ رکھے۔ اہل شرع کی اصطلاح مین اسی کا نام تقوی ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے "اگر لوگ ان بستیون کے ایمان لاتے اور پرہیز گاری کرتے تو ہم ان پر آسمانون اور زمین کی خوبیان کھول دیتے۔ لیکن وہ جھٹلانے لگے تو ہم نے ان کی کمائی کے بدلے مین پکڑا۔ (سورۂ اعراف۔ پ ۹۔ رکوع ۱۲۔ آیت ۹۴)۔

(۳) خص الخوائص اور وہ یہ کہ انسان ہر قسم کے شبہات نیز ان مباحات سے بھی جو ارتکاب گناہ یا عبادت الہی مین رکاوٹ کا باعث ہو سکتے ہون۔ ہر طرح کا پرہیز کرتا رہے اور اپنے ضمیر اور باطن کو کسی وقت اور کسی حال مین بھی غیر اللہ کی طرف مائل نہ ہونے دے۔ یہی تقوی حقیقی ہے جس کا ڈانڈہ رتبۂ ولایت سے مل جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے "اے ایمان والو ڈرتے رہو۔ اللہ سے جیسا چاہیے اس سے ڈرنا۔ اور تمھاری موت اسلام پہ ہو" سورۂ آل عمران۔ پ ۴۔ رکوع ۱۱۔ آیت ۹۷)

اہل تقوی کی فضیلت آیات قرآنی مین آئی ہے۔ چنانچہ (۱) سورۂ آل عمران (پ ۳۔ رکوع ۲۔ آیت ۲) مین ہے۔ (متقی لوگ) صابر ہین۔ صادق ہین۔ فرمان بردار ہین۔ خرچ کرنے والے ہین (مال حلال سے) اور بخشش چاہنے والے ہین سحر کے وقت (کہ وہ وقت صبح صادق سے پہلے ہوتا ہے۔ اور وہی وقت مقبولیت دعا کا ہے)

(۲) الحجرات (پ ۲۶۔ رکوع ۲۔ آیت ۱۳) خدا کے نزدیک تم مین بڑا بزرگ وہی جو تم مین زیادہ پرہیز گار ہے۔

تقوی کی فضیلت قرآن مجید مین دو سو چھبیس ۲۲۶ مقامات پر آئی ہے۔

(۲۰۹) تقی (ع) پرہیزگار۔ خدا سے ڈرنے والا جمع اتقیا آتی ہے۔ تقی لقب ہے امام نہم کا ائمہ اثنا عشر مین سے۔ آپ کا اسم مبارک محمد اور کنیت ابو جعفر ہے۔ آپ کو جعفر ثانی بھی کہتے ہین۔ آپ کے القاب بہت ہین۔ مگر مشہور تقی اور جواد ہین۔ محل ولادت مدینہ منورہ۔ اور سال ولادت ۱۹۵ھ ۸۱۰ء (شب جمعہ) ہے۔ پدر عالی قدر جناب امام رضا اور مادر گرامی جناب سبیکہ خاتون ام الولد جن کا نام نامی ریحانہ و سکینہ بھی بتلایا گیا ہے۔ آپ نے ۲۲۰ھ ۸۳۵ء مین معتصم بن ہارون کے زہر دلوانے سے شہادت پائی اور بیرون شہر بغداد مقابر قریش مین کہ جہان جد بزرگوار آن حضرت کے امام موسی کاظم دفن تھے۔ ان کی پشت کی جانب مدفون ہوے۔ چنانچہ وہ مقام ان دونون بزرگوارون کے مشہد ہونیکے باعث کاظمین کے نام سے مشہور اور مرجع انام ہے۔

(۲۱۰) تقیہ (ع) حفاظت خود اختیاری کو تقیہ کہتے ہین۔ دوسرے الفاظ مین جان کی حفاظت۔ مال کی حفاظت۔ آبرو کا تحفظ۔ ایمان کا حفظ اور دوسرون کے سر سے آفت ٹالنے کو تقیہ کہتے ہین۔

قرآن مجید مین ستائیس آیات ایسی ہین جو تقیہ کے

مفہوم پر دلالت کرتی اور حفاظت خود اختیاری کا حکم دیتی ہین - ان مین سے چند یہ ہین -

(۱) سورۂ بقر (پ۲ - رکوع ۲۵ - آیت ۱۹۱) تم لوگ اپنے کو ہلاکت مین مت ڈالو -

(۲) سورۂ آل عمران (پ۳ - رکوع ۲ - آیت ۲۵) چاہیے کہ مومنین - مومنون کو چھوڑ کر کافرون کو اپنا دوست نہ بنائین اور جو کوئی ایسا کرے گا تو خدا کی طرف سے کسی خیر مین (شمار) نہ ہوگا - مگر یہ (کافرون کو دوست بنانا) اس وقت جائز ہے کہ تم اُن سے ڈرتے ہو اور (تم اس وقت) تقیہ کرو -

(۳) سورہ مومن (پ۲۴ - رکوع ۴ - آیت ۲۶) اور کہا ایک مرد مومن نے جو کہ آل فرعون مین سے تھا اور جو کہ چھپاتا تھا اپنے ایمان الخ

(۴) سورۂ نحل (پ۱۴ - رکوع ۱۴ - آیت ۱۰۶) جو کوئی بعد مومن ہونے کے کافر ہوگا - (وہ عذاب کیا جائیگا) مگر وہ جو کہ مجبور کیا جائے - (کلمہ کفر کہنے پر) اور دل اس کا ایمان سے مطمئن ہو (یعنی دل مین اُس کے ایمان جاگزین ہو)

اہل تشیع کا عقیدہ ہے کہ تقیہ واجب ہے بشرطیکہ تقیہ کی وجہ سے اصل دین اسلام برباد نہ ہوتا ہو ورنہ تقیہ جائز نہ ہوگا - اسی طرح قتل مومن ناحق مین بھی تقیہ جائز نہین - اہل تشیع مین تقیہ کے وجوب کا باعث وہ مظالم معلوم ہوتے ہین - جو اس فرقہ پر خلفاء بنی امیہ اور بنی عباس کے عہد مین ہوے - کئی صدی تک یہ فرقہ ہدف مظالم رہا ہے اور اس کا وجود یقیناً نیست و نابود ہو جاتا اگر اہل تشیع تقیہ کو اپنی سپر نہ بناتے -

اہل تسنن کی کتب تفاسیر اور احادیث مثل تفسیر کشاف (جلد اول) و تفسیر کبیر (جلد دوم) اور صحیح بخاری - (باب الاکراہ) مین کئی قول اور احادیث ایسی مروی ہین جو تقیہ پر دال ہین - امام قاضی خان (المتوفی ۵۹۲ھ ۱۱۹۵ع) نے اپنے فتاوے کی کتاب الحظر والاباحۃ مین خوف کے وقت حق کہنے سے درگذر کرنے کو بالتصریح جائز رکھا ہے -

کہا جاتا ہے کہ تقیہ اور نفاق مرادف الفاظ ہین - لیکن نفاق کے معنی ہین ایمان کو زبان سے ظاہر کرنا اور دل سے مومن نہ ہونا یعنی اسلام و ایمان مین تصنع کرنا داخل ہین اور تقیہ سے مراد خوف کی وجہ سے زبان سے اظہار کرنا ہے دران حالیکہ دل ایمان سے مطمئن ہو -

(۲۱۱) تکبّر (ع) غرور کرنا - اپنے کو بڑا سمجھنا - آن حضرت صلعم نے فرمایا کہ امر حق کی پروا نہ کرنا تکبر ہے - ایک حدیث مین امر حق کی سبکی کے علاوہ آدمیون کو ذلیل جاننا بھی تکبر کہا گیا ہے

قرآن مجید مین تکبر کی مذمت اکثر مقامات پر آئی ہے مثلاً (۱) النساء (پ۵ - رکوع ۱۶ - آیت ۱۷۱) اور جو لوگ عار اور استکبار کرتے تھے - ان کو عذاب دردناک مین مبتلا کرے گا -

(۲) سورہ الاعراف (پ۸ - رکوع ۵ - آیت ۳۸) "بے شک جنھون نے جھٹلائین ہماری آیتین اور ان کے سامنے تکبر کیا ان کے لیے دروازہ آسمان کے نہ کھلین گے اور نہ وہ جنت مین داخل ہون گے" (۳) سورۂ یونس (پ۱۱ - رکوع ۸ - آیت ۶۶) "پس انھون نے تکبر کیا اور وہ لوگ گنہگار تھے" (۴) سورۂ مومن (پ۲۴ - رکوع ۴ - آیت ۳۵) "اسی طرح مہر کرتا ہے اللہ ہر متکبر سرکش کے دل پر"

احادیث مین ہے کہ (۱) تکبر اور حرص - اور حسد سے بچو اسلیے کہ یہ سارے گناہون کی جڑ ہین (۲) اللہ پاک فرماتا ہے کہ تکبر

میری چادر ہے اور عظمت میرا جامہ ہے۔ جو شخص مجھ سے ان
مین سے ایک کے لیے بھی جھگڑے گا اس کو مین جہنم مین ڈالونگا
(۲) جس کے دل مین ذرہ برابر غرور ہوگا وہ جنت مین داخل
نہ ہوگا۔ یہ سنکر کسی نے عرض کیا کہ رومیون کو یہ شوق ہے کہ انکے
کپڑے اچھے ہون۔ جوتہ عمدہ ہو۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔
اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے لیکن تکبر کو پسند نہین
کرتا۔ (کنز الاعمال)

امام غزالی احیاء العلوم مین فرماتے ہین کہ کبر کی دو قسمین
ہین۔ ایک ظاہر اور دوسرا باطن۔ کبر باطن تو نفس کی عادت
کا نام ہے۔ اور کبر ظاہر اعمال ہین جو اعضاء سے سرزد ہوتے
ہین۔ چونکہ اعمال ثمرہ ہوتے ہین۔ عادت کا اسی لحاظ سے عادت
باطنی ہی کو کبر کہنا ٹھیک ہوگا۔ کبر حقیقت مین نفس کے اخلاق
مین سے ایک خلق کا نام ہے۔ باین معنی کہ نفس آپ کو دوسرے
پر فائق دیکھکر راحت پاتا اور اُسی کی طرف مائل ہوتا ہے۔

کبر ایک اضافی امر ہے اور اس کے لیے کئی چیزین
درکار ہین (اول) تکبر کرنے والا (دوم) جس پر تکبر کرتا ہے۔
(سوم) جس چیز سے تکبر کرتا ہے۔ تکبر مین اپنے نفس کا بڑا جاننا
کافی نہین اور نہ دوسرے کے نفس کا حقیر جاننا بلکہ تکبر مین
ضرور ہے کہ ایک مرتبہ اپنے نفس کا سمجھے اور ایک غیر کا اور پھر
اپنے کو غیر کے مرتبہ سے بہتر سمجھے۔ یا یون کہیے کہ اپنے مرتبہ کو سمجھنے
کا نام کبر نہین ہے۔ بلکہ اس فہم سے جو نتیجہ مترتب ہوتا ہے یعنی
اپنے نفس کو مقابلۃً بڑا جاننا تکبر مین داخل ہے۔

(۲۱۲) تکبیر (ع) بزرگ کرنا۔ خدا کو بزرگی سے یاد کرنا۔ اصطلاح
مین اللہ اکبر کہنا۔ تکبیر کے لیے یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ وہ مسلمانون
کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ مہد سے لحد تک وہ "اللہ اکبر" کی فضا مین
بڑھتے اور آخر کار اللہ ہی کی کبریائی کے یقین مین مرتے ہین۔

نماز مین چند تکبیرین کہی جاتی ہین جو تکبیر تحریمہ۔ تکبیر جلسہ۔
تکبیر رکوع اور تکبیر سجدہ کے نام سے موسوم ہین۔ تکبیر تحریمہ تو بعد
نیت کے بلا توقف رفع یدین کے ساتھ اللہ اکبر کہنا ہے اور
باقی تکبیرات رکوع۔ سجدہ۔ اور جلسہ کے وقت کہی جاتی ہین۔
اللہ اکبر کہنے کا نام تکبیر تحریمہ اس وجہ سے رکھا گیا ہے۔ کہ اس
کے کہنے کے بعد سے جو باتین نماز کے خلاف ہین وہ حرام ہوجاتی
ہین اور نماز شروع ہوجاتی ہے۔

(۲۱۳) تکسیر (ع) توڑنا۔ تعویذ نویسون کی اصطلاح مین کسی
اسم کے عدد کو تعویذ کے خانون مین اس طرح سے لکھنا کہ جس طرف
سے گنو شمار برابر اُترے (الغات کشوری)

(۲۱۴) تکیہ (ع) جس پر سہارا لگایا جائے۔ پیٹھ کو جس چیز سے
لگائین۔ فارسی مین فقیرون کے رہنے کا مکان اور تکیہ جو سرہانے
رکھتے ہین۔ مجازاً بمعنی پشت پناہ (لغات کشوری)

(۲۱۵) تلاوۃ (ع) لغوی معنی پیچھے پیچھے چلنا۔ جو لوگ قرآن مجید
کو غور اور تدبر سے پڑھتے ہین ضرور ہے کہ احکام قرآنی کی پیروی
کرین۔ اس لیے قرأت قرآن مجید کو تلاوۃ کہتے ہین۔

تلاوت قرآن کا حکم قرآن مجید مین متعدد مقامات پر آیا ہے
(۱) سورہ کہف (پ ۱۵۔ رکوع ۴۔ آیت ۲۹) اور (محمد صلعم) تمھارے
پروردگار کی کتاب جو وحی کے ذریعہ تمھارے پاس بھیجی گئی ہے
اس کو پڑھا کرو۔ کوئی اس کی باتون کو نہین بدل سکتا اور اس کے
سوا تم کہین پناہ نہ پاؤ گے"
(۲) سورہ عنکبوت (پ ۲۱۔ رکوع ۵۔ آیت ۴۵) یہ کتاب جو تمھاری

طرف وحی کی گئی ہے۔ اس کو پڑھا کرو۔

آداب تلاوت یہ ہین ہے کہ تلاوت کرنیوالا وقت تلاوت قرآن مجید
باوضو ہو (اتقان۔ نوع ۳۵) اور قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھے قرآن مجید
کو کسی بلند چیز مثل رحل وغیرہ پر رکھنے اور پڑھنے سے پہلے صیغہ
تعوذ کہے (سورہ نحل۔ پ۱۴۔ رکوع ۱۳۔ آیت ۱۰۰) اور خشوع و خضوع
سے پڑھے (سورۂ اعراف پ۹۔ رکوع ۲۴۔ آیات ۲۰۴ - ۲۰۳)
معنی مین فکر و تامل کرے (سورۂ ص۔ پ۲۳۔ رکوع ۳۔ آیت ۲۸)
تلاوت موافق قرات مشہورہ کے ہونا چاہیے یعنی حروف کو ان کے
مخرج سے ادا کیا جاوے۔ بہت جلد نہ پڑھے (سورہ مزمل
پ۲۹۔ رکوع اول آیت ۴) اور نہ حرفون مین بہت فاصلہ کرے اور
ایسا جانے کہ خدا کو دیکھتا ہے اور ایسا نہ ہو سکے تو یہ جانے کہ
خدا مجکو دیکھتا ہے اور حلال و حرام کا حکم کرتا ہے۔ آواز خوش بنا کر
حزن اور گریہ سے تلاوت کرے (اتقان نوع ۳۵) احتلام یا
حیض یا استحاضہ یا نفاس کی حالت مین قرآن شریف کو مس
کرنا یا چار سورتون الف لام میم سجدہ۔ حم سجدہ۔ النجم۔ اور اقرا
باسم کو پڑھنا حرام ہے۔ لیکن قرآن مجید کے حاشیہ یا جلد چھونے
یا اس کو جزدان سمیت ناپاک کپڑے کے ذریعہ سے اٹھا لینے
یا ان چار سورتون کے علاوہ اور سورتون کو پڑھنے مین کچھ
مضائقہ نہین (تفسیر عمدۃ البیان)

قرآن مجید کا تیس پارون مین منقسم ہونا اس امر کو بتلا رہا
ہے کہ قرآن شریف کو ایک ماہ مین ختم کیا جائے۔ بخاری۔
(باب فی کم یقرا القرآن) مین ایک حدیث حضرت ابن عمر
سے مروی ہے جس کا نفس مضمون یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم
نے قرآن مجید کو ایک مہینہ مین ختم کرنے کی تاکید فرمائی اور
سات روز سے کم مین ختم کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اسی اعتبار
سے علماء نے قرآن مجید کو تیس ۳۰ پارون یا سات منزلون مین
تقسیم کیا ہے۔ منزلون کی تقسیم اس طرح کی گئی ہے کہ ہر منزل
کی پہلی سورہ کا ایک ایک حرف لے کر اس کا مجموعہ "فمی بشوق"
بنایا گیا ہے۔ یعنی "ف" سے مراد سورہ فاتحہ "م" سے مائدہ
"ی" سے یونس "ب" سے بنی اسرائیل "ش" سے
شعراء "و" سے والصافات اور "ق" سے سورۂ ق
مراد ہے۔ پہلی منزل سورۂ فاتحہ سے دوسری مائدہ سے
تیسری یونس سے چوتھی بنی اسرائیل سے پانچوین شعراء
سے۔ چھٹی والصافات سے اور ساتوین "ق" سے
شروع ہوتی ہے۔ (مظاہر حق) گو مقدار تلاوت مین علماء کا
اختلاف ہے اور اس اختلاف کی بنا صحابہ کا عمل ہے لیکن
یہ امر متفق علیہ ہے کہ ایک آیت سے کم کی تلاوت جائز نہین
اس لیئے کہ آیت سے کم نہ معجز ہے اور نہ قرآن (خلاصۃ التفاسیر)

(۲۱۶) تَلْبِيَة (ع) لغوی معنی حکم کا انتظار کرنا۔ اصطلاح مین
حاجیون کا لبیک کہنا۔ حج کے وقت حاجی جو ہر قدم پر لبیک
کہتے ہین یہ وہی ابراہیمی الفاظ ہین جو حضرت ابراہیم نے کہے
تھے۔ جب کہ خدا تعالیٰ نے ان کو اپنے بیٹے کی قربانی کے لیئے
پکارا تھا۔ حقیقت مین حج جو ایک بڑا فریضہ اسلام ہے۔
تمام تر اسی قربانی کی یادگار ہے۔

(۲۱۷) تَلْقِين (ع) لغوی معنی تعلیم دینا۔ وہ کلمات مغفرت جو
میت کے دفن کے بعد بالائے قبر کھڑے ہو کر پڑھے جاتے ہین
تلقین کہلاتے ہین (۲) اصطلاح تصوف مین مرشد کا مرید کو اس کی
خودی سے خالی کرانا تلقین کہلاتا ہے۔

(۲۱۸) تَلوِین (ع) طرح بطرح کرنا۔ علم تصوف مین ایک مقام جس مین طالب صراط مستقیم کی تفتیش کرتا رہتا ہے۔ اس مقام کو تلوین اس لیئے کہتے ہین کہ صفات بشریہ ارباب تلوین کے صراط مستقیم کی طلب مین مبدل ہو جاتے ہین بخلاف ارباب تمکین کے کہ یہ ثابت رہتے ہین۔ اپنے مقام استقامت پر۔ پس تلون صفت ارباب احوال کی ہے اور جب تک عبد طریق وسلوک مین ہے وہ صاحب تلوین ہے۔ اس لیئے کہ وہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف ترقی کرتا ہے۔ اور منتقل ہوتا ہے ایک وصف سے دوسرے وصف کی طرف (دیکھو تمکین) (از کنوز الاسرار القدم)

(۲۱۹) تَمَتُّع (ع) فائدہ اٹھانا۔ حج کے اقسام مین سے ایک قسم حج۔ تمتع بھی ہے حج تمتع کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ متمتع فائدہ اٹھا سکتا ہے درمیان احرام عمرہ اور حج ان چیزون سے جو احرام مین ممنوع ہین

حج تمتع مین اول احرام عمرے کا میقات حج کے مہینون یعنی شوال۔ ذیقعدہ اور ذی الحجہ مین باندھے اور اعمال عمرے کے بجا لائے پھر اگر ہدی ساتھ لایا ہے تو احرام باندھے رہے اور اگر ہدی نہین لایا ہے تو احرام سے نکل آوے اور مکہ مین بیٹھا رہے۔ جب ایام حج کے آوین تو احرام حج کا حرم سے باندھے (نور الہدایہ کتاب الحج باب قران وتمتع) حج تمتع اس پر لازم ہے کہ جس کے گھر اور مکہ معظمہ مین بارہ میل یا زیادہ کا فاصلہ ہو اور بعض علماء نے اڑتالیس میل کا فاصلہ لکھا ہے۔

حج تمتع کے ارکان چودہ ہین اور ارکان عمرہ تمتع پانچ ہین جو فقہ کی کتابون مین بالتفصیل درج ہین۔ طریق حج تمتع یہ ہے اول عمرہ تمتع کے تمام ارکان یکے بعد دیگرے ترتیب وار مع نیت وافعال متعلقہ بجا لاوین اور اس کے بعد حج تمتع کے ارکان کی بجا آوری عمل مین لائی جاوے (تحفۃ العوام)

(۲۲۰) تَمجِید (ع) بزرگ کرنا۔ کلمات لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کہنا تمجید کہلاتا ہے۔ مروی ہے کہ تمجید کا بکثرت ورد کیا جاوے اسلیئے کہ یہ گنج ہے گنجینہ ہائے بہشت مین سے (المشکوٰۃ۔ کتاب اسماء اللہ باب ثواب التسبیح الخ)

(۲۲۱) تِمساح (ع) نہنگ۔ گھڑیال جمع تماسیح۔ تمساح کی حلت وحرمت کے بارے مین آئمہ کے فتوے مختلف ہین۔ امام مالک کے نزدیک سب دریائی جانور حلال ہین جنمین نہنگ بھی شامل ہے لیکن امام احمد نہنگ اور مینڈک کو مستثنیٰ کر کے بقیہ جانوران دریائی کے حلت کے قائل ہین۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک نہنگ جائز نہین اس لیئے کہ وہ آبی جانورون مین سے صرف مچھلیون کے (بلا تفریق چھلکہ) درست ہونے کے قائل ہین (نور الہدایہ)

لیکن فقہاء امامیہ جانوران دریائی کی حلت مین امام ابوحنیفہ سے بھی زیادہ محتاط ہین اور وہ سوائے چھلکہ دار مچھلی کے کل جانورون کو حرام بتلاتے ہین (جامع الجعفری)

(۲۲۲) تَمکِین (ع) جگہ دینا۔ عین جگہ پر پاؤن رکھنا۔ صراط مستقیم پر استقامت اور ثبات کو اہل تصوف تمکین کہتے ہین۔ ارباب تمکین ثابت رہتے ہین اپنے مقام استقامت پر بخلاف ارباب تلون کے کہ وہ ہمیشہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہوتے رہتے ہین۔ پس تمکین صفت اہل حقائق کی ہے (از کنوز الاسرار القدم۔ دیکھو تلوین)

(۲۲۳) تَمِیم (ع) عربی قبیلہ جو نجد کے شمالی مشرقی حصہ مین آباد تھا۔ بنی تمیم کا وفد ۹ھ ۶۳۰ع مین آن حضرت صلعم کی خدمت

اقدس مین آیا۔ اس قبیلے کے تمام بڑے بڑے رؤسا اس سفارت مین داخل تھے یہ لوگ حالانکہ اسلام قبول کرنے کی غرض سے آئے تھے۔ تاہم عربی فخر و غرور کا نشان ان کے سر مین باقی تھا۔ اس لئے پہلے انہون نے مفاخرہ کی اجازت طلب کی اور دربار رسالت کے خطیب اور شاعر دونون کی افضلیت تسلیم کر کے مسلمان ہو گئے۔

سورۂ الحجرات کی ابتدائی آیتون کا شان نزول اسی وفد بنو تمیم سے متعلق ہے۔

(۲۲۴) تناسخ (ع) زائل ہونا۔ روح کا ایک قالب سے نکل کر دوسرے قالب مین جانا۔ تناسخ کو ہندو مذہب کے ساتھ وہی خصوصیت ہے جو توحید کو مسلمانون سے اور تثلیث کو نصرانیون سے گویا تناسخ وہ بنیادی عقیدہ ہے جو آرین مذاہب اور سامی مذاہب مین مابہ الامتیاز ہے۔

مسئلہ تناسخ کا تعلق جزا و سزا سے ہے بالفاظ دیگر رنج و خوشی کا معیار کسی سابقہ زندگی کے اعمال (خیر و شر) پر مبنی ہے۔ اہل ہنود جسمانی جزا و سزا کے قائل ہین۔ جو دنیا مین ہی ملجاتی ہے یعنی انسان کا مختلف جُون مین بدلنا اس عمل کا نتیجہ ہے جو اس نے اس دار مکافات (دنیا) مین کیا ہے۔ الغرض مسئلہ تناسخ کی بنیاد اس اصول پر قائم ہے کہ جو جیسا کرتا ہے ویسا ہی پاتا ہے قائلین تناسخ نے دو مسلک اختیار کئے ہین۔ ایک گروہ کا خیال ہے۔ کہ ارواح انسانیہ ایک جسم سے علیحدہ ہو کر دوسرے جسم مین اس وقت تک منتقل ہوتی رہتی ہین کہ وہ بالکل خیر محض بنکر نجات حاصل کر لین اور مشاہدہ انوار الٰہی سے ابد الآباد تک مست و محظوظ رہین اور دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ ایک جسم سے دوسرے جسم مین منتقل ہونیکے لئے کوئی حد متعین نہین۔ بلکہ لانہایت تک یہ سلسلہ انتقال ارواح کا جاری رہتا ہے اور خیر محض ہونے کے بعد بھی بند نہین ہوتا۔ مسئلہ تناسخ انسان کے لئے واجب کر دیتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے کہ وہ گناہ نہین بخشتا اور کسی کی توبہ قبول نہین کرتا اور نہ کسی پر رحم کرتا ہے۔

مُسلمان بھی جزا و سزا یعنی ثواب و عذاب کے قایل ہین لیکن اس دنیا مین نہین بلکہ دار الآخرت مین۔ علاوہ ازین اسلامی فلاسفہ کی بڑی جماعت جزا و سزا کو روحانی قرار دیتی ہے۔ اس لیے مسلمان عموماً تناسخ کے قایل نہین البتہ وہ صوفیہ جو حلول ذات باری کا شجر حجر وغیرہ مین تسلیم کئے ہوے ہین اور اسکو ظہور اعلیٰ کے نام سے موسوم کرتے ہین ایک حد تک تناسخ کے قائل ہین اس لیے تناسخیہ کہلائے جاتے ہین۔ اسلامی فرقہ قرامطہ کا بھی یہی مذہب ہے کہ تناسخ ارواح کا دوسرا نام عذاب و ثواب ہے۔ بداعمال انسان کو اولاً حیوانات خبیثہ کا قالب ملتا ہے اور شر کی زیادتی کے سبب گروہ شیاطین یعنے ارواح خبیثہ مین داخل کر دیا جاتا ہے۔ اور نیک اعمال آدمی جو سرتاپا خیر ہو روح طیبہ یعنی گروہ ملائک مین داخل ہو جاتا ہے۔

دور حاضر کے سائنس کا مسئلہ صیانت قیمت (یعنی کنسرویشن آف ویلیو) مسئلہ تناسخ کو باطل ثابت کرتا ہے۔ صیانت قیمت سے مراد ہے کہ کائنات جس خوبی کو ایک مرتبہ اکتساب کر لیتی ہین پھر اسکو مٹنے نہین دیتی۔ اس لیے ناممکن ہے کہ انسان جو تخلیق کی منازل کو ارتقائی ترتیب سے طے کرتا ہوا انسان بن گیا ہے۔ پھر جامۂ حیوانیت زیب تن

کرے۔ (۲) تناسخ فعل نسخ سے اور اسی فعل سے ایک اور لفظ مناسخہ بھی آیا ہے۔ مناسخہ لغت مین عبارت ہے ازالہ اور تغیر اور نقل اور تحویل سے اور اصطلاح فرائض مین مناسخہ یہ ہے کہ بعض یا کل وارثون کے سہام ان پچھلون کی طرف منتقل ہو جائین بوجہ استحقاق۔ یعنی ورثہ کے وارثون کو دیے جائین۔ مثلاً ترکہ ہنوز تقسیم نہین ہوا تھا کہ وارث مر گیا۔ تو اس کے حصے کو اس کے وارث کی طرف منتقل کرنا مناسخہ ہے (در مختار)

(۲۲۵) **تَنَافُر** (ع) نفرت کرنا۔ اصطلاح معانی مین ایسے چند لفظون کا جمع کرنا جنکا پڑہنا زبان پر دشوار ہو اور طبیعت آدمی کی نفرت کرے جیسے خواجہ تو چہ تجارت می کنی۔

(۲۲۶) **تَنَزُّل** (ع) اترنا درجہ سے کم ہونا حضرات صوفیہ کے نزدیک تنزلات ستہ ایک مشہور مسئلہ ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ اول مرتبہ لاتعین کا ہے جسکو احدیت اور خالق وجود اور ذات بحت کہتے ہین۔ بعد اس کے مرتبہ وحدت ہے۔ یعنی علم مجمل اور علم ذاتی اور حقیقت محمدی ہے۔ پھر مرتبہ وحدت سے مرتبہ احدیت ظہور پاتا ہے کہ مرتبہ تفصیل صفات اور نفس رحمانی اور حقیقت آدم اور رتبہ ثبوت اعیان ثابت اور صور علمیہ پر مشتمل ہے (کنوز الاسرار القدم)

(۲۲۷) **تَنْزِیْہ** (ع) دور کرنا اور پاک کرنا۔ اصطلاح مین تنزیہ سے مراد پاک کرنا ہے حق تعالیٰ کو عیوب اور نقصانات مخلوق سے آیات محکمات مثل لیس کمثلہ شی (سورہ شوریٰ پ ۲۵۔ رکوع ۲۔ آیت ۱) اور لم یکن لہ کفواً احد (سورہ توحید پ ۳۰۔ رکوع اول آیت ۴) اور آیت الکرسی سورہ بقر پ ۳۔ رکوع ۳۴۔ آیت ۲۵۶) تنزیہ باری تعالیٰ پر دال ہین لیکن متکلمین نے باختلاط اہل فلسفہ تنزیہ کے لیے چند اصطلاحین اختراع کین اور وہ (اصطلاحات) ایسی عام ہو گئی ہین کہ اکثر علما۔ صوفیہ اور فقہا، کی زبان اور قلم سے بے تکلف نکل جاتی ہین۔ چنانچہ امام غزالی نے تنزیہ کو اس طرح بیان کیا ہے "خدا جسم نہین ہے اور نہ مانند اجسام کے اور نہ جوہر اور نہ عرض اور نہ مانند کسی موجود کے اور نہ کوئی موجود مانند اس کے ہے، اور نہ مقدار سے کہ محدود ہو سکے اور نہ امکنہ وجہات و اقطار اسکو حاوی ہو سکین۔ وہ مستوی ہے عرش پر جس طرح کہ اس کو لایق ہے۔ عرش اسکو نہین اٹھاتا بلکہ اسکی قدرت عرش و حاملان عرش کو اٹھائے ہوے ہے۔ وہ کسی چیز مین حلول نہین کرتا اور نہ کوئی شے اس مین حلول کرتی ہے۔ وہ تو قبل مکان و زمان کے تھا اور اس دم بھی اسی حال پر ہے جس پر کہ پہلے تھا۔ وہ جدا ہے اپنے مخلوق سے ساتھ اپنے صفات کے اور نہین ہے اس کی ذات مین سوا اس کے اور نہ اس کے سوا مین ذات اس کی۔ اس کو حوادث پیش نہین آتے وغیرہ۔

متکلمین تنزیہ محض کے قائل ہین اور منکر تشبیہ ہو کر آیات متشابہات کے معنی ظاہر کو بدل دیتے ہین لیکن صوفیہ اور مجسمہ تشبیہ محض کے قایل ہین یعنی واجب کے واسطے لوازم جسم کو ثابت کرتے ہین اور آیات محکمات کی کہ تنزیہ پر دلالت کرتی ہین تاویل کرتے ہین۔

علما امامیہ نے تقدس باری تعالیٰ کو یعنی ان صفات کو جن سے خدا منزہ ہے اور جنکو صفات سلبیہ کہتے ہین اس طرح بیان کیا ہے (۱) تعدد کی نفی اور وہ اصل (۲) جناب باری کیلئے جسم و صورت نہین (۳) جناب باری کے لیے مکان نہین۔

(۴) حق تعالیٰ کسی چیز مین حلول نہین کرتا (۵) حق تعالیٰ کو کوئی دیکھ نہین سکتا خواہ دنیا مین خواہ آخرت مین (۶) خداوند عالم کی ذات مقدس کو تغیر و تبدل نہین (تحفۃ العارفین)

اسلام کا ایک فرقہ مشبہ بھی ہے جو تشبیہ کا قائل ہے اور وہ خدا کے واسطے صفات کمال اس نہج پر ثابت کرتا ہے کہ مخلوق کے ساتھ مشابہت پیدا ہو جائے لیکن معدودے چند کو استثنا کر کے اسلام کے باقی فرقے تشبیہ و تعطیل کی نفی کے قائل نہین۔

(۲۲۸) توبہ (ع) باز آنا۔ گناہ سے پھرنا۔ شرعی اصطلاح مین توبہ کہتے ہین اپنے گناہ پر شرمندہ اور پشیمان ہونا اور نہایت عاجزی کے ساتھ خدا تعالیٰ سے معافی مانگنا اور دل مین عہد کرنا کہ اب کبھی گناہ نہ کرون گا۔

توبہ و استغفار کا حکم ایکسو چونتیس ۱۳۴ مقامات پر قرآن مجید مین آیا ہے اس شدت تکرار سے صاف عیان ہے کہ مسلمانون کے لئے توبہ و استغفار نہایت اہم احکامات مین سے ہین۔ ہم اس مقام پر چند آیات قرآنی کا ترجمہ لکھتے ہین۔

(۱) سورۂ نساء (پ۴۔ رکوع ۳۔ آیت ۲) پھر اگر وہ توبہ کرین اور اپنی حالت درست کرین تو ان کا پیچھا چھوڑ دو۔ بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ (۲) سورہ نور (پ۱۸۔ رکوع ۴۔ آیت ۳۲) اے مسلمانو تم سب اللہ کے حضور مین توبہ کرو۔ تاکہ تمھین فلاح ہو (۳) سورۂ فرقان (پ۱۹۔ رکوع ۶۔ آیات ۷۰) مگر جو توبہ کرے اور ایمان لاوے اور اچھے کام کیسے تو اللہ اس کی برائیون کو نیکی سے بدل دیگا۔ اور اللہ غفور اور رحیم ہے اور جس نے توبہ کی اور نیک کام کیا پس وہ رجوع کرتا ہے اللہ کی طرف بخوبی۔

احادیث سے بھی توبہ کی فضیلت ثابت ہے۔ چنانچہ فرمایا آن حضرت صلعم نے (۱) توبہ کرنے والا۔ اللہ کا پیارا ہے (ابن ابی الدنیا بروایت حضرت انس) (۲) گناہ سے توبہ کرنے والا مثل اُس شخص کے ہے جس پر گناہ نہ ہو (ابن ماجہ بروایت ابن مسعود)

امام غزالی نے احیاء العلوم مین توبہ پر ایک باب باندھا ہے۔ اور توبہ کی حقیقت اس طرح بیان کی ہے کہ وہ تین چیزون کا نام ہے جو بترتیب پائی جاتی ہین۔ اول علم۔ دوم حال۔ سوم فعل۔ یا یون کہو کہ اول علم۔ دوم ندامت۔ سوم قصد۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ توبہ کی حقیقت ندامت ہے جس کا مقدمہ علم اور نتیجہ قصد ترک گناہ ہے یعنی جب اس بات کا علم ہو جائے کہ گناہ حجاب بن جاتے ہین۔ طالب اور مطلوب کے درمیان تو دل مین ندامت پیدا ہوتی ہے۔ جو محرک ہوتی ہے اس قصد و ارادہ کی کہ آیندہ گناہ نہ کیا جائے۔ اور گذشتہ کی تلافی کر دی جائے۔ بغرضیکہ گذشتہ پر ندامت فی الحال گناہ کی خواہش پیدا ہونے پر ندامت اور عزم اس بات کا کہ آیندہ کبھی ایسا نہ کرون گا توبہ کے ارکان ثلاثہ ہین۔

توبہ تین قسم پر ہے۔ ایک یہ کہ بخوف خدا گناہان ماضیہ پر نادم ہونا۔ اور ممنوعات شرعیہ سے اجتناب کرنا۔ دوسری یہ کہ گناہان طریقت سے کہ حسد۔ بغض۔ کینہ۔ بخل۔ عجب۔ ریا۔ غصہ۔ حرص۔ حب مال۔ حب جاہ وغیرہ ہین اور صفات مہلکات کہلاتے ہین۔ پرہیز کرنا۔ اور ان کے مقابلہ مین صبر۔ رضا بقضا۔ شکر نعمت۔ خوف و رجا۔ زہد۔ خلق نیک باخلائق و محبت باخالق کہ منجیات ہین حاصل کرنا۔ تیسری یہ کہ گناہان حقیقت سے اجتناب کرنا کہ وہ اپنی ہستی سے نجات پانا ہے۔

قبول توبہ کے لیے قلب سلیم کا ہونا ضروری ہے اور جو شخص اپنا قلب پاک اور صاف رکھتا ہے یعنی قلب کی کدورت کو ندامت کے آنسو سے زائل کر کے طاہر و لطیف بنا لیتا ہے اسی کی توبہ قبول

ہوتی ہے۔ ندامت کی پہچان یہ ہے کہ دل نرم بن جائے اور آنسو بکثرت نکلیں۔

یہ بتا دینا بھی ضروری ہے۔ قلب سلیم سے توبہ کرنے پر صرف وہی گناہ معاف ہوسکتے ہین جن کا تعلق خدا سے ہے۔ یہان تک کہ کفر اور شرک کا گناہ بھی معاف ہوسکتا ہے لیکن جو گناہ ایسے ہین جن کا تعلق کسی بندے سے ہے وہ صرف توبہ سے معاف نہین ہوتے جب تک اُس شخص کا حق ادا نہ کردیا جائے۔ اور اُس سے معاف نہ کرالیا جائے جس کا قصور کیا ہے یا جس کو نقصان پہونچایا ہے۔

(۲۲۹) توبۃ النصوح۔ توبہ کامل کو کہتے ہین یعنی وہ توبہ جو قلب سلیم سے کی گئی ہو اور ندامت کے ساتھ درگاہ جناب باری مین رجوع کیا گیا ہو۔ اور عزم صادق اور عہد واثق کیا ہو کہ آیندہ وہ قصور سرزد نہ ہوگا۔

(۲۳۰) توجُّہ (ع) کسی آدمی یا کسی چیز کی طرف منھ پھیرنا۔ اور دوسرون کے قلب کو اپنے اختیار مین لانا۔ اس تاثیر کو اصطلاح حال مین میسمریزم کہتے ہین۔

جہان تک دیکھا جاتا ہے کوئی فرد بشر توجہ سے خالی نہین۔ طبیب کی توجہ ازالۂ مرض کی طرف ہے۔ شاعر کی مضمون عالی کی طرف۔ فلاسفہ کی تحقیق کی طرف اور مدبر کی انتظام کی طرف۔ نوع انسانی ہی پر کیا منحصر ہے توجہ جانورون تک مین پائی جاتی ہے۔

حکماء یونان ہرچند کہ مادیات کی طرف ایسے جھکے ہوئے تھے جیسے اب یورپ ہے مگر باین ہمہ توجہ کے بالکل قائل تھے بلکہ ثبوت مین دلائل لاتے تھے۔ ان کا قول ہے کہ قوئے اور حواس کا کام ظاہر و باطن دونون پر حاوی ہے۔ اگر ان کے ایک رخ سے کام لوگے تو دوسرا رخ ضرور ناقص رہ جائے گا۔

غرضکہ توجہ کا مادہ ہر جاندار چیز مین موجود ہے اور سب اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہین لیکن تمیز استعمال چاہیے۔ کاش یورپ اور امریکہ جو اپنی توجہ کو مادیات مین صرف کررہے ہین۔ روحانیات کی طرف مائل ہون۔ اصطلاح تصوف مین توجہ کہتے ہین کہ سالک اپنے وجود کو نابود اور حق تعالیٰ کو موجود جانے (۲) اپنی طاقت قلب اور قوت ارادی سے دوسرے شخص کے قلب کو اپنے اختیار مین لانا توجہ کہلاتا ہے۔

(۲۳۱) توجیہ (ع) کسی کی طرف منھ پھیرنا۔ بیان اچھا کرنا۔ دلیل لانا۔ اصطلاح مین وہ دعائین اور اذکار جو بعد تکبیر تحریمہ کے پڑھتے ہین (المشکوٰۃ۔ کتاب الصلوٰۃ۔ باب مایقرأ بعد التکبیر)

(۲۳۲) توحید (ع) ایک جاننا۔ خدا تعالیٰ کو وحدہ لاشریک اور لم یلد ولم یولد جاننا۔ کلمہ طیب لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہٗ توحید کی اصل اور بنیاد ہے۔ توحید اسلام کی حقیقی تعلیم اور اس کی خاص الخاص خصوصیت ہے جس طرح کہ تثلیث نصرانیت کی اور تناسخ اہل ہنود کی حقیقت یہ ہے کہ مطلق توحید تو تمام مذہبون مین پائی جاتی ہے حتیٰ کہ مشرکین بھی قادر مطلق کو ایک ہی مانتے ہین البتہ اُس کے مظاہر اور صفات کو متعدد کہتے ہین لیکن اسلام کو اس باب مین جو خصوصیت حاصل ہے وہ یہ کہ اُس نے توحید کو مکمل کردیا یعنی اُس کو شرک کے ہر قسم کے شائبہ سے پاک کردیا ہے۔ آن حضرت صلعم نے بتلایا کہ وحدت فی الذات (یعنی خدا کے ساتھ کوئی دوسرا شخص یا کوئی شے شریک نہین) وحدت فی الصفات (یعنی جو صفتین خدا کی ہین وہ دوسرے مین نہین ہین اور نہ دوسرے مین ہوسکتی ہین) اور وحدت فی العبادت (یعنی دل کا وہ تذلل جو خاص خدا تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے) کے اعتقاد کے ساتھ ایمان وحدت ذات باری پر مکمل ہوجاتا ہے۔ یہی وہ توحید ہے جو کفا

اور مشرکین کو شاق گذرتی ہے۔ مشرکین اور کفار کی اس وحشت کا نقشہ
جو ان کو توحید کامل سے ہوتی ہے قرآن مجید اس طرح پیش کرتا ہے کہ "جس
وقت خدا اکیلا یاد کیا جاتا ہے تو ان لوگون کے دل نفرت کرتے ہین۔ جو
آخرت پر ایمان نہین لائے اور جس وقت کوئی اور شریک کر لیا جائے
(خدا کے ساتھ) تو وہ خوش ہو جاتے ہین (سورۂ زمر پ۲۴۔ رکوع ۵۔ آیت ۴۵)
لیکن جن اسباب نے ان مشرکین کو خدا کا یقین دلایا ہے۔ وہی اسباب
بعینہٖ اس بات کے بھی شاہد ہین کہ خدا ایک ہے۔ اگر دو یا زیادہ ہوتے
تو نظام عالم درہم وبرہم ہو جاتا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے" اگر زمین وآسمان
مین کئی خدا ہوتے تو نظام عالم بگڑ جاتا (سورۂ انبیاء پ۱۷۔ رکوع ۲۔ آیت ۲۲)

توحید کی تاریخ دور مشرکانہ کے اختتام سے شروع ہوتی ہے۔

دور مشرکانہ کی ابتدا اشیاء پرستی سے جاری ہوئی اور انسان نے
خوف کی وجہ سے پتھرون۔ پہاڑون اور دریاؤن وغیرہ کی پرستش
کی جب اُس سے آگے بڑھا تو عناصر پرستی اختیار کی یعنی آگ۔
پانی۔ ہوا اور مٹی کو دیوتا اور قاضی الحاجات سمجھا۔ جب اس
حالت سے ترقی کی اور نجوم مین کسی حد تک دستگاہ حاصل
کی تو ستارہ پرستی کی نوبت آئی اور سورج۔ چاند۔ زہرہ۔ مشتری
معبود قرار پائے۔ مختصر یہ کہ جب مختلف اقوام کو اپنے معبودون
کو ہر وقت پیش نظر رکھنے اور ان کی پوجا کرنے کی ضرورت محسوس
ہوئی تو بت تراشے گئے اور ان کی پرستش کی جانے لگی۔ اس
بت پرستی کی روک تھام کے لئے اور خدا واحد کی عبادت قائم
کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً انبیاء کرام مختص القوم مختص المقام
یا مختص الامر شریعتین لے کر آئے۔ ان انبیاء علیہم السلام کی
خداشناسی کے تدریجی تخیل کو آن حضرت صلعم نے مکمل کر کے توحید
کا جو تخیل (جیسا کہ مذکور ہوا) دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ وہ
شرک کے ہر شائبہ سے پاک ہے اور اسی لیئے آن حضرت صلعم کو بارگاہ
احدیت سے خاتم النبیین کا معزز لقب عطا کیا گیا ہے۔

علماء ظاہر کے نزدیک توحید کے یہ معنی ہین کہ خدا کے سوا
کوئی اور خدا نہین اور نہ خدا کی ذات وصفات مین کوئی اور شریک
ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ خالق اور مخلوق مین مغائرت تامہ ہے
یعنی وہ علت ہے اور یہ معلول۔ لیکن حضرات صوفیہ کے نزدیک
توحید کے یہ معنی ہین کہ خدا کے سوا اور کوئی چیز عالم مین موجود ہی
نہین۔ یا یون کہو کہ جو کچھ موجود ہے وہ سب خدا ہے۔ اس مسئلہ کو
فارسی مین ہمہ اوست اور ہندو فلسفہ مین ادویت اور عربی زبان
عجمی اصطلاح مین وحدت الوجود کہتے ہین۔

آگے چل کر جب ربط الحادث بالقدیم نے محدثات وممکنات
اور مخلوقات کے تعلقات کو حضرت خالق۔ واجب الوجود اور قائم
بالذات کے ساتھ مستقل طور پر مربوط کرنا چاہا تو گروہ صوفیہ مین
اختلاف ہو گیا۔ اول الذکر فرقہ کے نزدیک خدا وجود مطلق اور ہستی
مطلق کا نام ہے اور سوائے اس کے کسی کی ذات موجود نہین۔
جس قدر اشیاء نظر آتی ہین یہ سب اعتباری ہین اور اُس کے
صفات کے تعینات ہین اور وہی ایک ذات ہے۔ اس کی
مثال ایسی ہے جیسے دریا اور اس کے حباب وامواج وغیرہ
کہ حقیقت مین دریا ہے۔ موخر الذکر فرقہ کہتا ہے کہ تمام کائنات خدا
کی مخلوق ہے اور وہ خالق ہے۔ خالق اور مخلوق کی اصلیت
حقیقت اور ماہیت ایک نہین ہو سکتی اس لیئے ممکنات جس قدر
موجود ہین وہ سب اُسی کے اظلال اور پرتو ہین جیسے سیاہی
اور حروف ونقوش۔ یعنی خدا مین اور اُس کی مخلوق مین وہ نسبت
ہے جو سیاہی کو حروف ونقوش سے۔ یعنی حروف ونقوش عین

سیاہی نہیں۔ توحید وجودی اور شہودی میں یہ فرق ہے کہ وحدت
وجود کے لحاظ سے ہر چیز کو خدا کہہ سکتے ہیں جس طرح حباب اور
موج کو پانی لیکن وحدت شہود میں یہ اطلاق جائز نہیں۔ یعنی
حروف و نقوش کو عین سیاہی نہیں کہہ سکتے۔ وحدت الوجود کا
عقیدہ حکماء ایران اور براہمنۂ ہندوستان کے کشف کا نتیجہ ہے
اور عقیدۂ وحدت الشہود صرف صوفیاء اسلامیہ ہی کے مکاشفات
کا ثمرہ ہے۔

(۲۲۳) توراۃ۔ عبرانی لفظ ہے جس کے معنی قانون یا شریعت
کے ہیں۔ اہل اسلام توراۃ اس صحیفۂ سماوی کو کہتے ہیں جو حضرت
موسیٰ پر نازل ہوا ہے (سورۂ آل عمران۔ پ۳۔ رکوع اول۔ آیت ۲)
زمانۂ حال میں توراۃ اس مجموعہ کا نام ہے جس میں وہ کتابیں
شامل ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پیشتر انبیاء بنی اسرائیل
کی طرف منسوب تھیں۔ اس مجموعہ کو عہد عتیق کہتے ہیں۔

توراۃ میں پانچ اسفار شامل ہیں (۱) تکوین یا پیدائش۔
(۲) خروج (۳) احبار (۴) اعداد (۵) استثناء۔ ان میں سے (۱)
تکوین میں آسمان اور زمین کل کائنات اور انسان کی پیدائش
کا بیان ہے بلکہ انسان کی ابتدائی نسلوں کے حالات درج
ہیں (۲) خروج میں بنی اسرائیل کے مصر سے خارج ہونے کا ذکر
ہے (۳) احبار میں عبادات کے احکام اور مذہبی رسوم کی
تفصیل درج ہے (۴) اعداد میں بنی اسرائیل کی مردم شماری
کی کیفیت ہے۔ یہ مردم شماری دو مرتبہ ہوئی۔ یعنی خروج کے
بعد اور صحرا نوردی کے اختتام پر جب بنی اسرائیل دریائے یردن
کے پار ہوے ہیں (۵) استثناء میں حضرت موسیٰ کا وہ وداعی خطبہ
درج ہے جو آپ نے صحرا نوردی کے اختتام پر بنی اسرائیل کو
مخاطب کر کے دیا تھا۔ ان پانچوں اسفار کا نام توراۃ ہے اور یہی سلسلۂ
اول کے نام سے موسوم ہے۔

بائبل کے عہد عتیق میں توراۃ کی پانچ کتابوں کے علاوہ
چند معروف کے صحیفے بھی داخل ہیں۔ مثلاً یوشع۔ قضاۃ۔ شموئیل
اول و دوم۔ ملوک اول و دوم۔ یشعیاہ۔ یرمیا۔ حزقیل اور بارہ چھوٹے
پیغمبروں کا ایک سلسلہ ہے۔ اور اس سلسلہ کو نبیم کہتے ہیں اور
بنی اسرائیل کی مقدس کتابوں کا دوسرا سلسلہ ہے۔ ایک سلسلہ اور
ہے۔ جو سلسلہ سوم یعنی کتیم کہا جاتا ہے اور جس میں زبور۔ امثال
سلیمان۔ ایوب۔ دعوت۔ نوحہ یرمیا۔ واعظ۔ استر۔ دانیال۔
عزرا۔ نحمیاہ۔ ایام اول و دوم داخل ہیں۔

قرآن مجید شہادت دیتا ہے کہ توراۃ الہامی کتاب ہے لیکن
اس حقیقت سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ وہ وحیاں جو طویٰ
کے میدان میں نازل ہوئیں۔ اور جو مصر میں چالیس برس تک
فرعون کے مقابلہ میں اترتی رہیں اور جو چالیس برس تک صحرا
نوردی میں نازل ہوئی تھیں۔ ان کے نزول کے بعد ہی جمع نہیں
کی گئیں۔ بلکہ حضرت موسیٰ نے توراۃ کو اپنی عمر کے آخری حصہ میں
لکھا لیکن زمانہ کے دست برد سے اور بخت نصر کے مظالم کے
باعث حضرت موسیٰ کا ترتیب کردہ صحیفہ مفقود ہو گیا۔ حضرت عزیر
نے اس مقدس کتاب کو از سر نو الہام کی مدد سے بجائے عبرانی
زبان کے کالدی زبان میں لکھا۔ جو اہل بابل کی زبان تھی۔
جن کی قید میں بنی اسرائیل زندگی کے دن کاٹ رہے تھے۔ پھر
اس کا یونانی ترجمہ ہوا۔ اس ترجمہ کے کام کو ستر علماء نے ۲۸۰ ق م
میں انجام دیا۔ اس حقیقت کا اظہار خود ترجمہ کا نام کر رہا ہے۔
جو سپٹواجنٹ یعنی سبعونی ہے۔ رفتہ رفتہ یہی یونانی نسخہ

اصل کتاب کے درجہ کو پہونچا اور اسی کے ترجمے دنیا مین پھیلے۔

موجودہ عہد عتیق کی بابت ریورنڈ ہارن اپنی کتاب علوم بائبل کے دیباچہ مین لکھتے ہین کہ "عہد عتیق کی کتابین دراصل عبری زبان مین تھین اور دونون نامون سے موسوم تھین۔ ایک تو آٹوگرافس یعنی وہ کتابین جن کو کاتبین وحی نے لکھا تھا۔ یہ سب کتابین ناپید ہوگئین۔ دوسرے اپوگرافس یعنی وہ نسخے جو اصل نسخون سے نقل ہوے اور مکرر سہ کرر نقل ہوتے رہے یہ پچھلے نسخے دو قسم کے تھے۔

(۱) پرانے جو یہودیون مین بہت معتبر اور مستند سمجھے جاتے تھے۔ مگر یہ نسخے بھی ایک مدت سے معدوم ہین (۲) نئے جو سرکاری کتب خانون مین یا لوگون کے پاس موجود ہین اور یہ بھی دو قسم کے ہین اول اول یعنی وہ قلمی صحیفے جو معابد مین کام آتے ہین۔ دوم اسکوئر مینوسکرپٹس (Square manuscripts) یعنی وہ قلمی نسخے جو مربع تقطیع پر لکھے ہین اور عام لوگون کے کام آتے ہین۔

محققین اہل کتاب اس امر کو تسلیم کرتے ہین کہ دسوین صدی عیسوی سے قبل کا لکھا ہوا کوئی نسخہ مجموعہ عہد عتیق کا دنیا مین موجود نہین ہے۔ ایم۔ ڈی۔ اٹسی نے تمام قلمی نسخون کو باعتبار قدامت تین زمانون پر منقسم کیا ہے۔ اول بہت پرانے یعنی بارہوین صدی سے پیشتر کے لکھے ہوے۔ دوم وسطی زمانہ یعنی تیرہوین اور چودہوین صدی کے تحریر کیے ہوے۔ سوم زمانہ حال کے۔

ریورنڈ ٹامس اپنی کتاب دی ہسٹری۔ آف۔ دی۔ انگلش بائبل کے صفحہ ۱۴ پر لکھتے ہین کہ احبار نے توراۃ کے اٹھارہ مقامات بدل دیے۔ مسوراتیان (رواۃ) نے سب سے پہلے روایات احبار کو جمع کرکے حواشی اور تعلیقات لکھے اور جب اختلافات کو جمع کیا تو معلوم ہوا کہ یہ تعداد ایکہزار تین سو چودہ تک پہونچ گئی ہے" ۱۴۸۸ء مین پہلی مرتبہ عہد عتیق کی کتابین طبع ہوئین لیکن جب انڈرہوف نے ۱۸۵۰ء مین طبع ثانی کا اہتمام کیا تو بارہ ہزار جگہ طبع اول سے اختلاف کرنا پڑا۔ گو یہ اختلافات زیادہ تر قرأت کے باعث ہین۔ (تاریخ بائبل مولفہ ریورنڈ ٹامس)

ع۔ قیاس کن ز گلستان من بہار مرا۔

یہ حقیقت ہے اس موجودہ عہد عتیق کی جس کو صدیون تک عیسائی منزل من اللہ سمجھتے رہے۔ لیکن محققین زمانہ حال صاف صاف کہہ رہے ہین کہ مجموعہ عہد عتیق کلیۃً اصلی نہین ہے اور ان مین بہت کچھ مضامین الحاقی ہین۔ یہ اُسی حقیقت کا اعتراف ہے جو قرآن مجید کی سورہ مائدہ (پ۶۔ رکوع ۳۔ آیت ۱۶) مین ظاہر کی گئی ہے کہ وہ (علماء یہود و نصاریٰ) کلام کو اپنی جگہ سے بدل دیتے ہین۔

قرآن مجید تمام الہامی کتابون کی (بشرطیکہ تحریف سے بری ہون) تصدیق کرتا اور ان کو منزل من اللہ بتلاتا ہے اور اپنے تبعین کو ہدایت کرتا ہے کہ ان کی عزت و توقیر کرین۔ چنانچہ سورۂ آل عمران (پ۳۔ رکوع ۹۔ آیات ۹، ۸، ۷) مین ہے کہ کہو (محمد صلعم) ہم خدا کے ساتھ ایمان لائے اور اُس چیز پر جو ہم پر نازل کی گئی ہے۔ اور اُس چیز پر جو نازل کی گئی ہے۔ ابراہیم اسحاق۔ یعقوب اور اس کی اولاد پر اور اس چیز پر کہ دی گئی ہے موسیٰ کو عیسیٰ کو اور دوسرے نبیون کو پروردگار کی طرف سے اور ہم ان مین سے کسی مین تفریق نہین کرتے۔ ہم مسلم [illegible] اور جو شخص کہ اسلام کے سوائے دین کو طلب کرے بس وہ [illegible] اس سے ہرگز قبول نہین کیا جائیگا۔ اور وہ آخرت مین نقصان [illegible]

پانے والون مین سے ہوگا۔"

چونکہ قرآن مجید اور کتب اسرائیلیہ ایک ہی مقصد سے انسانون کو دی گیی ہین۔ اس لئے ان مین اکثر حالات و قصص کا اشتراک ہی مگر اضافہ و اسقاط کے ساتھ۔ قرآن مجید مین ہر واقعہ کے وہ اجزا بیان کیے گئے ہین جو عبرت۔ پند اور موعظت کے لحاظ سے ضروری اور ناگزیر ہین لیکن توراۃ مین صرف واقعات جمع کر دیے گئے ہین اور ان کے نتائج سے بحث نہین کی گئی ہے۔ چونکہ فلسفہ تاریخ کا یہ مقصد ہے کہ نتائج مستقبل مین کام آوین اس لئے تورات کا انداز تحریر اور محض واقعات کا جمع کر دینا اس مقصد سے دور جا پڑا ہی برعکس اس کے قرآن مجید کا انداز بلیغ مستقبل کے لیے مکمل ہدایت نامہ پیش کرتا ہے۔ بہر حال ہم ان واقعات کی ایک فہرست درج کرتے ہین جو متحد المضامین ہین۔

(۱) اشخاص کے نام۔ جن بزرگوارون کا توریت مین ذکر ہے ان کے مجمل یا مفصل حالات قرآن مجید مین بھی بیان کیے گئے ہین۔ مثلاً ہارون۔ ہابیل۔ قابیل۔ ابراہیم۔ آدم۔ آذر۔ قارون۔ داؤد۔ جالوت۔ ادریس۔ الیاس۔ الیسع۔ عزیر۔ جبرئیل۔ یاجوج۔ ماجوج۔ اسحاق۔ اسمٰعیل۔ یعقوب۔ یوسف۔ ایوب۔ یونس۔ یوسع۔ لوط۔ مکائیل۔ موسیٰ۔ نوح۔ فرعون۔ سلیمان۔ تالوت۔

(۲) تاریخی واقعات و تلمیحات (الف) حضرت ہارون اور گوسالہ (سورہ طہ۔ پ ۱۶۔ رکوع ۴۔ آیت ۹۱) اس فرق کے ساتھ کہ کتب اسرائیلیہ مین حضرت ہارون کو گوسالہ بنانے والا اور بنی اسرائیل کو گمراہ کرنے والا بتلایا گیا ہے۔ لیکن قرآن مجید ان کو ان الزامات سے بری الذمہ کرتا اور سامری کو گوسالہ پرستی کا موجد بتلاتا ہے

(ب) ہابیل کا قتل ہونا قابیل کے ہاتھ سے (سورہ مائدہ پ ۶ رکوع ۵۔ آیت ۳۰)

(ج) فرشتون کی حضرت ابراہیم سے ملاقات (سورہ ہود۔ پ ۱۲۔ رکوع ۷۔ آیت ۷۲)

(د) حضرت ابراہیم کا اپنے بیٹے کی قربانی کے لئے آمادہ ہونا (سورہ والصافات۔ پ ۲۳۔ رکوع ۳۔ آیت ۱۰۱)

(ر) حضرت آدم اور آپ کا ہبوط (سورہ بقر۔ پ اول رکوع ۴۔ آیت ۳۴) اور سورہ اعراف (پ ۸۔ رکوع ۲۔ آیت ۱۸)

(س) قارون اور اُس کی جماعت (سورہ قصص پ ۲۰۔ رکوع ۸۔ آیت ۷۶) اور سورہ مریم (پ ۱۶۔ رکوع ۲۔ آیت ۳۸۔ اور سورہ مومن پ ۲۴۔ رکوع ۳۔ آیت ۲۵)

(س) قارون اور اس کی جماعت (سورہ قصص پ ۲۰۔ رکوع ۸۔ آیت ۷۶) اور سورہ مریم (پ ۱۶۔ رکوع ۲۔ آیت ۳۸۔ اور سورہ مومن پ ۲۴۔ رکوع ۳۔ آیت ۲۵)

(ص) دنیا کی پیدائش (سورہ نمل۔ پ ۱۹۔ رکوع اول۔ آیت ۳ و سورہ رعد پ ۲۲۔ رکوع اول اور رکوع ۲۔ آیت ۱۲)

(ط) حضرت داؤد کا حمد باری تعالیٰ کرنا (سورہ سبا۔ پ ۲۲۔ رکوع دوم۔ آیت ۱۰)

(ع) طوفان نوح (سورہ ہود۔ پ ۱۲۔ رکوع ۴۔ آیت ۲۲۔ و سورہ قمر پ ۲۷۔ رکوع اول۔ آیت ۹۔ اور سورہ حشر پ ۲۸۔ رکوع دوم۔ آیت ۱۱)

(ف) حضرت یعقوب کا شہر مصر کو جانا (سورہ یوسف۔ پ ۱۳۔ رکوع ۱۱۔ آیت ۱۰۰)

(ق) حضرت یونس اور مچھلی (سورہ انعام۔ پ ۷۔ رکوع ۱۰۔ آیت ۸۶۔ و سورہ یونس۔ پ ۱۱۔ رکوع ۸۔ آیت ۷۶ و سورہ زخرف۔ پ ۲۵۔

رکوع ۵-آیت ۴۵-اور سورۂ مومن۔ پ ۲۴-رکوع ۴-آیت ۳۸)

(د) حضرت سلیمان کا فیصلہ-سورۂ انبیا ر پ ۱۷-رکوع ۶-آیت ۵۸)

(ی) ملکہ سبا (سورۂ نمل پ ۱۹-رکوع ۲-آیت ۲۳)

(۳) شریعت موسوی کے سب سے بہتر احکام جو سفر خروج-(باب ۲۰-آیات ۱۷-۱۲) مین درج ہین یہ ہین (۱) مان باپ کی تعظیم کرنا (۲) قتل کا مرتکب نہ ہونا (۳) زنا نہ کرنا (۴) چوری نہ کرنا (۵) ہمسایہ پر جھوٹی شہادت نہ دینا (۶) ہمسایہ کے گھر مین طمع نہ کرنا ان احکامات کو شریعت محمدی نے بھی واجب التعظیم قرار دیا ہے اور سورۂ انعام (پ ۸-رکوع ۱۹-آیات ۱۵۳-۱۵۲) مین ان احکامات کی تفصیل بیان کر کے اُن پر سختی سے پابند ہونے کا حکم دیا ہے-ان احکامات کی خلاف ورزی پر اسلامی شریعت نے حدود بھی مقرر کیے ہین-

(۲۳۴) تَوَکُّل (ع) بھروسہ کرنا-وکل اور وکول کے معنی لغت مین کام کا کسی پر چھوڑنے کے ہین-اسی سے اسم وکالت ہے-جس سے مراد دوسرے پر اعتماد کر کے کام سپرد کرنے کے ہین-

قرآن کریم نے توکل کا مفہوم ان الفاظ مین ادا کیا ہے کہ نہایت مشکلات کی حالت مین پوری محنت سے کام کرنا-نتیجہ کی طرف سے خائف ہو کر کام کو نہ چھوڑنا-اور نتیجہ کے بارے مین خدا تعالیٰ سے کامیابی کا بھروسہ رکھنا-پس ظاہر ہے کہ اس طریق سے آدمی مین استقلال کا جوہر پیدا ہوتا ہے-جو تمام کامیابیوں کا گر ہے-قرآن پاک مین ۴۹ مقامات پر توکل کی فضیلت بیان کی گئی ہے-چند آیتون کے ترجمے ذیل مین درج ہین-

(۱) سورہ آل عمران-(پ ۴-رکوع ۱۷-آیت ۱۵۴) پس جب قصد مصمم کرے تو اللہ پر اعتماد رکھ (۲) سورۂ انفال (پ ۱۰-رکوع ۸-آیت ۶۲) توکل کر اللہ پر کہ تحقیق وہی سننے والا اور جاننے والا ہے-

(۳) سورۂ الطلاق (پ ۲۸-رکوع اول-آیت ۳) جو شخص خدا پر توکل کرے، تو خدا اس کے لیے کافی ہے-اور بے شک خدا ہی ہر کام کو انجام تک پہونچانے والا ہے-

احادیث مین بھی توکل کی فضیلت آئی ہے-(۱) روایت ہے-حضرت ابن عباس سے کہ فرمایا آن حضرت صلعم نے کہ میری امت مین سے ستر ہزار آدمی بغیر حساب کے داخل ہون گے-یہ وہ لوگ ہین کہ نہ تو منتر طلب کرتے ہین اور نہ شگون لیتے ہین بلکہ اپنے رب پر توکل کیے ہوئے ہین-

(۲) روایت ہے حضرت عمر بن الخطاب سے کہ آن حضرت نے فرمایا کہ بتحقیق توکل کرو (یعنی اعتماد کرو) اللہ پر جیسا کہ حق ہے توکل کا تو البتہ روزی دے تم کو جیسی کہ روزی دیتا ہے پرندون کو نکلتے ہین-وہ صبح کو بھوکے اور پھرتے ہین شام کو (بعد سعی کے) گھونسلون مین-(المشکوٰۃ-کتاب الرقاق-باب التوکل والصبر)

آیات قرآنی اور احادیث اس حقیقت کو واضح کر رہی ہین کہ کسب اور تدبیر منافی توکل نہین-اور نہ توکل قوت عمل کے بیکار کر دینے کا نام ہے-بلکہ اپنی عقل اور طاقت کے موافق تدبیر کرنا-اور ان امور کو جن مین انسان کے علم-حال اور عمل کو خداوند عالم نے شرط گردانا ہے پوری مسرت اور انہماک کے ساتھ انجام دینا اور یہ یقین کرنا کہ یہ تمام تدبیرین کارگر اس وقت ہون گی جبکہ خدا چاہے گا-توکل کہلاتا ہے-بظاہر اسباب وعلل گو ناموافق ہون مگر یہ غیر متزلزل یقین پیدا ہو کہ یہ ناموافق حالات ہمارے کام مین ذرہ بھر مؤثر نہین ہو سکتے اس لیے کہ اصلی قدرت عالم اسباب

سے ماورا ہستی کے ہاتھ مین ہے۔

(۲) اصطلاح تصوف مین توکل سے مراد ہر کام خدا کو سونپنا اور دل اسباب دنیا اور ظاہری تعینات سے اٹھا کر حضرت مسبب الاسباب کی طرف متوجہ کرنا اور غیر حق کو اپنی نظر مین نہ لانا اور سوائے حق تعالی کے کسی کے ساتھ مشغول نہ ہونا اور اپنے کو فانی اور حق کو باقی جاننا۔ درویشی کے مقامات سہ گانہ مین سے توکل ایک مقام ہے۔ جو صبر اور رضا و تسلیم کی درمیانی زنجیر کہا جاسکتا ہے۔ تصوف کی تاریخ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ توکل تصوف کے اُس ابتدائی زمانہ کی یادگار ہے جب تصوف مین غیر اسلامی عناصر باریاب نہین ہوے تھے۔ بلکہ وہ اپنی اصلی خالص اور بے آمیز صورت کے باعث سنت اسلام سے تعبیر کیا جاتا تھا۔

(۲۳۵) **تہامہ** (ع) بمعنی پستی۔ عرف عام مین حجاز کا جنوبی حصہ جو یمن کی طرف ہے۔ تہامہ اور غور کہلاتا ہے۔ اس لئے کہ یہ حصہ نشیب مین واقع ہے۔

(۲۳۶) **تہذیب** (ع) آراستہ کرنا۔ پاک کرنا۔ کھجور کی چھال اُتارنا۔ اصطلاح مین اخلاق پسندیدہ اور اوصاف حمیدہ کا پیدا کرنا۔ تہذیب کہلاتا ہے۔ یہ ایک بدیہی امر ہے کہ انسان کی حیات و ممات اور اُس کی اخلاقی بہبودی و تباہی اُس کی تربیت پر منحصر ہے۔ پس جس شخص کی جسمانی اخلاقی اور عقلی تربیت بہمہ وجوہ مکمل ہے وہی مہذب ہے اور آفات دنیوی سے مطمئن۔ تہذیب کا خارجی مظہر انسان کا چال چلن۔ اس کی خودداری مستقل مزاجی اور اس کی اولوالعزمی ہے۔

(۲) اہل تشیع کی کتب احادیث مین سے ایک مستند کتاب ہے۔ جس کو شیخ ابو جعفر محمد رحمۃ نے ۴۶۶ھ/۱۰۷۳ء مین مدون کیا۔

(۲۳۷) **تہلیل** (ع) اصطلاح مین لا الہ الا اللہ کہنا۔ روایت ہے ابی سعید خدری سے کہ فرمایا آن حضرت صلعم نے کہ موسی نے کہا کہ اے پروردگار میرے مجکو ایک ایسی چیز سکھلا جس کے ذریعہ سے مین تجکو یاد کیا کرون اور دعا مانگا کرون۔ ارشاد ہوا کہ کہو لا الہ الا اللہ۔ موسی نے کہا کہ یہ کلمہ تو سارے موحدین کہتے ہین اور مین تو کوئی خاص ذکر و دعا کا طالب ہون۔ جواب ملا کہ اے موسی اگر ساتون آسمان اور اس کے ساکنین اور ساتون زمینین ایک پلڑہ مین اور لا الہ الا اللہ (یعنی ثواب اس کا) دوسرے پلڑہ مین ہو تو جھک جاوے پلڑہ لا الہ الا اللہ کا (المشکوۃ کتاب اسماء اللہ۔ باب ثواب التسبیح والتحمید والتہلیل والتکبیر)

(۲۳۸) **تہمت** (ع) عیب لگانا۔ برائی کرنا۔ (دیکھو بہتان وغیبت)

(۲۳۹) **تیمم** (ع) لغت مین تیمم مطلق قصد کو کہتے ہین۔ اصطلاح شرع مین تیمم اس قصد کو کہتے ہین کہ جو پاک کرنے والی مٹی کی طرف طہارت حاصل کرنے کی غرض سے کیا جائے۔ سورہ مائدہ (پ ۶ رکوع ۲۔ آیت ۹) مین ہے کہ "اگر تم پانی نہ پاؤ تو خاک پاک سے تیمم کرو پس اپنے مونہون کا اور اپنے ہاتھون کا اس خاک سے مسح کرو۔ خدا نہین چاہتا کہ تم پر تنگی کرے لیکن تم کو پاک کرنے کا ارادہ کرتا ہے تاکہ اپنی نعمتین تم پر تمام کرے۔

تیمم محدث (یعنی بے وضو) اور جنب اور حائض اور نفسا کو جائز ہے جب کہ (اول) پانی نہ ہو۔ اس صورت مین پانی کی تلاش واجب ہے۔ اگر پانی دو میل جانب توجہ (یعنی اس طرف جس طرف جانے کا ارادہ رکھتا ہے) مین دور ہوے تو تیمم جائز ہے۔ (دوم) دشمن کے خوف یا آگ و درندہ کے خوف سے یا پیاس

کے خوف سے بایں معنی کہ وضو کرے گا تو پیاسہ رہ جائیگا۔ یا اس خوف سے کہ پانی کے استعمال سے کوئی مرض صعب عارض ہو جائیگا یا جسم کی جلد پھٹ جائے گی۔ یا نماز عید کے قضا ہونے کا خوف ہو (سوم) کوئی موانع پانی کے حاصل کرنے مین حائل ہون مثلاً یہ کہ پانی خریدنے کے لیے قیمت پاس نہ ہو۔

جس چیز پر تیمم کرین وہ ایسی ہو کہ جس پر مٹی کا اطلاق ہو سکے تیمم کرنا۔ چونے کی مٹی سے اس کے جلانے سے قبل اور گچ کی زمین سے اور قبر کی خاک سے اور تیمم کی ہوئی مٹی سے اور غصبی مٹی سے صحیح نہین۔ اور نہ نجس خاک سے اور نہ کیچڑ سے مٹی موجود ہونے پر۔ البتہ تیمم صحیح ہے شورہ دار زمین پر اور ریت پر۔ اگر خاک نہ مل سکے تو کپڑون کی دھول پر۔ زین کے نمدے اور گھوڑے کے بال کی گرد پر۔

نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے تیمم کرنا صحیح نہین البتہ اس وقت مین صحیح ہو جب نماز کا وقت تنگ ہو۔ تیمم کے لیے خاک پر ہاتھ مارنا نیت کے ساتھ ہونا چاہیے پھر ان دونون ہاتھون سے اپنی پیشانی کا مسح کرے۔ پھر داہنے ہاتھ کے ظاہر کا مسح بائین ہاتھ کے باطن سے پھر بائین ہاتھ کے ظاہر کا مسح داہنے ہاتھ کے باطن سے کرے۔ بعض فقہاء کہتے ہین کہ سارے منھ کا اور دونون ہاتھون کا کہنیون تک مسح کرے۔ اس امر مین بھی فقہاء کا اختلاف ہے کہ تیمم کی ضرب ایک ہو یا دو ہون۔ قول صحیح یہ مانا گیا ہے کہ دو مرتبہ ضرب مارے ایک مسح سر کے واسطے اور دوسری ضرب مسح دست کے واسطے۔

باب ثائے مثلثہ

(۱) ثار (ع) خون کا بدلہ لینا۔ ایام جاہلیت کی رسم تھی کہ اگر کوئی کسی کو مار ڈالتا تو خون کے عوض خون ہی معز زبدلا گنا جاتا تھا۔ ان کا اعتقاد تھا کہ اگر کسی آدمی کے خون کا بدلہ خون سے نہ لیا جاوے تو مقتول کے سر مین سے ایک چھوٹا پردار کیڑا نکلتا ہے اور جب تک اس کے خون کا انتقام نہ لیا جائے تو وہ ویرانون مین بیٹھا چلایا کرتا ہے۔ اس عجیب کیڑے کو "ہامہ" اور "صیدی" کہتے تھے۔ سلسلۂ انتقام خون مین اگر قبیلون مین جنگ چھڑ جاتی تو پچاس پچاس سال تک چلی جاتی۔ اور ایک نسل تباہ ہوئی تو دوسری نسل انتقام کا جوش اپنے خون مین لئے ہوے اٹھتی۔ غرضکہ انتقام اور ثار کی پیاس سیکڑون اور ہزارون اشخاص کے قتل کے بعد بھی نہین بجھتی تھی۔ خون کے بدلہ دیت لینا حقارت سے دیکھا جاتا تھا۔ اسلام نے اسی دیت (خون بہا) کا قانون چند اصلاحات کے بعد ۶۲۴ء سے جاری کیا اور ثار کو قطعی بند کر دیا۔

آن حضرت صلعم نے حجتہ الوداع (۶۳۲ء) مین نہایت فصیح و بلیغ اور مہتم بالشان خطبہ ارشاد فرمایا۔ دوران خطبہ مین زبان فیض ترجمان سے ثار کے بند کرنے کا حکم یون ارشاد ہوتا ہے۔ کہ "جاہلیت کے تمام خون (یعنی خون) باطل کردے گئے اور سب سے پہلے مین (اپنے خاندان کا خون) ربیعہ بن الحرث کے بیٹے کا خون باطل کرتا ہون" (صحیح بخاری و مسلم و ابوداوٗد بروایت جابر)

(۲) ثالث ثلاثہ۔ (ع) تین کا تیسرا۔ قوم نصاریٰ تین خداؤن کی قائل ہے۔ حق تعالیٰ۔ عیسےٰؑ۔ مریمؑ۔ (تثلیث)

(۳) ثُعبان (ع) بڑا سانپ۔ اژدھا۔ جمع اس کی ثعابین آتی ہے۔ کلام مجید مین ثعبان حضرت موسیٰؑ کے عصا کے سلسلہ مین آیا ہے۔ یعنی۔ "پھر ڈالدیا (موسیٰ نے) اپنے عصا کو پھر دم یکایک اژدھا ظاہر ہوا" (سورہ اعراف۔ پ ۹۔ رکوع ۱۳۔ آیت ۱۰۴) جمہور مفسرین کا خیال ہے کہ لکڑی کا سانپ بن جایا کرتا تھا اور یہ ایک معجزہ تھا جو حضرت موسیٰ کو بارگاہ احدیت سے عطا ہوا تھا۔ لیکن صاحب تفسیر القرآن لکھتے ہین کہ حضرت موسیٰ مین از روئے فطرت و جبلت کے قوت نفس نہایت قوی تھی۔ انہون نے اس خیال سے کہ وہ لکڑی سانپ ہے اپنی لاٹھی ڈالی اور وہ اُن کو سانپ یا اژدھا دکھائی دی۔ یہ خود ان کا تصرف اپنے خیال مین تھا۔ ورنہ حقیقت مین وہ لکڑی لکڑی ہی تھی۔ اس مین فی الواقع کوئی تبدیلی نہین ہوئی تھی۔

(۴) ثِقہ۔ (ع) ثقہ کے معنی رسول صلعم کی خبر کی تصدیق کرنا اور اُس پر پختہ یقین رکھنا۔ ثقہ کی جمع ثقات آتی ہے۔ جس کے معنی معتمد لوگ ہین۔ اصطلاح حدیث مین ثقات ان لوگون کو کہتے ہین جن کی بیان کردہ احادیث قابل اعتماد ہون۔ یہ لوگ ایسے ہونا چاہیے جو رسول صلعم کے قول کے ساتھ واثق ہون اور خالق کون و مکان پر اعتماد کر لیا ہو۔ کبھی کسی برائی کے ساتھ متہم نہ ہوے ہون۔ بلکہ تدین اور صدق مقال کے واسطے مشہور اور سب لوگون کے نزدیک مسلم ہون۔

(۵) ثَقَلَین (ع) لغت مین دو گروہ یعنی جن و انس کو کہتے ہین۔ ثقلین تثنیہ ہے ثقل کا۔ اور ثقل (بکسرہ ثاء) بمعنی گران و بہا کے ہین

اور ثقل (بفتحتین) کے معنی جنس لطیف کے ہیں (قاموس)۔
منجملہ دیگر احادیث کے جو فضیلت اہل بیت میں مروی ہیں۔ حدیث ثقلین بھی ہے جو تواتر کی حد کو پہونچ گئی ہے مشکوٰۃ (کتاب الفتن۔ باب مناقب النبی صلعم) کی فصل اول میں حدیث ثقلین مروی ہے۔ اور بھی دیگر کتب احادیث میں یہ مرقوم ہے لیکن الفاظ کی کمی یا زیادتی کا فرق پایا جاتا ہے ملخص اس حدیث کا یہ ہے کہ آں حضرت صلعم نے اس خطبہ میں جو بمقام خم حج الوداع سے واپسی کے وقت دیا تھا۔ فرمایا کہ تم میں دو بھاری چیزیں (ثقلین) چھوڑنے والا ہوں۔ ایک کتاب اللہ اور دوسرے میرے اہل بیت اور یہ دونوں جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہونچیں۔ پس تم ان دونوں سے متمسک ہو جاؤ"۔

ثقلین اصطلاح تصوف میں دونوں کون کو کہتے ہیں یعنی کون عالم دنیا اور کون عالم عقبیٰ۔ (ب) ثقلین دو مراتب کو کہتے ہیں۔ ایک مرتبہ خارجیہ اور دوسرا مرتبہ داخلیہ مرتبہ خارجیہ میں اجسام۔ امثال۔ اور ارواح داخل ہیں اور مرتبہ داخلیہ میں واحدیت اور وحدت اور احدیت

(۶) **ثلث**۔ (ع) تیسرا حصہ ($\frac{1}{3}$) اور بسکون لام بھی آیا ہے ثلث نام ہے ایک خط کا جس میں حروف معمولی خط نسخ سے سہ چند موٹے ہوتے ہیں خط ثلث ان خطوط میں سے ہے جو ساتویں صدی ہجری کے بعد کی ترمیم میں قائم ہوا اور اب بھی مروج ہے۔

(۷) **ثمود**۔ (ع)، نام ہے ایک شخص کا نسل نوح علیہ السلام سے چوتھی پشت میں۔ (۲)، نام ہے ایک قبیلہ کا جس کی ہدایت

کے لئے حق تعالیٰ نے حضرت صالح کو معبوث فرمایا تھا۔
ثمود مغربی اور شمالی عرب پر قابض تھے۔ اس حصۂ ملک کو اس زمانہ میں وادی القریٰ کہتے تھے۔ ثمود کی مملکت کا دارالحکومت حجر تھا۔ یہ شہر اس قدیم شاہ راہ تجارت پر واقع ہے جو یمن سے حجاز ہو کر شام کو جاتی ہے۔

قوم ثمود کے سیاسی حالات پر تاریکی کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ ایک زبردست قوم تھی۔ پہاڑوں کو کاٹ کر مکان بنانے اور پتھروں کے عمارات و مقبرے تیار کرنے میں ید طولیٰ رکھتی تھی۔ یہ یادگاریں اب تک باقی ہیں اور ان پر۔ ارامی و ثمودی خط میں کتبات منقوش ہیں۔

قرآن مجید نے ان کی سنگ تراشی کا متعدد آیات میں ذکر کیا ہے (۱) سورۂ فجر (پ۳۰۔ رکوع اول۔ آیت ۹) ثمود جو وادی میں (بغرض تعمیر) پتھر تراشا کرتے تھے"۔ (۲) سورۂ شعراء (پ۱۹۔ رکوع ۱۔ آیت ۱۴۹) یہ پہاڑوں کو کاٹ کر مکان بناتے ہو"۔ (۳) اعراف (پ۸۔ رکوع ۱۰۔ آیت ۷۴) تم بنا لیتے ہو اس کے میدانوں میں محل اور پہاڑوں کو کھود کر گھر پس یاد کرو۔ اللہ کی نعمتوں کو الخ جمہور مفسرین لکھتے ہیں کہ قوم ثمود نے حضرت صالح سے ان کی رسالت کے ثبوت میں ایک معجزہ کی درخواست کی تھی کہ اس پہاڑ میں سے ایک اونٹنی پیدا ہو اور پیدا ہوتے ہی وہ ایک بچہ جنے اور وہ بچہ اُسی وقت ہمارے سامنے بڑی اونٹنی کے برابر ہو کر چرتا پھرے اور ہم اس اونٹنی کا دودھ پئیں تب ایمان لائیں گے۔ حضرت صالح نے دعا مانگی جو قبول ہوئی۔ اور ایک اونٹنی پہاڑ میں سے نکلی اور اسیوقت اُس نے برابر کا بچہ بھی دیدیا۔ لیکن وہ لوگ ایمان نہیں لائے بلکہ اُن میں سے ایک جوان نے اونٹنی کو ذبح کر ڈالا اور بالآخر

عذاب میں مبتلا ہوئے۔ مفسرین کے مندرجۂ بالا بیان کے ماخذ اسرائیلیات ہیں جن کی صحت کے ذمہ دار یہود ہیں۔

محققین نے ان تمام واقعات کو اس طرح بیان کیا ہے۔ کہ حضرت صالح نے لوگوں سے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو خدائے واحد کی عبادت کرو جس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے اُن لوگوں نے کہا تم سحر زدہ ہو۔ تم بھی ہم جیسے ایک آدمی ہو۔ اگر تم سچے ہو تو کوئی نشانی لاؤ۔ حضرت صالح نے کہا کہ تمھارے پاس ایک دلیل تمھارے پروردگار کی طرف سے آئی ہے۔ یہ اللہ کی اونٹنی تمھارے لئے نشانی ہے۔ اس کو چھوڑ دو کہ خدا کی زمین پر چرتی پھرے۔ باقی رہا پانی ایک دن اس کو پی لینے دیا کرو اور ایک دن تم پی لیا کرو۔ اور اس کو کچھ اذیت نہ پہونچاؤ نہیں تو تم پر دکھ دینے والا عذاب نازل ہوگا وہ لوگ اس اونٹنی سے تنگ آگئے اور اس کو ذبح کر ڈالا۔ بالآخر بھونچال آیا اور وہ لوگ اپنے رہنے کی جگہ میں گھٹنوں کے بل گر کر مر گئے

صاحب ارض القرآن نے لکھا ہے کہ اونٹنی وہ تھی جسکو قوم ثمود نے بطور سانڈ کے چھوڑ دیا کہ یہ خدا کی اونٹنی ہے اور ان کی بربادی زلزلہ کے باعث ہوئی اور یہ زلزلہ ممکن ہے کہ آتش فشانی سے ہو اس لئے کہ جغرافیہ نویسان سابق و حال تسلیم کرتے ہیں کہ ثمود کے مقامات رہائش آتش فشاں مادہ سے لبریز تھے۔

(۸) **ثواب** - (ع) مُزد۔ بدلا۔ جزائے نیک۔ اصطلاح میں وہ جزائے نیک جو اللہ تعالیٰ آخرت میں ان لوگوں کو کرامت فرمائیگا جو اس کی عبادت کرتے ہیں اور نیک کام بجالاتے ہیں۔ چنانچہ سورۂ آل عمران (پ۴۔ رکوع ۲۰۔ آیت ۱۹۵) میں ہے "بطور ثواب کے اللہ کے پاس ہے اور اللہ کے پاس اچھا ثواب ہے"

(۹) **ثور** - (ع) بیل نرگاؤ۔ ثور کے لغوی معنی اٹھانے کے ہیں اور چونکہ بیل زمین کو اٹھاکر لائق زراعت بناتا ہے اس لئے اس کو ثور کہتے ہیں۔ (۲) نام دوسرے برج کا بروج آسمانی سے جو بیل کی شکل کا ہے۔ (۳) نام یک قبیلہ کا۔ امام سفیان ثوری اسی قبیلہ کیطرف منسوب ہیں (۴) نام ایک پہاڑ کا مکہ معظمہ میں۔

(۱۰) **ثیبہ** - (ع) وہ عورت جو کواری نہ ہو۔ خواہ اس کا شوہر زندہ ہو خواہ مُردہ۔

ولی اقرب (باپ دادا) نے اپنی نابالغ لڑکی کا جو ثیبہ ہے نکاح کر دیا تو یہ نکاح لازم ہوگیا اور وقت بالغ ہونے کے اُسکو اختیار نکاح کے فسخ کا نہیں لیکن اگر وہ نکاح کسی اور ولی نے کیا ہے تو بعد بلوغ فسخ نکاح کا اختیار رہتا ہے۔ اور وہ باطل نہیں ہوتا جب تک وہ لڑکا اور لڑکی راضی نہ ہوجائیں تصریح سے یا اشارے سے لیکن باکرہ کی حالت میں سکوت رضامندی سمجھا جائے گا۔

جلد اوّل ختم ہوئی

۳۳۲۸۴
اسلامی ثقافت
جلد اول